بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایسے شخص کا راستہ اپناؤ جس نے مجھ سے لو لگا رکھی ہو۔ لقمٰن

حیاتِ سرور

مصلح الامت حضرت مولٰنا صوفی محمد سرور صاحب دامت برکاتہم

کی زندگی کے حالات

تالیف
محمد عتیق الرحمٰن

مدرس، جامعہ عبداللہ بن عمر۔ مدیر، ماہ نامہ علم و عمل لاہور

ادارۂ علم و عمل

جامعہ عبداللہ بن عمر ۲۳ کلومیٹر فیروزپور روڈ سواگومتہ کاہنہ نو۔ لاہور

042-35272270

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حیاتِ سرور

مصلحُ الاُمّت
حضرت مولٰنا صوفی محمّد سرور صاحب دامت برکاتہم

شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ، لاہور و صدر جامعہ عبداللہ بن عمر، لاہور

کی زندگی کے حالات

ناشر

محمد عتیق الرحمٰن
مہتمم و مدرس جامعہ عبداللہ بن عمر، لاہور
و مدیر ماہ نامہ علم و عمل، لاہور

ادارہ علم و عمل

جامعہ عبداللہ بن عمر
23- کلومیٹر فیروزپور روڈ
سوا گجومتہ نزد کاہنہ نو - لاہور
042:35272270

نام کتاب	....	حیاتِ سرور
نام مؤلّف	....	محمد عتیق الرحمٰن
ناشر	....	ادارہ علم وعمل، لاہور
تعداد	....	2100/-
طبعِ اوّل	....	دسمبر 2009ء
عام قیمت	....	

نوٹ:

حضرت صوفی صاحب اوران کے بیٹوں بالخصوص مؤلف کی زندگی میں بغیر اجازت کے کوئی صاحب اِس کتاب کو شائع نہیں کرسکتے اور نہ ہی ترمیم (اضافہ) یا تنسیخ (کمی) کرسکتے ہیں۔

ملنے کے پتے

جامعہ عبداللہ بن عمر، لاہور

خانقاہ مسجد الحسن، جامعہ اشرفیہ مسلم ٹاؤن فیروز پور روڈ، لاہور

مکتبہ سید احمد شہید، الکریم مارکیٹ اُردو بازار لاہور

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ، چوک فوارہ، ملتان

اِدارہ اِسلامیات۔190 انارکلی، لاہور

فہرست (پہلا باب)

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
1	عرضِ مؤلف	11
2	تمہید	12
3	مُقدّمہ ...کتاب کی ترتیب وغیرہ	14
4	حضرت صوفی صاحب کی زندگی میں سوانح کیوں لکھی گئی...؟	14
5	پہلے باب کی خصوصیات	15
6	دوسرے باب کی خصوصیات	16
7	اِس کتاب میں حضرت صوفی صاحب کی اپنی تحریرات بھی ہیں؟	17
8	حضرت کے بلند پایہ مقام کا پسِ منظر	18
9	اِس کتاب میں حضرت کی 77 سالہ زندگی کے حالات جمع کئے گئے ہیں	19
10	حرف آغاز	21
11	میرے پیارے ابوجان	21
12	حضرت والد صاحب کے دادا جان	23
13	حضرت کے والدین	23
14	حضرت کے بہن بھائی	24
15	حضرت کے بڑے بھائی	25
16	محمد انور صاحب کی شادی کا واقعہ	25
17	حضرت کے بھائی ڈاکٹر محمد اختر صاحب	26
18	حضرت صوفی صاحب کی عصری تعلیم	28

فہرست (پہلا باب)

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
19	عصری تعلیم میں اساتذہ	29
20	دینی تعلیم کا شوق	29
21	دینی تعلیم کا آغاز	30
22	دینی تعلیم حاصل کرنے کے دوران	31
23	حضرت صوفی صاحب کے چند اساتذہ کرام	34
24	حضرت صوفی صاحب کی تدریسی خدمات	35
25	اندازِ تدریس وتجربہ	36
26	حضرت صوفی صاحب کی تالیفات	37
27	آپ کے چند شاگرد حضرات	39
28	حضرت صوفی صاحب مفتی کیسے بنے...؟	41
29	مرزائیوں سے متعلق حضرت کا مؤقف حضرت کے الفاظ میں	43
30	حضرت صوفی صاحب کے بچپن وجوانی کے زمانہ کی خصوصیات	44
31	آپ کی یادیں...تذکرے...آپ کے نکاح	47
32	حضرت صوفی صاحب سے متعلق چند چشم دید واقعات	49
33	معاشرہ سے متعلق حضرت کا عجیب واقعہ	52
34	پاکستان کی طرف ہجرت کا خاص واقعہ	53
35	معاملات ومعاشرات پر ایک نظر	55
36	حُسنِ معاملہ کی مثال	56

فہرست (پہلا باب)

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
37	گھریلو حُسنِ معاشرت	56
38	آپ کے تقویٰ کی حیرت انگیز برکات (کرامات)	58
39	کرامت کا ایک واقعہ	60
40	ایک اہم خواب	61
41	عجیب وغریب... باتیں... تواضع	62
42	آپ کی سادگی بھی عجیب وغریب ہے	62
43	آپ کی سادگی وحُسنِ ظن کے حیرت انگیز واقعات	63
44	حضرت کے تصوّف کی جھلک اور مدارجِ سلوک	66
45	حضرت صوفی صاحب کی صوفیانہ خدمات	68
46	آپ کا اندازِ تربیت	69
47	حضرت صوفی صاحب کے مجازینِ بیعت	70
48	حضرت صوفی صاحب کی طرف سے خصوصی ہدایات برائے مجازین	85
49	حضرت کے اپنی اولاد کے ساتھ انصاف کے واقعات	87
50	حضرت صوفی صاحب کی وابستگی عدد 3 کے ساتھ بہت رہی	89
51	حضرت صوفی صاحب کے معمولات	92
52	انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں	93
53	عام آدمی سورۂ فاتحہ میں 50 سے زائد غلطیاں کرتا ہے (حضرت صوفی صاحب کا اپنا تحریر کردہ مضمون)	94
54	تبلیغی جماعت سے متعلق حضرت صوفی صاحب کا مؤقف (حضرت کے الفاظ میں)	97

فہرست (پہلا باب)

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
55	حضرت صوفی صاحب کا مثالی صبر	98
56	حضرت صوفی صاحب کا مدرسہ (جامعہ عبداللہ بن عمر)	99
57	حضرت صوفی صاحب کا جاری کردہ رسالہ (ماہ نامہ علم و عمل، لاہور)	101
58	ماہ نامہ علم و عمل، لاہور کی خصوصیات	101
59	آپ کی زندگی کے متعلق شعبہ جات و کارکردگیاں	102
60	حضرت صوفی صاحب کے مصدّقہ رجوعات (جن مسائل میں آپ نے رُجوع فرمایا)	105
61	دینی تعلیم حاصل کرنے کے تین طریقے	107
62	حضرت صوفی صاحب کی اہلیہ (مؤلف کی والدہ)	108
63	حضرت صوفی صاحب کی حاضر جوابی کے واقعات	111
64	چودہ صدیوں کے مجدّدین حضرات کے نام	113
65	مجدّد کی نشانیاں	114
66	ایک صدی میں مجدّد ایک ہوتا ہے یا زیادہ؟	114
67	حضرت صوفی صاحب کے متعلق چند مبشرات	115
68	حکیم الاُمّت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی برکات	119
69	وہ زمانے جن میں تمام دُنیا کے لوگ مؤمن تھے	120
70	اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرنے کے پانچ طریقے	121
71	اِخلاص کے چھ درجے	122
72	اختلاف کی بنیاد عموماً تکبر ہوتی ہے	124

فہرست (پہلا باب)

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
73	تکبر کا علاج	125
74	شیخ سے مناسبت کی علامات	126
75	مختصر الفاظ میں حضرت صوفی صاحب کے چند ملفوظات کا تذکرہ	129
76	حضرت صوفی صاحب کے بعض اساتذہ کرام	131
77	حضرت مولنا محمد ادریس کاندھلوی صاحب رحمہ اللہ	131
78	حضرت مولنا خیر محمد جالندھری صاحب رحمہ اللہ	134
79	حضرت مولنا رسول خان صاحب رحمہ اللہ	136
80	حضرت مولنا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ	138
81	دو عظیم بزرگ	141
82	حضرت صوفی صاحب کے اصلاحی خطوط اپنے شیوخ کی طرف	144
83	اس کتاب (حیاتِ سرور) کو شائع ہونے سے پہلے جن حضرات علمائے کرام نے دیکھا	170
84	حضرت صوفی صاحب کی تواضع اور سادگی کی ایک اور جھلک	172
85	عَکسِ تَحرِیر حکیم الامت حضرت مولنا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ	173
86	حضرت صوفی صاحب کی سندِ حدیث	174
87	حضرت صوفی صاحب کی سندِ بیعت وطریقت	176
88	مؤلف کی ایک گزارش باجازت حضرت صوفی صاحب	178

فہرست (دوسرا باب)

نمبر شمار	مضمون نگار حضرات کے نام	صفحہ نمبر
1	**تحریر از:** حضرت مولنا عبیداللہ صاحب دامت برکاتہم	181
2	**تحریر از:** شیخ الحدیث حضرت مولنا محمد قاسم صاحب دامت برکاتہم	183
3	**تحریر از:** حضرت مولنا عبدالرحیم چترالی صاحب دامت برکاتہم	184
4	**تحریر از:** مولنا حافظ عبدالرحمٰن صاحب (مدینہ منوّرہ)	186
5	**تحریر از:** مولنا حاجی محمد یوسف صاحب	188
6	**تحریر از:** قاری محمد مظہر حسین صاحب	190
7	**تحریر از:** مولنا محمد صدیق صاحب	191
8	**تحریر از:** مولنا عبدالرشید کھٹانہ صاحب	193
9	**تحریر از:** مولنا عمر صاحب	193
10	**تحریر از:** حضرت مولنا محمد اکرم کشمیری صاحب مدظلہ	194
11	**تحریر از:** مولنا محمد طیّب الیاس صاحب	202
12	**تحریر از:** حضرت مولنا مفتی محمد اسحاق صاحب مدظلہ جامعہ خیر المدارس، ملتان	204
13	**تحریر از:** حضرت مولنا مفتی عبدالقدوس ترمذی صاحب مدظلہ	206
14	**تحریر از:** حضرت مولنا محمد حسن صاحب مدظلہ	221
15	**تحریر از:** جناب محمد رضوان ہاشمی صاحب	225
16	**تحریر از:** مولنا حافظ محمد طیّب زاہد اعوان صاحب	226
17	**تحریر از:** مولنا عبدالرحمٰن بن حضرت مولنا صوفی محمد سرور صاحب مدظلہ	227
18	**تحریر از:** مولنا مجیب الرحمٰن صاحب	236

فہرست (دوسرا باب)

نمبر شمار	مضمون نگار حضرات کے نام	صفحہ نمبر
19	**تحریر از:** جناب محمد رفیع صاحب (ارشادات: حضرت مولنا مفتی محمود اشرف صاحب مدظلہ)	237
20	**تحریر از:** مولنا محمود الحسن کمڑیال صاحب	238
21	**تحریر از:** جناب حافظ محمد اعظم صاحب	239
22	**تحریر از:** جناب محمد اشرف صاحب	243
23	**تحریر از:** مولنا محمد صدیق صاحب	247
24	**تحریر از:** جناب محمد مکرّم صاحب	249
25	**تحریر از:** مولنا مجیب الرحمٰن صاحب	251
26	**تحریر از:** مولنا عطاء الرحمٰن صاحب	255
27	**تحریر از:** اُمِّ عبداللہ	257
28	**تحریر از:** جناب عطاءاللہ شاکر صاحب	260
29	**تحریر از:** بندۂ خدا	261
30	**تحریر از:** مولنا خالد محمود صاحب	263
31	**تحریر از:** مولنا ملک خلیل احمد صاحب	265
32	**تحریر از:** مولنا عبدالغفور صاحب	268
33	**تحریر از:** جناب ڈاکٹر اقبال مسعود صاحب	272
34	**تحریر از:** جناب محمد سعید سندھو صاحب	274
35	**تحریر از:** مولنا قاضی نعیم اللہ غفاری صاحب	278
36	**تحریر از:** جناب محمد اکبر صاحب	280

فہرست (دوسرا باب)

نمبر شمار	مضمون نگار حضرات کے نام	صفحہ نمبر
37	**تحریر از:** مولنا مشتاق حمادی صاحب	284
38	**تحریر از:** مولنا کاشف بلال صاحب	285
39	**تحریر از:** حضرت مولنا محمد حسن صاحب	292
40	**تحریر از:** جناب قاضی اسکندر صاحب	297
41	**تحریر از:** مولنا محمد نوید خان صاحب	298
42	**تحریر از:** جناب ڈاکٹر نعیم اللہ صاحب مدظلہ	312
43	**تحریر از:** مفتی عبدالجبار صاحب مدظلہ	339
44	**تحریر از:** حضرت مولنا ارشاد احمد صاحب مدظلہ	346
45	**تحریر از:** حضرت حاجی عبدالستار صاحب مدظلہ، سکھر	348
46	**تحریر از:** جناب محمد عاکف عرفان صاحب	350
47	**تحریر از:** مولنا عبدالرحمٰن بن حضرت مولنا صوفی محمد سرور صاحب مدظلہ	353
48	**تحریر از:** بہو حضرت صوفی صاحب (اہلیہ مدیر ماہ نامہ "علم وعمل"، لاہور)	355
49	**تحریر از:** مفتی عبدالرحیم صاحب مدظلہ، مہتمم جامعۃ الرشید کراچی	362
50	**تحریر از:** جناب محمد عثمان رمضان صاحب	366
51	**تحریر از:** مولنا سیف اللہ لودھی صاحب، لاہور	370
52	**تحریر از:** جناب جواد یوسف صاحب، لاہور	373

عرضِ مؤلف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمo

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَخَاتَمِ النَّبِیّٖنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَتْبَاعِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

دِل کی گہرائیوں سے اللہ تعالیٰ جلّ شانہ کا شکرادا کرتا ہوں کہ بندۂ ناچیز کو اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اِس کتاب (حیاتِ سرور) کے لکھنے کی توفیق عطا فرمائی۔اور مکمل کروا کر منظرِ عام پر مہیا فرمائی۔اتنی بڑی ذمہ داری اور پھر اتنی بڑی شخصیت سے متعلق پھر حالات زندگی لکھنا پھر مکمل کتاب کی بار بار تحقیق سے نظرِ ثانی کرنا پھر افراط وتفریط یعنی کمی، زیادتی ومبالغہ آرائی سے بچنا بندہ کے بس کی بات نہ تھی۔یہ محض مولائے کریم کا انعام واحسان ہے کہ یہ کام انہوں نے حضرت صوفی صاحب کے بیٹے سے لے لیا۔اور میں ان حضرات کا بھی شکرادا کرتا چلوں جنہوں نے مضامین لکھ کر بھیجے اور خاص کر ان حضرات کا تو بہت ہی ممنون ہوں جنہوں نے اس کتاب سے متعلق کمپوزنگ، پروف ریڈنگ یا کسی مضمون کی تکمیل اور کتاب کی نظرِ ثانی وغیرہ میں خصوصی معاونت کی۔اللہ تعالیٰ اِن تمام حضرات کو دنیا وآخرت میں جزائے خیر عطا فرمائیں۔آمین

اور اِس کتاب کو اللہ تعالیٰ جل شانہ محض اپنے خاص فضل وکرم سے شرفِ قبولیت سے نوازدیں۔آمین

اور اِس کتاب کو پڑھ کر فائدہ حاصل کرنے والوں اور ہم سب کو اللہ تعالیٰ عافیتِ دارین سے مالامال فرمائیں۔

آمِیْنَ ثُمَّ آمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍوَّ اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَتْبَاعِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

محمد شفیق الرحمٰن

مدرس درس نظامی جامعہ عبداللہ بن عمر

[illegible] لاہور

تمہید

کسی کتاب کو لکھتے وقت تین وجوہات بتا دینا بہت اچھی بات اور اکابر حضرات مصنّفین کا طرز ہے:

① ایک وجہ ترجیح فن یعنی زندگی کے حالات بتانے ہی کا موضوع کیوں اختیار کیا گیا۔ ② وجہ ترجیح کتاب یعنی حیاتِ سرور ہی کیوں لکھی کسی اور شخص کے حالاتِ زندگی بھی تو لکھے جا سکتے تھے۔ ③ وجہ تالیف یعنی اِس مؤلف (بندۂ ناچیز) نے ہی کیوں لکھی؟ کوئی اور بھی تو لکھ سکتا تھا۔

پہلی وجہ کہ اس فن و موضوع کو ہی اختیار کیا گیا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے حالات جمع کرنا ایک مقدّس اور چنا ہوا کام ہے کہ اچھوں کی اچھی زندگیاں کیسے گذرتی ہیں ہمیں پتہ چلے تا کہ ہم بھی اپنی زندگی کو اچھا بنا سکیں۔ اپنی زندگی کو اچھا بنانا جسے کامیاب زندگی گزارنا کہا جا سکے سب سے بڑھیا مقصد ہے انسان کی زندگی کامیاب ہو جائے اس سے بڑھ کر تو کوئی مقصد نہیں اس لیے اِس فن و موضوع کو اختیار کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ اس مقصد سے اِس موضوع کو منظرِ عام پر لانے کا بھرپور فائدہ ہمیں مل جائے۔ آمین

دوسری وجہ (وجہ ترجیحِ کتاب) کہ حضرت صوفی صاحب ہی کے حالات کیوں قلم بند کیے؟ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت صوفی صاحب کو جو مقام و مرتبہ دیا ہے اس سے ہر بندہ یہ تو سمجھتا ہے کہ یہ کوئی بزرگ ہیں مگر ان کے اصلی حالات ہر ایک کے علم و دسترس میں نہ تھے اس لیے اِس وقت انتخاب حضرت صوفی صاحب کے چیدہ چیدہ حالات کا کیا تا کہ ہم لوگ جو اِس جہانِ فانی سے کوچ کر جانے کے بعد بڑوں اور نیکوں کی قدر کرتے ہیں وہ زندہ بزرگوں کی کر لیں تو زیادہ بہتر ہے مرنے کے بعد جو خصوصی شمارے نمبر نکالے جاتے ہیں جلسے، کانفرنسیں منعقد کی جاتی ہیں جس کا اس سے زیادہ فائدہ نہیں کہ حالات معلوم ہوں۔ بس اتنی ہی آگاہی ہوتی ہے بندہ تصدیق نہیں کرا سکتا اس لیے کہ وہ فوت ہو چکے ہوتے ہیں۔ اگر یہی کام زندگی میں ہو جائے تو قدر بھی کی جا سکتی ہے فائدہ بھی اُٹھایا جا سکتا ہے، پچھتاوے سے بھی بچا جا سکتا ہے۔ دعائیں بھی کروائی جا سکتی ہیں،

خدمت بھی کی جاسکتی ہے، بہت کچھ پوچھا، سیکھا بھی جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے حضرت صوفی صاحب بھی چنی ہوئی ہستیوں میں سے ہیں۔ اس لیے ان کے حالاتِ زندگی مختصر اور جامع مرتب کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرمالیں۔ آمین

تیسری وجہ (وجہ تالیف) کہ اِس بندہ (مؤلف) نے ہی کیوں لکھی؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ راقم بندہ کا حضرت سے الحمدللہ بچپن ہی سے گہرا تعلق رہا۔

والد صاحب کی بے پناہ شفقتیں، محبتیں ملیں۔ بڑا عرصہ بچپن میں ان کے ساتھ ہی سوتا رہا، کبھی ان سے مار نہ پڑی۔ حضرت والد صاحب ہمیشہ دوستانہ تعلق رکھتے کبھی سختی نہ فرماتے۔

شروع ہی سے بندہ کو بحمد اللہ اچھا خاصا مضبوط رابطہ رہا۔ بہت سفر الحمدللہ ساتھ کیے زندگی کے ہر شعبہ کو بغور دیکھتا سیکھنے کی کوشش کرتا رہا۔ بہت سی باتیں دل میں جمع رہیں۔ پھر بعض مخلص احباب سے مشورہ کیا اور یہ سوچا کہ یہ کام کوئی اور کرے تو افراط وتفریط (کمی زیادتی) ومبالغہ آرائی بھی ہوسکتی ہے، جھوٹی یا غلط خبر بھی لگ سکتی ہے۔ نیز پھر کوئی اور جو کام کرے بندہ کیوں نہ اس عظیم کام میں اللہ تعالیٰ سے مدد مانگ کر قدم اُٹھائے اور ثواب حاصل کرے۔ چناں چہ بندہ نے بہت کچھ سوچ کر اللہ تعالیٰ سے مانگ کر یہ قدم اُٹھایا اللہ جل شانہ نے مہربانی فرمائی اور یہ کام مکمل کروادیا۔

اَللّٰھم لکَ الحمدُ وَلکَ الشُّکرُ.

خلاصہ یہ ہوا کہ بندہ نے جو یہ قدم اُٹھایا اس لیے نہیں اُٹھایا کہ بندہ ہی اس کا اہل تھا یا بندہ میں کوئی قابلیت ہے نہیں بلکہ صرف اس لیے قدم اُٹھایا کہ آخر یہ کام کوئی تو کرے گا کسی نے جو ثواب حاصل کرنا ہے بندہ کیوں نہ کرلے اور پھر باہر کے آدمی سے گھریلو باتوں میں کمی بھی رہ سکتی تھی۔

نیز تحقیقی سوانح مرتب کرنے کی بھی نیت تھی، ہوائی باتوں، مبالغہ آرائیوں سے بچنے کا بھی قصد تھا۔ جو بحمد للہ پورا ہوا۔

اَللّٰھم لکَ الحمدُ وَلکَ الشُّکرُ.

مقدمہ

مقدمہ کے عنوان سے بہت سی اہم باتیں کتاب سے متعلق ذکر کی جارہی ہیں

کتاب کی ترتیب کچھ اس طرح:

ہے کہ تمہید مقدمہ وغیرہ کے علاوہ دو باب بنائے گئے ہیں پہلے باب میں تقریباً ۱۲۵/عنوانات کے تحت بیسیوں باتیں مؤلف کی اپنی تحریر کردہ ہیں۔ دوسرے باب میں بعض اکابرین اور جیّد علماءِ کرام اور حضرت کے بعض متعلقین حضرات کے بھیجے ہوئے تقریباً ۵۰/مضامین ہیں۔ جن میں کچھ مختصر اور کچھ لمبے مضامین بھی ہیں۔ الحمدللہ کتاب کے دونوں باب کا ہر مضمون ماشاءاللہ قیمتی ہے۔ البتہ پہلے باب میں الفاظ کم اور معانی زیادہ لگتے ہیں۔ دوسرے باب میں کچھ الفاظ زیادہ ہیں۔ عربی کی اصطلاح میں پہلے باب میں ایجاز اور دوسرے باب میں مساوات یا اطناب ہے۔ الحمدللہ حشو یا تطویل یعنی بے کار باتیں اور بے فائدہ لمبی باتیں کسی باب میں نہیں ہیں۔

حضرت صوفی صاحب کی زندگی میں سوانح کیوں لکھی گئی؟

عام دستور تو یہی ہے کہ کسی کی سوانح حیات ان کی وفات کے بعد لکھی جاتی ہے مگر چوں کہ ہم لوگ اتنے بگڑ چکے ہیں کہ کسی بھی شخصیت کی قدر ان کی وفات کے بعد کرنے لگ گئے ہیں۔ حالاں کہ وفات کے بعد (زندگی والا) فیض حاصل کرنا ممکن نہیں۔ اس لیے سوچا کہ ہم اپنی غلط عادت کو ختم کرتے ہوئے زندہ بزرگوں کی قدر کو اُجاگر کریں۔ نیز راقم بندہ یہ کام خود کرنا چاہتا تھا اس لیے بھی جلدی لکھی گئی۔ کیوں کہ موت کا پتہ نہیں کہ راقم پہلے بھی فوت ہوسکتا ہے۔ نیز گھر کے فرد کو یہ کام کرنا آسان رہتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ

نوٹ: کتاب میں لفظ راقم یا راقم الحروف یا بندہ یا مؤلف وغیرہ الفاظ سے کتاب لکھنے والا (محمد عتیق الرحمٰن) مراد ہے۔ البتہ دوسرے باب میں جہاں اس قسم کے الفاظ آئیں وہاں یا تو بریکٹ میں وضاحت کردی گئی ہے اگر وہاں وضاحت نہ ہو تو دوسرے باب میں اسی مضمون کا مضمون نگار (مضمون لکھنے والا) مراد ہے۔

ایک شبہ اور اس کا جواب: حضرت صوفی صاحب کی شخصیت اتنی بڑی اور سوانح کی

کتاب مختصر ہے اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ صرف چند باتوں کو مدّ نظر رکھا گیا ہے:
❶ بات مختصر اور پُر مغز ہو۔ ❷ مبالغہ آرائی سے مکمل پاک ہو۔
❸ اِدھر اُدھر کی طوالت (لمبی باتوں) سے بچتے ہوئے سوانح کی ترتیب کے اصل مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے کہ جن باتوں سے لوگوں کا فائدہ ہو لکھا گیا۔
الحمدللہ سوانح کے لحاظ سے تقریباً سب ضروری ضروری باتیں اس میں جمع ہوگئیں ہیں۔
نیز آج کل چھوٹی کتابوں اور مختصر مضامین ہی کو زیادہ پڑھا جاتا ہے لمبی لمبی موٹی کتابیں دیکھ کر ہی آج کل بعض لوگ خوف زدہ ہو جاتے ہیں کہ فارغ ہو کر پڑھ لیں گے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ساری زندگی کتاب کھول ہی نہیں پاتے۔ مختصر کتاب کو ہر بندہ تھوڑا تھوڑا پڑھ لیتا ہے، فائدہ اُٹھالیتا ہے، یاد کر لیتا ترغیت دے لیتا ہے۔ یوں تو حضرت صوفی صاحب کے اوصاف وکمالات ماشاء اللہ بہت ہیں حضرت کے شاگرد اور مریدین کا حلقہ بھی کافی زیادہ ہے اگر سب ہی تھوڑا تھوڑا مضمون دیتے تو کتاب کے کئی ہزار صفحات بنتے۔ مگر جو ہو گیا جتنا ہو گیا الحمدللہ بہت کافی ہے اور مصدّقہ ہے۔ اَللّٰھم لکَ الحمدُ وَلکَ الشُّکرُ. اب مقدمہ کے اندر کتاب کی ترتیب وانداز وخصوصیات وغیرہ ملاحظہ فرمائیے۔

کتاب "حیاتِ سرور" کی خصوصیات وطرز

پہلے باب کی خصوصیات: اس کتاب میں الحمدللہ بہت سی باتوں کا خاص لحاظ رکھا گیا ہے، پہلے باب میں مثلاً ❶ یہ کہ کوئی بات حقیقت سے ہٹ کر نہ ہو۔
❷ ہر بات تصدیق شدہ ہو، چاہے چشم دید ہو یا حضرت صوفی صاحب سے تصدیق کروائی ہو۔ ❸ مبالغہ آرائی نہ ہو۔ ❹ صرف سنی سنائی خبر یا بات کوئی درج نہ ہو۔ ❺ .....کوئی بات شریعت یا عقل کے خلاف نہ ہو۔ ❻ صرف وہ باتیں درج ہوں جن سے کسی نہ کسی طرح عوام یا خواص کو فائدہ ہو سکے۔ ❼ ہر عنوان اور اس کے مضمون کے ساتھ اعتدالی توازن برقرار رکھنے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔
❽ حضرت صوفی صاحب کے خلفائے کرام کی فہرست بہت تحقیق وتصدیق کے بعد اِس کتاب میں شائع کی گئی ہے۔ ❾ حضرت صوفی صاحب کی دونوں قسم کی (سندِ

حدیث وسندِ طریقت) اَسناد بھی تحقیق کے بعد درج کی گئی ہیں۔ ⓾ علماء کی ایک ٹیم نے ماشاء اللہ اس کتاب کی تصحیح، پروف ریڈنگ ونظرِ ثانی کی ہے۔اور پہلے باب کی پانچ مرتبہ نظرِ ثانی ہوئی ہے۔ ⓫ حضرت صوفی صاحب کے بعض اساتذہ کرام کے مختصر سوانحی خاکے بھی ساتھ درج کر دیئے گئے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ حضرت صوفی صاحب کی شخصیت نے علمِ دین کیسے کیسے علم کے سمندر اکابر علماءِ کرام سے حاصل کیا۔

نیز حضرت صوفی صاحب کے تین مشائخ کرام (پیر حضرات) کا ذکر بھی اسی کتاب میں ہے مگر دوسرے باب میں مولنا محمد نوید خان صاحب کے مضمون میں ہے۔اِن تین مشائخ کا تذکرہ بھی اسی لیے کیا گیا ہے کہ حضرت صوفی صاحب جیسی شخصیت کے عظیم واصلاح یافتہ ہونے میں کن اکابرین مشائخ کی محنتیں ودعائیں شامل ہیں۔

دوسرے باب کی خصوصیات وطرز:

❶ دوسرے باب میں اکابرینِ اُمّت اور جیّد علمائے کرام اور حضرت کے بعض خاص متعلقین کی طرف سے بھیجی ہوئی تحریرات ہیں جن میں انہوں نے اپنی طرف سے حضرت صوفی صاحب سے متعلق جو کچھ سمجھا، سنا، سیکھا یا جو کوئی واقعہ ہوا لکھ بھیجا۔تقریباً ۵۰ شخصیات کی طرف سے آئے ہوئے مضامین اس کتاب میں شامل کر دیئے گئے ہیں۔ ❷ بعض مفتیان کرام کے بھیجے ہوئے لمبے مضامین میں کچھ مسائل کی باتیں بھی ضمناً آ گئی ہیں۔ ❸ بعض محبت کرنے والوں نے اس دوسرے باب میں مبالغہ کے کچھ الفاظ (''قبلہ''، ''خاتم المحدثین''، ''اقدس''، ''اجلّ'' وغیرہ کے الفاظ) لکھ دیئے تھے جو مؤلف نے حذف کر دیئے ہیں۔کسی کو قبلہ کہنا درست نہیں،اسی طرح خاتم المحدثین بھی کسی کو نہیں کہا جا سکتا نیز اقدس واجلّ اسمِ تفضیل کے صیغے ہیں کون سب سے مقدس ہے؟ کسی کو پتہ نہیں اس لیے نامناسب ہیں۔ایک صاحب نے ابدال زمانہ کے عنوان سے مضمون بھیجا وہ مضمون تو لگا دیا گیا ہے (تصحیح کے بعد) مگر ایسا عنوان ختم کر دیا گیا ہے کیوں کہ بظاہر دیکھنے میں ابدالِ زمانہ بہت بڑھ کر عنوان ہے جو افراط وزیادتی کی طرف چلا جاتا ہے مگر حقیقت میں ابدال زمانہ کا درمیانہ درجہ کے بزرگ کے برابر رُتبہ

ہوتا ہے۔ چوں کہ یہ عنوان افراط و زیادتی کی بجائے حقیقت میں تفریط و کمی کی طرف جارہا تھا۔ کیوں کہ حضرت صوفی صاحب کا رُتبہ ماشاء اللہ بڑے درجہ کے بزرگوں میں سے ہے اس لیے یہ عنوان ختم کر دیا گیا تا کہ افراط و تفریط، زیادتی و کمی سے بچا جا سکے۔

۴ ماشاء اللہ دوسرے باب کے ہر مضمون میں جہاں حضرت صوفی صاحب کے کمالات جھلکتے نظر آتے ہیں وہاں مضمون نگار کے والہانہ محبت بھرے تأثرات اخلاص سمیت نمایاں نظر آتے ہیں۔ ۵ کہیں کہیں دوسرے باب کے مضامین میں قابل حذف باتیں نکالی بھی گئیں ہیں جن کا تعلق حضرت صوفی صاحب کی ذات سے نہ تھا۔ البتہ اضافہ کسی کے مضمون میں نہیں کیا گیا۔

اس کتاب میں حضرت صوفی صاحب کی تحریرات بھی ہیں؟

جی ہاں اس کتاب میں بہت سی تحریرات حضرت صوفی صاحب کی اپنی لکھی ہوئی ہیں اور کچھ تحریرات مؤلف بندہ کو لکھوائی ہوئی ہیں۔ مثلاً ۱ عام آدمی جس نے قرآن پاک تجوید سے پڑھنا سیکھا نہ ہو وہ سورۂ فاتحہ پڑھنے میں ۵۰ سے زائد غلطیاں کر بیٹھتا ہے۔

۲ خلفا کی فہرست۔ ۳ حضرت صوفی صاحب نے اپنے مشائخ کا کچھ تذکرہ لکھا ہوا ہے چوں کہ مولانا محمد نوید خان صاحب نے اپنے مضمون میں کچھ نہ کچھ تحریر حضرت صوفی صاحب کی لے لی اس لیے حضرت صوفی صاحب کے نام سے اس کتاب میں وہ الگ نہیں بنایا۔ ویسے فیوض الاکابر کے نام سے کتاب چھپی ہوئی ہے جس میں حضرت صوفی صاحب نے اپنے مشائخ کا تذکرہ خود لکھا ہوا ہے۔

۴ تین قسم کے مؤقف حضرت نے خود بندہ کو لکھوائے: قادیانیوں سے متعلق، مماتیوں سے متعلق اور تبلیغی جماعت سے متعلق۔ ۵ اپنا ٹرام کا واقعہ خود لکھوایا۔

۶ ایک خواب جو بیماری میں آپ نے دیکھا تھا خود لکھوایا۔

۷ عصری تعلیم سے دینی تعلیم کی طرف آنے کے اسباب و واقعات لکھوائے۔

۸ اپنی شادیوں کے واقعات خود بتائے۔

۹ باقی ولادت سے دینی تعلیم سے فراغت تک کے واقعات کچھ حضرت نے

خود بتائے، بندہ نے لکھے۔اور کچھ حضرت کے بہن بھائیوں نے بتائے اور بندہ نے لکھے۔

⑩ بہت سی باتوں کی بندہ نے حضرت صوفی صاحب سے تصدیق کروائی۔

حیاتِ سرور کیا حضرت نے چھپنے سے پہلے خود پڑھی یا تصدیق کی؟

بندہ حضرت کا چوں کہ مزاج کچھ جانتا ہے کہ حضرت کو یہ کتاب تصحیح کے طور پر دی گئی تو وہ اپنی تواضع کی وجہ سے نہیں پڑھیں گے۔اس لیے مؤلّف بندہ نے پہلے باب کے بہت سے عنوانات ومضامین کی الگ الگ وقتوں میں تصحیح کرائی یا زبانی پوچھ پوچھ کر تصدیق کرواتا رہا۔کسی واقعہ کو بندہ نے اگر کسی سے سنا ہوتا تو تصدیق کروالیتا رہا۔پہلے باب میں جو مضامین ہیں ان میں سے بعض تو بندہ کے چشم دید ہیں بعض کی تصدیق کرائی بعض ہو بہو حضرت سے لکھوائے اور بعض باتیں لکھی ہوئی لے جاکر حضرت کو پڑھ کر سنائیں اور بعض تو حضرت نے خود لکھ کردے دیں۔اور یہ کتاب (حیاتِ سرور) شروع کرنے سے پہلے بندہ نے حضرت سے اجازت لی تھی بغیر اصرار کے اور حضرت نے بھی لکھنے پر اصرار بھی نہ فرمایا انکار بھی نہ فرمایا،فرمایا تمہاری مرضی ہے۔بندہ نے عرض کیا کہ یہ کام میں خود کرنا چاہتا ہوں تا کہ وہ مقاصد حاصل ہوں جو تمہید میں ذکر کردیئے گئے ہیں۔یہ کتاب چھپنے سے پہلے بندہ نے ایک مرتبہ حضرت سے پوچھا کہ کتاب دیکھیں گے فرمایا میں اپنی تعریفیں نہیں دیکھتا.....اور دوسرے باب میں باہر سے آئے ہوئے مضامین ہیں بندہ نے اور بہت سے علماء ومشائخ نے اسے پڑھ کر حتی الامکان نظرِ ثانی وثالث کر لی ہے۔پھر بھی کتاب میں کہیں بھی معنوی یا لفظی کوئی غلطی رہ گئی ہو تو جناب قارئین کرام میں سے کوئی صاحب مطلع فرمادیں تو نہایت ممنون ہوں گا۔

حضرت کے بلند پایہ مقام کا پس منظر:

اللہ تعالیٰ نے حضرت صوفی صاحب کو جو اتنا اُونچا مقام عطا فرمایا وہ جسے چاہیں جتنا چاہیں نواز دیں ان کی مرضی ہے۔بظاہر تین وجہ نمایاں معلوم ہوتی ہیں:

① حضرت صوفی صاحب میں تواضع بہت اُونچے درجہ کی ہے۔حضرت اپنے آپ کو درجہ میں کچھ نہیں سمجھتے۔ ② حضرت ہر ایک کے ساتھ حسنِ ظن (اچھا گمان) ہمیشہ زیادہ رکھتے ہیں ③ سادگی مع عمدہ اَخلاق حضرت میں بہت زیادہ ہے ④ اتباعِ سنت

حضرت کا ماشاء اللہ خصوصی مشن تو ہے ہی (5) اکابرینِ علمائے امت ومشائخِ عظام کا ماشاء اللہ حضرت صوفی صاحب پر بھر پور اعتماد رہا جس کی وجہ سے الحمدللہ اللہ پاک نے بلند مقام عطا فرمایا۔

حضرت کی 77 سالہ زندگی کے حالات جمع کیے گئے:

حضرت صوفی صاحب کی ولادت (1933ء) سے لے کر 2010ء تک کے ستتر (77) سالہ حالات الحمدللہ اِس کتاب میں جمع ہوگئے ہیں۔اِس بات کے عرض کرنے میں ۳/مقصد ہیں:

❶ اب تک کی زندگی کے حالات درج ہیں اس کے بعد جو ترقی کے درجات ہوسکتے ہیں وہ الگ ہیں اسی طرح اب تک جو مبشرات خوش خبریاں حضرت سے متعلق آچکی ہیں ان میں سے جو بتائی جاسکتی ہیں (ان میں سے بھی چند) درج ہیں بعد میں آنے والی اور بھی بشارتیں ہوسکتی ہیں۔

❷ اب تک جن حضرات نے حضرت سے مسائل پوچھ لئے ہیں سو پوچھ لیے ہیں اب مسائل کے لیے حضرت کو تکلیف نہ دی جائے بلکہ دیگر علمائے کرام ومفتیان عظام موجود ہیں ان سے پوچھے جائیں۔اس لیے کہ حضرت کو اب ضعف وکمزوری کافی ہے اور حافظہ کی قوّت بھی پہلے کی طرح نہیں ہے۔کچھ مسائل بعض لوگوں نے پندرہ بیس سال پہلے پوچھے اور کچھ اب پوچھے تو بعض مرتبہ فرق نظر آیا اس لیے یہ عرض ہے کہ دنیاوی کاموں کے سلسلہ میں مشوروں اور مسائل کے لیے حضرت کو بالکل تکلیف نہ دی جائے۔ البتہ حضرت سے باطن کی اصلاح کرائی جائے اور دعائیں کرائی جائیں اور دعائیں لی جائیں اور زیارت وخدمت وفیض وبرکت حاصل کرنے کا جذبہ وشوق رکھا جائے۔ حضرت کی طبیعت کے مطابق وقتاً فوقتاً فائدہ اُٹھایا جاتا رہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے دیں۔آمین

❸ حضرت صوفی صاحب بھی دوسرے بزرگوں کی طرح انسان ہیں، معصوم نہیں بلکہ بحمداللہ محفوظ ہیں۔جس طرح حضرت صوفی صاحب کی 77 سالہ زندگی اللہ تعالیٰ نے عافیت کے ساتھ گناہوں سے بحفاظت گزادی اسی طرح تمام قارئین کرام سے دعا کی

التجا ہے کہ 2010ء اور اس سے آگے جتنی بھی زندگی ان کی لکھی ہوئی ہے وہ بھی پہلے سے زیادہ عافیت اور بغیر محتاجی کے نیکی وتقویٰ کے مزید درجات طے کرتے ہوئے گزارنے کی توفیق عطا فرمادیں آمین۔ اور اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی انہیں دیکھ کر تقویٰ کی زندگی اپنانے کی توفیق دے دیں آمین۔

اللہ تعالیٰ جلّ شانہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وعلی الہ وسلم اور تمام مقربین کے صدقہ میں حضرت اور حضرت کی اولادوں سمیت ہم سب کا خاتمہ بھی ایمان پر فرما کر بلا استحقاق وبلا عذاب بخشش نصیب فرمادیں۔ آمین ثم آمین یارب العٰلمین

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیرِ خلقہ محمد وآلہٖ وازواجہ واصحابہ واتباعہ اجمعین

بابِ اوّل

پہلا باب تکمیل، مدیر ماہنامہ "علم وعمل" لاہور کی تحریر ہے

حرفِ آغاز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥

حَامِدًاوَّ مُصَلِّیًا وَمُسَلِّمًا بَالِغِیْنَ سَابِغِیْنَ. اَلَا لَا اٰلَاءَ اِلَّا اٰلَاءُ الْاِ لٰه

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ کُلُّهٗ وَلَکَ الشُّکْرُ کُلُّهٗ وَلَکَ الْمُلْکُ کُلُّهٗ بِیَدِکَ الْخَیْرُ کُلُّهٗ وَاِلَیْکَ یَرْجِعُ الْاَمْرُ کُلُّهٗ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ وَاِلَیْکَ یَعُوْدُالسَّلَامُ تَبَارَکْتَ رَبَّنَاوَتَعَالَیْتَ یَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَام یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ نَسْتَغِیْثُ . لَااِلٰہَ اِلَّااَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّی کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ٥اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَلِمَنْ ظَلَمْتُهٗ وَاغْتَبْتُهٗ ... یَامَنْ لَّایُشْغِلُهٗ سَمْعٌ عَنْ سَمْعٍ وَیَامَنْ لَّاتُغْلِطُهُ الْمَسَائِلُ وَیَامَنْ لَّایَبْرَمُ مِنَ الْحَاحِ الْمُلِحِّیْنَ اَذِقْنِیْ بَرْدَعَفْوِکَ وَحَلَاوَةَ مَغْفِرَتِکَ ... اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَلِاٰکِلِهٖ وَمُوْکِلِهٖ وَلِمَنْ اَعَانَ فِیْهِ ... اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَاوَمَوْلٰنَامُحَمَّدٍوَّعَلٰیٓ اٰلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَامُحَمَّدٍ کَمَاصَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰیٓ اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌمَّجِیْدٌاَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَامُحَمَّدٍوَّعَلٰیٓ اٰلِ سَیِّدِنَاوَمَوْلٰنَامُحَمَّدٍ کَمَابَارَکْتَ عَلٰیٓ اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰیٓ اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ... یَافَتَّاحُ وَبِکَ نَسْتَعِیْنُ رَبِّ یَسِّرْ وَلَا تُعَسِّرْ وَتَمِّمْ بِالْخَیْرِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَاوَمَوْلٰنَامُحَمَّدٍوَّاٰلِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ اَجْمَعِیْنَ

میرے پیارے ابوجان: میرے پیارے حضرت والد صاحب کو اللہ تعالیٰ نے ماشاء اللہ خوب نوازا ہے۔آپ کے کمالات تو ماشاء اللہ لاقوۃ اِلّا باللہ بہت ہیں مگر یہاں صرف حقیقت پر مبنی چند لکھے جارہے ہیں جو بحمد اللہ مبالغہ سے خالی (سوے زائد القابات) ہیں۔روحانیت کے پیکر،نورانیت کے مرکز،متواضع،گمنامی پسند،حافظِ قرآن،عالم با عمل،سبعہ عشرہ (دس قرأتوں) کے قاری،حاجی،معتمر،صاحب اولاد،صاحبِ نسبت،بڑے درجہ کے مشائخ کے خلیفہ،متبع السنہ،شیخ الحدیث،مناظرِ اسلام،شاعرِ زمان،استاذ الاساتذہ،شیخ المشائخ،یادگار اَسلاف، عارف باللہ، مصلح الاُمّت،مجدّدِ وقت،محی السنّۃ،عاشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)،عاشقِ صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین)،عاشقِ تحقیقات حکیم الاُمّت (حضرت تھانوی رحمہ اللہ) مبلغ اسلام،داعی حق، محبّ اللہ،محبوب اللہ،مثالی ذی استعداد مدرّس،صاحبِ محاسنِ اَخلاق،مہمان نواز،طلباء و طالبین سلوک کے قدردان،فصیح البیان،مصنّف،منصف،متقی پرہیز گار،مستجاب الدعوات،طالبِ جنّت،خائف از جہنم،محبوب الصّلحاء والعابدین،صاحبِ ہنروکمالات،شائق وعاشقِ حدیث، وقت کے صحیح قدردان،پابند ادائے حقوق اللہ وحقوق العباد،حق پسند،مبالغہ کے مخالف،محدّث

عظیم، مفسرِ قرآن، ماہرِ علومِ منطق وفلسفہ، امانت دار، حیادار، جامعہ عبداللہ بن عمر کے بانی ورونق، نیکی وعبادت کے حریص، حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے مواعظ کے شیدائی، کفروشرک سے متنفر، علماء دیوبند کے مداح، بدعات کے مخالف، کوئی تعریف کرے تو بے توجّہ، کوئی برائی کرے تواس کی فکرو پرواہ نہیں، ولی کامل، مفتی، نمازی باتوجّہ، کسی کو گناہ میں دیکھ کر بھی گھٹیا نہیں سمجھتے، متلاشی رحمت، راجی (اُمیدوار) مغفرت، بروقت زکوٰۃ ادا کرنے والے، ایمان دار آئینہ، اصلاح یافتہ، نفلی صدقہ وخیرات دینے والے، متنفّل (نوافل خصوصاً تہجد پڑھنے والے) متحضر مسائل (ہروقت کے مناسب مسائل کو نہ صرف یادرکھنے والے بلکہ سنت کے مطابق خصوصاً خریدوفروخت کے مسائل اپنانے والے)، اصلاح باطن کے امام، اپنی گزشتہ 77 سالہ زندگی میں تقریباً 40 سال (مختلف جگہ) امامت کرانے والے امام، جذبۂ جہاد رکھنے والے، متمنّی شہادت، ایثاروقربانی کے عادی، کھانے کے بعد برتن ہمیشہ صاف کرنے والے، سنت کے شیدائی، معتدل مزاج، دین کے زبردست تعلیم یافتہ، عصری تعلیم سے بھی آراستہ، مقلد امام ابی حنیفہ (رحمہ اللہ)، صابر، شاکر، قانت، قانع، عابد، زاہد، دین کی ترقی کے راز وگر بتانے والے، حق کو قبول کرنے والے، غلطی ہوجائے تو رجوع کرنے والے، مستقل مزاج، پکے دیوبندی، ختمِ نبوّت اور تبلیغ کے کام کو ترجیح دینے والے اور سراہنے والے، ربّ کے مطیع وفرماں بردار، شریعت کے تابع دار، اساتذہ کے خدمت گزار، حق گو، دعاگو (برائے اُمّت) دعاجو (از متعلقین واحباب)۔

مؤلف اپنے والدصاحب کی والدصاحب ہونے کے ناطہ پر قطعاً تعریف نہیں کررہا بلکہ حقیقت، قابلیت اور چشم دید حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے چند القابات اور باتیں لکھی ہیں۔ حضرت والدصاحب نے ہمیشہ ہمیں اور اُمّت کو اخلاص کا درس دیا اور ماشاءاللہ دے رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ شرفِ قبولیت سے نوازدیں۔آمین

قارئین کرام اُمتِ مسلمہ خصوصاً پاکستان اور علماءِ دین اور دینی طلباءِ کرام اور دینی مدارس، تبلیغی مراکز اور مجاہدینِ اسلام اور خانقاہوں کی حفاظت کے لیے خصوصی دُعائیں فرماتے رہیں۔شکریہ

میں اِن حضرات کا ایک مرتبہ پھر شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس کتاب کی طباعت میں کسی طرح بھی تعاون کیا کہ اللہ تعالیٰ دُنیاوآخرت میں اچھی جزاء عطا فرمائے۔آمین ثم آمین

اب بلاتاخیر اصل کتاب شروع کی جاتی ہے۔

محمد شفیق الرحمٰن
مدرس وخادم: جامعہ عبداللہ بن عمر
ومدیر ماہنامہ "علم وعمل" لاہور

٨٩٥٠١

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم○

حضرت والد صاحب کے دادا جان

امام الدین صاحب کی گاؤں میں کافی زمین تھی۔ دادا جان (امام الدین صاحب) نے اپنے بیٹے محمد رمضان صاحب کی شادی پر اشرفیاں (سونے کے سکے) لٹائے تھے۔ کیوں کہ آپ اکیلے تھے، اور بھائی کوئی نہ تھا البتہ دو بہنیں تھیں۔ یعنی امام الدین صاحب کے تین بچے تھے ایک بیٹا اور دو بیٹیاں۔

حضرت کے والدین

(دادا جان محمد رمضان صاحب وجنّت بی بی صاحبہ)

دادا جان محمد رمضان صاحب بن امام الدین عصری تعلیم یافتہ تھے (بی۔اے ایگریکلچر) محکمہ زراعت میں بڑے درجہ کے افسر تھے۔ بہت رُعب والے تھے اور دیانت دار افسر تھے۔ 1901ء میں چوہدری صاحب کی ولادت ہوئی۔ چوہدری صاحب کی پہلی شادی (حلیمہ بی بی) سے تین بچے تھے: دو بیٹیاں اور ایک بیٹا (محمد اکرم) ایک بیٹی خورشید بچپن ہی میں فوت ہوگئی تھی۔ پھر دوسری شادی جنّت بی بی نامی خاتون سے 1924ء میں ہوئی جن سے تین بیٹے (محمد انور، محمد اختر، محمد سرور) اور چار بیٹیاں پیدا ہوئے۔ ایک بیٹی چھ، سات ماہ کی فوت ہوگئی تھی یہ حضرت صوفی صاحب اور اُن کے حقیقی بہن بھائی ہیں۔ حضرت صوفی صاحب بھائیوں میں سب سے چھوٹے اور دو بہنوں سے بڑے ہیں اور حقیقت میں پورے خاندان میں ماشاء اللہ سب سے زیادہ دین دار اور سکون سے الحمدللہ زندگی گزار رہے ہیں۔

دادا جان صاحب کی طبیعت غصّہ والی تھی۔ شروع میں ان کی ڈاڑھی نہ تھی، جب بچے چھوٹے تھے اُس وقت تک آپ رسومات کی طرف مائل تھے۔ حضرت صوفی صاحب اور ڈاکٹر محمد اختر صاحب کی ماشاءاللہ شروع سے ڈاڑھی تھی، محمد انور صاحب نے بھی جب ڈاڑھی رکھ لی تو تینوں بیٹوں کو دیکھ کر دادا جان صاحب نے بھی نہ صرف ڈاڑھی رکھ لی بلکہ

پکّے دیوبندی بن گئے۔

راقم الحروف کی دادی جان محترمہ جنّت بی بی مرحومہ بھی بہت نیک عورت تھیں۔ حضرت والد صاحب جب شکمِ مادر (ماں کے پیٹ) میں تھے تو بار بار نفل پڑھا کرتی تھیں۔ والد صاحب فرماتے ہیں کہ والدین کی نیکی کا یہ اثر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نیکی کی توفیق دے رکھی ہے۔

حضرت صوفی صاحب کی والدہ جنّت بی بی تین سال کینسر کے مرض میں مبتلا رہ کر 30/ مارچ 1963ء میں وفات پا گئیں۔ داداجان صاحب کی وفات 1970ء میں ہوئی۔ (راقم الحروف کی ولادت کے 18 دن بعد) داداجان صاحب پردہ میں کچھ سخت تھے۔ بڑی بیٹی باہر کھیلنے جاتی تو سرور کو ساتھ بھیجا کرتے تھے۔ حضرت صوفی صاحب کی بڑی ہمشیرہ کہتی ہیں کہ آپ کو اُٹھا کر باہر لے جانا میرے لیے بہت مشکل ہوتا تھا۔ میں امّی کو کہا کرتی تھی کہ یہ وزنی ہے اُٹھایا نہیں جاتا والدہ (جنّت بی بی) نے کہا نذر نہ لگا دینا ماشاء اللہ کہا کرو۔

حضرت کے بھائی بہن

والد صاحب کل چار بھائی، چار بہنیں ہیں، جن میں سے ایک بھائی اور ایک بہن والد شریک ہیں۔ حقیقی آپ تین بھائی اور تین بہنیں ہی رہ گئے۔ سب سے بڑے بھائی محمد اکرم صاحب جو شروع سے اب تک گاؤں میں رہے اور تا حال حیات ہیں۔ دوسرے بھائی محمد انور صاحب مرحوم یہ صاحبِ کشف و کرامات بزرگ تھے واپڈا میں ڈائریکٹر ریٹائرڈ ہوئے 1993ء میں انتقال فرمایا۔

حضرت کے تیسرے بھائی ڈاکٹر محمد اختر صاحب جو کہ حقیقت میں بھی تیسرے نمبر پر تھے۔ محکمہ زراعت سے وابستہ رہے، تا حال گھر میں ریٹائرڈ ہیں، آپ نے لندن سے پی۔ ایچ۔ ڈی کی ہوئی ہے جس کی وجہ سے ڈاکٹر صاحب کہلاتے ہیں۔ اور نباتات میں (پودوں کے) پاکستان کے مایہ ناز ماہر ترین سائنس دانوں میں سے ہیں۔

حضرت صوفی صاحب کے بڑے بھائی (محمد انور صاحب)

محمد انور صاحب بہت دین دار اور نیک اِنسان تھے۔ دُنیاوی تعلیم کے دوران ڈاڑھی بھی نہیں تھی اور پینٹ وغیرہ بھی پہنتے تھے بعد میں الحمدللہ ڈاڑھی رکھ لی اور پینٹ وغیرہ چھوڑ دی اور حضرت مولنا شاہ جلیل احمد شیروانی صاحب نور اللہ مرقدہ (خلیفہ مجاز حکیم الاُمّت حضرت تھانوی رحمہ اللہ) سے اِصلاحی تعلق جوڑا اور حضرت کے مجازِ صحبت بنے۔ مجلس صیانۃ المسلمین سے انتہائی لگن اور پیار رکھتے تھے۔ آپ نے بی۔اے تک تعلیم حاصل کی اور مختلف کورسز کئے تھے۔ اور آپ سابق صدرِ پاکستان جنرل ضیاء الحق مرحوم کے بے غرض دوست بھی تھے۔

محمد انور صاحب کی شادی کا واقعہ:

حضرت مولنا جلیل احمد شیروانی صاحب رحمہ اللہ نے اپنی اہلیہ کو کہا کہ آج جو لڑکا آئے گا وہ ہمارا داماد بنے گا۔ گھر والے بڑے خوش ہوئے کہ دیکھیں گے آج کیسا لڑکا آتا ہے، چناں چہ جناب محمد انور صاحب شیو کرا کے پینٹ وغیرہ پہن کر گھر حاضر ہوئے، گھر والے انتہائی حیران اور پریشان ہوئے کہ یہ ماڈرن پنجابی لڑکا ہمارا داماد بنے گا۔ خود اُردو اسپیکنگ تھے۔ حضرت نے فرمایا ہاں! حکم ایسا ہی ہے۔ چناں چہ شادی کے وقت میں یہی محمد انور صاحب نیک سیرت، باشرع نیک صورت انسان بن چکے تھے۔ ڈاکٹر محمد اختر صاحب اور محمد انور صاحب یہ دونوں بھائی اپنے ماموں جان مولنا کرم الٰہی صاحب کی صحبت کی وجہ سے دین دار ہو گئے تھے۔ حضرت صوفی صاحب اِن دونوں سے چھوٹے ہیں۔ یہ الحمدللہ شروع سے ہی دین دار تھے۔ البتہ مولنا کرم الٰہی صاحب سے حضرت حکیم الامّت مولنا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے وعظ لے کر پڑھا کرتے تھے۔ اِس سے زیادہ دین کی ترقی ہوئی۔

انگوٹھی کا واقعہ:

حضرت مولنا محمد آصف خان صاحب مدظلہ خلیفہ مجاز حضرت شاہ جلیل احمد شیروانی صاحب رحمہ اللہ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے خواب میں تین

انگوٹھیاں دی تھیں (علی گڑھ انڈیا میں)۔ اور فرمایا تھا کہ ایک انگوٹھی محمد انور صاحب کو پاکستان میں دے دینا۔ چناں چہ انہوں نے وہ انگوٹھی حضرت صوفی صاحب کے بڑے بھائی محمد انور صاحب مرحوم کو دے دی تھی۔ اُن کی زندگی میں اُن کے پاس رہی اُن کی وفات کے بعد تا حال الحمدللہ حضرت صوفی صاحب کے پاس ہے۔

دو مرتبہ تایا جان محمد انور صاحب کو حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت بھی ہوئی ہے۔

حضرت صوفی صاحب کے بھائی (ڈاکٹر محمد اختر صاحب)

ڈاکٹر محمد اختر صاحب مدظلہ یہ حضرت صوفی صاحب سے تین سال بڑے اُن کے حقیقی بھائی ہیں۔ جو 1949ء میں انگلینڈ میں لندن یونیورسٹی سے پی۔ ایچ۔ ڈی کر کے ڈاکٹر بنے۔ اُس دوران اِن کے عیسائی اُستاذ تھے جو ڈاکٹر صاحب کی تبلیغ سے مسلمان ہو گئے۔ اُن کا اِسلامی نام عبداللہ اختر رکھا گیا۔ ڈاکٹر صاحب کے ماموں زاد بھائی محمد یونس صاحب بھی لندن رہتے تھے وہ کبھی کبھار انہیں وہاں ملنے آجایا کرتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب لندن میں چار سال کا عرصہ رہے۔ ڈاکٹر صاحب کے کزن (ماموں زاد بھائی) محمد یونس صاحب نے ڈاکٹر صاحب کے پیسوں سے ڈاکٹر صاحب کے لیے گاڑی خرید کر دی۔

ڈاکٹر صاحب جب تعلیم سے فارغ ہو کر پاکستان آنے لگے تو آتے ہوئے اپنی گاڑی (ماموں زاد بھائی) محمد یونس صاحب کو دے کر آئے اور کہا کہ پھر گاڑی پرانی ہو جائے گی تو پاکستان لے آنا۔ اور اُن کو یہ نصیحت کر کے آئے تھے کہ اِس گاڑی میں کوئی گناہ کا کام نہ ہو۔ ڈاکٹر محمد اختر صاحب پہلے حضرت شاہ جلیل احمد شیروانی صاحب کے مجازِ صحبت پھر حضرت مولنا مفتی محمد حسن صاحب رحمہ اللہ کے خلیفہ بنے۔

ڈاکٹر صاحب کے والد صاحب (چوہدری محمد رمضان صاحب) ایک دفعہ ڈاکٹر صاحب سے ناراض ہوئے تو ڈاکٹر صاحب بے ہوش ہو گئے اِس فکر کی وجہ سے کہ میرے والد صاحب ناراض ہو گئے تو اس حالت میں میری موت آ گئی تو کیا بنے گا؟ ڈاکٹر صاحب بچپن میں بہت شرارتی ہوتے تھے۔ شرارت خود کر کے قصور اور پلندہ حضرت صوفی صاحب پر ڈال دیتے تھے۔

ایک مرتبہ چھت سے اینٹ اور پتھر سکھوں پر گرا دیئے اور خود بھاگ گئے، معاملہ حضرت صوفی صاحب پر پڑ گیا تو حضرت صوفی صاحب بچہ ہونے کے ناطہ میں بچ گئے۔

تبصرہ:

حضرت صوفی صاحب اور اُن کے تمام بہن بھائی مع والدین ماشاء اللہ بہت ہی نیک خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ سیرت وصورت ہر دو لحاظ سے، باصلاحیت، باکمال، ہر دِل عزیز لوگوں میں، اساتذہ میں، ساتھیوں میں، محلّہ میں، جماعت میں، ملاقاتوں میں، سفروں میں بہت ہی ماشاء اللہ با اَخلاق اور الحمد للہ لمبی عمروں والے ہیں۔

حضرت کی حقیقی تینوں ہمشیرہ کا تذکرہ اِسی کتاب میں ضمناً کئی جگہ مختصراً آ گیا ہے۔

بچپن میں بڑی ہمشیرہ صاحبہ گھر کے کام کرتی تھیں اور حضرت صوفی صاحب مہمان نوازی کیا کرتے تھے۔ اور درمیانی ہمشیرہ صاحبہ کی گھر میں خوب چلتی تھی۔ بڑی بہن صاحبہ کی شادی دِلّی میں ہوئی تھی۔ پھر تقریباً دو دو ماہ بعد تینوں بھائیوں کی شادی پاکستان میں ہوگئی۔

حضرت صوفی صاحب کی چھوٹی بہن صاحبہ بھی بہت نیک اور حضرت الحاج محمد شریف صاحب، نواں شہر ملتان خلیفہٗ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی سلیقہ شعار باخدمت بہو بنیں، تینوں حقیقی بھائی، تینوں حقیقی بہنیں بلکہ ایک بھائی، ایک بہن پہلے والے بھی الحمد للہ سب حیات ہیں (محمد انور صاحب کے علاوہ) البتہ تینوں بھائیوں کی اہلیہ فوت ہو چکیں ہیں (محمد انور صاحب کی اہلیہ کے علاوہ)۔ اسی طرح تینوں بہنوں کے شوہر بھی فوت ہو چکے ہیں۔ جو زندہ ہیں اللہ تعالیٰ اُنہیں اُن کی اولادوں سمیت خیریت سے ایمان کے ساتھ درازیٔ عمر عطا فرمائیں، آمین۔

نوٹ:

حضرت صوفی صاحب کے والدین اور بہن بھائیوں کے یہ تذکرے زیادہ تر حضرت صوفی صاحب اور ان کی بڑی ہمشیرہ یعنی راقم کی بڑی پھوپھو جان سے اور کچھ کچھ چھوٹی دو پھوپھو جان سے لیے گئے ہیں۔

حضرت والد صاحب کی عصری تعلیم:

4 سال کی عمر میں حضرت والد صاحب کو ابتدائی تعلیم کے لیے حافظہ آباد آریہ اسکول داخل کرا دیا گیا۔ سات سال کی عمر میں ماشاء اللہ حضرت نے نمازیں شروع کر دیں تھیں۔ حضرت کے والد صاحب کے سرکاری ملازم ہونے کی وجہ سے مختلف مقامات پر تبادلے ہوتے رہے۔ حضرت نے اسکول کی تعلیم بھی مختلف جگہ حاصل کی گرداس پور (انڈیا)، گوجرانوالہ، دہلی (انڈیا) وغیرہ جب آپ نویں جماعت میں تھے تو پاکستان بن گیا۔ پولی ٹیکنیکل کالج سیالکوٹ 1947ء میں نویں جماعت کا امتحان دیا اور فرسٹ ڈویژن میں پاس ہوئے۔ پھر جہلم میں دسویں کا امتحان دیا یعنی میٹرک 1949ء میں گورنمنٹ ہائی اسکول، جہلم میں کیا۔ اس طرح رفتہ رفتہ حضرت والد صاحب انگریزی تعلیم کی منزلیں طے کرتے ہوئے میٹرک تک جا پہنچے۔ آپ شروع سے بڑے محنتی اور ذہین تھے۔ اسکول کے امتحانات میں نمایاں کامیابی حاصل کرتے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ میں دِلّی میں اسلامی پنجابی ہائی اسکول پڑھا کرتا تھا۔ پاکستان کی تحریک چل رہی تھی اس وقت ہم بھی لکڑی کی تلواریں لیے گلیوں میں پھر کے نعرے لگایا کرتے تھے کہ پاکستان کا مطلب کیا؟ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْ لُ اللّٰہِ۔

پھر حضرت کے ماموں مولنا کرم الٰہی صاحب جو حکیم الاُمّت مجدّد الملت حضرت مولنا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ سے بیعت تھے نے حضرت کے گھر مواعظ بھیج رکھے تھے۔ والد صاحب اور ان کے دونوں بھائی مواعظ پڑھا کرتے تھے۔ والد صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے 100 کے قریب وعظ پڑھ چکا تھا کہ دین کا شوق شدّت اختیار کر گیا۔

والد صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ یہ خیال آیا کہ میں جو دنیا کے کام میں اتنی محنت کرتا ہوں اگر یہی محنت آخرت کے کاموں میں کی جائے تو ترقی ہو سکتی ہے۔ والد صاحب فرماتے ہیں کہ میرے والد صاحب کا یہ ارادہ تھا کہ ایک بیٹے کو انجینئرنگ میں، دوسرے کو زراعت میں اور مجھے میڈیکل میں بھیجا جائے یا انجینئرنگ میں۔ ابھی میٹرک کے امتحان میں تین ماہ باقی تھے کہ دینی تعلیم کا شوق بہت بڑھ گیا۔

عصری تعلیم میں اساتذہ:

عصری تعلیم میں پہلے چار سال استاد ہندو تھے۔ چوتھے سال کے آخر میں مسلمان استاد تھے۔ پانچویں سال میں کچھ مسلمان اور کچھ ہندو استاد رہے۔ پھر تین سال اسکول میں مسلمان اُستاد رہے پھر نویں، دسویں میں بھی صرف مسلمان استاد تھے۔ نویں کلاس میں داخلہ کے لیے (جس کو فرسٹ ایئر کہا جاتا تھا) ٹیسٹ لیا گیا (حضرت سائنس اور ریاضی میں اچھی خاصی مہارت رکھتے تھے) کہ تھرماس کی حقیقت کیا ہے؟ جواب دیا کہ دو شیشوں کے درمیان خالی جگہ رکھی جاتی ہے تاکہ باہر کی گرمی سردی کا اثر نہ ہو۔ امتحان لینے والے صاحب نے کہا بس! ٹھیک ہے۔ حضرت کے والد صاحب پاس بیٹھے تھے انہوں نے کہا کہ اور بھی سوالات کیجئے، انہوں کہا کہ ریاضی میں اس لڑکے (محمد سرور) کے سو فی صد نمبر ہیں ہم نے تو اِس کو رکھنا ہی رکھنا ہے۔ اس لیے مزید سوالات پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

دینی تعلیم کا شوق:

میٹرک مکمل ہونے میں ابھی تین ماہ باقی تھے کہ حضرت کو دینی تعلیم کا خوب شوق پیدا ہوا، دل میں ایسا خیال پُختہ ہوا کہ چپکے سے جہلم سے لاہور جامعہ اشرفیہ آنے کی تیاری شروع کی اور پانچ روپے کسی سے اُدھار پکڑ لیے۔ ریلوے کا ٹائم ٹیبل ڈھونڈتے پھر رہے تھے کہ فرماتے ہیں کہ میرے والد صاحب نے مجھے دیکھ لیا، والد صاحب بہت ہوشیار اور سمجھ دار آدمی تھے، انہوں نے پوچھ لیا کیا کر رہے ہو؟ جھوٹ بولنے کی مجھے (حضرت صوفی صاحب کو) الحمدللہ عادت نہ تھی۔ میں نے بتا دیا کہ میں ٹائم ٹیبل تلاش کر رہا ہوں لاہور دینی تعلیم کے لیے جانا چاہتا ہوں۔ والد صاحب نے فرمایا کہ میٹرک کا امتحان دے لو تین ماہ باقی ہیں پھر تم جہاں کہو گے تمہیں داخل کروا دیں گے۔ چناں چہ فرماتے ہیں کہ میں رُک گیا۔ آپ کے اس شوق کو دیکھتے ہوئے آپ کے والد محترم نے حضرت والد صاحب کے بھائیوں کو مشورہ کے لیے بلایا۔ حضرت ڈاکٹر محمد اختر صاحب ان دنوں لاہور

ہی میں کالج میں تعلیم حاصل کر رہے تھے اور اس کے ساتھ حضرت مولنا مفتی محمد حسن صاحب کی خدمت میں بھی حاضری ہوتی رہتی تھی۔ آپ کو والد صاحب کا خط آیا تو آپ گھر کے لیے روانہ ہوئے بالآخر مشورہ یہ طے ہوا کہ حضرت صوفی صاحب بھی میٹرک کر لیں ، میٹرک کے بعد حضرت مولنا مفتی محمد حسن صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے مشورہ ہوگا جیسے حضرت مولنا مفتی محمد حسن صاحب فرمائیں گے ویسا ہی ان شاء اللہ کیا جائے گا۔

حضرت والد صاحب نے انہی دنوں حضرت مفتی صاحب کو خط لکھا کہ میں علمِ دین حاصل کرنا چاہتا ہوں اور والد صاحب مجھے انگریزی تعلیم دلوانا چاہتے ہیں اور خط میں اس طرح لکھا کہ ایک باپ اور بیٹا آپ سے فیصلہ کروانے آئیں، باپ کی رائے یہ ہو کہ بیٹا عصری تعلیم حاصل کرے اور بیٹے کی دینی تعلیم حاصل کرنے کی ہو تو آپ کیا فیصلہ فرمائیں گے؟

ڈاکٹر صاحب (حضرت کے بھائی) چوں کہ حضرت مفتی صاحب کی مجلس میں جایا کرتے تھے حضرت مفتی صاحب نے ڈاکٹر صاحب سے مشورہ کیا کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ جو اسے پڑھنے کا شوق ہے وہی اسے پڑھنا چاہیے۔ چناں چہ حضرت کے والد صاحب اور حضرت کے بہنوئی عبداللطیف صاحب یہ دونوں حضرات حضرت مولنا مفتی محمد حسن صاحب رحمہ اللہ کے پاس گئے، قصّہ ذکر ہوا۔ حضرت مفتی صاحب نے حضرت (محمد سرور صاحب) کا خط تکیے کے نیچے سے نکالا اور دکھا دیا، اور فیصلہ فرما دیا کہ میری رائے یہی ہے کہ دینی تعلیم حاصل کرلے میں اس کو کہاں یہ کہہ سکتا ہوں کہ کالج پڑھے ہم تو ایسے لڑکوں کی تلاش میں رہتے ہیں جو اپنے شوق سے علمِ دین پڑھنے آئیں۔ چناں چہ اس طریقہ سے دین کے راستے کی طرف چلے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کے لیے قبول فرمایا۔

دینی تعلیم کا آغاز:

چناں چہ حضرت صوفی صاحب اور ڈاکٹر محمد اختر صاحب دونوں پھر حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت مفتی صاحب نے اپنے صاحبزادہ مولنا عبدالرحمٰن اشرفی

صاحب اور والد صاحب کو مولنا قاری خدا بخش صاحب (جو حضرت مفتی صاحب کے خلیفہ اور جامعہ اشرفیہ میں مدرّس تھے) کے پاس ''نحو میر'' اور صرف کی پنجابی کتاب ''قانون چکھیوالی'' پڑھانے کے لیے مقرّر فرمایا۔ یہ 1949ء کی باتیں ہیں جس میں حضرت کی دینی تعلیم کا آغاز ہوا اور اسی سال والد صاحب کا باقاعدہ حضرت مفتی صاحب سے اصلاحی تعلق بھی شروع ہوا۔ چند دن پڑھائی کے بعد جامعہ خیر المدارس، ملتان میں حضرت نے اڑھائی سال کی کُتب ماشاء اللہ ایک سال میں پڑھیں۔ حضرت مفتی صاحب اور حضرت مولنا خیر محمد صاحب کے مشورہ سے ہی جامعہ خیر المدارس، ملتان پڑھائی کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ تقریباً ساڑھے پانچ سال جامعہ خیر المدارس میں دینی تعلیم حاصل کی۔ دورانِ تعلیم حضرت والد صاحب کے کچھ حالات اور حضرت کے ساتھیوں کے کچھ تأثرات آنے والے عنوان کے تحت ملاحظہ فرمایئے۔ پھر اس کے بعد اساتذہ کے مشورہ سے دورۂ حدیث شریف پڑھنے کے لیے جامعہ اشرفیہ، لاہور تشریف لائے۔ 1954ء میں جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد سے حضرت مفتی محمد حسن صاحب سے دستار فضیلت حاصل کی، دورہ کے بعد پھر ایک سال تکمیل کے لیے جامعہ اشرفیہ میں لگایا اور اس کے بعد حضرت مولنا مفتی صاحب نے آپ کو جامعہ اشرفیہ میں مدرّس رکھ لیا۔ آپ کی علمی استعداد کو دیکھتے ہوئے حضرت مفتی صاحب نے آپ کو منطق کی مشہور مشکل درسی کتاب ملّا حسن پڑھانے کو پہلے ہی سال عنایت فرمائی۔

دینی تعلیم حاصل کرنے کے دوران:

حضرت والد صاحب دینی تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ تقویٰ کے بھی پیکر تھے۔ محنت، لگن، شوق، مطالعہ، تکرار توجّہ سے، بغیر ناغے کے سبق پڑھنے کے نہایت پابند رہے۔ اس وقت حضرت کی بعض باتیں اور عادتیں اور کچھ تأثرات حضرت کے ساتھیوں، دوستوں اور ہم عصروں سے سننے میں آئیں ہیں وہ حاضر خدمت ہیں:

1 حضرت مولنا وکیل احمد شیروانی صاحب مدظلہ فرماتے ہیں کہ حضرت نیلا گنبد میں پڑھتے تھے، نماز کا وقت آتا تو بغل میں کتاب لیے مسجد میں تشریف لے جاتے اور صف

میں بیٹھ کر کتاب دیکھا کرتے، جب اقامت شروع ہو جاتی اس وقت کتاب بند کیا کرتے تھے۔(انتہیٰ)

اس عمر میں بھی حضرت والد صاحب جس محنت سے مطالعہ فرماتے ہیں وہ بھی قابلِ رشک ہے، حضرت والد صاحب کے نیند کے اوقات مقرر ہیں، اگر کبھی مطالعہ کے وقت بھی نیند آئے تو گرمیوں میں حضرت والد صاحب قمیص اُتا کر پنکھا بند کر کے مطالعہ فرماتے ہیں تا کہ گرمی کی وجہ سے نیند نہ آئے۔اور جب مطالعہ سبق کے لیے فرماتے ہیں تو متعدّد بار مطالعہ فرماتے ہیں اور خوب یاد کر کے سبق کی تقریر فرماتے ہیں۔

طالب علمی کے دور میں حضرت والد صاحب سبق کا مطالعہ بلا ناغہ فرماتے تھے۔ حضرت والد صاحب فرماتے ہیں کہ ذہین طالب علم کو تو سارا سبق مطالعہ میں نکال لینا چاہیے اور یہ نہیں تو اکثر تو ضرور نکال لیا کرتے۔حضرت والد صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے کسی نے خط میں لکھا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ سارا سبق ہی مطالعہ میں کوئی حل کر لے؟ حضرت والد صاحب نے فرمایا کہ میں نے اس کو لکھا کہ ہم تو سارا سبق ہی مطالعہ میں حل کر لیا کرتے تھے۔

۲ حضرت والد صاحب کے ساتھ پڑھنے والے ایک صاحب نے مولنا محمد نوید خان صاحب (مدرس جامعہ عبداللہ بن عمر، لاہور) کو بتایا کہ آپ کے شیخ (حضرت صوفی صاحب) تو پیدائشی ولی ہیں، حضرت وقت ضائع نہیں فرماتے تھے، ہم مل کر اسی وقت بیٹھا کرتے تھے جب ہمارا سبق ہو رہا ہوتا تھا۔اِدھر سبق ختم ہوا اور اُدھر حضرت جلدی سے تشریف لے گئے اور مطالعہ و تکرار وغیرہ میں مشغول ہو گئے، مزید انہوں نے بتایا کہ کہ ہم حضرت کو تنگ بھی کرتے تھے لیکن کبھی حضرت نے ہمارے ساتھ لڑائی نہیں کی۔

۳ حضرت کے ایک اور ساتھی فرماتے ہیں کہ حضرت اپنی پوری جماعت میں اپنے حضراتِ اساتذہ کرام کے منظورِ نظر رہتے تھے۔سبق میں اکثر عبارت حضرت ہی پڑھا کرتے تھے۔بعد میں ساتھیوں کو تکرار بھی حضرت خود ہی کروایا کرتے تھے۔اور آپ کا تکرار ایسا ہوتا کہ تمام علوم میں آپ کی مہارت کا پتہ چلتا اور ہمیں یوں محسوس ہوتا گویا کہ ہم نے استاد

صاحب سے دوبارہ سبق پڑھ لیا، اور صفات اس وقت حضرت میں اس کمال کی تھیں کہ ہم اس عمر میں ایسی صفات دیکھ کر حیران رہ جاتے۔ کبھی مجلس میں کوئی غیر مجلس والوں میں سے کسی کا نام لے لیتا تو حضرت کے چہرہ کا رنگ ناگواری سے بدل جاتا اور فرماتے کہ اب دوسرا کام اس شخص کی غیبت ہوگی اور میں یہ قطعاً برداشت نہیں کرسکتا۔ ساتھی بھی حضرت والد صاحب کا بہت لحاظ فرماتے اور کچھ نہ کہتے تھے۔ ایک ساتھی حضرت کو بہت تنگ کیا کرتے تھے لیکن حضرت کبھی ان سے نہیں لڑے۔ کسی نے کہا بھی کہ آپ ان کو کیوں کچھ نہیں کہتے؟ فرمایا کہ ساتھی ہیں کوئی بات نہیں۔

۴ حضرت مولنا منظور احمد صاحب چنیوٹی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں جس زمانے میں جامعہ خیر المدارس، ملتان میں پڑھتا تھا حضرت صوفی صاحب بھی اس زمانہ میں جامعہ خیر المدارس ہی میں زیرِ تعلیم تھے اور محنت کا یہ عالم تھا کہ رات کے وقت اپنے کمرے میں بیٹھ کر کتاب دیکھتے جب نیند آتی تو کھڑے ہوجاتے اور کھڑے ہو کر کتاب دیکھتے رہتے اور جب کھڑے ہو کر بھی نیند آتی تو کان پکڑ کر کتاب پڑھنا شروع کردیتے تھے۔

۵ حضرت کے ایک ساتھی فرماتے ہیں کہ حضرت سے جب سبق کے دوران کوئی اُستاد صاحب سبق کے متعلق کوئی سوال پوچھتے تو اس کے جواب کی اس انداز سے تقریر فرماتے جیسے کوئی مدرّس سبق کی تقریر کیا کرتا ہے۔

۶ جامعہ خیر المدارس میں حضرت والد صاحب کے کچھ پرچے جب بعض ممتحنین حضرات نے دیکھے تو پرچے پر لکھ دیا کہ اس لڑکے کی حفاظت کی جائے۔

۷ حضرت مولنا قاری فتح محمد صاحب پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ (جو حضرت صوفی صاحب کے دادا اُستاذ تھے) نے آپ کا ''شاطبیہ'' کا پرچہ دیکھا تو اس پر یہ تحریر فرمایا.........

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْد:
احقر نے ''شاطبیہ'' کے امتحان کا پرچہ حرف بہ حرف سُنا، بحمدہٖ تعالیٰ جواب کا اکثر حصّہ صحیح ہے، جس سے عزیز موصوف کی ذہانت وذکاوت کا پتہ چلتا ہے، اگر ایک عرصہ تک اس مبارک قصد سے اور اس کی شروح کا مطالعہ شوق ورغبت سے فرماتے رہے تو اُمید ہے کہ

بفضلہٖ تعالیٰ امامت کا درجہ پر فائز ہو جائیں گے، اللہ کرے ایسا ہی ہو لیکن چوں کہ ایک عرصہ سے قرأت کا فن یتیم ہو چکا ہے اور علماء کی توجہ ذرا بھی نہیں رہی ہے۔اس لیے قوی اندیشہ ہے کہ عزیز مذکور کو بھی اس مبارک فن کی خدمت کا موقع کم ہی ملے گا۔اللہ کرے ایسا نہ ہی ہو۔(انتہیٰ)

پانچ، ساڑھے پانچ سال حضرت نے جامعہ خیر المدارس، ملتان تعلیم حاصل کی اس کے بعد دورہ حدیث شریف کے لیے جامعہ اشرفیہ، لاہور تشریف لے گئے۔

دورۂ حدیث شریف سے فراغت کے بعد ایک سال (1955ء میں) تکمیل کا لگایا۔اس کے بعد دو سال (1957ء تک) جامعہ اشرفیہ تدریس فرمائی حضرت مولنا مفتی محمد حسن صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ اشرفیہ، لاہور میں مدرّس رکھ لیا۔

حضرت صوفی صاحب کے چند اساتذہ کرام:

(۱) مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولنا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ۔(اِفتاء کے اُستاد تھے)

(۲) اُستاذ المحدّثین حضرت مولنا محمد رسول خان صاحب رحمہ اللہ۔

(۳) مخدوم الصلحاء استاذ المحدّثین حضرت مولنا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ۔

(۴) حضرت مولنا خیر محمد جالندھری صاحب رحمہ اللہ۔

(۵) حضرت مولنا محمد شریف کشمیری صاحب رحمہ اللہ۔

(۶) حضرت مولنا محمد شریف جالندھری صاحب رحمہ اللہ۔

(۷) حضرت مولنا عبد الحق صاحب رحمہ اللہ۔

(۸) حضرت مولنا مفتی محمد حسن صاحب امرتسری رحمہ اللہ۔

(۹) حضرت مولنا عبد الجلیل صاحب رحمہ اللہ۔

(۱۰) حضرت مولنا ضیاء الحق کیمبل پوری صاحب رحمہ اللہ۔(تکمیل کے سال کے استاد تھے)

(۱۱) حضرت مولنا غلام محمد صاحب رحمہ اللہ۔(تکمیل کے سال کے استاد تھے)

(۱۲) حضرت مولنا عبد الشکور صاحب رحمہ اللہ۔

(۱۳) حضرت مولنا خدا بخش صاحب۔(دینی تعلیم کے آغاز میں صرف دو تین دن صَرف پڑھی)

(۱۴) حضرت مولنا قاری عبدالمالک صاحب رحمہ اللہ (قراءت سبعہ میں اُستاد تھے)
(۱۵) حضرت مولنا قاری رحیم بخش پانی پتی صاحب رحمہ اللہ۔ (قراءت عشرہ کے اُستاد تھے)
(۱۶) حضرت مولنا مفتی صابر علی صاحب رحمہ اللہ۔ (افتاء کے اُستاد تھے)
(۱۷) حضرت مولنا قاری فتح محمد صاحب، پانی پتی رحمہ اللہ (یہ حضرت کے دادا اُستاد تھے)

جز وقتی (پرائیویٹ) اساتذہ کرام:

(۱۸) حضرت مولنا خیار اللہ صاحب (اِن سے تصریح وحسامی پڑھی تھی)۔
(۱۹) حضرت مولنا محمد سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ (ان سے چند دن مناظرہ پڑھا تھا)۔

نوٹ: حضرت صوفی صاحب کے بعض اساتذہ کرام کے مختصر حالات پہلے باب کے آخر میں ملاحظہ فرمایئے۔

آپ کے بعض ہم عصر آپ کے اساتذہ کرام کے درجہ میں:

یعنی وہ حضرات جن سے آپ نے اسباق تو نہیں پڑھے مگر کسی نہ کسی درجہ میں سماعت کر کے کچھ نہ کچھ حاصل کیا:

۱ حضرت مولنا محمد صدیق صاحب مدظلہ (شیخ الحدیث جامعہ خیر المدارس، ملتان)
۲ حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب مدظلہ
۳ مخدوم العلماء یادگار اسلاف حضرت مولنا عبید اللہ صاحب مدظلہ (مہتمم جامعہ اشرفیہ، لاہور)

حضرت صوفی صاحب کی تدریسی خدمات:

پہلے دو سال جامعہ اشرفیہ، لاہور میں پڑھایا، پھر تین سال خیر المدارس، ملتان (1957ء سے 1960ء تک)، پھر اس کے بعد 1960ء سے 1970ء تک دس سال دار العلوم کبیر والا (ضلع خانیوال) فنون کے ساتھ ساتھ ابوداؤد وترمذی وغیرہ کُتب حدیث پڑھائیں، پھر 1970ء سے تاحال جامعہ اشرفیہ میں پڑھا رہے ہیں۔ بحمدہ سُبحانہ وتعالیٰ کل تین مدارس میں پڑھایا۔

1970ء سے 1988ء تک جامعہ اشرفیہ میں فنون کی کُتب ماشاءاللہ خوب پڑھائیں، ساتھ

ابوداؤد شریف بھی پڑھاتے رہے۔ 1988ء سے حضرت مولنا مالک میاں کاندھلوی رحمہ اللہ کی وفات کے بعد بخاری شریف پڑھانے کے لیئے "شیخ الحدیث" مقرر کیئے گیے۔ اس وقت سے اب تک آپ کے پاس بخاری شریف (جلدِ اوّل) اور ابوداؤد شریف مکمل (دو سبق) ہیں۔

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ

اندازِ تدریس و تجربہ:

برِصغیر پاک و ہند میں آپ کا طریقہ اور اندازِ تدریس بہت سی خصوصیات کو شامل رہا۔ مثلاً

(۱) فنون میں طلباء سے مطالعہ سُننا اور اس کا مکمل اہتمام رکھنا۔

(۲) پھر از خود فنون کی کتابوں کی آسان واضح الفاظ میں تشریح بیان کرنا، اس طریقہ سے کہ ایک جملہ بول دینا اور طلباء نے باری باری اس کو دھرانا، جب چند طلباء یہی جملہ کہہ لیتے تو اگلا جملہ بولنا اس طرح چند طلباء وہی جملہ دھراتے پھر اگلا جملہ بولنا۔ اس طرز سے ایک فائدہ تو یہ ہوتا کہ اس جملہ کی صحیح طرح آواز سب کو پہنچ جاتی، دوسرا فائدہ یہ ہوتا کہ کوئی طالب علم سو نہیں سکتا تھا، تیسرا فائدہ یہ ہوتا کہ سبق کی تقریر ہر طالب علم صحیح طرح لکھ سکتا تھا، چوتھا فائدہ یہ ہوتا کہ طالب علم سمجھ کر بلکہ سبق یاد کر کے اُٹھتے تھے، پانچواں فائدہ یہ ہوتا کہ طالب علم کو مشکل مقامات حل کرنے میں آسانی ہو جاتی، چھٹا فائدہ یہ ہوتا کہ خود وہ جملہ بار بار نہ کہنا پڑتا تھا۔ ساتواں فائدہ یہ ہوتا کہ سوچنے وغیرہ کا موقع مل جاتا۔

(۳) شرح جامی (درجہ رابعہ) اور ہدایہ و تفسیر جلالین وغیرہ پڑھانے کا انداز ہی نرالا ہوتا تھا۔ پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش وغیرہ میں آپ کی اس طرح کی تدریس بہت مشہور و نایاب ہوتی۔ اس تدریس میں خاص طرز یہ ہوتا تھا کہ ملّا جامی نے کافیہ کے متن کے بعد جو جملہ یا لفظ تشریح کے لیے نکالا ہوتا اس کا مقصد بتاتے تھے۔ اسی طرح تفسیر جلالین شریف میں علّامہ سیوطی یا محلّی رحمہما اللہ نے تفسیرِ آیت میں جو الفاظ نکالے ہوتے ہر لفظ یا جملے کا مقصد ضرور بتاتے کہ اس جملہ میں شُبہ کا جواب ہے اور یہ جملہ ترکیب بیان کرنے کے لیے ہے اور یہ لفظ معنیٰ بیان کر رہا ہے اور یہ الفاظ حاصل معنیٰ بتا رہے ہیں وغیرہ گویا شرح و تفسیر میں نکالے گئے الفاظ کی اغراض خوب تحقیق سے بیان فرماتے

تھے۔تفسیر جلالین کی تین پاروں کی شرح بھی حُسنُ الجلالَین کے نام سے حضرت موصوف نے تا ٔلیف فرمائی ہے۔شائقین ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

④ اور دورہ حدیث شریف کی کتابوں میں جو مسئلہ یا بحث بھی پڑھاتے خوب سمجھا کر دلائل کے ساتھ بیان فرماتے اور اختلافات مکمل دلائل کے ساتھ بیان کر کے حنفیہ کے مسئلہ کی ترجیح بیان فرماتے۔جوتا حال حضرت کی تقریریں مشہور ہیں۔

⑤ دارالعلوم کبیر والا میں خارجی وقت میں بھی کوئی نہ کوئی سبق پڑھایا کرتے تھے۔ تجوید وقرأت شام کے وقت بھی پڑھایا کرتے تھے۔

⑥ اسباق میں خارجی تقریروں سے بہت بچتے تھے۔

⑦ طلباء ہمیشہ آپ کا سبق خوشی سے پڑھتے،اس کی صورت یہ ہوتی کہ وقتاً فوقتاً خوش طبعی بھی فرماتے رہتے۔

⑧ بلا ناغہ گزشتہ دن کا سبق ضرور سنتے۔

⑨ خاص برکت یہ بھی ہوتی کہ شام کے اوقات میں نہ پڑھانا پڑتا،اپنے وقت ہی میں پڑھا کر سال کے آخر میں ماشاءاللہ کتاب مکمل ہو جایا کرتی تھی۔

⑩ جو طالب علم متوجہ نہ ہوتا تو چھاپہ مارا کرتے،اس سے طلباء ڈر محسوس کرتے تھے۔ طلباء سے بے تکلفی اس لیے رکھتے کہ وہ پوچھنا چاہیں تو پوچھ لیا کریں۔

حضرت صوفی صاحب کی تا ٔلیفات:

❶ علمِ معانی کی مشہور کتاب ''مختصر المعانی'' کا آسان خلاصہ رسالہ کی شکل میں اُردو زبان میں مرتّب فرمایا۔اس کا نام ''تحسینُ المبانی'' تجویز فرمایا۔ہندوپاک میں یہ رسالہ بہت سے طلباء وعلماء کے زیرِ مطالعہ رہا ہے۔یہ حضرت والد صاحب کی سب سے پہلی تا ٔلیف تھی اور ہندوستان میں دیو بند میں بھی یہ کتاب چھپی تھی۔اوراس میں ضمیمہ شامل ہے جس میں مشکل عربی مثالوں اور الفاظ کے ترجمے کر رکھے ہیں۔

❷ حُسنُ المعبود فی حل سننِ ابی داؤد ابوداؤد شریف چھ بڑے درجے کی صحیح کتابوں (صحاحِ ستہ) میں سے ایک کتاب ہے،یہ اس کی پہلے ایک جلد میں شرح

لکھی گئی تھی اب دو جلدوں میں شائع فرما کر حضرت نے اس کو ماشاء اللہ جامع شرح بنا دیا ہے۔

③ **الخیر الجاری فی حل صحیح البخاری** یہ بخاری شریف کی چھ جلدوں میں شرح ہے جس میں سے بخاری جلدِ اوّل کے لیے چار جلدیں اور جلدِ ثانی کے لیے آخری دو جلدیں ہیں۔اس کتاب میں ہر باب کا مقصد (جو بیان کیا جاتا ہے) حضرت نے حضرت مولنا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ کی غیر مطبوعہ "تحفۃ القاری" 20 جلدوں میں سے لیا ہے۔اسی طرح اور بہت ساری تشریحات ومباحث اسی کتاب سے لیے گئے ہیں۔

④ **الدّرس الشذی فی حل جامع الترمذی** جو کہ 3 جلدوں میں ترمذی شریف کی ماشاء اللہ جامع شرح تألیف فرمائی۔

⑤ **احسن المواعظ** یہ حضرت والد صاحب کے بیانات وملفوظات ومجالس ایک خوب صورت کتاب کی شکل میں 1992ء میں منظرِ عام پر آئے۔اس میں شائع کرنے والے صاحب نے ہر جملہ مکرّر شائع کر دیا تھا اس لیے طبعِ ثانی ابھی تک نہیں ہوسکی۔اسی طرح حضرت کے مختلف وعظ اِنہی صاحب نے ایک مرتبہ شائع کئے تھے دوبارہ تاحال شائع نہ ہو سکے۔اب الحمد للہ حضرت کے بیانات ومواعظ ریکارڈ ہو رہے ہیں۔اور بہت سے بیانات ادارہ کی ویب سائٹ پر بھی موجود ہیں۔

⑥ **خلاصۃُ المواعظ** ہے۔حکیم الاُمّت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے 63 مواعظ کے خلاصے جو ماہ نامہ الحسن میں چھپتے رہے ان کو یکجا کیا گیا۔

پہلی جلد پہلی مرتبہ مسلکِ تھانہ بھون کے نام سے چھپی دوسری مرتبہ خلاصۃ المواعظ کے نام سے چھپی یعنی مسلکِ تھانہ بھون نام ختم کرکے اب "خلاصۃ المواعظ" نام رکھ دیا گیا ہے۔

⑦ **حُسنِ اشرف** یہ خلاصۃ المواعظ ہی کی دوسری جلد ہے جس میں حکیم الاُمّت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے 33 وعظوں کے خلاصے حضرت نے جمع فرمائے۔

⑧ **الخیراتُ الحسان فی تفسیرِ اُمّ القرآن** یہ سورۂ فاتحہ کی تفسیر کا خلاصہ ہے۔ اصل میں یہ تحریر حضرت صوفی صاحب کے سُسر (حاجی محمد طفیل) صاحب کی کاپی پر لکھی ہوئی تھی راقم بندہ کی گذارش پر حضرت صوفی صاحب نے نظرِ ثانی فرما کر کتابچہ نما تفسیر تألیف فرمائی۔ (جس کے ۶۸ صفحات ہیں)

⑨ **حُسن الجلالین** یہ آپ کی اپنی لکھی ہوئی اب تک کی آخری تألیف ہے اس میں آپ نے جلالین جو قرآن پاک کی مشہور تفسیر ہے کی شرح فرمائی۔ اس میں آپ کا خاص طرزِ تدریس بھی سامنے آیا ہے یہ تو صرف 3 پاروں کی تفسیر ہے جو صرف بطور نمونہ سمجھی جا سکتی ہے۔ باقی جلالین بھی اسی طریقہ سے پڑھائی جا سکتی ہے۔ حضرت کا مکمل جلالین کی شرح لکھنے کا ارادہ تھا مگر ضعف و پیرانہ سالی کی وجہ سے لکھنے لکھانے کا کام چھوڑ رکھا ہے۔ (اب صرف ماہ نامہ علم وعمل، لاہور کے لیے ہر ماہ اپنے دستِ مبارک سے خود مضمون تحریر فرماتے ہیں)

⑩ **علوم ومعارف** ماہ نامہ علم وعمل میں لکھے ہوئے حضرت کے مضامین اور بیانات کے خلاصے جمع کیے گئے۔ (یہ چار سو صفحات پر مشتمل ہے)

⑪ **فُیُوضُ الْاَکَابِرْ** اس کتاب میں حضرت صوفی صاحب نے اپنے تینوں مشائخِ عظام کے حالات جمع فرمائے ہیں۔

⑫ **حَیَاۃُ الْمُسْلِمِیْن** مصنفہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی کتاب کو عربی زبان میں منتقل کیا اور احادیث کی تخریج فرمائی۔

آپ کے چند شاگرد حضرات:

یوں تو حضرت کے سینکڑوں نہیں ہزاروں شاگرد ہیں، جن میں سے بہت سے جنّات بھی ہیں جنہوں نے پڑھ کر خط میں آپ کو بتایا کہ ہم نے آپ کے پاس دورۂ حدیث کیا ہے۔

صرف چند مشہور شاگردوں کے نام:

① حضرت مولنا مفتی عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ ② حضرت مولنا محمد قاسم صاحب لاہور
③ حضرت مولنا حافظ فضل الرحیم صاحب لاہور ④ حضرت مولنا محمد اکرم کاشمیری صاحب لاہور

۵ حضرت مولنا محمد رمضان تونسوی صاحب۔لاہور
۶ حضرت مولنا ضیاء الرحمٰن صاحب۔
۷ حضرت مولنا عبید الرحمٰن صاحب۔
۸ حضرت مولنا پیر سیف اللہ خالد صاحب۔لاہور
۹ حضرت مولنا مفتی عبدالرحیم صاحب۔کراچی
۱۰ حضرت مولنا مفتی عبدالجبار صاحب۔کراچی
۱۱ حضرت مولنا عبدالرحیم چترالی صاحب۔لاہور
۱۲ حضرت مولنا یوسف خان صاحب۔لاہور
۱۳ حضرت مولنا جاوید شاہ صاحب۔فیصل آباد
۱۴ حضرت مولنا مفتی شیر محمد صاحب۔لاہور
۱۵ حضرت مولنا محمود حسن صاحب (مرحوم)۔کبیر والا
۱۶ حضرت مولنا محمد انور صاحب (مرحوم)۔کبیر والا
۱۷ حضرت مولنا عطاء الرحمٰن صاحب۔بہاولپور
۱۸ حضرت مولنا محبّ النبی صاحب۔لاہور
۱۹ حضرت مولنا محمد امین صاحب، شیخ الحدیث جامعہ خالد بن ولید۔وہاڑی

حضرت کے پرائیویٹ شاگرد:

پرائیویٹ سے مراد جنہوں نے دورانِ تعلیم نہ پڑھا ہو بلکہ خارجی وقت میں پڑھا ہے، اس میں حضرت مولنا سلیم اللہ خان صاحب، صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان سرِ فہرست ہیں۔انہوں نے چھٹیوں میں فلکیات کی مشہور درسی کتاب ''تصریح'' شروع سے آخر تک حضرت والد صاحب سے مکمل پڑھی ہے۔کراچی میں پڑھنی شروع کی تھی پھر دس دِن کے لیے والد صاحب کی رہائش گاہ فیصل آباد میں، گھر میں رہ کر مکمل پڑھ لی تھی۔

حضرت صوفی صاحب کے پوتے شاگرد حضرات:

(۱) حضرت مولنا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہ (صدر دارالعلوم، کراچی)
(۲) حضرت مولنا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ (شیخ الحدیث دارلعلوم، کراچی)

یہ دونوں حضرات حضرت مولنا سلیم اللہ خان صاحب کے باضابطہ شاگرد ہیں اس لیے حضرت صوفی صاحب کے بھی پوتے شاگرد بنے۔

(۳) حضرت مولنا ارشاد احمد صاحب مدظلہ (شیخ الحدیث دارالعلوم، کبیر والا)
(۴) حضرت مولنا مفتی حامد حسن صاحب مدظلہ (استاذ الحدیث ومفتی دارالعلوم، کبیر والا)
(۵) حضرت مولنا مفتی محمود اشرف عثمانی صاحب مدظلہ (دارالعلوم، کراچی)

حضرت صوفی صاحب مفتی کیسے بنے؟

اس سلسلہ میں حضرت نے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کو خط لکھا یہ خط اور حضرت مفتی صاحب کا جواب بعینہٖ نقل کیا جاتا ہے۔

محترمی ومعظمی حضرت بابرکت مدظلکم العالی السّلام علیکم ورحمۃاللہ وبرکاتہ!

احقر بفضلہٖ تعالیٰ دس سال سے تدریس کا کام کررہا ہے، منقول ومعقول کی اکثر اہم کتابیں پڑھانے کی توفیق ہوئی ہے لیکن افتاء کے سلسلہ میں تجربہ ومشق زیادہ نہیں ہے، کچھ عرصہ احقر نے خیر المدارس، ملتان کے دارالافتاء میں مشق کی ہے، جی چاہتا ہے کہ اس سال چھٹیوں میں شروع شعبان یا اخیر شعبان جناب کے پاس حاضر ہوکر ایک ماہ کے قریب رہ کر احقر جناب سے اور حضرت مولنا مفتی صابر علی صاحب سے افتاء کے سلسلہ میں کچھ مشق کرے، کھانے کا خرچ اور بستر احقر کا اپنا ہوگا صرف دارالافتاء کے قریب اگر ایک چارپائی کی جگہ کرایہ پر مل جاوے تو گذارہ ہوجاوے گا، اگر جناب زیادہ وقت نہ بھی دے سکیں تو احقر حضرت مفتی صابر علی صاحب سے استفادہ کرنے کو بھی بہت بڑی غنیمت شمار کرے گا۔ جواب میں یہ بھی تحریر فرمادیں کہ احقر کس پتہ پر پہنچے کیوں کہ احقر

کو کراچی شہر کی واقفیت نہیں ہے۔

طالبِ دُعا
محمد سرور عفی عنہ

جواب از حضرت مولنا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ

عزیزم !السّلام علیکم ورحمۃاللہ وبرکاتہ

افتاء کے شوق سے مسرّت (خوشی) ہوئی اگرچہ ایک ماہ کی مدّت اس کام کے لیے بالکل ہی ناکافی ہے مگر اُمید ہے کہ آپ کے لیے فائدہ سے خالی نہ رہے گا۔ بلاشبہ میرے لیے زیادہ وقت دینا مشکل ہے مگر مولنا مفتی صابر علی صاحب کچھ وقت دیں کچھ میں دُوں تو کام ہو جائے گا، حسبِ توقع رہائش کا انتظام ان شاء اللہ تعالیٰ قابلِ اطمینان ہوجائے گا، جب مناسب سمجھیں تشریف لے آئیں۔

دارالعلوم کا پتہ یہ ہے۔ ''کورنگی ٹاؤن کراچی نمبر ۳۵، متصل کے ایریا''
اور مناسب یہ کہ آنے سے پہلے اطلاع دیں تو اس میں کوئی آدمی پہنچ جائے گا۔

والسّلام
محمد شفیع عفی عنہ

حضرت والد صاحب حضرت مولنا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں ایک دفعہ پونے دو مہینہ افتاء سیکھنے کے لیے رہے، حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ پندرہ دن اور لگالیں تو بہتر ہوگا۔ پھر ایک سال چھوڑ کر اگلے سال رمضان شریف کی تعطیلات میں پندرہ دن لگائے۔

حضرت والد صاحب فرماتے ہیں کہ افتاء کا کام مشکل ہے اس لیے افتاء کا کام نہیں کرتا، ڈرتا ہوں۔

بعض اوقات جامعہ اشرفیہ کے افتاء کے حضرات کوئی مشورہ کرتے ہیں یا میری رائے پوچھتے ہیں تو بتادیتا ہوں۔

عوام الناس و خواص حضرات کو مطلع کیا جاتا ہے

کہ اب حضرت سے مسائل نہ پوچھنے چاہییں کیوں کہ حضرت طبیعت کے لحاظ سے بہت کمزور ہیں اور قوّتِ حافظہ بھی پہلے کی طرح نہیں ہے۔ اس لیے مسائل میں احتیاط کی وجہ سے اب قارئینِ کرام اور عوام الناس کو مسائل حضرت کے علاوہ دیگر مفتیان حضرات سے پوچھنے چاہییں۔

قادیانیوں، مرزائیوں سے متعلق حضرت صوفی صاحب کا اپنے الفاظ میں موقف

قادیانی بالاجماع کافر ہیں۔ اس لیے ایسا معاملہ کرنا جس سے ان کو فائدہ پہنچے ہرگز ٹھیک نہیں ہے۔ اِن سے بہت دور رہنا چاہیے اور ختمِ نبوّت کی ہمیشہ تائید و نصرت کرتے رہنا چاہیے۔ ہمارے بزرگوں نے اپنی زندگیاں ختمِ نبوّت کی تائید میں ختم کردی ہیں اور دن رات ختمِ نبوّت کا اعلان کیا ہے اور ختمِ نبوّت کے عقیدہ کو پھیلانا۔ اپنی زندگی کا مقصد قرار دیا ہے۔ اس لیے زیادہ سے زیادہ اس عقیدہ کو پہنچانا چاہیے اور قربِ الٰہی حاصل کرنا چاہیے۔ حضرت عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری رحمہ اللہ کو کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ دولہا ہیں اور انبیاء علیہم السلام ان کی براءت میں شریک ہیں۔ اس سے بڑا کیا اعزاز ہوسکتا ہے۔ انہوں نے اپنی زندگی ختمِ نبوّت کی اشاعت میں وقف کردی تھی۔

محمد سرور

حضرت صوفی صاحب کے بچپن و جوانی کے زمانہ کی خصوصیات

اللہ تعالیٰ جل شانہ نے میرے پیارے ابّاجان حضرت مولنٰا صوفی محمد سرور صاحب کو غیب کے خزانوں سے بہت سی نعمتوں سے نوازا ہے اس پر مولیٰ کریم کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے۔ اَللّٰھُمّ لَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ.

بچپن ہی سے اللہ تعالیٰ نے انہیں ولایت کا درجہ دے رکھا ہے اور بچپن ہی سے اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اپنی محبت عطا کر رکھی ہے۔ سات سال کی عمر سے ہی ماشاء اللہ آپ پکّے نمازی چلے آرہے ہیں۔ حکیم الاُمّت مجدّد الملت حضرت مولنٰا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے وعظ بارہ تیرہ سال کی عمر میں پڑھنے شروع کیے جس سے دین کا شوق و جذبہ بے پناہ شدّت اختیار کر گیا۔

میٹرک کا امتحان دینے سے پہلے ہی عصری تعلیم کو آپ نے خیر آباد کرنے کا پروگرام بنالیا مگر آپ نے اپنے والدِ ماجد (چوہدری محمد رمضان صاحب مرحوم) کے فرمانے پر میٹرک کا امتحان دے دیا پھر اپنے مربّی و شیخ حضرت مولنٰا مفتی محمد حسن صاحب نور اللہ مرقدہ کے مشورہ سے دینی تعلیم کا آغاز فرمایا۔ چناں چہ آٹھ سالہ کورس (عالم کورس) سات سال میں مکمل فرمالیا۔ ساتھ ساتھ اپنے باطن کی اصلاح بھرپور طریقے سے کامل توجّہ دیتے ہوئے اپنے شیخ سے کرواتے رہے۔ دوسرے لفظوں میں بلا مبالغہ آپ جب عالم بنے اس وقت باطن کی اصلاح کرواکے اُمّت کے لیے ایک رُوحانی پیشوا اور مربّی بن کر تیار ہوئے۔ آپ دورانِ اصلاح اپنے شیخ حضرت مفتی صاحب کو خط میں لکھا کرتے تھے کہ مجھے گناہ کرنا ایسا لگتا ہے جیسے آگ میں چھلانگ لگانا۔ چناں چہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی خصوصیات سے نوازا ہے۔

1. بفضلِ خدا بچپن ہی سے مادرزاد ولی ہیں۔
2. بچپن سے آپ شریف النفس ہیں یعنی بچپن ہی سے شرارتی نہیں تھے۔
3. جوانی کی عمر کو انتہائی احتیاط سے (گناہوں سے دور رہتے ہوئے) اللہ کے فضل سے گزارا۔
4. نفسانی خواہش کے چھوٹے، بڑے گناہوں سے اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا۔
5. بچپن ہی سے مہمان نواز اور خدمت گزار رہے ہیں۔

۶ والدین کے ساتھ خوب محبت رکھتے تھے۔

۷ اور والدین نے بچپن ہی سے آپ کا بہت خیال رکھا اور بے حد محبت کی۔

۸ اٹھارہ سال کی عمر میں والدین نے آپ کی شادی کروادی۔ جس سے بقول آپ کے آپ کی زندگی بہت خوش گوار گزری اور گناہوں سے اللہ تعالیٰ نے بچالیا۔

۹ آپ کی تعلیمی زندگی میں بھی وقت ضائع کرنے کی عادت نہ تھی۔

۱۰ آپ سالانہ چھٹیوں کو بھی ہمیشہ کام لاتے اور اپنے شیخ کی خدمت میں اصلاح کے لیے بھی چلے جاتے کبھی دیگر تعلیمی اُمور میں مصروف رہتے۔

۱۱ بچپن ہی سے آپ کو سیر و تفریح کا شوق نہ تھا۔

۱۲ البتہ بیوی، بچوں کے حقوق میں اپنے سسرال باقاعدگی سے جاتے۔

۱۳ جوانی میں ہی آپ کے والدِ ماجد اللہ کے فضل سے آپ کو حج کے لیے لے گئے۔

۱۴ تواضع، عاجزی و انکساری بچپن ہی سے آپ کی خاص صفت رہی۔

۱۵ آپ اپنے والدین، مشائخ اور اساتذہ کے سامنے نہایت ادب سے بات کرتے اور سکڑ کر مؤدّب ہو کر بیٹھتے اور خط و کتابت میں بھی آپ کی تواضع بے مثال رہی ہے۔

۱۶ حرام اور مشتبہ مال کھانے سے آپ زہر سے زیادہ احتیاط فرماتے رہے۔

۱۷ آپ گھر سے مسجد تک کے سفر کو بھی ہمیشہ تلاوت و ذکر اللہ سے قیمتی بناتے۔

۱۸ جب کبھی کسی نئی جگہ جانا ہوتا تو سب سے پہلے قبلہ کا رُخ معلوم کرتے کہ کس طرف ہے تاکہ ایک لمحہ بھی پاؤں قبلہ کی طرف نہ ہو جائیں۔

۱۹ اسی طرح بچپن سے ہی حضرت نے کہیں بھی آنا جانا ہوتا اور جہاں ٹھہرنا ہوتا تو میزبان کی آمدن حلال ہونے سے متعلق اطمینان کر کے پھر کچھ کھایا کرتے تھے۔

۲۰ دورانِ سفر اپنے تمام ساتھیوں بالخصوص اہلِ خانہ کے کھانے پینے کا خوب لحاظ رکھتے اور مناسب دل لگی فرماتے اور شریعت کے مطابق خرید و فروخت کرتے۔

۲۱ دورانِ سفر ہمیشہ نماز کے اوقات کا لحاظ رکھتے نماز کی وجہ سے کئی دفعہ لمبے سفر کے آپ ٹکڑے فرما لیتے تا کہ نماز قضا ہونے کا احتمال نہ رہے۔

۲۲ دورانِ سفر اپنی اولاد کی تربیت اور تعلیم کا بھی ہمیشہ خیال رکھتے۔

۲۳ مہمان نوازی میں تو آپ اپنی مثال آپ تھے، گھر میں کچھ نہ ہوتا تو انڈا ہی کھلا دیتے تھے۔

۲۴ آپ کے اساتذہ اگر تشریف لاتے تو نہایت مؤدّب ہوکر اپنی جگہ بٹھلاتے۔

۲۵ آپ کے شیخ آپ کے شہر میں آتے وہاں ملنے جاتے، اور ان کی خدمت میں نہایت ہی ادب سے بیٹھتے۔ جب تک شیخ شہر میں رہتے مستقل حاضری دیتے رہتے تھے۔

۲۶ آپ خواتین سے (فون پر بھی) بات نہیں فرماتے۔

۲۷ حضرت کے پاس کسی دور میں بھی موبائل نہیں رہا۔ اور آپ گھریلو یا قریبی رشتہ دار افراد کے علاوہ کسی سے فون پر بات نہیں فرماتے۔

۲۸ آپ ہمیشہ بے تکلفی رکھتے ہیں کہیں جانا یا آنا ہوتا کوئی ملنے آئے یا کہیں کھانا ہو یا کوئی کھانے پر آئے یا آپ سفر پر ہوں ہمیشہ آپ اپنی بے تکلّفی برقرار رکھتے رہے ہیں۔

۲۹ آپ بے تکلف ہونے کے باوجود بہت رُعب کے مالک ہیں۔ اور یہ رُعب آپ کا قصداً یا اختیاری نہیں ہے بلکہ دینی اور خداداد رُعب ہے۔ سبق میں طلباء کرام کے ساتھ خوب بے تکلفی فرماتے رہتے ہیں تا کہ کوئی بات پوچھنا چاہے تو پوچھ سکے۔

۳۰ آپ میں الحمدللہ کبھی بناوٹ یا تکلف نہیں رہا ہمیشہ سادگی اور بے تکلفی اپنائی۔ آپ کو دیکھ کر ماشاءاللہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی زندگیاں یاد آجاتی ہیں۔

۳۱ جب بھی رشتہ دار یا باہر سے مرد مہمان آتے تو حضرت ہمیشہ سنّت کے مطابق معانقہ فرماتے۔

۳۲ حضرت صوفی صاحب جب بھی کسی کو بلاتے تو اُن کے نام کے ساتھ ''صاحب'' ضرور لگاتے۔

۳۳ روزانہ سوتے وقت آپ اپنی نابالغ اولاد کو دم کر کے سویا کرتے تھے۔

آپ کی یادیں... تذکرے... آپ کے نکاح...

(۱) خرید و فروخت میں آپ حد درجہ احتیاط فرماتے، سودا کرتے وقت کبھی کسی سے نہ اُلجھتے حتی کہ ریٹ بھی کم نہ کرواتے۔

(۲) خصوصاً سونا اور چاندی کی خرید و فروخت آپ کی ستر سالہ زندگی میں جب بھی ہوئی ہمیشہ نقد چیز سے ہوئی یعنی نوٹوں کو رسید سمجھ کر اس سے سونے وچاندی کی خرید و فروخت نہ کیا کرتے۔

(۳) آپ کی معاشرت یعنی رہن سہن ہر ایک کے ساتھ ماشاء اللہ بہت عمدہ اَخلاق والی تھی۔

(۴) آپ کے نکاح میں پانچ عورتیں (خوش نصیب) آئیں۔رُخصتی کے ساتھ یکے بعد دیگرے چار خواتین رہیں:

(۱) حضرت مولنا خیر محمد جالندھری صاحب رحمہ اللہ کی صاحبزادی آپ کی پہلی بیوی تھیں۔1951ء میں شادی ہوئی جن سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو بیٹے دو بیٹیاں دیں۔ دو بیٹے بچپن ہی میں (محمد طاہر،محمد طیّب) انتقال کر گئے۔دو بیٹیاں تا حال حیات ہیں۔گھریلو مسائل کی وجہ سے والدین کے حکم پر ان اہلیہ کو چھوڑنا پڑا نو سال یہ شادی رہی پھر چند سال بعد وہ اہلیہ انتقال کر گئیں۔

(۲) پھر آپ کی شادی 1961ء میں حاجی محمد طفیل قیّوم صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی ان سے تین بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہوئے۔راقم الحروف محمد عتیق الرحمٰن درمیانہ بیٹا ہے۔ بڑے محمد شفیق الرحمٰن صاحب اور چھوٹے عبدالرحمٰن صاحب ہیں۔ایک بیٹی ہیں، الحمدللہ سب حیات ہیں۔

راقم الحروف کی والدہ ۱۷/رجب بمطابق 18 نومبر 1997ء میں (دل کی مریضہ) اچانک دل کا دورہ پڑنے سے فیصل آباد کے سفر میں انتقال فرما گئیں۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ. جب کہ راقم الحروف اپنے والدین کے ساتھ ایک دن کے سفر پر حضرت مولنا نذیر احمد صاحب رحمہ اللہ کی اہلیہ کی تعزیت کے لیے فیصل آباد میں تھے۔

(۳) اس کے بعد حضرت نے ایک نیک خاتون سے شادی کی رُخصتی بھی ہوئی چند گھریلو وجوہات کی بناء پر تقریباً پانچ ماہ بعد حضرت نے انہیں طلاق دے دی۔

(۴) پھر حضرت کے بعض خاص متعلقین واحباب حضرات نے ایک جگہ مشروط نکاح پڑھا دیا کیوں کہ اِس نکاح کا علم اس وقت راقم کو نہیں تھا۔ راقم (مدیر ماہ نامہ علم وعمل، لاہور) نے ان دنوں میں والد صاحب کی شادی کرانے کے لیے حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ رحمہ اللہ سے بات کر رکھی تھی حضرت ڈاکٹر صاحب نے سکھر میں ایک نیک خاتون سے نکاح پڑھوا دیا اس لیے پھر وہ مشروط نکاح والی خاتون کو بغیر رُخصتی کے اُس کی چاہت کے مطابق طلاق دے دی گئی، تاحال سکھر والی یہ اہلیہ محترمہ حضرت کی خدمت میں حیات ہیں۔

(۵) آپ زندگی بھر اپنی تمام بیویوں کے ساتھ نہایت خوش اَخلاق رہے۔

(۶) تمام بچوں کی دینی وعصری تعلیم کا گھر میں انتظام رکھا۔

(۷) بچوں کی تربیت کی خاطر بلاضرورت ہرگز سفر نہ کرتے تاکہ اولاد نظروں کے سامنے رہے۔

(۸) اولاد کی تفریح کی خاطر لاہور کی مشہور جگہوں مثلاً چڑیا گھر وغیرہ کبھی کبھار لے جاتے رہے۔

(۹) دوسرے شہروں کے سفروں میں جہاں اولاد ساتھ ہوتی دورانِ سفر بھی بچوں کی تعلیم کا حرج نہ ہونے دیتے۔ ٹرین میں بھی پڑھاتے، تانگہ میں بھی پڑھاتے، بچوں کے نانا، نانی کے گھر میں بھی تعلیم جاری رکھتے۔ راقم الحروف اپنی نانی صاحبہ کی سفارش ڈلوا کر چھٹی لیا کرتا تھا۔ کبھی چھٹی مل جاتی تھی اور کبھی نانا ابو سے کہلوا کر چھٹی لینی پڑتی تھی۔

(۱۰) حضرت صاحب کو سسرال میں بڑی عزّت اور مقام ملتا تھا۔ یعنی راقم الحروف کے نانا، نانی حضرت کو مولوی صاحب کہہ کر پکارتے تھے اور نانا جان یعنی سسر حاجی محمد طفیل صاحب مرحوم اپنا روزانہ کا درسِ قرآن حضرت کی موجودگی میں حضرت سے دلواتے۔

(۱۱) راقم الحروف کی والدہ کبھی غصّے کا اظہار کرتیں تو بہت خندہ پیشانی سے پیش آتے۔ ایک دفعہ بروقت کھانا تیار نہ ہونے کی وجہ سے غصّہ چڑھا اور پیڑھی اُٹھا کر زمین پر ماری اور گھر سے باہر چلے گئے کیوں کہ اس وقت جلدی میں تھے تھوڑی دور ہو کر واپس

آ گئے، اور واپس آ کر ہنسی خوشی کھانا کھایا۔

(۱۲) دین کے کام میں کوتاہی پر غصہ آتا تھا (جو کہ شرعاً آنا بھی چاہیے) جب آپ باجماعت نماز کے لیے مسجد تشریف لے جانے کے لیے اپنی جگہ سے اُٹھتے تو راستے میں باہر کے دروازے تک راقم الحروف کی والدہ سودے وغیرہ کی بات کرتیں تو غصے ہوتے اس لیے کہ یہ نماز کا وقت ہے بات سُننے کا وقت نہیں۔

(۱۳) ہر کام کو اپنے وقت میں کرتے مثلاً چار گھنٹے بعد بیت الخلاء جاتے، پڑھنے پڑھانے کے اوقات مقرر ہوتے، خطوط کے جواب کا الگ وقت ہوتا، گھر والوں کے ساتھ عصر کے بعد مل کر چائے پیتے۔

ذکر اور نوافل کی پابندی رکھتے۔

(۱۵) حفظِ قرآن کریم آپ نے از خود محنت کرتے کرتے اٹھارہ سال میں مکمل کیا اور عرصۂ دراز تک تین پارے روزانہ ماشاءاللہ منزل پڑھتے رہے۔ اور تقریباً 30 سال سے زائد آپ نے تراویح میں قرآن پاک سُنایا اور ماہِ رمضان میں کئی بار نفلوں میں بھی سُنایا۔

(۱۶) حضرت نے پہلی اور دوسری شادی کے درمیان اپنے والد صاحب کے ساتھ الحمدللہ حج کا فریضہ ادا کر لیا تھا۔

حضرت صوفی صاحب سے متعلق چشم دید واقعات

ایک واقعہ:

راقم الحروف کو حضرت والد صاحب کے ساتھ 1987ء سے 1992ء تک پاکستان سے انڈیا (جلال آباد) چار مرتبہ ساتھ سفر کرنے کی سعادت ملی۔ جس میں راقم الحروف نے بہت سی کرامات دیکھیں۔ جب ہم سفر کا آغاز کرتے گھر سے گھر تک پہنچنے میں بہت سی آسانیاں اور غیر معمولی فضلِ الٰہی دیکھنے میں آتا۔

❶ سفر کی تیاری شناختی کارڈ، پاسپورٹ و ہیلتھ سرٹیفکیٹ وغیرہ راقم الحروف کے ذمہ ہوتا تھا، جب راقم الحروف ویزہ لینے اسلام آباد جاتا، انڈین ایمبیسی، کڑی شرائط سخت

پابندیوں اور بے حد رش کے باوجود احقر اور حضرت والد صاحب کے پاسپورٹوں پر بڑی آسانی سے ویزہ لگ جایا کرتا تھا۔

❷ دوسری کرامت جب ٹرین سے ہندوستان جانے کے لیے لاہور ریلوے اسٹیشن پر چیکنگ اور اندراج کی لائن لگتی تھی تو ریلوے کا بڑا افسر حضرت کو دیکھ کر غیر معمولی تعاون کرتا تھا مثلاً سامان کی چیکنگ نہ کرنے دیتا اور لائن میں لگنے سے بچالیتا اور ہمارے پاسپورٹ اپنے ہاتھ میں پکڑ کر مہریں لگا کر ہمیں دے دیتا، اور ہمیں دوسرے پلیٹ فارم پر گزروا دیتا تھا اس ریلوے افسر سے ہمارا کوئی تعارف نہ تھا۔

❸ دوسرے پلیٹ فارم پر انڈیا کی حکومت کے لوگ ہوتے، انڈیا کی ٹرین پر چڑھنے سے پہلے ایک لائن لگتی اور ہندوؤں سے واسطہ پڑتا تھا اور وہ ہندو رشوت لے کر پاکستانیوں کو آگے گزرنے دیتا تھا اس موقع پر حضرت والد صاحب فرماتے اس کے ساتھ سختی نہ کرنا جب ہم دونوں اس ہندو کے قریب پہنچتے تو ایک سفر میں حضرت کو دیکھتے ہی اس نے کہا کہ آگے چلے جائیں (پیسے نہ لیے) اور ایک سفر میں احقر نے ہندو سے کہا کہ کس چیز کے پیسے لے رہے ہو تو اس نے حضرت کو دیکھا اور آگے چلتے کر دیا۔

❹ ہندوستان کے پہلے سفر میں احقر کو حضرت والد صاحب کے ساتھ دہلی، سہارن پور، مظفر نگر، گنگوہ، دیو بند، نانوتہ، جلال آباد، تھانہ بھون وغیرہ بزرگوں کے مزارات اور مدارس جانے کا موقع ملا۔ ان مختلف جگہوں پر حضرت والد صاحب کی مختلف کیفیات دیکھنے میں آئیں۔ بڑوں اور بزرگوں کی محبت میں بڑی ہمّت اور شوق سے حضرت نے سفر فرمایا۔

حکیم الأمّت مجدّد الملّت حضرت مولنا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کی قبر مبارک پر تو خاص ہی سُرور، وجد اور کیفیت دیکھنے میں آئی۔ جس کو تحریر میں لانا مشکل ہے۔

❺ ان چار سفروں میں سے مختلف جگہوں کا سفر ہندوستان میں پہلے سفر میں کیا تھا آخری تین سفروں میں جلال آباد ہی رہائش رہتی اور ایک مرتبہ تھانہ بھون ضرور تشریف لے جاتے۔

❻ حضرت مولانا مسیح الاُمّۃ مسیح اللہ خان صاحب رحمہ اللہ جلال آبادی حضرت کے تیسرے شیخ تھے۔ حضرت کے یہ شیخ حضرت والد صاحب کو شارح ابی داؤد فرمایا کرتے تھے اور اپنے مخصوص مہمان خانے میں ٹھہراتے تھے اور اپنے گھر کے مزے دار کھانے کھلاتے تھے۔

❼ حضرت مسیح الاُمّت رحمہ اللہ احقر کے بھی شیخ تھے مگر حضرت والد صاحب کی وجہ سے وی۔ آئی۔ پی پروٹوکول مل جاتا۔ حضرت والد صاحب فنا فی الشیخ رہتے اور نہایت ادب سے اپنے شیخ کے سامنے بیٹھ کر پوری توجّہ سے وعظ سنتے۔ احقر اور حضرت والد صاحب خط لکھ کر بڑے حضرت کو دے دیتے۔ ایک دو دن میں جواب مل جاتا تھا۔

❽ ہمارا یہ سفر سال ڈیڑھ سال کے اندر دس دنوں کے لیے ہوتا تھا۔ آخری سفر میں حضرت مسیح الاُمّت کے شدید بیمار اور صاحبِ فراش ہونے کی وجہ سے حضرت کے کمرے کے پاس جا کر ہم دونوں دور سے صرف زیارت کیا کرتے تھے وعظ وغیرہ نہ ہوتا تھا۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی بستیوں میں مسلمان بچے والد صاحب کو سلام کیا کرتے تھے۔

❾ چوتھے سفر میں احقر راقم الحروف کو اسلام آباد میں اپنا ویزہ تو مل گیا والد صاحب کے لیے ایمبیسیڈر کہتا تھا کہ انہیں بلاؤ ہم ان سے میٹنگ کرنا چاہتے ہیں۔ چناں چہ احقر نے فون پر لاہور حضرت والد صاحب سے رابطہ کیا تو والد صاحب نے فرمایا تم اسلام آباد میں ہی رہو میں آجاتا ہوں، چناں چہ صبح والد صاحب انڈین ایمبیسی پہنچ گئے۔ ایمبیسیڈر نے اندر بلا لیا، تقریباً تین گھنٹے کمرہ بند میٹنگ ہوئی۔ ایمبیسیڈر کو یہ خدشات تھے کہ شاید یہ کشمیر کے بڑے راہ نما ہیں، بار بار یہی پوچھتا کہ آپ ہندوستان کیوں جاتے ہیں؟ کشمیر میں آپ کا کس سے تعلق ہے اور کشمیر جائیں گے یا نہ؟ والد صاحب یہی جواب دیتے رہے کہ اس سفر میں میرا کشمیر سے کوئی تعلق نہیں میں جلال آباد کے فلاں بزرگ کو صرف ملنے جاتا ہوں ہمارا ان سے اصلاحی تعلق ہے اسلام میں اس کی اہمیّت ہے بہت سی گفتگو کے بعد مطمئن ہوئے اور ویزہ دے کر بھیج دیا۔

فائدہ:

ایک سفر میں مسیح الاُمّت حضرت مولنا مسیح اللہ خان صاحب رحمہ اللہ نے راقم بندہ

کے گھٹنہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا تھا کہ جب سفر کرو دو چیزیں تھوک دو یعنی قریب نہ آنے دو تو پھر سفر بہت آسانی سے گزرے گا: ① غصّہ دورانِ سفر قریب نہ آنے پائے۔
② آرام طلبی بھی سفر میں نہ ہونی چاہیے۔(انتہی)
راقم نے بیسیوں مرتبہ حضرت مسیح الاُمّت کی اس نصیحت پر عمل کر کے پُرسکون ماحول میں الحمدللہ کئی سفر کیے ہیں۔قارئینِ کرام بھی دورانِ سفر ان دو باتوں کا خاص خیال رکھ لیں تو ان شاء اللہ سفر آرام دہ بن سکتا ہے۔سفر میں صبر کی بہت ضرورت پڑتی ہے اس لیے ذرا ذرا سی بات پر غصّہ نہ آنا چاہیے اسی طرح اپنی مرضی کی سیٹ نہ ملنے کی وجہ سے پریشان نہ ہونا چاہیے۔

معاشرہ سے متعلق حضرت کا عجیب واقعہ

لاہور سے اسلام آباد حضرت والد صاحب اکیلے ویزہ کے سلسلہ میں نیوخان والی بس پر تشریف لے جا رہے تھے کہ لاہور اور راولپنڈی کے درمیان کسی جگہ بس رُکی حضرت والد صاحب بتا کر پیشاب کے تقاضے کے لیے چلے گئے واپس آئے تو بس چل پڑی آہستہ آہستہ۔سواریوں نے کہا کہ یہاں ایک بزرگ بیٹھے ہوئے تھے وہ تقاضے کے لیے گئے ہیں۔

ڈرائیور نے ایک نہ سُنی ہلکی ہلکی بس چلاتا رہا۔حضرت والد صاحب پیچھے پیچھے دوڑتے رہے کافی دور جا کر اس نے بریک لگائی اور حضرت کی خوب دوڑ لگوا کر بٹھالیا سب سواریوں نے ڈرائیور کو بہت زیادہ بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا مگر حضرت کی وُسعتِ ظرفی دیکھئے! کہ حضرت سواریوں کو خاموش کروانے لگے اور ڈرائیور کو کچھ نہ کہا حالاں کہ نیوحبیب خان کے مالکان والد صاحب کے معتقدین میں سے ہیں۔اسی وقت ڈرائیور کے خلاف ایکشن لے سکتے تھے۔

حضرت نے اسلام آباد پہنچ کر یہ واقعہ احقر کو نہیں بتایا دو تین دن کے بعد تھوڑا سا واقعہ احقر کو بتایا پھر احقر نے تفصیلی واقعہ سُنا۔والد صاحب نے فرمایا کہ میں نے بس نمبر اس لیے نوٹ نہیں کیا کہ تم یعنی راقم الحروف اس کو چھوڑو گے نہیں۔بلکہ کس کمپنی کی بس تھی

یہ بھی کافی عرصہ بعد بتلایا۔اس پورے واقعہ سے ذاتی طور پر انتقام نہ لینے والی صفت کاملین کی صفت ہی ہوسکتی ہے۔

⓫ معاشرہ سے متعلق ایک اور واقعہ:

حضرت والد صاحب کی ممانی حضرت سے پردہ نہیں کرتی تھیں جب بھی حضرت کے گھر تشریف لاتیں تو راقم الحروف کی والدہ محترمہ سے کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد والد صاحب کے کمرہ میں چلی جاتیں، والد صاحب حقوق رشتہ داری کے تحت باتیں کرلیتے اور سُن لیتے مگر پردہ والے مسئلہ پر ایسے اچھے انداز سے عمل پیرا ہوجاتے کہ پردہ بھی ہوجاتا اور ممانی جان ناراض بھی نہ ہوتیں۔جوں ہی ممانی جان کے حضرت کو ملنے کی اطلاع آتی تو بڑا سا رومال اپنے سر پر لے لیتے تھے۔اسی طرح جب کبھی راقم الحروف کی والدہ کے ساتھ ممانی جان کے گھر جاتے تو ممانی جان سے باتیں کبھی فرما لیتے منہ پر رومال بھی ڈال لیتے، نگاہیں بھی بچا لیتے اور ممانی جان سے پوچھ لیا کرتے تھے کہ آج ہمیں کیا کھلائیں گی؟

سبحان اللہ! شریعت پر بھی عمل کیا اور دل آزاری سے بھی بچ گئے۔

پاکستان کی طرف ہجرت کا خاص واقعہ

حضرت والد صاحب ابھی دہلی میں تھے کہ ہندوستان تقسیم بندی ہوئی اور مسلمان پاکستان ہجرت کرنے لگے اور دوسری طرف ظلم وستم وغارت گری کا جو بازار گرم ہوا اس کی آزمائش الگ۔حضرت والد صاحب کے والد صاحب کا دفتر دہلی سے ذرا ہٹ کر باہر دومنزلہ مکان میں تھا، نچلی منزل پر آپ کے والد صاحب کا دفتر تھا اور اوپر آپ کے خاندان کی رہائش تھی اور ارد گرد چاروں طرف ہندو آباد تھے اور وہ روزانہ باہر پہرا دیتے کہ جب باہر نکلیں ان کو قتل کردیں۔حضرت والد صاحب کے والد صاحب بھی حالات کے پیشِ نظر پاکستان جانے کے لیے کوشش فرمانے لگے اور روزانہ پاکستان ہائی کمیشن کے دفتر

جاتے تاکہ کوئی مناسب انتظام ہوسکے کیوں کہ ریل گاڑی کا سفر خطرہ سے خالی نہ تھا اور ہوائی جہاز کا سفر محفوظ تو تھا لیکن اس وقت افراتفری مچی ہوئی تھی اور ہوائی جہازوں میں سیٹیں نہیں مل رہی تھیں۔ بالآخر ایک روز آپ کے والد صاحب نے بہت زور لگایا کہ میں بھی پاکستان کا سرکاری ملازم ہوں میرا بھی حق بنتا ہے میرے بھی بیوی بچے ہیں اور مجھے اتنا بھی یقین نہیں ہے کہ جب میں گھر پہنچوں گا اس وقت میرے بیوی بچے زندہ بھی ہوں گے یا نہیں؟ لہٰذا میرا بھی جانے کا بندوبست کیا جائے۔ ہائی کمیشن نے آپ کی درخواست قبول کی اور آپ کا نام بھی جہاز میں جانے کے لیے لکھ دیا گیا۔ آپ شام کو گھر پہنچے اور جلدی جلدی ضروری سامان لیا اور اللہ تعالیٰ کی مہربانی دیکھیے کہ شام کے وقت ہندو یہ کہہ کر اُٹھ گئے کہ اب انہوں نے کہاں جانا ہے؟ اور انہوں نے یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ کل ان پر حملہ کر کے ان کو ختم کردیں گے۔ چناں چہ حضرت والد صاحب کے خاندان نے ضروری سامان لیا اور ایک ہندو جس پر حضرت والد صاحب کے احسانات تھے وہ گاڑی لے کر آ گیا اور حضرت والد صاحب مع اہلِ خانہ کو لے کر ائیر پورٹ روانہ ہوگئے۔ اس زمانے میں حضرت والد صاحب کے گھر حکیم الاُمّت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مواعظ پہنچ چکے تھے۔

یادرہے! کہ اس وقت حضرت کے دونوں بڑے بھائی جناب محمد انور صاحب مرحوم اور جناب ڈاکٹر محمد اختر صاحب حکیم الاُمّت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مواعظ اپنی بنیان میں چھپا کر ساتھ لے آئے۔

اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مواعظ کی کیا اہمیّت اور حقیقت ہے کہ حکیم الاُمّت مجدّد الملّت حضرت مولٰنا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے مواعظ اور ارشادات واقعی کایا پلٹ ہیں۔ آپ کے بڑے بھائی حضرت ڈاکٹر محمد اختر صاحب فرماتے ہیں کہ ان ایّام میں حکیم الاُمّت مجدّد الملّت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک وعظ پڑھا جو حضرت نے کانپور کے ان ایام میں فرمایا تھا جب کانپور میں طاعون کی وبا آئی ہوئی تھی۔ اور اس موقع پر حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے **لاحول و لا قوۃ الا باللّٰہ** پڑھنے کو فرمایا تھا۔ حضرت ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ ہم نے بھی اس کا وِرد گھر میں کثرت سے کرنا شروع کیا اور اللہ تعالیٰ نے پاکستان جانے کے اسباب مہیا فرما دیئے۔ **الحمدللّٰہ**

معاملات ومعاشرات پر ایک نظر

۱ پہلا واقعہ

ایک طالب علم سے حضرت والد صاحب نے پانی منگوایا تو وہ شربت لے آیا حضرت نے اس کو کچھ پیسے ہدیہ کیے۔ دیکھئے! کس قدر معاملے کی صفائی ہے۔ آج کل بعض اساتذہ کو شربت چھوڑ کر دودھ سوڈا وغیرہ پلایا جائے تو ایسی خدمات اپنا حق سمجھتے ہیں۔

۲ دوسرا واقعہ

حضرت صاحب جب کبھی طلباء سے خدمت لیتے تو اکثر انہیں پیسے دے دیا کرتے اور کبھی کبھار شربت پلا دیا کرتے اور بہت کم ایسا ہوا کہ زبانی شکریہ کے ساتھ کسی طالب علم کو واپس کیا ہو۔

۳ گھریلو زندگی کا ایک قصہ

راقم الحروف کی فیصل آباد میں دوستوں کے ساتھ کھیل کود کے اندر کھینچا تانی میں بائیں ہاتھ کی (سبابہ) انگلی ٹوٹ گئی۔ احقر نانی اماں کے گھر تھا مغرب کا وقت تھا کسی دوست نے ہاتھ مروڑتے ہوئے انگلی سے کھینچا جس سے انگلی کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ احقر جب گھر گیا تو نانی اماں نے پوچھا کیا ہوا؟ احقر نے کہا چیونٹی نے کاٹ لیا ہے نانی اماں نے مولوی صاحب (حضرت صوفی صاحب) کو بلوایا فوراً ایکسرے کروائے پھر فوراً اسی رات ہسپتال میں (فیصل آباد) آپریشن ہوا جو ناکام ہو گیا لاہور آئے مشورہ یہ ہوا کہ اس انگلی کا علاج دیسی طور پر کسی پہلوان (جرّاح) سے کروایا جائے۔ چناں چہ جرّاح محمد شفیع صاحب مرحوم لوہاری گیٹ میں مشہور تھے۔ حضرت والد صاحب احقر کو سائیکل پر بٹھا کر چالیس منٹ میں لوہاری پہنچ گئے۔ معائنے کے بعد جرّاح نے چند دن نرم کرنے کے لیے روزانہ لیپ کرنے کو کہا۔ چناں چہ والد صاحب روزانہ احقر کی انگلی کی خاطر سائیکل پر لے کر جاتے اور آنے جانے میں دو گھنٹے خرچ ہوتے۔ چناں چہ پہلوان صاحب نے انگلی کی ہڈی توڑ کر دوبارہ جوڑی پھر چند دن روزانہ پابندی سے جاتے رہے۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ پہلوان سے بھی وہ ہڈی صحیح طرح نہ جُڑ سکی۔ پھر کچھ عرصہ نرم کرتے رہے اور روزانہ جاتے

رہے پھر ایک دن پہلوان صاحب نے ایک مرتبہ پھر ہڈی توڑ کر جوڑی پھر کافی عرصہ جاتے رہے تقریباً چھے ماہ کا عرصہ حضرت والد صاحب سائیکل پر روزانہ یا کبھی ایک دن چھوڑ کر آگے بٹھا کر اور کبھی پیچھے بٹھا کر لے جایا کرتے تھے۔ سبحان اللہ! اولاد کے حقوق میں بھرپور انداز میں اچھے سے اچھا طریقہ اپنایا حالاں کہ کسی طالب علم کے ساتھ بھیج سکتے تھے۔ اس وقت آپ امام مسجد اور استاذ الحدیث بھی تھے آپ رکشہ یا کسی کی سواری پر بھی بھیج سکتے تھے۔

۴ حُسنِ معاملہ کی مثال

جامعہ اشرفیہ کے دفتر سے کئی مرتبہ تنخواہ میں دو تین پیسے کبھی چار آنے یا آٹھ آنے غلطی سے زائد آجاتے تو ہمیشہ واپس کرتے رہے تاحال الحمدللہ یہی عمل ہے جب کہ آج کل بہت کم لوگ معمولی رقم واپس کرتے ہیں۔ اسی طرح بقرہ عید کے موقع پر جامعہ عبداللہ بن عمر، لاہور کے لیے کوئی شخص بکرے یا چھترے کی دو کھالیں دے گیا اور وہ حضرت کے گھر سے غلطی سے جامعہ اشرفیہ جمع ہوگئیں تو خود چل کر تشریف لے گئے اور جا کر کہا کہ بھائی دو کھالیں غلطی سے آپ کے ہاں آگئیں ہیں واپس کر دیجئے۔ جامعہ والوں نے بڑی خوشی سے واپس کر دیں۔ معاملات کی صفائی حضرت کی طبیعت بن چکی ہے۔

۵ گھریلو حُسنِ معاشرت

احقر راقم الحروف جب ڈیڑھ دو سال کی عمر کا تھا۔ حضرت والد صاحب جب بھی باہر سے گھر آتے تو احقر بازو لمبا کر کے شہادت کی انگلی سے باہر جانے کو کہتا تو ہمیشہ اُٹھا کر باہر گھر سے مسجدِ حَسَن کے قریب تک چکر لگا کر لاتے۔ راستے میں حضرت مولنا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ دیکھ کر فرماتے کہ مجھے آپ کو دیکھ کر اپنے ناظم صاحب یاد آجاتے ہیں جب وہ گھر جاتے تھے تو اُن کی بیوی کہتی تھی کہ اس کو باہر لے جاؤ آپ بھی اسی طرح اپنے بچے (محمد عتیق الرحمٰن) کو باہر لے جاتے ہیں۔

۶ حضرت والد صاحب نے ایک مرتبہ اپنی آنکھیں دکھانے کے لیے آئی اسپیشلسٹ

جناب ڈاکٹر نعیم اللہ صاحب (جو حضرت کے خلیفہ بھی ہیں) کے پاس تشریف لے جانا تھا۔ وقت لیا ہوا تھا احقر نے کہا کہ میں بھی آنکھیں چیک کروالوں حضرت نے فرمایا ان سے وقت لے لینا۔ جس وقت وہ کہیں اس وقت دکھالینا۔ سبحان اللہ! آج کل کے لوگوں کا حال تو یہ ہے کہ کوئی بات نہیں میرا شاگرد یا مرید ہے جتنے چاہیں لوگ آکر دکھالیں وہ بڑے خوش ہوں گے مگر یہ نہیں سوچتے جس کا وقت ہم لے رہے ہیں بغیر طے کیے وہ شرعاً دُرست بھی ہے یا نہ؟ کہیں زبردستی تو نہیں کر رہے۔ آج کل اس کی کوئی پرواہ نہیں کی جاتی۔

۷ معاشرہ کا ایک اہم حصّہ مہمان نوازی بھی ہے حضرت والد صاحب لوگوں کی دعوتیں تیں تو بہت کم کیا کرتے ہیں البتہ جب کبھی کوئی مہمان آجاتا ہے تو خوب مہمان نوازی فرماتے۔ گھر میں کوئی خاص چیزیں نہ ہوتیں یا مہمان کو پرہیز ہوتا تو انڈہ ہی کھلا دیا کرتے۔

۸ گھریلو زندگی میں بیوی بچوں کے ساتھ ہمیشہ ہنس مکھ رہتے اور روزانہ عصر کی نماز کے بعد گھر والوں کے ساتھ بے تکلفی فرماتے اور یہ آپ کا روزانہ کا معمول رہتا۔

راقم الحروف کی والدہ محترمہ کی وفات تک یہی معمول رہا۔ راقم الحروف کی والدہ کو جہاں لے جانے کی ضرورت ہوتی لے کر جاتے۔ گھریلو کام کاج باہم صلاح مشورہ سے کیا کرتے۔ والدہ کے ناراض ہونے پر آپ اکثر مسکرا دیتے اور معاملہ کو اچھے طریقہ سے پایۂ تکمیل تک پہنچاتے۔ یوں اپنی زندگی میں دین کی ترقی کی طرف ہمیشہ خواہاں رہتے۔

۹ حضرت کے بہنوئی چوہدری محمد نظیف صاحب مرحوم موٹر سائیکل سکھانے کی وجہ سے استاد بھی تھے۔ حضرت ان کا بے حد احترام فرماتے ان کے لیے کھڑے ہوتے باہر تشریف لے جاتے۔ جب کبھی وہ استاد بننے کے بعد تشریف لاتے حضرت ان کا بے حد اکرام کرتے۔ کبھی کچھ کھائے پیئے بغیر نہ جانے دیتے تھے اور محمد نظیف صاحب خود بھی سب مشورے حضرت ہی سے کیا کرتے تھے۔ اور اب اُن کے بیٹے محمد حنیف خُرم صاحب راقم سے مشورہ کرتے رہتے ہیں۔

آپ کے تقویٰ کی حیرت انگیز برکات (کرامات)

① ٹرام کا واقعہ

دھلی میں حضرت کے ساتھ ایک خاص واقعہ پیش آیا جو حضرت کی کرامت خود بتلا رہا ہے۔ ایک سائیکل پر حضرت تھے، ایک سائیکل پر کرم سنگھ (سکھ) (حضرت کے والد صاحب کا سرکاری نوکر) تھا رہائش گاہ سے شہر کی طرف جا رہے تھے کہ حضرت کا سائیکل ریلوے لائن میں آ گیا اور گر گئے اوپر سے ٹرام آ گئی، ٹرام سائیکل کو گھسیٹتی ہوئی دور لے گئی۔ حضرت کو پتہ نہیں کہ کس نے اُٹھایا اور اُٹھا کر فٹ پاتھ پر کھڑا کر دیا۔ کرم سنگھ آگے نکل گیا۔ لوگ جمع ہو گئے کہ سائیکل والا مر گیا لیکن ٹرام کے نیچے سے سائیکل نکال لیا گیا اور حضرت ہنستے ہوئے سائیکل کے پاس آ گئے۔ لوگ حیران رہ گئے کہ کیسے بچ گئے۔ حضرت فرماتے ہیں جب میں گرا تھا آس پاس کوئی نہ تھا اچانک ٹرام آنے اور میرے گرنے پر کسی کا مجھے اُٹھا لینا یہ اللہ تعالیٰ کی خاص کرم نوازی تھی (جو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ فرشتہ حضرت کو اُٹھا کر فُٹ پاتھ پر کھڑا کر دیا)۔

② حضرت فرماتے ہیں کہ جب جہلم میٹرک میں تھے تو چھاؤنی میں لے جا کر ہمیں فوجی ٹریننگ دی گئی اور ہم نے گولیاں بھی چلائیں۔ پھر جب ٹریننگ پوری ہو گئی تو سب کو بٹھا کر فوٹو کھینچی گئی لیکن حضرت اُٹھ کر الگ ہو گئے اور فوٹو نہ کھنچوائی۔

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ اس وقت حضرت کی عمر تقریباً سولہ سال تھی اور ابھی دینی، اصلاحی تعلق کسی بزرگ سے شروع نہ کیا تھا اس وقت حضرت کا تصویر نہ کھنچوانا کرامت سے خالی نہیں کیوں کہ دسویں کا طالب علم تو ایسی فوجی ٹریننگ کے دوران فوٹو بڑے شوق سے کھنچواتا ہے اور نہ کھنچوانے والے کو معیوب سمجھتا ہے۔

③ حضرت کی ایک ہمشیرہ کی شادی کے موقع پر تصویریں کھینچی گئیں۔ حضرت کو پتہ چلا تو حضرت والد صاحب نے ناراضگی کا اظہار کیا اور کیمرہ کی فلم صاف کروانے کو کہا۔ کسی صاحب نے چالاکی دکھاتے ہوئے صاف ریل دکھا دی اصل تصویریں محفوظ کر لیں

مگر خدا کا کرنا ایسا ہوا حضرت کی کرامت ظاہر ہوئی کہ جب وہ اصل تصویروں کو نکالنے لگے تو وہ بھی ضائع ہو گئیں۔ نیکوں کے ساتھ چالاکی کا ایسا ہی نتیجہ ہوتا ہے اور نیکوں کی کبھی کرامت بھی ظاہر ہو جایا کرتی ہے۔

④ راقم الحروف نے حضرت کی بیسیوں مرتبہ کرامات اپنی آنکھوں سے دیکھی ہیں کہ بہت مرتبہ آپ جب نماز با جماعت کی ادائیگی بلکہ امامت کے لیے جب گھر سے باہر نکلتے تو بارش بند ہو جاتی اور جب مسجد سے نماز سنتیں نفل وغیرہ پڑھ کر نکلتے تو بارش پھر رُک جاتی تھی۔ جب آپ مسجد پہنچ جاتے تو شروع ہو جاتی جب واپسی پر جوتیاں پہننے کے قریب ہوتے تو اکثر مکمل بند یا کبھی کبھار بہت آہستہ بارش ہو جایا کرتی تھی جس میں آدمی آسانی سے آجا سکتا ہے۔

⑤ جب بھی حضرت والد صاحب کو کسی شخص یا کسی چیز کی ضرورت ہوتی تو اللہ تعالیٰ جلّ شانہ اپنے وعدہ کے مطابق حضرت کو مہیّا فرما دیتے۔ اللہ تعالیٰ جلّ شانہ کا وعدہ ہے کہ جو اس کا ہو جائے اللہ اس کے ہو جاتے ہیں۔ حضرت کی یہ خاص کرامت بچپن سے اب تک چلی آرہی ہے کہ بیٹھے بٹھائے ان کے سارے کام اللہ تعالیٰ جلّ شانہ کرواتے رہتے ہیں۔ جو ضرورت ہوتی ہے پوری ہو جاتی ہے۔ بعض اوقات کسی آدمی سے ملنے کی طلب ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ جلّ شانہ ملا دیتے ہیں کہ وہ آپ سے ملنے آجاتا۔

⑥ دارالعلوم کبیر والا میں حضرت تدریسی خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ ایک دفعہ جامعہ اشرفیہ سے حضرت مولنا عبید اللہ صاحب مدظلہ کا خط آیا کہ ہمارے ہاں تدریس کے لیے آجائیے۔ حضرت نے عذر و معذرت کا جواب لکھ کر ڈاک میں ڈال دیا۔ اچانک دارالعلوم کبیر والا میں ایسے حالات بنے کہ حضرت کو وہاں سے چھوڑنا پڑا، ملاقات کے لیے جامعہ اشرفیہ تشریف لائے۔ حضرت مولنا عبید اللہ صاحب نے پوچھا کہ آپ نے یہاں پڑھانے سے متعلق جواب نہیں دیا۔ حضرت نے بے ساختہ فوراً فرمایا کہ میں خود جو آگیا ہوں۔ اس دن سے آج تک جامعہ اشرفیہ میں الحمد للہ تدریسی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ خط کا نہ ملنا اور اس کی جگہ حضرت کا خود آجانا اور حضرت کی سیٹ کا خالی ہونا اور فوراً تقرری کا ہو جانا یہ حضرت کی کرامات میں سے ہے۔

⑦ کرامت کا ایک واقعہ:

حضرت والد صاحب کی سب سے چھوٹی ہمشیرہ صاحبہ (جو آپ سے تقریباً دس سال چھوٹی ہیں) بتاتی ہیں کہ بھائی سرور صاحب نے قبر سے متعلق علامہ عمر نسفی رحمہ اللہ کے اشعار کاغذ پر لکھ کر دیئے۔ میں کئی دنوں سے بہت محنت کر کے یاد کرتی رہی مگر کافی عرصہ گزر گیا یاد نہ ہوتے تھے حالاں کہ وہ چند اشعار تھے مگر بڑی کوشش کے باوجود یاد نہ ہوتے تھے۔ بھائی صاحب نے فرمایا کہ قبر کے سوالوں کے جواب عربی نظم میں دینے کے لیے یاد کرلو مگر مجھے یاد نہ ہوتے تھے۔ ایک دن ایسا ہوا کہ میں بھائی سرور صاحب کے گھر گئی ان کے ٹیبل پر ان کے سامنے وہی اشعار لکھے رکھے ہوئے تھے میں نے وہاں بھائی صاحب کے سامنے ایک نظر دیکھا تو ایسے یاد ہوئے کہ اب الحمدللہ کبھی بھولتے ہی نہیں۔ یہ بھی حضرت صاحب کی کرامت ہی ہوسکتی ہے۔ (یہ اشعار دوسرے باب میں ڈاکٹر نعیم اللہ صاحب کے مضمون میں دیکھ لیجئے)

⑧ آپ کے اساتذہ ومشائخ آپ کی نہ صرف تعریف بلکہ خوب قدر کیا کرتے تھے بلکہ آج کل اساتذہ تو کیا شاگرد بھی اتنی قدر نہیں کرتے یہ بھی حضرت کی کرامت میں سے ہے۔

⑨ ایک اُصول ہے المعاصرة اصل المنافرة ''کہ ہم عصر لوگ معتقد نہیں ہوتے''۔ مگر حضرت کی کرامت ہے کہ حضرت ہم عصر و ہم زمانہ علماء کرام ومشائخِ دین ماشاءاللہ نہ صرف معتقد ہوئے بلکہ حضرت کو ضرب المثل جانتے رہے۔ یہ کرامت کسی طاقت یا مال ودولت سے حاصل نہیں ہوسکتی بلکہ تقویٰ کا اعلیٰ معیار ہی اس کا باعث ہو سکتا ہے۔

⑩ حضرت کے اندازِ تدریس سے ہر عام کم ذہن طالب علم بھی اچھی طرح سبق یاد کرلیتا اور سمجھ کر اُٹھتا تھا۔ یہ فنون والی کُتب پڑھانے کے ایّام کی باتیں ہیں۔

⑪ ایک بار سخت حملہ ہوا:

حضرت والد صاحب نے راقم الحروف کو خود بتایا (یہ 1990ء کے آس پاس کی بات ہے) کہ کئی دنوں سے بے دین بنانے کے لیے شیطان مجھ پر سخت حملہ کر رہا تھا تو میں

نے ایک دن بآوازِ بلند اس سے مقابلہ کیا اور یہ کہا کہ میرے ٹکڑے ٹکڑے بھی ہو جائیں تو تیری بات نہیں مانوں گا۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بچالیا۔ یہ بھی کرامت ہی ہوسکتی ہے۔

⑫ اس دور میں اس قدر تقویٰ اختیار کرنا ہی بہت بڑی کرامت ہے۔ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ کے پاس ان کے مرید دس سال رہے کہنے لگے کہ دس سال میں، مَیں نے آپ کی کوئی کرامت نہیں دیکھی حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ دس سال میں میرا کوئی کام خلافِ سُنّت دیکھا؟ کہا نہیں۔ فرمایا کہ اس سے بڑھ کر اور کیا کرامت ہوسکتی ہے کہ دس سال کوئی کام خلافِ سُنّت نہیں ہوا۔

⑬ ایک اہم خواب:

راقم کے والد صاحب نے راقم کی درخواست پر یہ خواب خود بندہ کو لکھوایا کہ ایک دفعہ کبیر والا میں سخت بیمار ہوا حتیٰ کہ میرے پاس کام کرنے والا ایک شاگرد ایک دن رو رہا تھا کہ آج بچنے کی اُمید نہیں ہے۔ گھر کے لوگ فیصل آباد گئے ہوئے تھے۔ مجھے نیند آ گئی۔ خواب میں دیکھا کہ ایک ٹرے ہے اس میں بڑی بڑی گیندوں کی شکل میں دو خط ہیں کھولے بغیر میں سمجھ گیا کہ ایک خط میں اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ اگر چاہو تو ابھی تمہیں تمہاری امّی (جو کہ فوت ہو چکی تھیں) کے پاس پہنچادیں یعنی موت دے دیں۔ اور دوسرے خط میں یہ لکھا ہے کہ اگر چاہو تو دُنیا میں اور زندہ رہ لو۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے دین کی خدمت کا موقع دیا جائے۔ اس کے بعد آنکھ کھل گئی اور طبیعت ٹھیک ہونی شروع ہوگئی۔

عجیب وغریب...باتیں...تواضع

[۱] راقم الحروف نے بیسوں مرتبہ اپنی آنکھوں سے اپنے بچوں، شاگردوں (نابالغ اور بالغ دونوں قسم کے) کی جوتیاں سیدھی کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ یہ باتیں کرنے کی اور سُننے کی اور ہوتیں ہیں مگر عمل وہی شخص کرسکتا ہے جس کے اندر کوٹ کوٹ کر تواضع بھری ہو۔ اور جس کو فناء الفناء (اپنے آپ کو مٹانے کو بھول جانا) حاصل ہو۔

[۲] خاندان میں سے کسی رشتہ دار کی فیملی کا مسئلہ تھا اور کام بھی حق پر مبنی تھا حضرت والد صاحب نے کہا کہ معاملہ جو کچھ بھی ہوا سو ہوا میں اپنی ضمانت پر اِن بچوں کو ان کی ماں سے ملانے لے جاتا ہوں اور تھوڑی دیر بعد خود واپس چھوڑ کر جاؤں گا۔ مگر بچوں کے والد صاحب نہ مانے۔ اس پر حضرت نے راقم الحروف کے سامنے پہلے اُن کے گھٹنے پکڑے پھر بھی نہ مانے، پھر ان کے پاؤں پکڑ کر منّت کی مگر وہ پھر بھی نہ مانے۔ اس پر بھی حضرت ناراض نہ ہوئے اس میں حیرت انگیز بات یہ ہے کہ آج کل کے کوئی مولوی صاحب ہوتے تو لڑتے اور طرح طرح کے حکم جاری کرتے اور کچھ نہ ہوتا تو ہمیشہ کے لیے تعلق ہی چھوڑ دیتے۔

[۳] راقم الحروف کو اچھی طرح یاد ہے کہ جب احقر حضرت کے پاس حفظ کرتا تھا حضرت والد صاحب کبھی کبھار سختی کرتے تھے تو احقر سختی پر ناراض ہوتا تھا۔ تو حضرت کی کمال شفقت اور حیرت انگیز تواضع یہ ہوتی تھی کہ سختی کرنے پر احقر سے معافی مانگ لیتے تھے۔

[۴] نظر کی حفاظت کا اتنا اہتمام فرماتے ہیں کہ آج کل بھی مدرسہ سے باہر نکلنا ہو تو گاڑی میں بیٹھے بیٹھے یا تو تلاوت فرماتے رہتے ہیں یا اسلام اخبار پڑھتے رہتے ہیں (جس میں جان دار کی تصویریں نہیں ہوتیں) یا مواعظ پڑھتے رہتے ہیں یا پھر کبھی آپ سو جاتے ہیں۔ اور گھر میں احتیاط کی یہ حالت رہی ہے کہ کسی بہو کو بھی نگاہ جما کر نہیں دیکھتے۔

[۵] آپ کی سادگی بھی عجیب وغریب ہے:

حدیث شریف جنابِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا

اَلْمُؤْمِنُ غِرٌّ كَرِيْمٌ وَالْفَاجِرُ خَبٌّ لَئِيْمٌ

''کہ مؤمن سیدھا سادہ شریف آدمی ہوتا ہے اور گناہ گار

دھوکے باز اور کمینہ ہوتا ہے''۔ ترمذی و مسند احمد

حضرت والد صاحب سادگی والی صفت بھی کمال کے درجے کی رکھتے ہیں جو کہ مؤمن ہونے کی نشانی حدیث شریف سے معلوم ہوگئی۔ اس سلسلہ میں حضرت کے بے شمار واقعات (معاملات و معاشرت سے متعلق) رُونما ہوئے۔

(۱) جب کبھی جوتا وغیرہ آپ خریدنے جاتے تو جتنے پیسے وہ مانگتا آپ دے دیا کرتے زیادہ رعائیت نہ کرواتے تھے آپ کی سادگی کی وجہ سے ہی ایسا ہوتا تھا۔

(۲) کوئی بھی طالب علم بہانہ بنا کر اپنی صفائی پیش کر لیتا تھا۔ آپ جس طرح سادہ ہیں اسی طرح ہر مؤمن سے ہمیشہ اچھا گمان رکھتے۔ حتیٰ کہ آپ کو جو کوئی بھی بات بتادے اسے ہمیشہ اچھائی پر ہی منطبق کرتے جیسا کہ شرعی حکم بھی یہی ہے۔

آپ کی سادگی و حُسنِ ظن کے حیرت انگیز واقعات

(۱) آپ کی سادگی سے ناجائز فائدہ اُٹھاتے ہوئے ایک شخص آپ کے پاس آئے آکر کہا کہ میں آپ کو تابعی بنا سکتا ہوں۔ حضرت والد صاحب نے سوچا کہ شاید کوئی صحابی جن زندہ ہو اور یہ ان کی زیارت کروادے۔ چناں چہ حضرت نے فرمایا بنایئے! انہوں نے کہا کہ باہر تشریف لایئے اور جیسے میں کہوں ایسے کیجئے۔ چناں چہ آپ باہر تشریف لے گئے باہر پہنچ کر اس شخص نے یہ کہا کہ اس طرف (سورج کی طرف) دیکھئے! اور زور سے درود شریف پڑھ دیجئے اور کہنے لگا کہ کچھ دیکھا اور حضرت نے کہا کہ کچھ نہیں دیکھا۔ اس نے پوچھا کہ کچھ تو دیکھا آپ نے فرمایا کہ سورج کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا کہنے لگا کہ مبارک ہو مبارک ہو آپ تابعی بن گئے۔ والد صاحب نے کہا وہ کیسے؟ کہنے لگا کہ اندر تشریف لے آیئے! پھر بتاتا ہوں۔ چناں چہ بتایا کہ آپ نے سورج دیکھا ہے اور سورج نے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی زیارت کی ہوئی ہے لہٰذا آپ سورج کو دیکھ کر تابعی بن گئے۔ والد صاحب نے اپنے انداز سے (زوردار جھٹکے سے) فرمایا ہیں! ایسے تابعی

تھوڑا ہی بنتے ہیں، چناں چہ وہ ہاتھ ملا کر چلا گیا۔ یہ حضرت کی سادگی کا واقعہ ہے۔ کہ کچھ نہ کہا۔ حضرت کی جگہ کوئی اور بزرگ سخت مزاج ہوتے تو تھپڑ بھی لگا دیتے۔

۲ اسی طرح حضرت والا اپنے بیانات میں ازدواجی زندگی سے متعلق میاں بیوی کو کیسے ملنا چاہیے کھل کر بیان فرما دیتے ہیں۔ یہ حضرت کی جہاں بہت بڑی سادگی ہے وہاں اس قسم کی باتیں بتانا وقت کی کچھ ضرورت بھی ہے تا کہ نکاح کا اصل مقصد گناہوں سے بچنا سب کو حاصل ہو سکے۔ کیوں کہ بعض لوگ حیا کو بیوی سے اور بے حیائی کو باہر استعمال کرتے ہیں، جب کہ معاملہ اُلٹا ہے۔

۳ آپ کی سادگی کا یہ حال ہے کہ کسی کے متعلق کوئی بات کرنی ہوتی اور وہ بندہ مجلس میں سامنے آجاتا تو حضرت بے تکلفی اور سادگی میں بھری مجلس کے اندر ہی اس کو بات کہہ دیتے۔ البتہ جو شخص اصلاح کی بات یا راز کی کوئی بات کرتا وہ کسی کے سامنے نہ کرتے۔

۴ حضرت کی سادگی کا یہ عالم ہے کہ اپنی شادیوں کا تذکرہ اپنے بیانات میں خود ہی کر دیا کرتے ہیں۔

۵ حضرت کی سادگی کا یہ عالم ہے کہ بیانات میں ایک جیسی باتیں بار بار بیان کر دیتے ہیں حتی کہ ایک دن میں دو بیان بھی ایک جیسے فرمایا کرتے ہیں۔

۶ حضرت کی سادگی ایک مؤمنانہ شان ہے۔ دل کے کھوٹ اور دوغلہ پن سے الحمدللہ پاک ہے اسی وجہ سے اندر (باطن) اور باہر حضرت کا ایک جیسا ہے۔ کوئی تعریف کرے کوئی بُرائی کرے سب برابر ہے۔ سب سے ایک جیسا سلوک ہے۔ شریعت سے ہٹ کر کوئی کام کرتے نہیں اور جائز درجے میں کام کرنا ہو تو کسی کی ملامت اور بُرا کہنے کی پرواہ نہیں کرتے۔ مؤمن کی یہی شان ہوتی ہے۔

۷ بے نظیر کے پہلی مرتبہ دورِ اقتدار میں حضرت والد صاحب اپنی اہلیہ محترمہ کے ساتھ بس پر کہیں تشریف لے جا رہے تھے۔ راقم الحروف کی والدہ بس میں عورتوں والی جگہ میں تھیں۔ مطلوبہ اسٹاپ پر والد صاحب نے پیچھے سے زوردار آواز سے پکارا محترمہ نیچے اتر آیئے۔ لوگ دیکھنے لگ گئے۔ لوگوں کے ذہن میں بے نظیر محترمہ تھیں۔ لوگوں کو کیا خبر اللہ والے اپنی بیویوں کو محترمہ ہی کہا کرتے ہیں۔ اسی طرح حضرت نے سادگی

سے ایک دو دفعہ اُونچی آواز سے کہا تو لوگ حیران ہو کر دیکھنے لگے۔

۸ حضرت کے اپنے نکاح اور بیٹے، بیٹیوں کی شادیاں سب سادگی سے حضرت نے ازخود سرانجام دِیں۔ اللہ کے فضل وکرم سے کوئی بھی ناراض نہ ہوا۔ اور بیانات میں یہ باتیں بیان بھی فرماتے رہتے ہیں۔

۹ حضرت اپنی سادگی کی وجہ سے کبھی طبیعت میں تیزی وجلدی پاتے ہیں مثلاً کسی سے فون پر بات کرنی ہوتی اگلا شخص کھانا کھانے میں مصروف ہوتا تو حضرت یوں کہہ دیتے ہیں کہ کھانا کھانے کے دوران بات نہیں کرسکتے؟

۱۰ اپنے اسباق وبیانات میں کبھی کبھار ہنسانے والے عجیب وغریب واقعات بھی سُنا دیتے ہیں۔

۱۱ حضرت کو گھر کوئی چیز ہدیہ آتی تو حضرت اپنے بچوں سے پچھواتے کہ کیا چیز ہے اور کس نے دی ہے سب سے آئیڈیا لے لیتے پھر کہتے کہ عتیق آئے گا وہ تو بوجھ ہی لے گا۔ یوں گھر میں خوب ایک خوشی کی لہر دوڑتی۔ بندہ جب گھر آتا سبق وغیرہ پڑھ کر یا پڑھا کر تو والدہ صاحبہ کے سامنے بندہ سے پوچھتے بندہ انعام کی شرط لگاتا بوجھ لینے کی صورت میں کیا دیں گے، بعض مرتبہ فرماتے کہ ایک روپیہ ملے گا۔

ایک مرتبہ حضرت کے کسی خلیفہ کی اہلیہ نے حضرت کو سوئیٹر ہدیہ بھیجا حضرت نے گھر میں سب سے پوچھ لیا کوئی نہ بوجھ سکا، فرمایا عتیق آئے گا وہ شاید بوجھ لے۔ چناں چہ بندہ نے قریب قریب بوجھ لیا کہ خلیفہ کا نام لے لیا، فرمایا قریب پہنچ گیا ہے۔ اہلیہ کا ذہن میں نہ آیا اس لیے مکمل نہ بوجھ سکا۔

حضرت کے تصوّف کی جھلک اور مدارجِ سلوک

حضرت جہاں ہر فن مولیٰ ہیں وہاں راہِ تصوّف وسلوک کے بھی امام ہیں۔ حکیم الاُمّت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے تین بڑے درجے کے مجازین سے حضرت نے اصلاح کروائی۔تصوّف اور سلوک کے درجات طے کرتے ہوئے اپنے شیوخ سے فیض حاصل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے درجۂ خلافت تک پہنچایا یعنی آپ کے دو شیخ حضرت مفتی محمد حسن صاحب اور حضرت مسیح الاُمّت مولٰنا مسیح اللہ خان صاحب نے آپ کو بیعت وتلقین کی اجازت دی۔

دورانِ اصلاح:

حضرت کے مختلف حالات وواقعات وکیفیات نمایاں ہیں۔آپ تصوّف کی شاہراہ پر حکیم الاُمّت مجدّد الملّت حضرت مولٰنا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مکمل ذوق پر ہیں ماشاء اللہ۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمات آپ نہ صرف ہمیشہ سراہتے ہیں بلکہ ان پر عمل پیرا بھی رہتے ہیں۔اس سلسلے میں آپ اپنے شیخ پر فنا ہوئے اور پھر فناء الفناء کا مقام حاصل کیا۔

یوں تو ماشاء اللہ آپ مادرزاد ولی ہیں لیکن ہوش سنبھالنے کے بعد اور دینی شوق بڑھنے کے بعد اپنے باطن کی اصلاح کی نہ صرف فکر بلکہ ہمیشہ تڑپ رہتی تھی۔چناں چہ 1949ء میں حضرت مولٰنا مفتی محمد حسن صاحب نوراللہ مرقدہ سے باقاعدہ اصلاحی تعلق قائم ہوا۔اور اپنے اَخلاق کی مکمل اصلاح کروائی۔پوری دُھن، دھیان اور لگن کے ساتھ اپنے اَخلاقِ رذیلہ کی خوب اصلاح کروائی۔اور پھر اچھے اَخلاق کو مضبوط کرنے کے لیے اپنے شیخ کی زندگی میں بھرپور طریقہ سے متوجّہ ہو کر صحیح سالک وطالب بن کر ایک طویل (لمبا) عرصہ خط وکتابت کرتے رہے۔آپ میں کوئی بناوٹ نہ تھی۔ہمیشہ یہ خیال رہا کہ بُرے اَخلاق، یعنی تکبّر، حسد، بُغض، حبِّ جاہ، حبِّ دنیا، ریاکاری وغیرہ کہیں نمودار تو نہیں ہو رہے۔ ذرا سی بات دل کے اَخلاق سے متعلق ظاہر ہوتی تو فوراً اپنے شیخ صاحب کی طرف رُجوع

فرماتے۔ پوری حقیقت بتا کر اپنی اصلاح کرواتے اور جو شیخ صاحب فرمادیتے دل وجان سے خوشی کے ساتھ فوراً عمل کرتے۔ اس طریقے سے ہمیشہ اپنے اساتذہ وشیوخ سے دُعائیں لیتے رہتے۔ کسی بیٹھک یا مجلس میں کوئی کسی کی بُرائی کرتا تو آپ اس سے بہت بچتے۔ ہمیشہ اپنے کام سے کام رکھتے اور خود اِدھر اُدھر کی باتیں نہ چھیڑتے۔ حتیٰ کہ ساتھیوں، دوستوں کے درمیان سیاسی گفتگو اور بحث مباحثہ کو بھی فضول سمجھ کر بچتے۔

حضرت مولنا مفتی محمد حسن صاحب امرتسری رحمہ اللہ سے بارہ سال فیض حاصل کیا پھر حضرت مفتی صاحب کی وفات کے بعد حضرت حاجی محمد شریف صاحب نواں شہر، ملتان والوں سے اصلاحی تعلق قائم کیا اور پھر شروع سے آخر تک تمام اچھے بُرے اَخلاق کا جائزہ لیتے ہوئے تقریباً چوبیس سال حضرت حاجی صاحب سے فیض حاصل کرتے رہے۔

حضرت مولنا مفتی محمد حسن صاحب امرتسری رحمہ اللہ نے چوں کہ آپ کو خلافت دے رکھی تھی اس لیے حضرت الحاج محمد شریف صاحب رحمہ اللہ نے اسی کو باقی رکھتے ہوئے اپنی نمایاں عاجزی کی وجہ سے اپنی طرف سے خلافت دینا مناسب نہ سمجھا اور حضرت مولنا مفتی محمد حسن صاحب کی دی ہوئی خلافت کو ہی بڑا کمال سمجھا۔

پھر حضرت الحاج محمد شریف صاحب رحمہ اللہ کی وفات کے بعد 1986ء میں مسیح الاُمّت حضرت مولنا مسیح اللہ خان صاحب رحمہ اللہ پاکستان تشریف لائے ہوئے تھے۔ لاہور ماڈل ٹاؤن میں اِن سے اصلاحی تعلق قائم فرمایا۔ قارئین کرام اس بات سے اندازہ لگاسکتے ہیں کہ باطن کی اصلاح کے لیے شیخ مقرر کرنا اور اپنی اصلاح کرانا کس قدر ضروری کام ہے۔

دیکھیے! حضرت والد صاحب نے حضرت مفتی صاحب سے مکمل اصلاح کروانے کے باوجود اور خلافت ملنے کے باوجود اپنے آپ کو بے لگام نہ چھوڑا۔ حضرت الحاج محمد شریف صاحب رحمہ اللہ سے فوراً اصلاحی تعلق قائم فرمایا اور پھر چوبیس سال سلوک کے درجے طے کرتے رہے اور پھر غور فرمایئے! کہ حضرت حاجی صاحب کی وفات کے بعد بھی باوجود کامل اصلاح ہوجانے اور باوجود پیرانہ سالی کے بڑھاپے میں بھی خاص ضرورت نہ ہوتے ہوئے بھی اپنے آپ کو خالی نہ رہنے دیا اور حضرت مسیح الاُمّت سے اصلاحی رابطہ

مضبوط فرمالیا۔ تقریباً چھ سال حضرت مسیح الاُمّت سے فیض یاب ہوتے رہے، پھر حضرت مسیح الأمّت مولنا مسیح اللہ خان صاحب رحمہ اللہ کا انتقال ہوگیا۔ پھر بھی آپ کی دلی خواہش تھی کسی سے تعلق جوڑا جائے (حال میں) مگر فرمایا کہ اب ادب کرنے کا حق ادا نہ کرسکوں گا۔

حضرت صوفی صاحب کی صوفیانہ خدمات

جب سے آپ کو حضرت مولنا مفتی محمد حسن صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازتِ بیعت و تلقین ملی آپ کی یہ خدمات شروع ہوگئیں۔ اِصلاحی بیانات ومجالس ہونے لگیں، خطوط کے جوابات دینے لگے۔ آہستہ آہستہ خطوط کی تعداد بڑھتی گئی حتیٰ کہ 2005ء تک آپ کو روزانہ بیسیوں خطوط آتے اور آپ تاریخ ڈال کر نمبر لگادیتے۔ آپ نے تصوّف کی بھرپور خدمت اور اپنے فن کی مہارت ثابت کردی۔ بے شمار (طویل ومختصر) لمبے چھوٹے مردانہ وزنانہ خطوط کے جوابات لکھ کر اپنی صوفیانہ خدمات کو اَحسن طریقہ سے ماشاء اللہ سرانجام دیا، جسے تاریخ کے اوراق اور آپ کے احباب خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں۔ 2000ء کے بعد آپ کی بڑھتی ہوئی کمزوری کے پیشِ نظر سالکین کو خطوط کے جوابات دیر سے ملتے رہے مگر پیرانہ سالی اور دیگر مصروفیات کے باوجود نہ آپ خط لکھنا چھوڑتے اور نہ ہی احباب آپ کو خط بھیجنا روکتے۔ آپ کا محبوب ترین مشن تصوّف وسلوک آج بھی آپ کے شدید ضعف وبڑھاپے کے باوجود ماشاء اللہ خوب نمایاں نظر آرہا ہے۔ وہ اس طرح کہ آج بھی اگر کوئی سالک وطالب باطن کی اِصلاح کی فکر کرتے ہوئے اِصلاح کروانا چاہے تو حضرت اسی ولولے، شوق وجذبہ سے اس کی راہ نمائی فرمانے کو تیار رہتے ہیں۔

مگر 2007ء سے مکمل خطوط کے جواب دینے بند فرمادیئے۔ اب (2009ء میں) صرف ماہ نامہ علم وعمل، لاہور کے لیے اپنے ہاتھ سے علمِ حدیث کے عنوان سے ہر ماہ ماشاء اللہ مضمون تحریر فرماتے ہیں۔ اور سالکین اور طالبین کی اِصلاح کو زبانی مشورہ سے نوازدیتے ہیں یعنی جو شخص آج کل بھی حضرت سے اِصلاحی تعلق جوڑنا چاہے اُسے ناکام

واپس نہیں لوٹنا پڑتا، زبانی مشورہ دیتے رہتے ہیں آگے سالک و مرید کا کام ہے کہ جیسے حضرت بتائیں ویسے کر کے اگلا سبق لے سکتا ہے۔ یوں اپنے باطن کی منزلیں حضرت کے فیض سے طے کر سکتا ہے۔ جو قریب کے حضرات ہیں وہ خود دن کو عصر کے بعد والی مجلس سے آتے یا جاتے حضرت سے سوال کر کے حال بتا کر سبق لے لیا کرتے ہیں۔ اور دور کے حضرات لاہور میں کسی قریبی کو خط لکھ کر اور پھر وہ زبانی حضرت سے فلاں کے نام سے پوچھ کر خط کا جواب واپس بھیج دیا کرتے ہیں۔ اس طرح یوں آج بھی حضرت سے اصلاحِ باطن کا فیض حاصل کیا جا سکتا ہے۔

آپ کا اندازِ تربیت

اِس دنیائے فانی میں جس طرح آپ کا اندازِ تدریس زبردست کامل و مکمل رہا اسی طرح باطن کی اصلاح کے سلسلے میں آپ کی تربیت کا انداز نہایت عمدہ ہے۔ اِصلاح کے لیے آنے والے مبتدی (شروع ہونے والے) کو آپ سب سے پہلے ''قصد السبیل'' پڑھنے کو بتلاتے ہیں اور پھر پانچ شرطیں تعلق شروع کرنے سے پہلے لگاتے ہیں:

(۱) ڈاڑھی چار اُنگل رکھیں۔ (۲) مرد حضرات شلوار ٹخنوں سے اُونچی رکھیں۔

(۳) نماز باجماعت ادا کریں۔ (۴) ٹی وی نہ دیکھیں۔ (۵) پینٹ نہ پہنا کریں۔

اس کے بعد تبلیغِ دین میں سے بُرے اَخلاق کا جائزہ لے کر اِصلاح کروانی شروع کریں۔ ایک ایک کر کے بُرے خُلق کی اصلاح کروائیں۔ زبان کی بیس آفتیں (گناہ) ایک ایک پڑھ کر اِصلاح کروائیں۔ اس طریقہ سے حسد، بُغض، غیبت، تکبّر، ریا، عُجب، مال، دُنیا، عزّت کی محبت وغیرہ کی مکمل اِصلاح کرواتے ہیں۔ پھر اس کے بعد اچھے اَخلاق مثلاً اِخلاص، توبہ، صبر، شکر، محبت وغیرہ ایک ایک کر کے ان اچھے اَخلاق کو مضبوط کرنے کی کوشش فرماتے ہیں۔ ساتھ بہشتی زیور اور حکیم الامّت مجدّد الملت حضرت مولنا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کے تین سو کے قریب مواعظ پڑھواتے ہیں۔ اسی طرح درجِ ذیل کتابیں پڑھنے کا اپنے احباب کو مشورہ دیتے ہیں۔

[۱] بہشتی زیور...... مواعظ...... اور ملفوظات کے علاوہ۔ (۲)...... تربیت السالک۔

(۳)......نزہۃ البساتین۔(۴)......اصلاحی نصاب۔(۵)......بیان القرآن مع بقیہ تصانیف۔
(۶)......خصوصاً تعلیم الدین۔(۷)......صفائی معاملات۔(۸)......آدابِ معاشرت۔
(۹)......اشرف السوانح۔(۱۰)......تذکرۃ الحسن۔(۱۱)......مکتوباتِ اشرفیہ۔
(۱۲)......شریعت وتصوّف۔(۱۳)......شریعت وطریقت۔(۱۴)......مسائل السلوک۔
(۱۵)......سیرتِ اشرف اور خاص طور پر ماہ نامہ علم وعمل، لاہور۔

نوٹ: اِس موضوع پر سیر حاصل موادِ باطن کی اِصلاح کی اہمیت اور حضرت صوفی صاحب کا مکمل اندازِ تربیت و اندازِ تعلیم باطن واضح طور پر مع فوائد جناب ڈاکٹر نعیم اللہ صاحب (حضرت کے خلیفہ) نے بیان کیا ہے۔ جو اسی کتاب کے دوسرے باب میں ہے۔

حضرت صوفی صاحب کے مجازین بیعت

احقر محمد سرور عفی عنہ نے......مندرجہ ذیل حضرات کو بیعت اور تلقین کی اجازت دی ہے:

نمبر شمار	نام	شہر/ملک	اجازت کی تاریخ
۱	مولوی مظفر احمد صاحب	بنگلہ دیش	۱۳/صفر ۱۳۸۶ھ
۲	ماسٹر عبد الواحد صاحب	کبیر والا	۱۵/محرم ۱۳۸۶ھ
۳	مولوی محمود الحسن (مرحوم)	مظفر گڑھ	۲۲/ربیع الثانی ۱۳۸۸ھ
۴	مولنا محمد قاسم صاحب	لاہور	۲۲/ربیع الثانی ۱۳۸۸ھ
۵	مولنا مفتی عبد القادر صاحب (مرحوم)	کبیر والا	۲۲/جمادی الاُخریٰ ۱۳۸۸ھ

نمبر شمار	نام	شہر/ملک	اجازت کی تاریخ
۶	ماسٹر محمد یعقوب صاحب	میاں چنوں	۱۴/رمضان المبارک ۱۳۹۰ھ
۷	مولوی عبدالقیوم صاحب	کبیروالا	۳/ربیع الاوّل ۱۳۹۱ھ
۸	مولوی محمد رمضان تونسوی	لاہور	شعبان ۱۳۹۱ھ
۹	مولوی محمد اکمل سلہٹی صاحب	بنگلہ دیش	ربیع الاوّل ۱۳۹۲ھ
۱۰	عزیزم خضر حیات صاحب	لاہور	۷/رجب ۱۳۹۵ھ
۱۱	عزیزم جان محمد صاحب	لاہور	۷/رجب ۱۳۹۵ھ
۱۲	مولوی محمد اشرف صاحب	جہلم	۱۱/ربیع الاوّل ۱۴۰۲ھ
۱۳	مولنا مفتی عبدالجبار صاحب	کراچی	ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ
۱۴	مولنا محمود الحسن خطیب فوجی ولد محمد حسین صاحب	اٹک	ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ
۱۵	قاری محمد بشیر صاحب	فیصل آباد	ربیع الاوّل ۱۴۰۳ھ
۱۶	مولنا حاجی محمد یوسف صاحب	لاہور	ربیع الاوّل ۱۴۰۳ھ
۱۷	مولوی بلال احمد صاحب	لاہور	جمادی الاولیٰ ۱۴۰۳ھ
۱۸	مولوی عبدالحمید قریشی (مرحوم)	لاهور	جمادی الاولیٰ ۱۴۰۳ھ
۱۹	مولوی ظفر اللہ شفیق صاحب	لاهور	محرم ۱۴۰۵ھ
۲۰	عزیزم آصف اقبال صاحب	لاهور	شعبان ۱۴۰۵ھ
۲۱	عزیزم رمضان ارشد صاحب	لیّه	شعبان ۱۴۰۵ھ
۲۲	مولوی عاشق حسین صاحب	لاهور	شعبان ۱۴۰۵ھ

نمبر شمار	نام	شہر/ملک	اجازت کی تاریخ
۲۳	مولوی محمد طیب ولد عبد الغفار صاحب	سر گودھا	ربیع الثانی ۱۴۰۶ھ
۲۴	محمد یعقوب بنگالی	بنگلہ دیش	ربیع الثانی ۱۴۰۶ھ
۲۵	محمد حسین بنگالی بن لطف الرحمٰن	بنگلہ دیش	رجب ۱۴۰۶ھ
۲۶	عزیزم محمد مشتاق ولد برکت علی	قصور	محرم ۱۴۰۷ھ
۲۷	عزیزم عبد العزیز صاحب	لاہور	رجب ۱۴۰۷ھ
۲۸	عزیزم محمد عظیم احمد صاحب	لاہور	رجب ۱۴۰۷ھ
۲۹	عزیزم محمد مکرّم صاحب	لاہور	رجب ۱۴۰۷ھ
۳۰	عزیزم ذکاء الحق صاحب	لاہور	رجب ۱۴۰۷ھ
۳۱	عزیزم رشید احمد صاحب	لاہور	محرم ۱۴۰۸ھ
۳۲	عزیزم محمد صدیق ٹمن	راولپنڈی	ربیع الاوّل ۱۴۰۸ھ
۳۳	عزیزم رانا محمد اجمل (مرحوم)	ملتان	ربیع الاوّل ۱۴۰۸ھ
۳۴	جناب محمد اقبال	لاہور	جمادی الاخریٰ ۱۴۰۸ھ
۳۵	جناب عبد السلام	لاہور	جمادی الاخریٰ ۱۴۰۸ھ
۳۶	جناب محمد عمران	لاہور	جمادی الاخریٰ ۱۴۰۸ھ
۳۷	عطاء المحسن بن مستری حامد	بھکر	جمادی الاخریٰ ۱۴۰۸ھ
۳۸	طاہر محمود بن ذاکر علی	سر گودھا	جمادی الاخریٰ ۱۴۰۸ھ
۳۹	محمد دین صاحب	سیالکوٹ	جمادی الاخریٰ ۱۴۰۸ھ

نمبر شمار	نام	شہر/ملک	اجازت کی تاریخ
۴۰	نذر محی الدین ولد غلام دستگیر صاحب	لاهور	جمادی الاخریٰ ۱۴۰۸ھ
۴۱	مولوی محمد اقبال ولد گل محمد	بهکر	رجب ۱۴۰۸ھ
۴۲	عزیزم ندیم علی صاحب	لاهور	رجب ۱۴۰۸ھ
۴۳	مولوی ابوالکلام	بنگله دیش	رجب ۱۴۰۸ھ
۴۴	عزیزم اللہ رکھا صادق صاحب	لاهور	شعبان ۱۴۰۸ھ
۴۵	مولوی محمد افضل ولد محمد سعید	سر گودها	شعبان ۱۴۰۸ھ
۴۶	حافظ یاسر محمود ولد محمد یامین	سرگودها	شعبان ۱۴۰۸ھ
۴۷	عزیزم تنویر احمد	لاهور	شعبان ۱۴۰۸ھ
۴۸	عزیزم احسن حمید	لاهور	شوال ۱۴۰۸ھ
۴۹	مولوی محمد نواز	لاهور	محرم ۱۴۰۹ھ
۵۰	مولوی محمد شفیع	لاهور	محرم ۱۴۰۹ھ
۵۱	مولوی دوست محمد ولد عبدالرحمٰن	ملتان	رجب ۱۴۰۹ھ
۵۲	عزیزم ضیاء اللہ صاحب	لاهور	رجب ۱۴۰۹ھ
۵۳	مولوی عبدالمنان صاحب	شیخوپوره	رجب ۱۴۰۹ھ
۵۴	عزیزم عبدالرحمٰن صاحب	لاهور	رجب ۱۴۰۹ھ
۵۵	مولوی عبدالقدوس	راولپنڈی	رجب ۱۴۰۹ھ
۵۶	مولوی منصور صاحب	جهلم	رجب ۱۴۰۹ھ

نمبر شمار	نام	شہر/ملک	اجازت کی تاریخ
۵۷	مولوی عبدالرؤف	کبیروالا	رجب ۱۴۰۹ھ
۵۸	عزیزم عطامحمد (مرحوم)	شیخوپورہ	شعبان ۱۴۰۹ھ
۵۹	عزیزم عبداللطیف قمر (مرحوم)	خانیوال	شعبان ۱۴۰۹ھ
۶۰	مولوی عبدالرحمٰن ثابت	سعودی عرب	شعبان ۱۴۰۹ھ
۶۱	عزیزم غلام نبی صاحب	لاهور	شعبان ۱۴۰۹ھ
۶۲	مولوی عبیداللہ فاروقی (مرحوم)	کوئٹہ	شعبان ۱۴۱۰ھ
۶۳	عزیزم عاشق علی صاحب	صادق آباد	رمضان ۱۴۱۰ھ
۶۴	عزیزم مفتی داؤداحمد صاحب	لاهور	ذی قعدہ ۱۴۱۰ھ
۶۵	عزیزم سید فاخرحسن شاہ	لاهور	ربیع الثانی ۱۴۱۱ھ
۶۶	مولوی دوست محمد صاحب	لاهور	ربیع الثانی ۱۴۱۱ھ
۶۷	عزیزم فلک شیر ولد محمد علی راجہ صاحب	جھنگ	ربیع الثانی ۱۴۱۱ھ
۶۸	عزیزم سیف اللہ خان لودھی	لاهور	شعبان ۱۴۱۱ھ
۶۹	عزیزم محمد نسیم صاحب	خانیوال	ذی الحجہ ۱۴۱۱ھ
۷۰	عزیزم محمد اکرم صاحب	لاهور	صفر ۱۴۱۲ھ
۷۱	عبدالحنان بن مولوی محمد فرقان	مانسهره	صفر المظفر ۱۴۱۲ھ
۷۲	عزیزم راحت اللہ صاحب	پشاور	ربیع الاوّل ۱۴۱۲ھ
۷۳	عزیزم محمد مختار صاحب	لاهور	ربیع الاوّل ۱۴۱۲ھ

نمبر شمار	نام	شہر/ملک	اجازت کی تاریخ
۷۴	عزیزم محمد خالد صاحب	لاهور	ربیع الاوّل ۱۴۱۲ھ
۷۵	محمد طاہر جاوید صاحب	لاهور	رمضان المبارک ۱۴۱۲ھ
۷۶	عزیزم عقیل صاحب	لاهور	اخیر رمضان المبارک ۱۴۱۲ھ
۷۷	مولنا محمد نوید صاحب	پشاور	جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ
۷۸	مولنا حیات حسین	پشاور	جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ
۷۹	مولنا منظور حسین بن فضل حسین صاحب	سعودی عرب	جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ
۸۰	زین العابدین ولد حسین واعظ	صوابی، صوبہ سرحد	جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ
۸۱	مظہر الٰہی شیخ (مرحوم)	لاهور	ربیع الاوّل ۱۴۱۴ھ
۸۲	محمد ارشد صاحب	لاهور	ربیع الثانی ۱۴۱۴ھ
۸۳	محمد اویس ولد حافظ مشتاق احمد صاحب	لاهور	رجب ۱۴۱۴ھ
۸۴	مولوی مطیع الرحمٰن صاحب	لاهور	رمضان ۱۴۱۴ھ
۸۵	جناب نور الٰہی صاحب	لاهور	ربیع الاوّل ۱۴۱۵ھ
۸۶	جناب محمد طارق صاحب	پشاور	ربیع الاوّل ۱۴۱۵ھ
۸۷	شمس العارفین ولد حسین واعظ صاحب	صوابی، صوبہ سرحد	ربیع الثانی ۱۴۱۵ھ
۸۸	اشفاق احمد صاحب	لاهور	ذی قعدہ ۱۴۱۵ھ
۸۹	شوکت ریاض وہرہ	لاهور	ذی قعدہ ۱۴۱۵ھ
۹۰	عبداللہ ہارون صاحب	لاهور	

نمبر شمار	نام	شہر/ملک	اجازت کی تاریخ
۹۱	نسیم احمد صاحب	لاهور	
۹۲	غریب شاہ صاحب	صوابی	
۹۳	عصمت اللہ صاحب	ڈیرہ اسماعیل خان	
۹۴	عثمان احمد صاحب	لاهور	
۹۵	مولنا محمد اکرم صاحب	لاهور	
۹۶	رانا مسعود انور صاحب	لاهور	رجب ۱۴۱۶ھ
۹۷	غلام مصطفٰی صاحب	لاهور	
۹۸	جاوید احمد صاحب	صوابی	
۹۹	مولنا مفتی عبدالباسط صاحب	کبیروالا	
۱۰۰	محمد سعید صاحب	ٹوبہ ٹیک سنگھ	
۱۰۱	محمد سجاد صاحب	پشاور	
۱۰۲	محمد توحید صاحب	پشاور	
۱۰۳	عبدالشکور صاحب	چکوال	
۱۰۴	اشرف علی ولد رائے عماد الدین خان صاحب	لاهور	
۱۰۵	نذیر احمد صاحب	لاهور	
۱۰۶	حافظ افتخار احمد صاحب	رینالہ خورد	
۱۰۷	ناصر محمود صاحب	لودھراں	

نمبر شمار	نام	شہر/ملک	اجازت کی تاریخ
۱۰۸	عبدالعزیز صاحب	کراچی	
۱۰۹	محمد شعیب صاحب	رحیم یار خان	
۱۱۰	محمد اشرف صاحب (مرحوم)	منڈی بہاؤالدین	
۱۱۱	اسرارالدین صاحب	پشاور	ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ
۱۱۲	محمد رفیع صاحب	پشاور	جمادی الاخری ۱۴۱۷ھ
۱۱۳	محمد ناصر نواز صاحب	لاهور	جمادی الاخری ۱۴۱۷ھ
۱۱۴	عبدالحبیب صاحب	لاهور	رجب ۱۴۱۷ھ
۱۱۵	نوید مصطفیٰ بٹ صاحب	لاهور	رجب ۱۴۱۷ھ
۱۱۶	محمد شمیر صاحب	لاهور	رجب ۱۴۱۷ھ
۱۱۷	غلام یٰسین صاحب (مرحوم)	خانیوال	شعبان ۱۴۱۷ھ
۱۱۸	محمد ابرار احمد صاحب	لاهور	ذی الحجہ ۱۴۱۷ھ
۱۱۹	مولوی احسن ظفر صاحب	لاهور	ذی الحجہ ۱۴۱۷ھ
۱۲۰	عبدالرحمٰن صاحب	فیصل آباد	رجب ۱۴۱۸ھ
۱۲۱	محبوب عالم صاحب	لاهور	رمضان ۱۴۱۸ھ
۱۲۲	عبدالقدوس ولد منظور حسین صاحب	چکوال	رمضان ۱۴۱۸ھ
۱۲۳	محمد ذاکر اللہ صاحب	کوهاٹ	شعبان ۱۴۱۸ھ
۱۲۴	بلال احمد صاحب	سیالکوٹ	شعبان ۱۴۱۹ھ

نمبر شمار	نام	شہر/ملک	اجازت کی تاریخ
۱۲۵	قاضی اسکندر اقبال صاحب	لاهور	صفر ۱۴۲۰ھ
۱۲۶	محمد اصغر ولد عظمت خان	مردان	صفر ۱۴۲۰ھ
۱۲۷	جمیل احمد ولد نذیر احمد آرائیں صاحب	لودهراں	صفر ۱۴۲۰ھ
۱۲۸	حامد محمود صاحب	لاهور	صفر ۱۴۲۰ھ
۱۲۹	افسر علی خان صاحب	بنوں	ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ
۱۳۰	مولوی خلیل احمد ولد مولوی وصی احمد صاحب	جهنگ	ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ
۱۳۱	رحمان گل صاحب	پشاور	رمضان ۱۴۲۰ھ
۱۳۲	ابوالحسن صاحب	لاهور	رمضان ۱۴۲۰ھ
۱۳۳	طارق محمود ولد حاجی رحمت اللہ	حافظ آباد	رمضان ۱۴۲۰ھ
۱۳۴	فرحان شہزاد ولد شہزاد محمود	گوجرانواله	محرم ۱۴۲۲ھ
۱۳۵	محمد عمران احمد ولد اللہ بخش خان	ڈیره غازی خان	محرم ۱۴۲۲ھ
۱۳۶	میاں معظم علی ولد حاجی محمد حسین دھنوتر	مظفر گڑه	ذی الحجہ ۱۴۲۳ھ
۱۳۷	ثاقب علی ولد میر حسین کیانی	راولپنڈی	ذی الحجہ ۱۴۲۳ھ
۱۳۸	جناب فصیح الدین صاحب	بنوں	ذی الحجہ ۱۴۲۵ھ
۱۳۹	خلیل الرحمٰن ولد اختر علی	فیصل آباد	شوال ۱۴۲۵ھ
۱۴۰	بدر السلام صاحب	لاهور	شوال ۱۴۲۵ھ
۱۴۱	عبدالوہاب صاحب	پشاور	شوال ۱۴۲۵ھ

نمبر شمار	نام	شہر/ملک	اجازت کی تاریخ
۱۴۲	مجیب الرحمٰن ولد غلام رسول	لاهور	شوال ۱۴۲۵ھ
۱۴۳	جناب سعید احمد صاحب	حیدرآباد	ذی قعدہ ۱۴۲۵ھ
۱۴۴	مولنا محمد طیب الیاس صاحب	لاهور	ذی الحجہ ۱۴۲۵ھ
۱۴۵	ڈاکٹر عبدالمالک صاحب	پشاور	ذی الحجہ ۱۴۲۵ھ
۱۴۶	شکیل احمد ولد سمیع الرحمٰن	صوابی، سرحد	ذی الحجہ ۱۴۲۵ھ
۱۴۷	شہزاد امتیاز صاحب	لاهور	ذی الحجہ ۱۴۲۵ھ
۱۴۸	حافظ محمد ارشاد الرحمٰن بن محمد الیاس صاحب	نارووال	محرم ۱۴۲۶ھ
۱۴۹	محمد شہباز صاحب	گوجرانواله	محرم ۱۴۲۶ھ
۱۵۰	محمد عبدالغفور صاحب	مظفر گڑھ	
۱۵۱	اسد فیاض صاحب	لاهور	
۱۵۲	فیصل خالد صاحب	کراچی	
۱۵۳	مولنا مفتی عبدالرحیم صاحب	کراچی	
۱۵۴	عبدالشکور صاحب	راولپنڈی	
۱۵۵	محمد قاسم ولد حسین واعظ	صوابی	
۱۵۶	جناب شاکر حفیظ صاحب	لاهور	
۱۵۷	جناب محمد سجاد اللہ صاحب	ملتان	
۱۵۸	جناب محمد اسد صاحب	هری پور	۵/صفر ۱۴۲۸ھ

نمبر شمار	نام	شہر/ملک	اجازت کی تاریخ
۱۵۹	جناب ذوالفقار علی صاحب	لاهور	ذی الحجہ ۱۴۲۷ھ
۱۶۰	محمد رضوان صاحب	لاهور	۱۴۲۸ھ
۱۶۱	منہاج الحق صاحب	لاهور	۲/۳/ ۱۴۲۸ھ
۱۶۲	غلام رسول ولد محمد منیر	لاهور	۴ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ
۱۶۳	محمد سعداللہ صاحب	لاهور	۴ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ
۱۶۴	محمد شفیق صاحب	نارووال	۴ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ
۱۶۵	محمد وسیم ولد منظور حسین	گجرات	۸/۵/ ۱۴۲۸ھ
۱۶۶	مبشر نوید صاحب	سیالکوٹ	۱۵/۵/ ۱۴۲۸ھ
۱۶۷	عبدالصمد صاحب	زاهدان ایران	۸/۵/ ۱۴۲۸ھ
۱۶۸	ریاض احمد صاحب	لاهور	۱۵/۵/ ۱۴۲۸ھ
۱۶۹	مجیب الرحمٰن صاحب	لاهور	۲۹/۵/ ۱۴۲۸ھ
۱۷۰	مولنا عبدالعزیز	مظفر گڑھ	۱۳/۶/ ۱۴۲۸ھ
۱۷۱	محمد خان ولد سلطان احمد	سرگودھا	۲۵/۶/ ۱۴۲۸ھ
۱۷۲	مشتاق احمد ولد خلیل الرحمٰن	گوجرانواله	رجب ۱۴۲۸ھ
۱۷۳	قاری حبیب الرحمٰن صاحب	لاهور	۱۷/۸/ ۱۴۲۸ھ
۱۷۴	محمد اسحاق صاحب	کراچی	۱۷/۸/ ۱۴۲۸ھ
۱۷۵	لیاقت علی ولد فرید اللہ صاحب	نارووال	۸ رمضان ۱۴۲۸ھ

نمبر شمار	نام	شہر/ملک	اجازت کی تاریخ
۱۷۶	محمد احمد وٹو صاحب	بہاولنگر	۱۵؍رمضان ۱۴۲۸ھ
۱۷۷	لیاقت علی بن خان ولی	لاهور	۱۵؍رمضان ۱۴۲۸ھ
۱۷۸	مبارک علی بن روشن دین	لاهور	۲۲؍رمضان ۱۴۲۸ھ
۱۷۹	ثناءاللہ بن محمد بخش صاحب	ڈیرہ غازی خان	۶؍شوال ۱۴۲۸ھ
۱۸۰	مفتی عبدالمتین ولد محمد شریف صاحب	گوجرانوالہ	۶؍شوال ۱۴۲۸ھ
۱۸۱	جناب مبشر عباس صاحب	مظفر گڑھ	۲۰شوال ۱۴۲۸ھ
۱۸۲	جناب محمد عمران صاحب	لاهور	۱۴۲۸/۱۱/۱۹ھ
۱۸۳	جناب محمد عبیداللہ صاحب	لاهور	۱۴۲۸/۱۲/۳ھ
۱۸۴	جناب صفی اللہ صاحب	پشاور	۱۴۲۸/۱۲/۱۵ھ
۱۸۵	جناب عمران احمد صاحب	لاهور	۱۴۲۸/۱۲/۱۵ھ
۱۸۶	جناب حامد حسن صاحب	لاهور	۱۴۲۸/۱۲/۱۵ھ
۱۸۷	مولنا محمد حسن صاحب	لاهور	۱۴۲۹/۲/۲۸ھ
۱۸۸	جناب محمد عاکف صاحب	لاهور	۱۴۲۹/۲/۱۸ھ
۱۸۹	ڈاکٹر ریحان آفتاب صاحب	لاهور	۱۴۲۹/۳/۱۰ھ
۱۹۰	جناب مقصود الرحمن صاحب	رحیم یار خان	۱۴۲۹/۳/۲۶

نوٹ: چند ماہ قبل تین حضرات کی خلافت حضرت صوفی صاحب مدظلہ نے خود ختم فرمادی تھی اس لیے ان کے نام درج نہیں کیے گئے۔

نیز حضرت کے خلفاء کی یہ فہرست 11 دسمبر 2009 تک کی ہے۔

تجدیدِ بیعت:

یعنی وہ حضرات جو پہلے سے کسی کامل شیخ کے خلیفہ ہیں پھر انہوں نے اپنے شیخ کی وفات کے بعد حضرت والد صاحب سے اِصلاحی تعلق قائم کیا اور سلوک کے درجات طے کرتے ہوئے حضرت سے بھی خلافت حاصل کی:

١ جناب حضرت ڈاکٹر نعیم اللہ صاحب مدظلہ۔ 239 طارق بلاک نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور۔ سابق خلیفہ حضرت عارف باللہ ڈاکٹر عبدالحیٔ عارفی صاحب نور اللہ مرقدہ۔

٢ اور حضرت ڈاکٹر حفیظ الحق صاحب مدظلہ، حال مقیم سعودیہ۔ سابق خلیفہ حضرت مولنا عبدالحکیم صاحب رحمہ اللہ، سکھروی و عارف باللہ حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب رحمہ اللہ۔

٣ حضرت حاجی عبدالستار صاحب مدظلہ، سکھر سابق خلیفہ عارف باللہ حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب و حضرت مفتی عبدالقادر صاحب رحمہما اللہ، پتہ: محفوظ میڈیکوز اناج بازار، سکھر۔

٤ حضرت مولنا ارشاد احمد صاحب، مہتمم و شیخ الحدیث دارالعلوم کبیر والا۔ سابق خلیفہ عارف باللہ حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب رحمہ اللہ۔

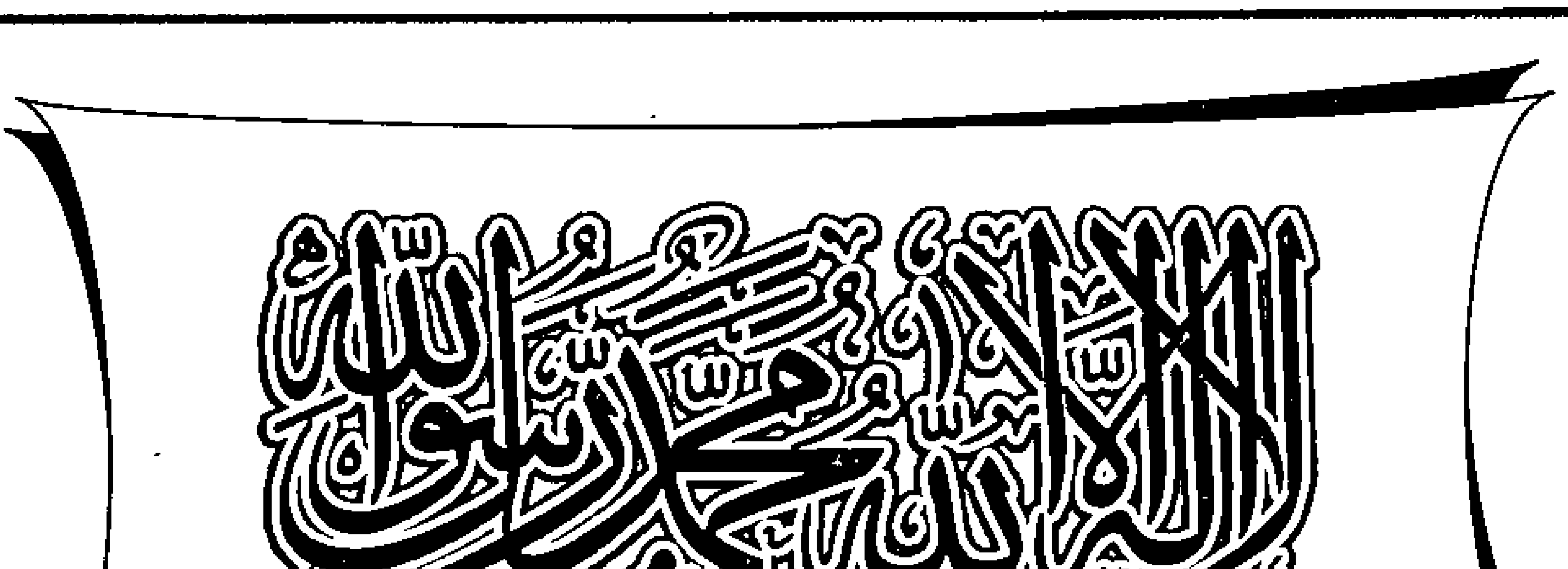

یہ 21 حضرات پہلے مجازِ صحبت تھے اب 11 دسمبر 2009ء کو حضرت نے انہیں بھی مجازِ بیعت دوبارہ بنا دیا۔

یہ خبر پریس میں کتاب چلی جانے کے بعد لگائی گئی۔

نمبر شمار	نام	شہر/ملک	اجازت کی تاریخ
۱	عبدالرحمٰن طارق	لاهور	۱۰/۵/۱۴۲۹ھ
۲	محمد حبیب اللہ صاحب	سرگودھا	۱۷/۵/۱۴۲۹ھ
۳	امین الرحمٰن صاحب	بٹگرام	۱۷/۵/۱۴۲۹ھ
۴	محمد اویس صاحب	لاهور	۱۷/۵/۱۴۲۹ھ
۵	محمد ادریس تونسوی	ڈیرہ غازی خان	۱۷/۵/۱۴۲۹ھ
۶	سمیع اللہ صاحب	گوجرانوالہ	۲۴/۵/۱۴۲۹ھ
۷	محمد مغیرہ صاحب	لاهور	۱/۶/۱۴۲۹ھ
۸	محمد طاہر ممتاز صاحب	لاهور	
۹	غلام مجتبیٰ صاحب	لاهور	
۱۰	محمد ضیاء اللہ صاحب	سرگودھا	
۱۱	محمد منصور الحق صاحب	جهلم	۷/۷/۱۴۲۹ھ
۱۲	محمد یوسف صاحب	بھکر	۷/۷/۱۴۲۹ھ
۱۳	جمشید ولد محمد رشید	شمالی وزیرستان	۷/۷/۱۴۲۹ھ
۱۴	محمد زبیر نعیم	لاهور	۷/۷/۱۴۲۹ھ
۱۵	محمد وجاہت مصطفیٰ	لاهور	۷/۷/۱۴۲۹ھ

نمبر شمار	نام	شہر/ملک	اجازت کی تاریخ
۱۶	محمد ندیم احمد	سرگودھا	۷/ ۷/ ۱۴۲۹ھ
۱۷	محمد عمران ولد محمد صدیق	ملتان	۱۴/ ۷/ ۱۴۲۹ھ
۱۸	سرفراز	سرگودھا	۱۴/ ۷/ ۱۴۲۹ھ
۱۹	عبداللہ شاہ ولد حمید اللہ شاہ	بنوں	۱۴/ ۷/ ۱۴۲۹ھ
۲۰	عبدالغفور ولد اللہ وسایا ڈیروی	راجن پور	۹/ ۱۱/ ۱۴۲۹ھ
۲۱	محمد سعید بن محمد اسماعیل	لاھور	۹/ ۱۱/ ۱۴۲۹ھ

حضرت کے اپنے مجازین 211 ہیں اور تجدید کے 4 حضرات الگ ہیں وہ ملا کر کل 215 بنتے ہیں۔

حضرت والد صاحب نے ۲۰/ذی الحجہ ۱۴۲۹ھ بمطابق 19/دسمبر 2008ء بروز جمعہ اپنی بعداز عصر والی عمومی مجلس میں اپنے تمام خلفاء ومجازین کے لیے خصوصی ہدایات جاری فرمائیں۔ یہ ارشاد فرمایا کہ جن حضرات کو میں نے اجازت دی ہوئی ہے وہ ان چار باتوں کا خاص خیال رکھیں۔

حضرت صوفی صاحب کی طرف سے خصوصی ہدایات برائے مجازین:

① حکیم الاُمّت مجدّ دالملّت حضرت مولنا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مواعظ بہت پڑھیں اوران پر عمل کریں۔ ② سفر، نیند، نسیان (بھولنا) ان تین عذروں کے سوا اگر ایک نماز بھی جان بوجھ کر چھوڑے گا اس کی خلافت بھی ختم ہو جائے گی۔

③ معاملات و معاشرات میں بھی دین کی احتیاط کرے۔ ④ عقائد وہی رکھے جو علماءِ دیوبند کے ہیں۔ جو ''المھند علی المفنّد'' میں چھپے ہوئے ہیں۔ خاص طور سے حیات النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا عقیدہ ضرور ہونا چاہیے۔ معاملات اور معاشرت میں خاص طور سے شرعی احکام کا خیال رکھے۔

حضرت والد صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ یہ چار چیزیں میں نے بتائی ہیں میرے سب مجازینِ بیعت ان چاروں کا خیال رکھیں۔ اِن سے ملنے والے حضرات بھی خیال رکھیں اگر ان کے خلاف دیکھیں تو مجھے بتائیں تا کہ میں مؤاخذہ کرسکوں۔

اصلاحی تعلق کی اہمیت ومثال

اِصلاحی تعلق کے بغیر زندگی کی مثال ایسی ہے کہ ریل گاڑی کو دھکا لگا کر لاہور سے کراچی لے جائیں۔ اوراصلاحی تعلق ہو جانے کے بعد گاڑی کو انجن لگنے جیسی مثال ہے۔ اب مرضی اپنی ہے کہ دین کی ترقی میں انجن لگانا ہے یا نہ۔ سمجھ دار وہی ہے جو لگالے اور اصلاحی تعلق قائم کرنے میں بے شمار فائدے ہیں۔ مثلاً یہ کہ بندہ ہر وقت بزرگوں کی دعاؤں میں رہتا ہے اور یہ کہ خصوصی رحمت وقربِ حق نصیب ہوتا ہے۔ نیز بندہ کا ظاہر و باطن سنور جاتا ہے۔

اصلاحِ باطن فرض ہے یعنی دل کے بُرے اَخلاق حسد، بُغض، تکبر، غیبت، دُنیا کی محبت وغیرہ کی اتنی اصلاح کرانا کہ گناہ کا درجہ ختم ہو جائے اور اچھے اَخلاق یعنی اِخلاص، اللہ کی محبت، صبر، شکر، توبہ، رضا بر قضا وغیرہ کا ضروری درجہ حاصل ہو جائے اور حاصل

رہے یہ لازمی ہے۔تب جا کر دِل منوّر رہوتا ہے لہٰذا اِصلاحِ باطن فرض ہے اور یہ فرض عموماً بندہ اکیلے ادا نہیں کر سکتا، شیخ و مُرشِد کی ضرورت ہوتی ہے۔کسی بھی اِصلاح یافتہ شخص (جنہوں نے بزرگوں سے اجازتِ بیعت حاصل کی ہو) سے بندہ اصلاح کرا سکتا ہے۔ حضرت صوفی صاحب مدظلہ سے یا جن پر ہمارے بزرگوں کا اعتماد ہے ان سے اِصلاحِ باطن کے لیے جلد ہی انتخاب کر کے اپنے باطن کی ہمیں فوری اصلاح کرانی چاہیے۔

جن حضرات نے اِصلاحی تعلق الحمدللہ قائم کر رکھا ہے انہیں چاہیے کہ اُس تعلق کو مضبوط سے مضبوط تر بنائیں اور اپنے شیخ سے بھرپور فائدہ اُٹھاتے رہیں۔اور جن حضرات کے پیرومرشد انتقال کر گئے ہوں اُنہیں چاہیے کہ اپنی بقیہ زندگی کے لیے کسی نئے بزرگ کا جلدی انتخاب کیجئے تا کہ موت تک ہم کسی نہ کسی اللہ والے کے زیرِ سایہ اور اُن کی دُعاؤں میں زندگی بسر کر سکیں۔

بعض لوگ شیخ پکڑنے میں سُستی کرتے ہیں بعض لوگ شیخ کے فوت ہونے کے بعد نئے شیخ نہیں بناتے یہ ہماری کمزوری ہے۔کوشش ہونی چاہیے کہ کوئی ایک دِن یا رات ایسی گزرنے نہ پائے جس میں ہمارا کوئی شیخ و مربی (اِصلاح یافتہ پیر) نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح سمجھ نصیب فرمائیں آمین۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْم

يَاحَيُّ يَاقَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ

حضرت صوفی صاحب کے اپنی اولاد کے ساتھ انصاف کے واقعات

الحمدللہ حضرت والد صاحب نے گذشتہ ستّر سالہ زندگی میں کبھی کسی کے ساتھ ظلم ونا انصافی قصداً نہیں کی ہر ایک کو اس کے درجہ پر رکھتے ہوئے حقیقت پر مبنی انصاف ہی فرماتے رہے۔ حضرت نے اپنے آبائی گاؤں والی اپنے حصّہ کی زمین بیچ کر سب بچوں کو برابر حصّہ دیا۔ اور شرعی حکم بھی یہی ہے کہ زندگی میں بیٹوں بیٹیوں کو برابر ہی دینا چاہیے۔ بیٹی کو آدھا اور بیٹے کو دوگنا وفات کے بعد شرعاً بطورِ وراثت دیا جاتا ہے۔

بعض لوگوں کو بعض مرتبہ یہ شبہ ہوتا ہے کہ حضرت کے بڑے بیٹے کے پاس سائیکل بھی نہیں ہے اور چھوٹے دونوں بیٹوں کے پاس گاڑیاں ہیں یہ حضرت کی تقسیم کیسی ہے؟ تو اِس کا جواب یہ ہے کہ حضرت صاحب اور اُن کی اہلیہ (بندۂ مؤلف کی والدہ) دونوں کی حیات ہی میں جائیداد فروخت کر کے برابر تقسیم کردی گئی تھی۔ اِس میں بڑے بیٹے (محمد شفیق الرحمٰن) نے اپنا ماشاءاللہ ذاتی گھر بنالیا اور دو چھوٹے بیٹوں (محمد عتیق الرحمٰن اور عبدالرحمٰن) دونوں نے اپنی اپنی ایک ایک گاڑی خرید لی تھی۔ سب نے رقم کا حصّہ اپنی اپنی مرضی سے استعمال کرلیا۔ حضرت والا نے تقسیم میں فرق نہیں فرمایا، حضرت نے ہمیشہ ہر ایک کے ساتھ انصاف کا معاملہ فرمایا ہے۔

حضرت کے انصاف کی تین مثالیں مزید لیجیے:

جہاں پر لوگ اولاد کی طرف داری کرتے ہیں انصاف کے تقاضوں کو پامال کر کے وہاں حضرت کا اپنی اولاد کے ساتھ بجائے طرف داری کے حقیقت پر مبنی انصاف کرنا بڑے دل گردے کی بات ہے۔ اب وہ دو واقعات بطور مثال لکھے جاتے ہیں:

(۱) راقم الحروف بندۂ مؤلف 1990ء میں دورۂ حدیث شریف جامعہ اشرفیہ سے کر کے فارغ ہوا ہے۔ بندہ کا دورہ کا سال تھا سہ ماہی یا شش ماہی یا سالانہ دورۂ حدیث کا کوئی امتحان تھا۔ صبح ابوداؤد کا پرچہ تھا بندہ حسبِ معمول عصر کے بعد والدین کے ساتھ

چائے پی رہا تھا، والد صاحب نے فرمایا کہ تم بڑے اطمینان کے ساتھ بیٹھے چائے پی رہے ہو صبح ابوداؤد کے پرچے کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ بندہ نے مزاحاً عرض کیا کہ کل تو گھر کا پرچہ ہے۔ کیوں کہ ابوداؤد شریف حضرت ہی کے سبق کا پرچہ تھا اور بندہ نے اپنے اندازہ سے یہ بھی کہہ دیا کہ صبح کے پرچہ میں یہ یہ سوالات ہیں۔ بات ختم ہوگئی بندہ نے جب صبح پرچہ دیکھا تو بہت مشکل بنا ہوا تھا جس میں بندہ سو فی صد نمبر نہیں لے سکتا تھا اور حضرت کی عادت کے خلاف یہ پرچہ مشکل بنا ہوا تھا۔ بندہ نے حضرت سے عرض کیا کہ آج پرچہ اتنا مشکل کیسے بنایا؟ تو حضرت نے فرمایا کہ کل میں یہ سمجھا تھا کہ سوالیہ پرچہ آؤٹ ہوگیا ہے کیوں کہ تم نے وہی سوالات بتائے تھے جو میں نے پرچہ میں لکھے تھے۔ اس لیے میں ناظم صاحب کے پاس جا کر نیا سوالیہ پرچہ دے آیا اور پُرانا کینسل کروا دیا تھا۔ بندہ نے اسی پر افسوس کا اظہار کیا خیر حضرت نے اُس سال انصاف کرتے ہوئے صرف بندہ کے پرچہ کے ساتھ نرمی نہیں کی بلکہ اس سال شریک دورۂ حدیث کے تمام طلباء کے لیے نرمی کرتے ہوئے سب کو کھلے نمبر دیئے کیوں کہ بندہ کی غلطی نہ تھی اور نہ ہی پرچہ آؤٹ ہوا تھا بلکہ بندہ نے اپنا اندازہ لگایا تھا جو اتفاق سے صحیح نکلا۔ جس کو حضرت پرچہ آؤٹ ہونا سمجھ کر سوالیہ پرچہ تبدیل کر بیٹھے تاہم حضرت کا دہرا انصاف سامنے آیا کہ پہلے پرچہ تبدیل کیا پھر سب کو اچھے نمبر دیئے، صرف بندہ کے نمبر ہی نہیں بڑھا دیئے۔

(۲) اِسی طرح بندہ کے چھوٹے بھائی عبدالرحمٰن صاحب کے ساتھ دورانِ امتحان واقعہ پیش آیا کہ عبدالرحمٰن امتحان دے رہے تھے دورانِ امتحان حضرت صاحب کی سخت نگرانی مشہور ہے دور سے بیٹھے طالب علم کو ذرا سی گڑبڑ پر پکڑ لیتے ہیں چناں چہ عبدالرحمٰن صاحب نے دورانِ پرچہ کسی ساتھی سے فٹ یا پنسل کوئی چیز مانگی دوسری طرف منہ کر کے اور حضرت یہ سمجھے کے شاید اس نے کچھ پوچھا ہے فوراً اُٹھ کے آئے بجائے طرف داری کرنے کے پرچہ لے کر عبدالرحمٰن کو باہر نکال دیا تاکہ ایسی جگہ پر بیٹا ہونے کا خیال نہ آجائے۔ چناں چہ عبدالرحمٰن صاحب کو باہر نکلنے سے پہلے برآمدے میں دوسرے ممتحنین حضرات نے پکڑ کر واقعہ کی تحقیق کر کے برآمدہ میں ہی عبدالرحمٰن صاحب کو پرچہ حل کرنے کا موقع دیا۔

(۳) اسی طرح حضرت کی سب سے پہلی اہلیہ سے جو بیٹی گونگی ہے، حضرت نے اپنی زمین سے اس کو پورا حصّہ دیا یعنی اس کا حصّہ خود علیحدہ کر کے کہیں کام میں لگایا تا کہ اس کو بھی نفع آتا رہے۔اوراس کا بہت خیال رکھتے ہیں، تاحال وہ حیات ہیں۔

حضرت صوفی صاحب کی وابستگی عددِ تین کے ساتھ بہت رہی:

۱ حضرت کے والد صاحب تین ہی بھائی بہن رہے یعنی حضرت کے دادا کی اولاد تین رہی۔

۲ حضرت خود تین حقیقی بھائی ہیں۔

۳ حضرت کی تین حقیقی ہمشیرہ نے لمبی عمریں ماشاء اللہ پائیں۔اور تاحال الحمدللہ حیات ہیں۔

۴ حضرت کے تین نکاح کافی کافی دیر رہے۔یعنی کل نکاح اگرچہ پانچ ہوئے تین نکاح مع رُخصتی کافی عرصہ رہے۔ پہلا نکاح 9 سال رہا پھر طلاق ہوگئی، دوسرا نکاح 36 سال رہا یہ راقم کی والدہ ہیں جن کا انتقال ہوگیا ہے اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْن تیسرے موجودہ نکاح کو 11 سال ہوگئے ہیں۔

۵ حضرت کے تین بیٹے (دوسرے نکاح سے: محمد شفیق الرحمٰن، محمد عتیق الرحمٰن ، عبدالرحمٰن) ہوئے۔تینوں ماشاءاللہ حیات ہیں۔

۶ حضرت کی کل تین ہی بیٹیاں ہوئیں۔

۷ حضرت کے تین شیوخ بنے یعنی آپ نے یکے بعد دیگرے تین حضرات سے اپنے اپنے باطن کی اصلاح کرائی: (۱) حضرت مولنا مفتی محمد حسن صاحب امرتسری رحمہ اللہ۔ (۲) حضرت الحاج محمد شریف صاحب رحمہ اللہ، ملتان۔ (۳) حضرت مولنا مسیح اللہ خان صاحب رحمہ اللہ، جلال آباد انڈیا۔

۸ حضرت نے تین مدارس میں پڑھایا: (۱) خیرالمدارس، ملتان (۲) دارالعلوم،

کبیر والا ③ جامعہ اشرفیہ، لاہور۔

⑨ حضرت یوں تو ہر فن مولیٰ تھے اور ہیں۔ ہر قسم کی کُتب پڑھائیں مگر آپ کو زیادہ مناسبت (کُتبِ فنون میں) اِن تین علوم سے ہے: ① حدیث ② اُصولِ فقہ ③ علمِ معانی۔

⑩ آپ کی ولادت میں بھی 3 کا عدد آیا ہے (1933)۔

⑪ بندہ کی یادداشت کے مطابق تین مرتبہ امامت میں غلطی ہو جانے کی وجہ سے نماز دہرانے کا اعلان فرمایا

⑫ انڈیا کے تین سفروں میں حضرت نے حضرت مسیح الاُمّت سے فیض حاصل کیا (چوتھے سفر میں صرف زیارت ہو سکی)۔

⑬ تین بار حضرت اپنی (ستّر سالہ گزشتہ) زندگی میں سخت بیمار ہوئے۔

⑭ تین مرتبہ حضرت کو بہت ہی سخت صدمہ پہنچا: ① حضرت کی اہلیہ یعنی راقم کی والدہ کی وفات پر ② حضرت کے داماد کے ایکسیڈنٹ میں شہید ہونے پر ③ راقم الحروف بندۂ مؤلف کے (تین دن کے) بیٹے کی وفات پر۔

اللہ تعالیٰ حضرت کو اور ان کی اولادوں کو ہر طرح کے صدمات اور پریشانیوں سے محفوظ رکھے۔ آمین

⑮ تین ملک آپ نے دیکھے: ① انڈیا ② پاکستان ③ سعودی عرب۔

⑯ تین مرتبہ آپ نے افتاء (فتویٰ کا کام سیکھنے) کے لیے وقت لگایا۔ ایک مرتبہ خیر المدارس، ملتان میں دو مرتبہ دار العلوم، کراچی میں۔

⑰ تین لوگوں کو آپ اطلاع کرنے کو کہتے جب آپ کسی کو خلافت دیتے۔

⑱ تین طلاقیں اکٹھی دینے سے ہر ایک کو (جس کا معاملہ ہو) سختی سے روکتے رہے ہیں۔

⑲ تینوں بیٹوں کی شادیوں میں سادگی اختیار کی اور تینوں بہوؤں کے ساتھ یکساں شفقت کا معاملہ رکھا۔ (راقم کی اہلیہ کو راقم کے والدین کی خدمت کی سعادت بھی ملی ہے)

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ۔

⑳ تین وجوہات کی بناء پر (راقم بندہ کے خیال میں) حضرت صوفی صاحب نے

اتنا اُونچا مقام پایا: ۱ سادگی ۲ حُسنِ ظن، کہ ہر ایک کے ساتھ اچھا گمان رکھتے ہیں۔ ۳ تواضع وعاجزی آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔

۲۱ تین ملکوں میں حضرت کے خلفاء ومریدین پائے جاتے ہیں (پاکستان کے علاوہ): ۱ سعودیہ ۲ ایران ۳ بنگلہ دیش۔

۲۲ آپ نے کل تین عمرے ادا فرمائے۔ (اپنے ایک ہی حج کے سفر میں)۔

۲۳ تین طریقے آپ دینی تعلیم حاصل کرنے کے بتاتے ہیں (تفصیل آگے ہے)۔

۲۴ حضرت والد صاحب فرماتے ہیں کہ تکبر تین قسم پر ہے: ۱ دل میں اپنے آپ کو بڑا سمجھنا، اس کو "تَـکَبُّـر" کہتے ہیں۔ ۲ چال میں اپنے آپ کو بڑا سمجھنا، اس کو "مُخْتَال" کہتے ہیں۔ ۳ زبان سے اپنے آپ کو بڑا کہنا، اس کو "فَخُوْر" کہتے ہیں۔

۲۵ حضرت والد صاحب فرماتے ہیں کہ (پارہ ۲۱ کا شروع) ﴿اُتْـلُ مَـا اُوْحِـیَ اِلَخ﴾ اس آیت میں اسلاف کی تین عبادتوں کا ذکر ہے یعنی تین چیزوں کا ذکر ہے جنہیں اَسلاف نے بہت کیا: ۱ تلاوتِ کلام پاک۔ ۲ نفل نمازیں۔ ۳ ذکر اللہ۔

۲۶ حضرت والد صاحب فرماتے ہیں کہ ہم پر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تین حق ہیں: ۱ اطاعت (بات ماننا)۔ ۲ محبت (خوب عقلی و دلی لگاؤ رکھنا)۔ ۳ تعظیم (آپ کو بڑا سمجھنا)۔

۲۷ حضرت والد صاحب فرماتے ہیں کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے تین درجے: ۱ لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللّٰهُ ...... اس کو "توحیدِ اعتقادی" کہتے ہیں۔ ۲ لَا مَقْصُوْدَ اِلَّا اللّٰهُ ...... دنیا وغیرہ کچھ مقصود نہیں، مقصود صرف اللہ ہے (یعنی اس کی رضا)۔ ۳ لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰهُ ...... یعنی کامل وجود صرف اللہ کا ہے، اس کو "توحیدِ کشفی" کہتے ہیں۔

حضرت صوفی صاحب مدظلہ کے معمولات تین قسم کے ہیں:

(۱) بچپن سے 1973ء تک:

سات سال کی عمر سے ماشاء اللہ نماز پڑھ رہے ہیں۔ پھر دورانِ میٹرک حکیم الاُمّت حضرت مولٰنا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے مواعظ پڑھنے شروع کر دیئے تھے (جو اس وقت سے تاحال الحمدللہ پڑھ رہے ہیں) پھر دینی تعلیم حاصل کی اور اِصلاحِ باطن کی طرف توجّہ دی۔

پھر ماشاء اللہ عالم باعمل بن کر ایک سال تکمیل کا لگایا۔ باقی ماندہ کُتب شمسِ بازغہ، صدرا، حمداللہ، قاضی مبارک، توضیح تلویح وغیرہ کُتب پڑھیں۔ پھر فوراً ہی پڑھانا شروع کر دیا، پڑھانے کے دوران ایسا جذبہ وشوق ہوتا تھا کہ عصر کے بعد بھی جمعہ کے دِن بھی اوقات میں طلبہ پڑھنا چاہتے تو پڑھاتے رہتے تھے۔ حتیٰ کہ چھٹیوں کو بھی کبھی پڑھانے میں خرچ کرتے اور کبھی اپنے شیخ صاحب کے پاس اپنی اِصلاح کی غرض سے چلے جاتے۔ تہجد کی نماز الحمدللہ میٹرک سے ہی شروع کر دی تھی۔

(۲) آپ 1973ء سے 1997ء تک:

تہجد کی نماز کے بعد فجر کی امامت، پھر مطالعہ، ناشتہ، پھر فنون کے مختلف اسباق پڑھاتے، پھر دوپہر کو قیلولہ (آرام) کر کے نمازِ ظہر پڑھا کر کبھی سبق ہوتا تو پڑھاتے ورنہ اپنے کام خطوں کے جوابات، مواعظ پڑھنا، مطالعہ وغیرہ کرنا ترتیب میں رہا۔ پھر بعد از عصر کوئی مرید آتے ہوتے تو صرف اس دن دس منٹ مجلس ہوتی تھی جس میں کوئی شریک ہونا چاہتا تو ہو جایا کرتا تھا۔ غالباً 1991ء کے بعد سے دس منٹ کی مجلس روزانہ شروع ہوگئی۔ بحمداللہ تاحال جاری ہے۔

پھر سب گھر والوں کے ساتھ بعد از عصر تا مغرب چائے پیتے، ہنسی مذاق ہوتا، خوش طبعی کی باتیں ہوا کرتی تھیں۔ بعد از مغرب پھر اپنے عام معمولات روزانہ تلاوتِ

قرآنِ کریم وغیرہ کا رہا۔ پھر بعد از نمازِ عشاء فوراً کھانا کھاتے سب گھر والے مل کر اور نیچے چٹائی وغیرہ بچھا کر۔ کچھ عرصہ سیر (چہل قدمی) جامعہ اشرفیہ کے آس پاس کبھی جامعہ کے اندر ہی کیا کرتے۔ پھر کچھ تالیفات کا کام شروع ہوا۔

۳ 1997ء سے 2010ء تک کے معمولات:

مؤلف کی والدہ کا جب انتقال ہو گیا حضرت کے معمولات پیرانہ سالی اور گھٹنہ کی درد کی وجہ سے بدل گئے۔ 1998ء میں جب حضرت کی موجودہ شادی ہوئی، گھٹنہ کی درد بڑھ گئی۔ عصر کے بعد کے معمولات بھی ختم ہو گئے اور روزانہ عصر کے بعد مجلس ہونے لگی اور الحمدللہ آج تک ہو رہی ہے۔

آج کل کے معمولات تہجد بعدہ مطالعہ بعدہ نمازِ فجر بعدہ بخاری شریف جلد اوّل کا سبق بعدہ مطالعہ و آرام پھر دوسرا سبق ابوداؤد شریف کا پھر کھانا اور نماز ظہر گھر پر پھر قیلولہ پھر نمازِ عصر کی تیاری بعد از فوراً نمازِ عصر مسجد ہی میں مجلس دس منٹ، ایک ملفوظ پڑھ کر تشریح، پھر حضرت کے معالج گھر پر میڈیکل چیک اپ کرتے ہیں، پھر تلاوت پھر نماز مغرب گھر پر، پھر تلاوت، پھر نمازِ عشاء گھر پر، پھر کھانا، پھر فوراً سونا۔

نیز بیرون سے آئے ہوئے سالکین کے لیے خاص وقت جمعہ کے روز بعد از عصر تا مغرب اِصلاحی مجلس اور گفتگو۔

اللہ تعالیٰ حضرت کا سایہ باصحت وعافیت تا دیر ہم پر قائم و دائم رکھیں۔ آمین

انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں، سے متعلق حضرت صوفی صاحب کا اپنا تحریر کردہ مؤقف

انبیا علیہم السلام کے دنیوی ابدان کے ساتھ رُوح کا اتنا زیادہ تعلق ہے کہ درود شریف سُنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں جو دور سے پڑھے وہ ان کو پہنچایا جاتا ہے۔ اور وہ قبروں میں نماز بھی پڑھتے ہیں۔ یہی علماء دیوبند کا عقیدہ ہے۔ اس کے خلاف گمراہی ہے۔ اور مماتیوں کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔

محمد سرور

عام آدمی جس نے تجوید سے قرآن نہ پڑھا ہو وہ صرف سورۂ فاتحہ میں 50 غلطیاں کرتا ہے۔

(حضرت صوفی صاحب کا اپنا تحریر کردہ مضمون) اَعُوْذُ بِاللّٰہِ اور بِسْمِ اللّٰہِ میں پائی جانے والی غلطیاں ملالیں تو کل 61 غلطیاں بنتی ہیں۔ ان میں سے 38 مکروہِ تحریمی ہیں اور 23 مکروہِ تنزیہی ہیں۔

صرف سورۂ فاتحہ پڑھنے میں اس قدر غلطیاں؟

﴿اَعُوْذُ بِاللّٰہِ﴾ ہمزہ نرم کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔ ع ادا نہ کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔ ذُ کا پیش مجہول پڑھنا مکروہِ تنزیہی ہے۔ بِاللّٰہِ کی ھا ادا نہ کرنا مکروہِ تنزیہی ہے۔ ھا کی زیر مجہول پڑھنا مکروہِ تنزیہی ہے۔ ﴿شیطٰن﴾ میں شئی مجہول پڑھنا مکروہِ تنزیہی ہے۔ طنہ پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے۔ ﴿اَلرَّجیم﴾ کی راپر نہ کرنا م مکروہِ تنزیہی ہے۔ ﴿بِسْمِ اللّٰہِ﴾ کی سین غلط پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے۔ اللّٰہ کی ھا ٹھیک نہ پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے۔ ﴿اَلرَّحْمٰنِ﴾ ن کی راء پُر نہ کرنا مکروہِ تنزیہی ہے۔ ح ادا نہ کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔ ﴿الرَّحِیْم﴾ کی راء پُر نہ کرنا مکروہِ تنزیہی ہے۔ ح ادا نہ کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔ ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ﴾ ہمزہ نرم کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔ ل میں حرکت کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔ ح ادا نہ کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔ ذُ کی پیش مجہول پڑھنا مکروہِ تنزیہی ہے۔ ہ ادا نہ کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔ ہ کی زیر مجہول پڑھنا مکروہِ تنزیہی ہے۔ رب کی راء پُر نہ کرنا مکروہِ تنزیہی ہے۔ ﴿اَلْعَالَمِیْنَ﴾ کے پہلے لام میں قلقلہ کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔ ع ادا نہ کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔ ﴿اَلرَّحِیْم﴾ کی راء پُر نہ کرنا مکروہِ تنزیہی ہے۔ ح ادا نہ کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔ ﴿مَالِکِ﴾ کے کاف پر زیر مجہول پڑھنا مکروہِ تنزیہی ہے۔ ﴿یَوم﴾ کے یَو کو مجہول پڑھنا مکروہِ تنزیہی ہے۔ ﴿اِیَّاکَ﴾ کے ہمزہ کو نرم پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے۔

﴿نَعۡبُدُ﴾ کی ع نہ ادا کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔ ب کی پیش مجہول پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے۔ دُ کی پیش مجہول پڑھنا مکروہِ تنزیہی ہے۔ ﴿وَاِیَّا کَ﴾ ھمزہ نرم پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ ﴿نَسۡتَعِیۡنُ﴾ کاسین ادانہ کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔ ﴿نَسۡتَعِیۡنُ﴾ کی ع ادانہ کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔ ﴿اِھۡدِنَا﴾ کاھمزہ نرم کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔ ھمزہ کی زیر مجہول پڑھنا مکروہِ تنزیہی ہے۔ ھا ادانہ کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔ دال کی زیر مجہول پڑھنا مکروہِ تنزیہی ہے۔ ﴿اَلصِّرَاطَ﴾ کاصاد ادانہ کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔ را پُر نہ کرنا مکروہِ تنزیہی ہے۔ طا ادانہ کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔ ﴿اَلۡمُسۡتَقِیۡمَ﴾ کاسین ادانہ کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔ ق پُر نہ کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔ ﴿صِرَاطَ﴾ کا ص ادانہ کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔ را پُر نہ کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ طا ادانہ کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔ ﴿اَنۡعَمۡتَ﴾ کاھمزہ سخت نہ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ ن میں قلقلہ کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔ ع ادانہ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ ﴿عَلَیۡھِمۡ﴾ کی ع ادانہ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ لَیۡ کو مجہول پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے۔ ھا ادانہ کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔ ﴿غیر﴾ کی غ پُر نہ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ غیۡ کو مجہول پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے۔ ﴿اَلۡمَغۡضُوۡبِ﴾ کی غ پُر نہ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ ض ادانہ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ ب کی زیر مجہول پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے۔ ﴿عَلَیۡھِمۡ﴾ کی ع ادانہ کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔ لیۡ کو مجہول پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے۔ ھا ادانہ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ ﴿وَلَاالضَّآلِّیۡنَ﴾ کاضاد ادانہ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

محمد سرور

جناب قارئین کرام:

توجّہ فرمایئے! کہ یہ غلطیاں صرف سورۂ فاتحہ میں عام آدمی کرتا ہے، جب کہ دوسری سورتوں کی غلطیاں ساتھ ملالیں تو سینکڑوں غلطیاں بن جاتی ہیں۔ اس لیے ہمیں فوری طور پر تجوید سے قرآن پاک کو حرف بہ حرف درست پڑھنا، سیکھنا چاہیے۔ اور اپنی اولاد کے حروف بھی دُرست کرانے چاہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دیں۔ آمین ثمّ آمین

تبلیغ اور تبلیغی جماعت کے بارے میں حضرت صوفی صاحب کا مؤقف

حضرت والدمحترم جہاں دینی کاموں میں نہ صرف شوق بلکہ بڑھ چڑھ کر حصّہ لیتے ہیں وہاں پر تبلیغ کے کام کو بھی اچھا اور اہم جانتے ہیں۔ چوں کہ حضرت کی زیادہ تر مصروفیات تدریسی وخانقاہی سلسلہ سے وابستہ ہیں اس لیے بعض لوگوں کو یہ شُبہ ہوا کہ شاید حضرت تبلیغی جماعت میں جانے سے روکتے ہیں۔

ضروری وضاحت:

اس سلسلہ میں راقم الحروف ایک ضروری وضاحت کرنا چاہتا ہے کہ حضرت والد صاحب نہ تبلیغ کے خلاف ہیں اور نہ ہی تبلیغی جماعت کے خلاف ہیں بلکہ تبلیغی جماعت کو نہ صرف اچھا جانتے ہیں بلکہ مختلف اوقات میں مختلف الفاظ میں تبلیغی جماعت کی خدمات کو سراہتے رہتے ہیں۔ البتہ جو شخص خانقاہی سلسلے میں نیا نیا جڑتا ہے اسے دین پر قائم رکھنے کے لیے اور اس کو مضبوط کرنے کے لیے بسا اوقات یہ مشورہ دینا پڑتا ہے کہ فی الحال تم جم کر اپنا کام کرو۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح جماعت میں بزرگوں کے مشورہ سے کسی شخص کے لیے کسی مصلحت کے تحت چلہ یا چار ماہ سے روکا جائے۔

اس بات میں حضرت والد صاحب کی جماعت کے ساتھ کوئی مخالفت نہیں۔ کیوں کہ دو طرف کام کرنا ہر ایک کے بس میں نہیں ہوتا۔ حضرت سالانہ اجتماع سے اپنے کسی مرید کو نہیں روکتے۔ اسی طرح محلّہ میں آئی ہوئی جماعت کی نُصرت کرنے سے نہیں روکتے۔ بلکہ حضرت کے مدرسہ (جامعہ عبداللہ بن عمر) میں جب کبھی جماعت والے ساتھی آتے ہیں حضرت کی طرف سے خصوصی ہدایات ہیں کہ ان کی نصرت کی جائے اور مدرسہ کے گیس، پانی، بجلی، برتن وغیرہ بھرپور استعمال کرنے کی اجازت دی جائے۔

الحمدللہ 15 سال کے عرصہ میں جامعہ عبداللہ بن عمر میں بیسوں مرتبہ جماعت والے آئے ہیں اور آتے ہیں اور حضرت کی ہدایات کے مطابق ان کی نُصرت کی جاتی

ہے۔اور حضرت کے مدرسہ میں ہر ہفتہ ایک دِن گشت ہوتا ہے تعلیمی دنوں میں..... اکثر، روزانہ فضائلِ اعمال پڑھی جاتی ہے اور مشورہ وغیرہ اور جماعت کی ترتیب، شبِ جمعہ وغیرہ سب اعمال ہوتے ہیں۔

حضرت کے مؤقف کا خلاصہ یہ نکلا کہ جیسے ایک وقت میں دو شیخ (پیر) نہیں پکڑے جاتے اسی طرح ایک وقت میں پوری توجّہ سے دونوں (خانقاہ اور جماعت) کی طرف توجّہ دینا مشکل ہوتا ہے۔اس لیے بعض مرتبہ ایک طرف لگنے کا بعض حضرات کو مشورہ دیتے ہیں اور کسی کی مخالفت نہیں فرماتے اور تبلیغی جماعت کے دیوبندی واہلِ حق میں سے ہونے پر بہت خوشی کا اظہار فرماتے رہتے ہیں۔

ایک مرتبہ رائے ونڈ والے حضرت مولٰنا احسان صاحب مدظلہ سے فرمایا کہ آپ بہت اچھا کام کر رہے ہیں اور آپ لوگ تو ولی گر ہیں۔یعنی جو جماعت کے ساتھ صحیح طور پر شمولیت اختیار کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ولی بھی بنا دیتے ہیں۔اور یہ یقیناً حضرت مولٰنا الیاس صاحب رحمہ اللہ کے اِخلاص کی برکات ہیں۔اور میری دُعائیں آپ حضرات کے ساتھ ہیں۔اللہ تعالیٰ آپ کی خاص حفاظت فرمائیں،نظرِ بد سے بچائیں اور ترقی عطا فرمائیں۔آمین ثم آمین

تصدیق شدہ از حضرت والد صاحب
بحوالہ مولٰنا عبد الرحمٰن بن حضرت صوفی صاحب

تبلیغی جماعت سے متعلق حضرت کا مؤقف

حضرت کے الفاظ میں

احقر (حضرت صوفی صاحب) کی رائے تبلیغی جماعت کے بارے میں یہ ہے کہ وہ ہمارے ہی بزرگوں کی جماعت ہے۔اس میں جتنی شرکت کی جائے اچھا ہے لیکن جو اس میں شریک ہوتا ہے وہ اس کے لیے پیر کا درجہ رکھتی ہے۔اور یہ اُصول ہے کہ ایک وقت میں دو پیر نہیں ہوتے اس لیے جو میرے مرید ہیں وہ مجھ سے اجازت لے کر شرکت کرتے رہتے ہیں۔میں تبلیغی جماعت میں شریک ہونے سے روکتا نہیں۔البتہ کمزور دل مرید جو دو طرفہ تعلق

برداشت نہیں کرسکتے انہیں ایک طرف لگنے کا مشورہ دیتا ہوں۔اس لیے میرے بارے میں جو یہ کہا جاتا ہے کہ یہ تبلیغی جماعت کے خلاف ہے یہ پروپیگنڈہ ہے۔

نیز اپنے علاقہ میں جماعت آنے کی صورت میں حتی الامکان ان کی نصرت کی جائے کی تلقین کرتا ہوں۔اور سالانہ اجتماع میں شرکت کے لیے تو کسی کمزور دِل مرید کو بھی نہیں روکتا۔

محمد سرور عفی عنہ

حضرت صوفی صاحب کا مثالی صبر

اللہ تعالیٰ جلّ شانہ نے جہاں والد صاحب کو بہت ساری خصوصی نعمتوں سے مالا مال فرمایا وہاں پر ضرورت پڑنے پر صبر بھی مثالی عطا فرمایا ہے۔چناں چہ آپ کے خاندان میں بھائی بہنوں میں بھی مثالی صبر دیکھا گیا ہے اور آپ اپنے خاندان میں عالمِ دین اور باعمل اور رُوحانی شخصیت بھی ہیں۔لوگوں کی بے صبری کی اصلاح اور صبر کی تلقین کرنے والے ہیں تو خود کتنے صابر ہوں گے اس کی بیسوں مثالیں ہیں:

۱ حضرت والد صاحب کے مثانہ میں پتھری کا آپریشن تھا جمعرات کو آپریشن ہوا اور جمعہ کے دِن ڈاکٹر صاحب سے چھٹی لے کر مسجد میں جا کر جمعہ پڑھ کر آئے تھے۔

۲ آپ کے دو بیٹے (پہلی اہلیہ سے طیّب اور طاہر) آگے، پیچھے فوت ہوئے آپ نے ایک غیر شرعی جملہ بھی منہ سے نہیں نکالا۔

۳ آپ کی زندگی میں مختلف واقعات رونما ہوئے۔راقم الحروف کی والدہ سے پہلے جو حضرت کی اہلیہ تھیں اس وقت اللہ کی طرف سے آپ پر کچھ آزمائش بھی آئی اور آپ اللہ کے فضل وکرم سے ثابت قدم رہے۔

۴ اللہ کے فیصلہ پر راضی رہنا ”رضا بر قضا“ کہلاتا ہے اور حضرت کو یہ صفت اعلیٰ درجہ کی الحمدللہ میسر ہے۔خواہ کیسا ہی ناخوش گوار واقعہ پیش آیا ہو حضرت الحمدللہ ہمیشہ صابر اور ثابت قدم رہے کبھی کسی نے کچھ کہہ دیا تو صبر فرمالیا۔کسی نے آنے کا کہا اور وقت پر نہ آیا تو انتظار کا صبر کیا۔

۵ اپنی کسی اہلیہ یا بچوں کو ڈاکٹر پر لے گئے تو باری کے انتظار کا صبر کیا۔اس موقع پر

لوگ اپنی شہرت، عہدہ، افسری بتلا کر ڈاکٹر کو جلدی دکھانا چاہتے ہیں۔ ایسے موقعہ پر ایسی اہم شخصیت کا باری کا انتظار کرنا مثالی صبر ہوتا ہے جب کہ ڈاکٹر صاحب سے وقت نہ لیا ہوا ہو۔

٦ راقم الحروف کی والدہ کے انتقال پر راقم الحروف کے آنسو بند نہیں ہوتے تھے اور حضرت کے آنسو شروع نہیں ہوتے تھے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضرت کو افسوس نہیں تھا بلکہ حضرت نے خود فرمایا تھا کہ کسی کو کیا خبر کہ مجھے کتنا غم ہے۔ بچوں کے سامنے نہیں روتا بلکہ ہنستا رہتا ہوں۔ یہ صبر ہی کی بدولت تھا۔

٧ راقم الحروف کے بیٹے کے انتقال پر حضرت کا رونا باآواز غیر اختیاری دیکھنے میں آیا مگر صبر کرتے رہے اور تلقین کرتے رہے۔

حضرت صوفی صاحب کا مدرسہ (جامعہ عبداللہ بن عمر)

1993ء میں راقم الحروف نے مدرسہ کھولنے کی حضرت سے بات کی کہ مکمل طور پر شرعی تقاضوں کو پورے کرتے ہوئے دین کا کام مدرسہ کھول کر کیا جائے۔ چناں چہ اس سلسلہ میں راقم الحروف کے بہنوئی مولنا محمد قاسم صاحب جو حضرت کے شاگرد و خلیفہ بھی ہیں نے اس سلسلہ میں مشاورت کی تائید فرمائی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے زمین کا بندوبست فرمایا اور 1994ء میں زمین خریدی گئی۔ 1995ء میں حضرت والد صاحب نے اِخلاص کے ساتھ الحمدللہ اس ادارہ کا باقاعدہ آغاز فرمایا اور مدرسہ و مسجد کی بنیاد رکھی اور اِخلاص سے متعلق مختصر بیان کیا اور ہدایات جاری فرمائیں۔ اس وقت سے لے کر 2010ء تک ہر مہینے حضرت والد صاحب سے اجتماعی مشورہ اور ہفتہ وار مشورہ ہوتا رہتا ہے۔ اس مدرسہ کی طرف الحمدللہ حضرت کی پوری توجّہ رہتی ہے اور مکمل سرپرستی فرماتے ہیں اور آپ ہی کی مشاورت سے ادارہ چل رہا ہے۔ مدرسہ کی زمین خریدنے سے پہلے ہم دونوں باپ بیٹا میں یہی جذبہ و شوق تھا کہ دین کے ہر شعبہ میں بالکل ٹھیک طریقہ سے کام کیا جائے۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ جلّ شانہ نے یہ جگہ عطا فرمائی اور اس ادارہ (جامعہ عبداللہ بن عمر) کو بہت سی خصوصیات سے نوازا:

(۱) حضرت صوفی صاحب جیسی شخصیت اس ادارہ کے نہ صرف سرپرست بلکہ باضابطہ طور پر صدر ہیں۔ (۲) حضرت جیسی کامل شخصیت کا کامل اِخلاص اس ادارہ کے ہر شعبے کو الحمدللہ تاحال شامل ہے۔

(۳) اس مدرسہ کے مالی معاملات حضرت اور راقم الحروف کے سپرد ہیں جس میں اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے چودہ پندرہ سال میں الحمدللہ ایک روپیہ بلکہ ایک پیسے کی بھی جان بوجھ کر کبھی خیانت نہ کی۔ یہ سب حضرت کی دُعائیں، برکتیں اور خصوصیتیں ہیں۔

حضرت نے ایک جگہ وصیّت میں لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ میرے مرنے کے بعد جو حضرات جامعہ عبداللہ بن عمر کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے چندہ دیتے تھے وہ جاری رکھیں

(۴) آپ کے مدرسہ (جامعہ عبداللہ بن عمر) میں تعلیم کے ساتھ ساتھ ماشاءاللہ تربیت کا بھی اچھا خاصہ لحاظ رکھا جاتا ہے جو طلباء (اس مدرسے میں موجود) تمام درجے پڑھ لیں وہ ماشاءاللہ سلجھے ہوئے سمجھ دار ذی استعداد طلباء میں شمار ہوتے ہیں۔ یہ سب والد صاحب کی دعائیں و برکتیں ہیں۔

(۵) اس مدرسے کے تمام طلباء، اساتذہ و عملہ ماشاءاللہ تکبیرِ اُولیٰ کی پابندی کا لحاظ رکھتے ہیں۔ یہ پابندی ظاہری اور باطنی تربیت کے لیے مرکزی حیثیت رکھتی ہے۔

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ.

سب اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم ہے کسی بندہ کا کوئی کمال نہیں۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ادارہ کو دِن دوگنی رات چوگنی ترقیوں سے نوازے اور اس ادارہ کی تعلیم، تربیت کے نظام کو تا قیامت باقی رکھیں اور پورا عملہ، اساتذہ کرام اور تمام طلباء دین کی مکمل رعایت کرتے ہوئے ہمیشہ اِخلاص سے کام کرتے رہیں۔ یوں اِس اِدارہ کا پڑھا ہوا طالب علم دین دار بھی باطنی و رُوحانی تربیت کا حامل بھی ہو اور دین کے تمام شعبوں خصوصاً رہن سہن، لین دین شریعت کے مطابق ہوں۔

آمین ثُمّ آمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمّد و آلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین.

حضرت صوفی صاحب کا جاری کردہ رسالہ

قارئین کرام کا ماشاء اللہ پسندیدہ رسالہ ماہ نامہ ''علم وعمل'' لاہور:

حضرت نے اپنی صاف ستھری زندگی میں جہاں سینکڑوں نیک کام کئے مَاشَاءَ اللّٰـهُ لَاقُوَّةَ اِلَّابِاللّٰهِ وہاں آپ نے دین کی تبلیغ کے لیے ایک پُرخلوص اقدام کرتے ہوئے نہ صرف اس دینی رسالہ نکالنے کی اجازت دی بلکہ اس عظیم تبلیغی مشن کو جاری وساری کرنے کے لیے اپنے ہاتھ سے خود قلم اُٹھا کر اس دینی رسالہ کو بڑے اِخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جاری فرمایا۔ ہر ماہ اس رسالہ کے لیے ماشاء اللہ اپنے ہاتھ سے ایک صفحہ کا مضمون ''علمِ حدیث'' کے عنوان سے باوجود پیرانہ سالی کے لکھ کر دیتے ہیں۔

ماہ نامہ ''علم وعمل'' لاہور کی خصوصیات:

۱ اس دینی رسالہ کو حضرت کی سرپرستی ومضمون نگاری حاصل ہے۔ الحمدللّٰہ۔

۲ عوام الناس کی خواہشوں کے مطابق مختصر مضامین، مشکل الفاظ سے خالی، عام فہم اور ضروریات کے مطابق ہوتے ہیں۔

۳ خواتین اور بچوں کے لیے خصوصی مضامین بھی ہر شمارے میں بحمدہ تعالیٰ شائع کئے جاتے ہیں۔

۴ ماشاء اللہ اس رسالہ کو کچھ بشارتیں بھی حاصل ہیں مثلاً ایک نیک شخص کو خواب میں رسالہ سے متعلق جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ وسلم نے فرمایا تھا کہ علم وعمل (رسالوں میں) کا پہلا نمبر ہے۔ اللّٰھم لک الحمد ولک الشکر۔

۵ اس رسالہ پڑھنے سے علمی ترقی کے ساتھ ساتھ گھر بیٹھے عملی شوق ماشاء اللہ نمودار ہوتا ہے۔

۶ رسالہ میں کوئی سیاسی، اختلافی مضامین نہیں ہوتے بلکہ خالص دینی وقت کی ضرورت کے مطابق ہی مضامین ہوتے ہیں۔

۷ رسالہ کے تمام مضامین ماشاء اللہ باحوالہ اور پُرمغز ہوتے ہیں۔

8 اس دینی رسالہ کو تمام مکتبۂ فکر کے لوگ بڑی دلچسپی سے پڑھتے ہیں۔اور اہلِ سنت والجماعت دیوبند کا تو یہ ترجمان ہے ہی یعنی دیوبندی علماء، عوام، دینی و دنیاوی طلباء بڑے شوق سے پڑھتے ہیں۔

9 اس دینی رسالہ میں کام کی باتوں کے ساتھ ساتھ قرآن وحدیث اور اکابرین کے ارشادات اور دعاؤں کے مضامین یہ سب خاص طور پر رسالہ میں لکھے جاتے ہیں۔

10 ایک شخص کو خواب میں جنابِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ وسلم نے فرمایا کہ رسالہ ''علم وعمل'' پڑھا کرو۔

11 اس رسالہ میں ماشاء اللہ مختلف عنوان سے مختلف ایڈیشن نکالے گئے: مثلاً ڈاکٹر ایڈیشن نکالا گیا جس میں بعض نام نہاد ڈاکٹرز اور مال پسند ڈاکٹرز نیز دین داری اور ڈاکٹری کیسے جمع ہوں؟ پھر خدمتِ خلق کا جذبہ عملی وغیرہ عنوانات نکالا اس کے بعد ''علم اور علماء'' ایڈیشن بھی نکلا ماشاء اللہ یہ تمام ایڈیشن بہت پسند کیے گئے۔

آپ کی زندگی کے مختلف شعبہ جات وکارگردگیاں

① حضرت نے اپنی زندگی کے صحت والے زمانے میں ماشاء اللہ 30 سال سے زائد اِمامت کروائی۔

② اسی طرح آپ نے از خود محنت کر کے اللہ کے فضل وکرم سے اٹھارہ سال میں تھوڑا تھوڑا کر کے قرآن پاک مکمل حفظ کیا تھا۔اس کے بعد تقریباً 30 سال سے زائد عرصہ نمازِ تراویح میں بھی سُنایا، اور کئی مرتبہ نفلوں میں سُنایا۔

③ آپ نے شعبۂ قرأت میں الحمد للہ دس قرأتیں پڑھی ہیں۔اس لیے آپ اصلی حقیقی قاری ہیں۔

④ آپ نے حضرت مولنا مفتیِ اعظم پاکستان محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ سے فتویٰ کا کام سیکھا اس لیے آپ ''مفتی'' بھی ہیں۔

⑤ الحمد للہ آپ نے حج بھی کیا اس لیے آپ ''حاجی'' بھی ہیں۔

⑥ تین بڑے بزرگوں سے اپنی اصلاح کروائی اور خلافت پائی، اور الحمد للہ اُن

بزرگوں کے فیض کی بدولت حضرت حکیم الامّت رحمہ اللہ کے مکمل ذوق ونہج پر کام کر رہے ہیں۔اِس لیے آپ ''شیخ و مصلح الامّت'' بھی ہیں۔

⑦ شعبۂ قرأت میں آپ نے دس قرأتوں میں قرآن پاک پڑھا بھی ہے۔راقم الحروف کی گزارش پر ریکارڈ بھی کروایا تھا۔

⑧ حضرت صوفی صاحب نے 1949ء میں میٹرک کیا۔سائنس اور حساب میں آپ بہت ماہر ترین طالب علم تھے۔اس وقت کا میٹرک پاس والا شخص آج کل کے ایم۔ اے والوں سے اچھی انگلش بول لیتا تھا۔چناں چہ حضرت مولٰنا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ کے فرمانے پر کچھ دنیاوی مہمانان وافسران کی آمد پر علمِ دین کی فضیلت کے موضوع پر حضرت والد صاحب نے انگلش میں 10 منٹ زبردست بیان فرمایا جو سامعین کرام نے ماشاء اللہ بہت پسند کیا۔

⑨ حضرت والد محترم نے''مناظرہ'' بھی بہت سارے ماہرین مناظرہ اساتذہ سے پڑھا۔

⑩ اپنے پڑھانے کے ابتدائی زمانہ میں جمعہ کے جمعہ مناظرہ پڑھایا بھی کرتے تھے، مختلف موضوعات مثلاً شیعت ،عیسائیت وغیرہ پر۔

⑪ آپ کے ہاتھ پر تقریباً 10 غیر مسلم مسلمان ہوئے۔اور آپ نے ان کو کلمۂ توحید وشہادت یا ترجمہ پڑھا کر توبہ کروا کر نماز وغیرہ سیکھنے کی تلقین فرمائی۔

⑫ 1955ء کے زمانہ سے ماشاء اللہ حضرت خطابت فرماتے آرہے ہیں۔ہمیشہ آپ کا انداز بیان ایسا ہی رہا کہ ہر اَن پڑھ بھی اچھی طرح بیان سمجھ جایا کرتا ہے۔نیز دل سے نکلی بات دل پر ہی اثر کیا کرتی ہے۔اور بیان ہمیشہ آپ موضوع سوچ کر ہی کیا کرتے ہیں،اور ایک بیان ماشاء اللہ کئی جمعہ تک چلتا رہتا ہے،جب موضوع پورا بیان ہو جائے پھر آپ موضوع بدلتے ہیں۔اور بیان میں آپ ماشاء اللہ سامعین کو خوب ہنساتے بھی رہتے ہیں۔دورۂ حدیث سے فارغ ہوتے ہی دو سال جامعہ اشرفیہ میں جمعہ پڑھایا، پھر تین سال خیر المدارس میں پڑھایا پھر دس سال کبیر والا کی جامع مسجد شہر میں جمعہ پڑھاتے رہے۔لاہور بلال مسجد پُرانی انارکلی میں کئی سال آپ نے جمعہ پڑھایا، پھر ریوارز گارڈن

کئی سال پھر بادامی باغ لاہور میں کئی سال جمعہ پڑھاتے رہے پھر 1996ء سے حضرت الحمدللہ جامعہ عبداللہ بن عمر میں جمعہ پڑھا رہے ہیں۔ 2004ء سے صرف بیان فرماتے ہیں خطبہ اور جمعہ راقم بندہ کے ذمّہ ہے۔درمیان میں تقریباً 11 جمعے 2009ء میں آپ نے خود پڑھائے ہیں۔

(۱۳) جامعہ اشرفیہ میں تقریباً 2004ء سے امامت چھوڑی ہوئی تھی،اب صرف 2009ء 7 مئی بروز جمعرات دوبارہ شروع فرمائی، بہت ہمّت کر کے مگر 82 دِن پڑھا کر آپ نے 29 جولائی 2009ء بروز بدھ کو اس لیے چھوڑ دی کہ اب امامت کے حقوق مکمل طور پر بجا نہیں لا سکتے۔

(۱۴) خوابوں کی تعبیر میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اچھا خاصّہ ملکہ (مہارت و تجربہ) ماشاء اللہ دے رکھا ہے۔

خوابوں کی تین قسمیں ہیں:

❶ شیطانی خواب اس کی کوئی تعبیر نہیں ہوتی۔ ❷ بندہ جو کچھ دن،رات میں کرتا یا سنتا ہے اسی قسم کا خواب بھی نظر آجاتا ہے یہ خواب اگرچہ بُرا تو نہیں ہوتا تاہم اس کی تعبیر بھی نہیں ہوتی۔ ❸ البتہ جو اچھے خواب ہوتے ہیں جن میں کوئی اشارہ وغیرہ ہوتا ہے اس کی تعبیر ہوتی ہے جو ماہر فن ہی دے سکتا ہے۔جیسی تعبیر دی جائے خواب ویسا ہی ہوجاتا ہے حضرت ماشاء اللہ جاننے والے نہ جاننے والے ہر ایک کو بہت عمدہ تعبیر بتاتے ہیں۔

(۱۵) حضرت صوفی صاحب مدظلہ عِیدَین (عیدالفطر و عیدالاضحیٰ دونوں عیدوں) کی نمازیں پہلے ماشاء اللہ مختلف جگہ پڑھاتے رہے۔

اب الحمدللہ کافی عرصہ سے حضرت چوبرجی میانی قبرستان والی جنازگاہ و عیدگاہ میں یہ نمازیں پڑھاتے ہیں۔

حضرت صوفی صاحب کے رُجوعات (آپ سے تصدیق شدہ) جن مسائل میں آپ نے رجوع فرمایا:

۱ روزہ کی فضیلت میں حدیثِ قدسی کے اندر اللہ تعالیٰ جل شانہ فرماتے ہیں کہ روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ حدیث میں اَنَا اَجْزِیْ بِہٖ ہے کہ میں اس کا بدلہ دوں گا۔ حضرت والد صاحب نے عرصہ دراز پہلے کسی بڑے عالم سے سنا تھا کہ اَجْزِیْ بِہٖ کو اُجْزیٰ بِہٖ بھی پڑھا جا سکتا ہے اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ میں ہی بدلے میں دیا جاؤں گا۔ حضرت بھی کچھ عرصہ اس کا درس دیتے رہے اب حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی تحقیق پر اُجْزیٰ بِہٖ مجہول کا صیغہ پڑھنے سے رجوع فرمالیا۔ (صحیح بات اور تحقیق یہی ہے کہ اُجْزیٰ بِہٖ مجہول پڑھنا دُرست نہیں جیسا کہ حکیم الامت مجدّد الملت حضرت مولنا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے الصوم وعظ میں تحقیق ذکر فرمائی ہے)

۲ کھانے کھانے کی دُعا آپ عرصہ دراز سے اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وجعلنامن المسلمین پڑھتے رہے۔ راقم بندہ کی گزارش پر کہ "مِنْ" کسی مستند حدیث کی اصل کتاب میں نہیں ہے لہٰذا آپ نے بھی رجوع فرمالیا۔ اب آپ یہ دعا یوں پڑھتے ہیں اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِیْنَ (یعنی لفظِ "مِنْ" کے بغیر)

۳ عید کے دن معانقہ کرنے کو حضرت روکتے تھے اب تبدیلی یہ ہے جو اصل بدعت اور گناہ ہے صرف اسی سے روکتے ہیں اس کی صورت یہ ہے کہ دو شخص اکھٹے عید کی نماز پڑھنے آئیں اور نماز عید کے فوراً بعد کھڑے ہو کر گلے لگ گئے اور اس کو عید ملن (ضروری) سمجھا یہ اصل گناہ ہے۔ کوئی شخص دور سے آئے اس سے عید کے دن معانقہ کرنے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ وہ ضروری نہ سمجھے۔ اصل تحقیق بھی یہی ہے۔ حضرت اپنے عمل میں احتیاطاً ہی فرماتے ہیں

۴ نماز میں اللہ اکبر کہنے کے دوران لفظِ اللہ کو پہلے لمبا کیا کرتے تھے مثلاً قیام سے سجدے میں جانے کے لیے لفظِ اللہ کو بہت لمبا کیا کرتے تھے۔ پھر فرمایا کہ میری تحقیق یہی ہے کہ لفظِ اللہ کو لمبا نہیں کرنا چاہیے۔ یعنی جملہ کے شروع یا درمیان میں لفظِ اللہ آئے

تو اسے لمبا نہ کرنا چاہیے۔ جملہ کے آخر میں لفظ اللہ آئے تو اسے چار الفی لمبا کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح اذان میں بھی اسی بات کا خیال رکھنا چاہیے۔

۵ اسی طرح پہلے حضرت اس بات کی اجازت دیتے تھے کہ قاری صاحبان قرآن کریم کی حفظ کی تعلیم کے دوران بچوں کو پٹائی کر سکتے ہیں اب اس بات کی قطعاً اجازت نہیں دیتے۔ بلکہ ڈرانے کے لیے ہلکی پھلکی چھڑی رکھی ہو تو گنجائش ہے اور ہلکا سا ہاتھ کمر پر کبھی کبھار مار بھی لے تو کچھ حرج نہیں۔

۶ پہلے حضرت کا مؤقف مریدین کی اصلاح کے دوران خلافت سے متعلق یہ تھا کہ سلسلہ اور کام کو جان لے تو اسے خلافت دے دیتے تھے۔ اب تحقیق کے بعد ایسے کرتے ہیں

۷ تبلیغ سے متعلق پہلے اپنے مریدین کو یہ تجویز دیا کرتے تھے کہ یا خانقاہی سلسلہ کے ساتھ جڑو یا تبلیغ کے ساتھ۔ ایک وقت میں ایک آدمی دو بسوں میں سوار نہیں ہو سکتا۔ اب اس مؤقف سے رجوع فرما کر نرمی فرماتے ہیں۔ آپ کے بہت سارے مریدین اس وقت تبلیغ کے ساتھ بھی ماشاء اللہ جڑے ہوئے ہیں۔

۸ انگریزی تعلیم سے متعلق پہلے حضرت کا مؤقف سخت تھا اب نرم مؤقف یہ ہے کہ گناہوں سے بچ کر جو انگریزی تعلیم حاصل کرنا چاہے ایم۔اے یا پی۔ایچ۔ڈی وغیرہ جو چاہے کر لے مگر دینی تعلیم کو ترجیح دیتا رہے اور گناہوں سے بچتا رہے، پھر انگریزی وعصری تعلیم حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

۹ بنات کے مدارس سے متعلق پہلے حضرت کا مؤقف یہ تھا کہ عورتوں کو دینی تعلیم دینے کے لیے مدارس بنات زیادہ سے زیادہ ہونے چاہییں۔ اب حضرت کا مؤقف یہ ہے کہ نئے مدرسۃ البنات نہیں کھولنے چاہییں اور بنات کے جو مدارس چل رہے ہیں ان کے منتظمین کو چاہیے کہ رہائشی داخلہ کسی صورت میں نہ کیا جائے۔ رہا یہ سوال کہ آج کل بڑھتی ہوئی بچیوں کی تعداد کے لیے دینی تعلیم کا انتظام کیسے کیا جائے؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ اوّل تو گھر میں ہی عالمہ خاتون یا محرم عالم کے ذریعہ دینی تعلیم دی جائے (یہ حکیم الاُمّت رحمہ اللہ کا مزاج ہے) یا پُرانے بنے ہوئے مدرسۃ البنات میں (اچھی طرح تسلی

کر کے) غیر رہائشی داخلہ دلوا کر خود لانے لے جانے کا معقول انتظام کر کے تعلیم دلوائی جائے (جب کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا ذوق بھی یہی تھا)۔ غیر محرم کی آواز بے پردگی اور آنے جانے میں لاپرواہی وغیرہ سے بچا جائے اور اس کی خوب نگرانی رکھی جائے۔

۱۰ پہلے آپ جوتوں کو قبلہ رُخ رکھنے کو اچھا سمجھتے تھے۔ اب آپ نے اس سے رجوع فرما کر اعلان فرما دیا ہے جوتوں کا اگلا اور پچھلا حصّہ قبلہ رُخ کرنے کا اہتمام نہ کرنا چاہیے۔

۱۱ قبرستان میں کسی قبر کے اردگرد چار دیواری کی گنجائش بتلاتے تھے۔ اب اس سے رُجوع فرما کر ناجائز ہی فرماتے ہیں۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کیوں کہ وقف کی جگہ پر کوئی شخص ذاتی جگہ نہیں گھیر سکتا۔ (پہلی مرتبہ تصدیق کروانے کی تاریخ حضرت والد صاحب سے ۲۹/۱۲/۱۶ھ = 16-12-08 دوسری مرتبہ تصدیق کروانے کی تاریخ 19-08-09 ہے)

دینی تعلیم حاصل کرنے کے تین طریقے ہیں

بقول حضرت والد صاحب

حضرت والد صاحب دینی تعلیم حاصل کرنے اور عوام میں اس کا شوق دلانے کے لیے اپنے بیانات میں اپنے بچپن کا واقعہ بھی ذکر فرماتے رہتے ہیں کہ دُنیا سے دین کی طرف کیسے لگا۔ اِس کتاب کے شروع میں وہ واقعہ لکھا جا چکا ہے۔ حضرت کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ دین کی تعلیم حاصل کریں اس لیے آپ تین طریقے بیان فرماتے ہیں:

(۱) پہلا طریقہ یہ ہے کہ مکمل درسِ نظامی (مدارس میں آٹھ سالہ کورس) کیا جائے۔ اِس سے دین کی صحیح سمجھ بوجھ آتی ہے۔

(۲) اگر کسی کے پاس وقت کم ہو تو حضرت حکیم الاُمّت مجدّد الملّت مولنا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کا بنایا ہوا مختصر کورس (جس کا نام تلخیصات عشر ہے) تین سالہ کیا جائے۔ اس میں پڑھنے اور پڑھانے والے دونوں حضرات کو خوب محنتی ہونا ضروری ہے پھر کچھ دین کی سمجھ بوجھ حاصل ہوتی ہے۔

(۳) اگر یہ بھی نہ کر سکیں تو بہشتی زیور اور حکیم الاُمّت مجدّد الملّت حضرت مولنا شاہ محمد

اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کے مواعظ، ملفوظات، تصنیفات اور ماہ نامہ علم وعمل، لاہور کو بغور پڑھتے رہیے اس سے بھی ضروری درجے کا علمِ دین حاصل ہوتا جائے گا۔

جو لوگ پڑھے ہوئے نہ ہوں وہ دینی تعلیم ایسے حاصل کرلیں...:

اگر بالفرض کوئی شخص پڑھا ہوا نہیں ہے تو اس کے لیے دینی تعلیم حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کسی عالمِ دین سے روزانہ کا وقت لے، چاہے خود چلا جائے چاہے ان کو بلانا طے کرلے۔ اُن سے روزانہ مسائل سنے، سیکھے، سمجھے، یاد کرے اور عمل کرے۔

حضرت صوفی صاحب کی اہلیہ (راقم بندہ کی والدہ) کا تذکرہ...

یہ حضرت حاجی محمد طفیل قیوم خلیفۂ حضرت مولنا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کی صاحبزادی ہیں۔ حاجی محمد طفیل صاحب کے ایک بیٹا محمد سعید قیوم اور ایک ہی بیٹی پیدا ہوئے۔

حضرت حاجی محمد طفیل قیوم (مرحوم) پہلے عالم نہ تھے۔ اپنے بیٹے کو عالم اور بیٹی کو خود عالمہ بنانے کے لیے پہلے خود عالمِ دین بنے۔ پھر اپنے بیٹے اور بیٹی کو بھی عالم بنایا۔ اور ماشاء اللہ خوب تربیت کی اور بیٹے (محمد سعید صاحب جو کہ راقم بندہ کے حقیقی ماموں جان ہیں حیات ہیں) کو حافظ بھی بنایا۔ حاجی صاحب نے اپنی صاحبزادی کی 25 سال عمر ہونے پر حضرت صوفی صاحب سے نکاح کر دیا۔ راقم بندہ کی والدہ کی ولادت 1936ء میں ہوئی۔ اور والد صاحب سے شادی ان کی 1961ء میں ہوئی اور وفات 1997ء میں ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ والدہ صاحبہ کی ولادت 1936ء میں ہوئی اور شادی کے بعد بھی 36 سال زندہ رہیں ماشاء اللہ۔ نیز 1961ء میں شادی ہوئی اور عمر بھی والدہ نے 61 سال پائی۔

راقم کی والدہ:

۱ بہت نیک سیرت خاتون تھیں۔ ۲ عالمہ تھیں۔
۳ عالم ہی کی بیٹی تھیں۔ ۴ عالم (باعمل ولی کامل) ہی کی بیوی بنیں۔

۵ عالم ہی کی بہن تھیں ۔ ۶ عالمِ دین (مولنا نذیر احمد صاحب رحمہ اللہ صدرِ جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد) کی بھتیجی تھیں۔(۷)......الحمد للہ تین عالم بیٹوں کی والدہ بن گئیں۔ ۸ ماشاء اللہ 36 سال والد صاحب کی خوب خدمت کی۔
۹ والد صاحب کی پہلی اہلیہ سے دو بیٹیوں کو بچپن سے پالا ان کی خدمتیں کیں۔ایک بیٹی کا نکاح ہو گیا دوسری بیٹی (گونگی تھی) 36 سال خدمت کی۔ ۱۰ والدہ صاحبہ زُہد و تقویٰ کی پیکر اور خوش اَخلاق خاتون تھیں۔ ۱۱ ساری عمر سیدھا (ٹوپی والا) بُرقع پہنا جو اِس دور کا بہت بڑا مجاہدہ ہے۔ ۱۲ کھانے پکانے میں بہت ماہر تھیں۔خصوصاً ساگ، کڑی، حلیم، بریانی، کوفتے، حلوہ، پنجیری وغیرہ پکانے میں اسپیشلسٹ تھیں۔
۱۳ سلائی، کڑھائی، بُنائی، کروشیا وغیرہ میں بہت مہارت رکھتی تھیں۔
۱۴ فارغ وقت میں خوب پڑھائی، ذکر وغیرہ کیا کرتی تھیں ۔ ۱۵ اپنے والدین کی بھی خوب خدمت گزار فرماں بردار اکلوتی بیٹی تھیں۔ ۱۶ اپنی اولاد کی تربیت کا خود بھی خیال رکھتی تھیں اور والد صاحب کے بتائے ہوئے کاموں، باتوں پر بھی اسی طرح عمل کرتی تھیں۔ ۱۷ بہت مہمان نواز تھیں، مہمانوں کے آنے پر ناک، منہ نہ چڑھاتی تھیں، خود خوشی سے خدمت کرتی تھیں۔ ۱۸ پڑوسیوں کے ساتھ بہت ملن سار اور خوش اَخلاق تھیں۔ ۱۹ گھر میں کام کرنے والیوں (ماسیوں) کا بہت خیال رکھا کرتی تھیں۔ ۲۰ والد صاحب کو کبھی ناراض نہ ہونے دیتیں، ہمیشہ وقت پر کھانا وخدمت کرتی رہتی تھیں۔ ۲۱ سفر میں والد صاحب اور اولاد کا خوب خیال رکھتی تھیں۔ ۲۲ اپنی زندگی میں ہمیشہ یہ دعا بھی مانگا کرتی تھیں کہ یا اللہ! مجھے محتاج نہ کرنا یعنی مجھے شوہر کی وفات نہ دیکھنی پڑے اور کسی بیماری، معذوری و مجبوری میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔ چناں چہ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دعا بھی قبول فرمائی کہ وفات کے وقت دل کا اٹیک ہوا جس کے (تقریباً) چار گھنٹے بعد انتقال کر گئیں۔کسی کی خدمت نہ لینی پڑی اور مستقل بیماری و معذوری سے بحمد اللہ محفوظ رہیں۔ ۲۳ والدہ صاحبہ کا اِصلاحی تعلق حضرت صوفی صاحب کے مشورہ سے حضرت الحاج حاجی محمد شریف صاحب رحمہ اللہ، ملتان والوں سے تھا۔

والدہ سے متعلق بشارت یا کرامت:

❶ ...... والدہ صاحبہ کی میت گھر (جامعہ اشرفیہ، لاہور) جس جس جگہ سے گزری تھی اگلے دن وہاں سے واضح تیز خوش بو بھی کافی دیر تک آتی رہی۔ راقم بندہ نے بھی محسوس کی اور بندہ کے بہن، بھائیوں نے بھی محسوس کی۔ پھر چند دن بعد پھر وہ (جنت کی) خوش بو محسوس کی۔ ❷ ...... ۷ ارجب (18 نومبر 1997ء) میں انتقال ہوا، ایک سال بعد قبرستان (گجومتہ جامعہ عبداللہ بن عمر کے قرب وجوار میں) شبِ براءت (۱۵ ویں شعبان کی رات) کو والدہ کی قبر سے بہت تیز خوش بو آئی تھی۔ راقم بندہ نے خود خوب لذّت لے کر سونگھی۔ ❸ ...... وفات کے بعد ایک صاحبِ کشف وکرامت بزرگ نے بے داری میں (حالتِ کشف میں) بندہ کی والدہ (حضرت صوفی صاحب کی اہلیہ) کو دیکھا کہ جوانی کی حالت میں مشک کے ٹیلے پر سفید لباس میں کرسی پر بیٹھی ہیں، ہاتھ بھی سفید، جوتے بھی سفید ہیں۔ تین مرتبہ تالی بجا کر کہہ رہی ہیں کہ سرور جانی آجاؤ! ماشاء اللہ یہ بات بھی بشارت کا درجہ رکھتی ہے۔

قارئین کرام سے ان کی مغفرت ودرجات کی بلندی کے لیے خصوصی دعاؤں کی درخواست ہے۔ اسی طرح راقم بندہ کے پورے خاندان کے لیے دعاؤں کی التجاء ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کا خاتمہ ایمان کے ساتھ فرمائیں اور بغیر استحقاق وبلا عذاب بخشش فرماویں۔

آمین ثُمّ آمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمّد و آلہ واصحابہٖ واتباعہٖ اجمعین۔

حضرت کی چھوٹی ہمشیرہ صاحبہ کی تحریر جو کہ آپ سے دس سال چھوٹی ہیں

ایک خواب: حضرت کی والدہ نے خواب میں دیکھا حضرت صاحب بہت اُونچے کھمبے (پلر) پر چڑھ رہے ہیں اور ایک بلب لگاتے ہیں اور اس بلب کی روشنی اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ دور دور تک روشنی پھیل جاتی ہے والدہ فرماتی ہیں کہ سرور آپ کو یہ کام آتا ہے؟

خواب کا مطلب: یہ ہے کہ حضرت کا علم اور رُوحانی فیض دُور دُور تک پہنچے گا۔ اور الحمد للہ ایسا ہی ہو رہا ہے۔

حضرت صوفی صاحب کی حاضر جوابی کے واقعات

【①】 دارالعلوم دیوبند انڈیا میں راقم حضرت والد صاحب کے ساتھ ایک جگہ سے گزر رہا تھا ایک شرارتی طالب علم نے حضرت کو تھانوی خیال کر کے باآواز بلند شعر پڑھ کر کوئی اعتراض کیا۔ والد صاحب نے فوراً شعروں میں باآواز بلند اس کو جواب دیا۔ بندہ کی سمجھ میں کچھ نہ آیا بعد میں حضرت والد صاحب نے بتایا کہ اس نے تھانوی حضرات پر اعتراض کیا تھا میں نے اس کو جواب دیا ہے۔ یہ واقعہ راقم کو اچھی طرح یاد ہے لیکن وہ کیا اعتراض وجواب تھا اس کا مضمون یاد نہیں ہے۔

【②】 حضرت مولنا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہ اللہ سے حضرت صوفی صاحب کے بڑے بھائی جناب محمد انور صاحب مرحوم نے سوال کیا ہوا تھا کہ جنت میں جنتی لوگ جب خوب کھائیں گے تو جسم بڑھتے چلے جائیں گے باتھ روم تو جنت میں ہوں گے ہی نہیں تو غذا جنت میں ہضم کیسے ہوگی؟ حضرت مفتی صاحب اس کا جواب سوچ ہی رہے تھے کہ حضرت صوفی صاحب نے کہا کہ حضرت میں اس کا جواب دوں؟ چناں چہ حضرت صوفی صاحب نے یہ جواب دیا کہ جنتیوں کی غذا دوطرح سے ہضم ہوگی ① خوش بودار ڈکار آئیں گے۔ ② جنتیوں کو خوب کھا کر خوش بودار پسینہ آئے گا ان دوطرح سے جنتیوں کی غذا ہضم ہوتی چلی جائے گی لہٰذا اُن کے جسم نہیں بڑھیں گے۔

【③】 حضرت مولنا مسیح اللہ خان صاحب رحمہ اللہ پاکستان تشریف لائے ہوئے تھے ان کو ملنے کے لیے ایک تبلیغی جماعت کے عالم بزرگ بھی تشریف فرما تھے۔ حضرت صوفی صاحب بھی پہنچ گئے حضرت مسیح الامّت مجلس کی جگہ پر ابھی اندر سے تشریف نہیں لائے تھے۔ تبلیغی جماعت کے اُن بزرگ صاحب نے حضرت صوفی صاحب کی طرف توجّہ کرتے ہوئے سوال کیا کہ حضرت فائدہ لازمی (جو کہ صرف اپنی ذات کے لیے ہوتا ہے) بہتر ہوتا ہے یا متعدی فائدہ (جو کہ اپنے سے علاوہ دوسروں کو پہنچتا ہے) بہتر ہوتا ہے؟ حضرت صوفی صاحب فرماتے ہیں کہ میں سمجھ گیا کہ اس سوال سے مجھے تبلیغی جماعت میں وقت لگانے کے متعلق کہہ رہے ہیں، تو میں (حضرت صوفی صاحب) نے کہا جناب! متعدّی

فائدہ میں بھی تو مقصود لازمی فائدہ ہی ہوتا ہے یعنی جماعت میں وقت لگانے سے اپنی ہی ترقی کی نیّت ہونی چاہیے دوسروں کی اِصلاح کی نیّت نہ ہو (بلکہ فکر ہو) پھر وہ تبلیغی جماعت کے عالم بزرگ خاموش ہوگئے۔ یہ بھی حضرت کی حاضر جوابی کی واضح مثال ہے۔

④ ایک عزیز رشتہ دار صاحب نے حضرت کے سامنے آدھا شعر پڑھا حضرت نے فوراً پورا شعر سنا دیا (انہوں نے آزمائش کے طور پر پڑھا تھا)۔

⑤ راقم بندہ اور حضرت والد صاحب ہم دونوں مسیح الاُمّت حضرت مولنا مسیح اللہ خان صاحب رحمہ اللہ کی مجلس میں بیٹھے تھے۔ مسیح الاُمّت حضرت مولنا مسیح اللہ خان صاحب نے بندہ کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ سردی لگ رہی ہے یا فرمایا کہ گرمی لگ رہی ہے۔ ایک دو دفعہ فرمایا تو حضرت والد صاحب نے فوراً اُٹھ کر پنکھا آہستہ یا تیز حسبِ ضرورت کر دیا تو حضرت مسیح الاُمّت نے بندہ کو فرمایا میں نے تو آپ سے کہا تھا آپ سمجھے نہیں شارح ابی داوٗد (حضرت صوفی صاحب) سمجھ گئے۔ یہ بھی حضرت کی ذہانت و حاضر دماغی و حاضر جوابی کی ایک مثال ہے۔

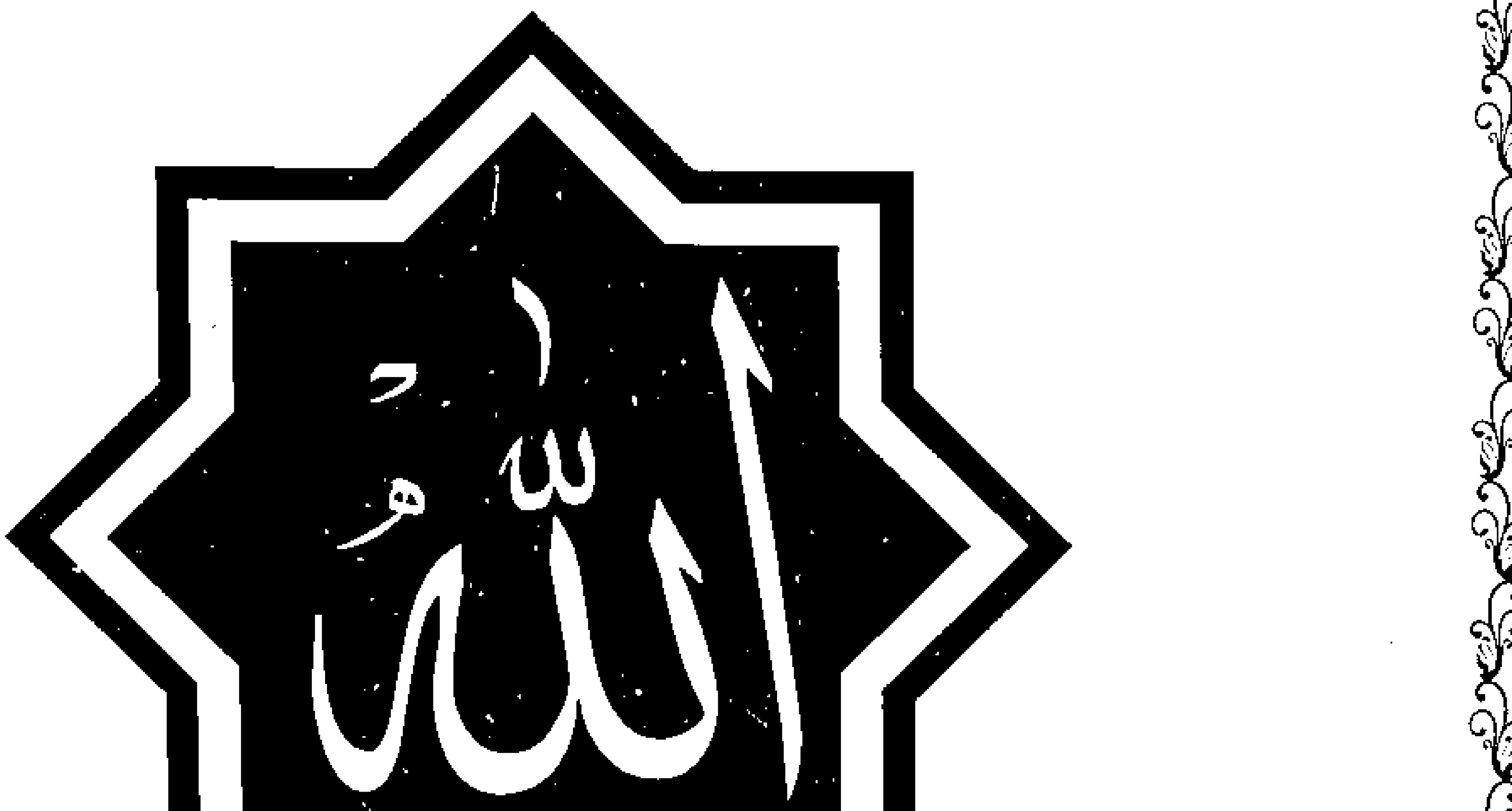

چودہ صدیوں کے مجدّدین حضرات کے نام

حدیث: اِنَّ اللّٰهَ تَعَالیٰ یَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ عَلٰی رَأسِ کُلِّ مِاَةِ سَنَةٍ مَّنْ یُّجَدِّدُ لَهَا دِیْنَهَا
''کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ اس اُمّت کے لیے ہر سو سال کے کنارے پر ایسے شخص کو بھیجتے ہیں جو دین کی تجدید (صاف ستھرا کر کے پیش) کرتا رہے''۔ ابوداؤد

پہلی صدی کے مجدّد حضرت عمر بن عبدالعزیز تابعی رحمہ اللہ ہیں۔

دوسری صدی کے مجدّد حضرت امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ ہیں۔

تیسری صدی کے مجدّد حضرت ابوالعباس احمد بن شریح رحمہ اللہ ہیں۔

چوتھی صدی کے مجدّد حضرت ابوبکر بن الخطیب باقلانی رحمہ اللہ ہیں۔

پانچویں صدی کے مجدّد حضرت حجۃ الاسلام ابوحامد غزالی رحمہ اللہ ہیں۔

چھٹی صدی کے مجدّد صاحب تفسیر کبیر امام ابوعبداللہ رحمہ اللہ الرازی وحضرت امام رافعی رحمہما اللہ ہیں۔

ساتویں صدی کے مجدّد حضرت امام ابنِ دقیق العید رحمہ اللہ ہیں۔

آٹھویں صدی کے مجدّد حضرت امام بلقینی وحافظ زین الدین رحمہما اللہ ہیں۔

نویں صدی کے مجدّد حضرت امام جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ ہیں۔

دسویں صدی کے مجدّد حضرت امام شمس الدین بن شہاب الدین وحضرت محدث علی قاری رحمہما اللہ ہیں۔

گیارھویں صدی کے مجدّد حضرت مجدّد الف ثانی (سیّد احمد سرہندی) وامام ابراہیم بن حسن کردی رحمہما اللہ ہیں۔

بارھویں صدی کے مجدّد حضرت شاہ ولی اللہ وشیخ صالح بن محمد بن نوح الفلانی وسیّد مرتضیٰ حسینی رحمہم اللہ ہیں۔

تیرھویں صدی کے مجدّد سیّد احمد شہید بریلوی وحضرت محمد قاسم نانوتوی رحمہما اللہ ہیں۔

چودھویں صدی کے مجدّد حضرت مولنا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ وحضرت مولنا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ ہیں۔

(عجائب المخلوقات وغرائب الموجودات ج ۲ ص ۲۲ عون المعبود شرح ابوداؤد ص ۱۸۱)

مذکورہ حدیث ابوداؤدشریف کی رُوایت کا مطلب یہ ہے کہ ہر صدی کے کنارہ پر ایسا شخص آتا رہے گا جو دین کو نکھار کر پیش کرتا رہے گا (تاقیامت ہر صدی کا علیحدہ مجدّد ہوگا) حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ نیا دین لے کر آئے گا بلکہ مطلب یہ ہے کہ دین میں رسومات و بدعات اور گناہوں کی عادات کی وجہ سے جوغبار آگیا ہواس کوصاف کر کے اصل دین پیش کرتا رہے تا کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوتا رہے یعنی اصل دین ہمیشہ صاف دکھائی دیتا رہے۔

مجدّد کی نشانیاں:

(۱) ہجری، سن کے اعتبار سے جب صدی ختم ہوتی ہے وہ مشہور عالم بن چکا ہوتا ہے۔
(۲) اللہ تعالیٰ کی طرف سے مختلف صورتوں سے اس کواشارہ بھی ہو جاتا ہے۔
(۳) اس وقت بڑے درجے کے علماء کرام بھی حالات دیکھ کراس کی تائید فرماتے ہیں۔
(۴) وہ اپنے مشن یعنی بدعات ورسومات اور دین میں غلط رائج طریقوں کوختم کرنا شروع کر دیتا ہےاور سنّت کومضبوطی سے تھامتا ہے۔
(۵) لوگوں کواس سے بہت فیض وفائدہ پہنچتا ہے کیوں کہ وہ عالم باعمل بھی ہوتا ہے۔

(السراج المنیر ہا التعلیق الصبیح ج1 ص242)

ایک صدی میں مجدّد ایک ہوتا ہے یا زیادہ؟

حدیث شریف میں واضح اس کا ذکر تو نہیں البتہ مَــنْ کا لفظ ہےاس میں ایک تو ہے ہی دو بھی ہوسکتے ہیں اور تین بھی۔ کیوں کہ من کا لفظ عربی زبان میں لفظوں میں مفرد (واحد) کا صیغہ ہے اور معنوی اعتبار سے جمع کا صیغہ ہے۔ اب حق تعالیٰ جل شانہ کی مرضی ہے کہ کسی صدی میں ایک مجدّد بنادیں کسی میں دو اور کسی میں تین۔
ہر صدی میں ایک مجدّد تو ضرور بنتا ہے مگر یہ بات یقینی طور پر کہنی مشکل ہوتی ہے کہ یہی (فلاں) شخص اِس صدی کا مجدّد ہے، البتہ بڑے درجہ کے علماء کرام نشان دہی فرمادیں تو اس کا اعتبار کر لینا چاہیے۔

حضرت صوفی صاحب کے متعلق چند مبشرات (خوش خبریاں)

(۱) صوابی کے رہنے والے ایک شخص (جن کا اصلاحی تعلق حضرت صوفی صاحب سے تھا) نے خواب دیکھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ سلم کی زیارت ہوئی اور یہ زیارت چوں کہ بار بار ہوا کرتی تھی اس مرتبہ زیارت ہونے پر پریشانی کا اظہار کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ وسلم نے صاف فرمایا کہ اب تمہاری اِصلاح (حضرت صوفی صاحب سے) ہو رہی ہے مجھے نہ ملنے پر پریشان نہ ہوا کریں۔

(۲) انہی صاحب کا دوسرا خواب...... جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ وسلم کی زیارت ہوئی آپ نے ارشاد فرمایا کہ آپ کو ایسے پیرومرشد ملے ہیں کہ آپ کو اللہ تعالیٰ سے ملایا۔ کچھ فکر مت کرو دنیا سے آتے ہی مزے ملیں گے۔ ان شاءاللہ

(۳) مردان کے ایک صاحب کو خواب میں حکیم الاُمّت مجدّد الملّت حضرت مولنا محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ احسن المواعظ (جو حضرت صوفی صاحب کے مواعظ والی کتاب ہے) کا مطالعہ کیا کریں۔ خواب میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے ساتھ حضرت صوفی صاحب بھی تھے۔

(۴) اٹک سے ایک خاتون کا حضرت صوفی صاحب کو خط آیا، لکھا تھا کہ خواب میں دیکھا ہے کہ بخشش ہوگئی ہے جب جنّت کے دروازے پر پہنچی تو حضرت صوفی صاحب پہلے سے وہاں پر موجود یہ فرما رہے تھے کہ میں اپنی بیٹی کے انتظار میں تھا۔

(۵) راقم کی والدہ (حضرت صوفی صاحب کی اہلیہ) کی تدفین کے ایک دن بعد حضرت صوفی صاحب کے صاحبِ کشف وکرامت خلیفہ صاحب نے گوجرانوالہ کی ایک مسجد میں عصر کی نماز پڑھتے ہوئے بے داری میں دیکھا کہ پیرانی صاحبہ (یعنی حضرت کی اہلیہ) بالکل جوانی کی حالت میں مشک کے ایک ٹیلے پر کرسی کے اوپر سفید لباس میں بیٹھی ہیں ہاتھ بھی سفید ہیں، جوتے بھی سفید ہیں۔ جو تالی بجا کر تین دفعہ یہ کہہ رہی ہیں کہ "سرور جانی آجاؤ"۔

(۶) حضرت صوفی صاحب کی زیرِ تربیت (مریدہ) کو خواب میں جناب رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ وسلم کی زیارت ہوئی یہ خاتون کہتی ہیں کہ جاتے ہوئے جنابِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ وسلم نے میرے سر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اسی طرح (حضرت صوفی صاحب سے اصلاح کرا کے) ہدایت دے۔

⑦ ایک شخص نے خواب دیکھا کہ حضرت صوفی صاحب تشریف فرما ہیں اور آپ پر آسمان سے سفید نور کی بارش ہورہی ہے اور کوئی غیب سے آواز دے کر ان خواب دیکھنے والے صاحب کو کہتا ہے کہ اپنے شیخ (حضرت صوفی صاحب) سے دعائیں لو، دیکھو! وہ اللہ کے نور میں گھرے ہوئے ہیں۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ کی زیارت کررہے ہیں۔ یہ خواب دیکھنے والے صاحب بھی خواب میں اس نور کی طرف چل پڑے تاکہ زیارت ہو اور دِلی مرادیں پوری ہوں۔

⑧ حضرت صوفی صاحب کے ایک خلیفہ مجاز نے خواب دیکھا خواب میں حضرت صوفی صاحب انہیں فرمارہے ہیں کہ میں جنّت کے اعلیٰ مقام میں جاؤں گا کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ وسلم نے مجھے فرمایا ہے۔

⑨ ایک عالمِ دین نے خواب دیکھا کہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ وسلم ارشاد فرمارہے ہیں کہ میں نے فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ محمد سرور کے لیے جنّت کے سب دروازے کھول دیں۔ جس میں چاہیں چلے جائیں۔ (یہ خواب حضرت صوفی صاحب کے شیخ الحدیث بننے کے وقت دیکھا گیا)۔

⑩ ایک تبلیغی جماعت میں جڑنے والے ساتھی جو جماعت میں چار ماہ لگا کر آئے تھے جنہیں دنیا سے بے رغبتی بہت زیادہ ہوگئی تھی انہیں خواب میں جنابِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ وسلم کی زیارت ہوئی آپ نے ارشاد فرمایا کہ جاؤ! صوفی محمد سرور صاحب کے پاس جامعہ اشرفیہ اور اپنے باطن کی اِصلاح کراؤ۔ (انتہیٰ) چناں چہ انہوں نے حضرت صوفی صاحب سے اِصلاحی تعلق قائم کیا اور حضرت کی اجازت سے تبلیغ کا کام بھی کررہے ہیں۔

⑪ ایک تبلیغی بھائی صاحب حضرت صوفی صاحب کو تبلیغ کے کام کے ساتھ زیادہ نہ

لگنے کی وجہ سے عجیب سمجھتے تھے۔ دل میں حضرت صوفی صاحب کے خلاف بہت خیالات آتے تھے۔ اُسے سمجھایا گیا کہ آئندہ صوفی صاحب کے بارے میں غلط خیالات نہ رکھنا۔ معافی مانگو اور دل صاف رکھو۔ چناں چہ اس دن کے بعد سے اب وہ صاحب صوفی صاحب کی بہت قدر کرنے لگے ہیں۔

(۱۲) فیصل آباد کے ایک شخص (جو حضرت صوفی صاحب کے مرید ہیں) کی بیٹی کو خواب میں (غنودگی کی حالت میں) دو موتی دیئے اور فرمایا کہ یہ اپنے پیر صاحب کو لاہور پہنچا دیں۔ چناں چہ بچی کے والد صاحب نے حضرت صوفی صاحب کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ راقم الحروف محمد عتیق الرحمٰن نے ایک موتی درخواست کر کے لے لیا ہے۔

(۱۳) فیصل آباد کی اسی بچی کو نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نیم نیند و نیم بے داری (غنودگی کی حالت جو کہ خواب ہی کی صورت ہوتی ہے) میں ایک ہیرا دیا اور فرمایا کہ لاہور میں اپنے پیر صاحب کو دے دیں چناں چہ وہ حضرت کو پہنچا دیا گیا ہے۔

(۱۴) راقم الحروف بندہ کے سامنے ایک صاحب حضرت والد صاحب سے ملنے کے لیے آیا۔ آ کر عرض کیا کہ ابھی (مغرب وعشاء کے درمیان) جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی زیارت ہوئی اور آپ نے تین حکم فرمائے: ❶ جامعہ اشرفیہ میں محمد سرور صاحب کو میرا اسلام کہہ کر آؤ۔ ❷ مولنا محمد موسیٰ صاحب کے (جامعہ اشرفیہ میں آخری) بیان کی کیسٹ محمد سرور صاحب کو دے آؤ۔ ❸ جوان کے پاس انگوٹھی ہے (جس کا شروع کتاب میں قصہ لکھا ہوا ہے) وہ تین دن کے لیے تم اُن سے لے لو۔ چناں چہ اس لڑکے نے سلام پیش کیا اور کیسٹ دی جو راقم الحروف بندۂ ناچیز کو حضرت صوفی صاحب نے ایک مرتبہ مکمل سُن کر ہدیہ کر دی تھی۔ اور راقم بندہ نے اس صاحب کے گھر فون کر کے تحقیق کر کے حضرت صوفی صاحب کو بتایا پھر حضرت نے تین دن کے لیے اُن کو انگوٹھی دے دی تھی۔ ٹھیک تین دن کے بعد وہ صاحب انگوٹھی واپس دے گئے تھے۔

(۱۵) حضرت صوفی صاحب کو خواب میں کئی مرتبہ اللہ تعالیٰ جلّ شانہ کی زیارت بھی ہوئی ہے۔ راقم بندہ نے خود وہ تحریر پڑھی ہے جس میں حضرت والد صاحب نے اپنے پیر صاحب کو لکھے ہوئے خط میں اس زیارت کا تذکرہ فرمایا ہے۔

۱۶ حضرت والد صاحب نے خواب دیکھا کہ وہ خاص الخاص تیس (30عدد) حوریں حضرت کے انتظار میں ہیں جو ہر جنّتی کو دو دو ملیں گی۔ بندہ نے مزاح کے طور پر حضرت والد صاحب سے عرض کیا ان میں سے چند مجھے بھی دے دیجئے گا۔ حضرت والد صاحب نے اپنے انداز میں نہیں کہہ کر ڈانٹتے ہوئے فرمایا... ہیں! وہ تو تمہاری مائیں ہوں گی۔

۱۷ کچھ باتیں بندہ مؤلف کے پاس حضرت والد صاحب سے متعلق بشارتوں کی ایسی ہیں جو زندگی بھر سینہ میں رکھنے کا حکم ہے کسی کو بتانے کی اجازت نہیں۔ جن کا خلاصہ یہی ہے کہ حضرت صوفی صاحب کو اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اتنا اُونچا مقام و درجہ عطا فرمایا ہے جو عام انسان کے وہم وگمان میں بھی نہیں۔

۱۸ اللہ تعالیٰ کی طرف سے 15ویں صدی کے مجدّد ہونے کا بھی حضرت کو خاص طریقہ سے حکم ملا ہوا ہے۔ اگر چہ یہ حکم نہ تو وحی کے درجہ میں ہوتا ہے اور نہ ہی قطعی ویقینی ہوتا ہے۔ بلکہ ظنی و احتمالی درجہ میں ایک باطنی عہدہ و ذمّہ داری ہوتی ہے جو من جانب اللہ ہر سو سال بعد کسی نہ کسی کو ملتی ہے اور ایک سے زیادہ کو بھی مل سکتی ہے۔ یہ بھی حضرت والد صاحب کے لیے بڑی خدمت، بشارت ہے بہت سے علماء نے اِس کی تائید فرمائی ہے جوں جوں وقت گزرتا ہے لوگوں کا اس (تجدید والی بات) کی طرف دھیان بڑھتا چلا جاتا ہے شروع شروع میں ہر کوئی اس بات کو جلدی سے نہیں مانتا۔

حضرت صوفی صاحب مدظلہ سے اللہ تعالیٰ بدعات ورسومات کے خاتمہ اور اصل دین کے پھیلانے کا کام الحمدللہ لے رہے ہیں۔ خصوصاً حکیم الأمّت مجدّد الملّت حضرت مولنا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کی تعلیمات، تحقیقات، سلسلہ، فیض کے ذریعہ اصل دین کا حُلیہ نکھر رہا ہے۔

حکیم الأمّت مجدّد الملّت حضرت مولنا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ سے اللہ تعالیٰ نے جو کام لیا ہے ایسا لگتا ہے کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کو بہت سے مجدّدین کا جامع یا امیر بنا رکھا ہو۔ یعنی حضرت تھانوی رحمہ اللہ وہ کام کر گئے ہیں جو ان شاء اللہ صدیوں باقی رہے گا۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ "خاتم المجدّدین" ہوں اور قیامت تک کوئی مجدّد نہ آسکے گا۔ نہیں... نہیں... ہرگز ایسا نہیں۔ حق تعالیٰ جل شانہ جسے

چاہیں مجدّ د بنائیں جسے چاہیں چھوٹا مجدّ د بنائیں جسے چاہیں بڑا مجدّ د بنائیں اور جسے چاہیں معاونِ مجدّ د بنائیں پھر ایک صدی میں ایک مجدّ د بھیجیں یا زیادہ۔ اس کام میں انسان کا اپنا اختیار نہیں چلتا جیسے ہر زمانہ میں ابدال، قطب وغیرہ باطنی اشخاص ہوتے ہیں اسی طرح مجدّ د کا معاملہ چلتا ہے۔ تجدید والی یہ بات اللہ کی طرف سے اشارہ اور علامات کی وجہ سے لکھی گئی ہے۔

۱۹ ایک شخص نے حضرت سے متعلق خواب دیکھا کہ حضرت فوت ہو چکے ہیں اب لوگوں اور علماء نے مشورہ کیا کہ حضرت اتنی بڑی ہستی ہیں کہ انہیں کہاں دفن کیا جائے۔ مشورہ یہ طے ہوا کہ انہیں چاند کے اوپر دفنایا جائے۔ پھر خواب میں چاند پر دفنانے کی تیاری کی گئی۔ حضرت صوفی صاحب کو یہ خواب بتایا گیا تو آپ نے (اپنی تواضع کے حساب سے) تعبیر دی کہ میں نیک ہو جاؤں گا ان شاء اللہ۔ (انتہیٰ) ظاہر ہے کہ اس خواب میں حضرت کے بلند مقامات کی طرف واضح اشارہ ہے۔

بندہ کی موجودگی میں عصر کی مجلس کے بعد ایک صاحب آئے اور انہوں نے اپنا ایک خواب حضرت صوفی صاحب مدظلہ کے سامنے ذکر کیا کہ اُن کو خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صوفی سرور صاحب اس موجودہ صدی کے خاص (مجدّ د) لوگوں میں سے ہیں ان سے اپنی اصلاح کراؤ۔ (از مولنا عبدالرحمٰن بن حضرت صوفی صاحب مدظلہ)

حضرت صوفی صاحب کے ملفوظات

حکیم الامّت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی برکات:

فرمایا حضرت (حکیم الامّت مجدد الملّت مولنا محمد اشرف علی) تھانوی رحمہ اللہ کے مواعظ اثر پذیری میں بہت درجہ رکھتے ہیں، اگر آپ کے گھر میں کوئی ایسا ہو جو کہ دین میں سُستی کرتا ہو تو اُس کو کسی نہ کسی طریقہ سے حکیم الامّت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے مواعظ پڑھائیں، اِن شاء اللہ ضرور بہ ضرور اس میں نیکی کا شوق اور رغبت پیدا ہوگی۔

فرمایا کہ یہ میرا اپنا آزمودۂ عمل ہے کہ مجھے (دین کی طرف) انہیں مواعظ نے کھینچا ہے، اس لیے میں اپنے متعلقین کو یہ مشورہ دیتا ہوں کہ روزانہ مواعظ کا کچھ حصّہ پڑھیے۔

اللہ کا ولی بننے کا طریقہ:

فرمایا نماز پڑھنے سے تمام صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں، اگر نماز کے بعد توبہ بھی کر لی جائے تو کبیرہ گناہ بھی معاف ہوجائیں گے اور یہ اللہ کا ولی بن جائے گا، (پھر گناہوں سے بچ کر ولی بنا بھی رہے)۔

صَمَدْ کا ترجمہ: فرمایا صَمَدْ کا ترجمہ یہ ہے "جو کسی کا محتاج نہ ہو اور باقی سب اس کے محتاج ہوں"۔ اس لفظِ (صَـمَـدْ) کا معنیٰ ادا کرنے کے لیے اردو زبان میں کوئی ایک لفظ نہیں ہے البتہ ہندی اور سنسکرت زبان میں (یہ معنیٰ ادا کرنے کے لیے) ایک لفظ ہے "نِرادَھار"۔

وہ زمانے..... جن میں تمام دُنیا کے لوگ مؤمن تھے:

فرمایا حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک کوئی زمانہ ایسا نہیں آیا جس میں ایک بھی مؤمن کل دنیا (پوری دنیا) میں موجود نہ ہو ہاں! البتہ ایسے زمانے آئے ہیں کہ جب پوری دنیا میں تمام لوگ مؤمن تھے:

پہلا زمانہ: حضرت آدم علیہ السلام کے شروع کا زمانہ (جب آپ زمین پر بھیجے گئے)۔

دوسرا زمانہ: حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان کے بعد کا زمانہ ہے۔

تیسرا زمانہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آخری عمر والا زمانہ ہے۔

چوتھا زمانہ: یہ اس وقت آئے گا جب قُربِ قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے۔

حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اُتارنے کی حکمت:

فرمایا حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اُتارنے کی حکمت علماء نے یہ بھی بیان فرمائی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنّت میں داخل فرمایا تو ساتھ ہی فرمایا کہ فلاں درخت کا دانہ نہیں کھانا، حضرت آدم علیہ السلام نے دانہ کھالیا، تو چوں کہ وہ

درخت دنیا کا تھا اور اس کے کھانے سے بول و براز (پیشاب، پاخانہ) کی حاجت پیش آئی (جب کہ جنّت پاکی کا مقام ہے) اس لیے زمین پر اُتارے گئے۔

اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرنے کے پانچ طریقے:

فرمایا اللہ تعالیٰ کی محبّت پیدا کرنے کے پانچ طریقے ہیں: ❶...... مراقبہ کرے اور اللہ تعالیٰ کے جتنے احسانات (و انعامات) ہیں ان کو سوچے اور اپنی کوتاہیوں کو سوچے۔
❷...... اہلُ اللہ کی صحبت اختیار کرے۔ ❸...... ذکرِ نفی و اثبات کرے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ لَآ اِلٰہَ میں یہ نیّت کرے کہ میں اپنے دل سے تمام غیر اللہ اور ان کی محبت کو نکال رہا ہوں اور اِلَّا اللّٰہ میں اللہ کی محبّت کی نیّت کرے۔ ❹...... دعا کرے اللہ تعالیٰ سے کہ وہ مجھے اپنی محبت نصیب فرمائے (حدیثِ مبارک میں ایک دعا آتی ہے وہ پڑھ لے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ وَ الْعَمَلَ الَّذِیْ یُبَلِّغُنِیْ اِلٰی حُبِّکَ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَفْسِیْ وَاَھْلِیْ وَمِنَ الْمَآءِ الْبَارِدِ.

ترجمہ

”اے اللہ! میں آپ سے آپ کی محبت کا سوال کرتا ہوں اور اس شخص کی محبت کا جو آپ سے محبت کرتا ہے اور ایسے عمل کا جو مجھے آپ کی محبت تک پہنچا دے، اے اللہ! آپ بنا دیجیے اپنی محبت کو سب سے پسندیدہ میرے نزدیک میری جان سے، میرے اہل و عیال سے اور ٹھنڈے پانی سے“۔ (از جامع)
❺...... جتنے نیک کام ہیں ان میں اللہ تعالیٰ کی رضا کی نیّت کرے۔

رضائے الٰہی سب سے اونچی چیز ہے:

فرمایا اس پر دلیل یہ ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ جنتیوں کو اپنے دیدار سے مشرّف فرمائے گا تو اُن سے مخاطب ہوگا کہ میں تمہیں ایسی نعمت عطا کرتا ہوں جو پہلے سب نعمتوں سے اُونچی ہے، تو عام جنتی کہیں گے......وہ کیا؟، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں تم سے راضی ہو گیا اب کبھی ناراض نہ ہوں گا۔

حقیقی علم: فرمایا بعض علماء کہتے ہیں کہ اللہ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے۔

﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَايَعْلَمُوْنَ۝﴾

''کیا عالم اور جاہل برابر ہیں؟''۔

تو جب اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے (کہ عالم اور جاہل برابر نہیں)۔یعنی عالم زیادہ درجہ والا ہوتا ہے جاہل سے۔اب سوال پیدا ہوتا ہے.......

سوال: تو اب علماء کو علم کے ساتھ تکبر کرنا یہ عینِ فرمان کے مطابق ہے۔اس کا **جواب** یہ ہے کہ عالم باعمل کے بارے میں یہ (آیت) وارد ہے،اور جب تکبر آیا تو اب عالم باعمل نہ رہا بلکہ عالم بے عمل بن گیا،اب اس کا علم ''شیطانی علم'' ہے،وہ اس (فضیلت) میں داخل نہیں۔

اخلاص کے چھ درجے:

فرمایا کہ اخلاص کے بعض نے تین اور بعض نے چھ درجے شمار کیے ہیں:

❶......نیکی کرے...... جنت کے حصول کے لیے۔

❷ ...... نیکی کرے......جہنم سے بچنے کے لیے۔

❸ ...... نیکی کرے......اللہ کی رضا کے لیے۔

❹ ...... نیکی تو کرے......جنّت کے حصول کے لیے لیکن خود جنّت طلب نہ کرے بلکہ خود اللہ تعالیٰ کی رضا طلب کرے، کیوں کہ جنّت اللہ کی رضا کا مقام ہے،اللہ کی رضا طلب کرے گا تو جنّت خود مل جائے گی۔

❺ ...... نیکی تو کرے......اللہ کی رضا کے لیے لیکن ساتھ تواضع بھی ہے اور یہ سوچتا رہے کہ میں خاک اور اللہ تعالیٰ کی ذات پاک،وہ وراء الوریٰ اور میں تحت الثریٰ،اس لیے زبان سے صرف جنّت کو طلب کرتا ہے۔ ❻ ...... نیکی کرے......اللہ کی رضا کے لیے لیکن تواضع کی وجہ سے زبان سے نہیں کہتا البتہ دل سے جنّت مانگتا ہے اور وہ دلوں کی باتوں کو جانتا ہے۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے تین درجے:

(۱)...... لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ ......اس کو ''توحیدِ اعتقادی'' کہتے ہیں۔

(۲)...... لَا مَقْصُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ ......دنیاوغیرہ کچھ مقصود نہیں، مقصود صرف اللہ ہے (یعنی اس کی رضا)۔

(۳)...... لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ......یعنی کامل وجود صرف اللہ کا ہے، اس کو ''توحیدِ کشفی'' کہتے ہیں۔

سورۂ فتح کی پہلی دو آیات کا ربط:

﴿ اِنَّا فَتَحنَا لَکَ فَتحاً مُبِیناً ٥ لِیَغفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِکَ وَمَا تَأَخَّر ٥ ﴾

فرمایا پہلی آیت میں ''فتح'' کا ذکر ہے اور دوسری آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو خطاب ہے کہ ''آپ کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف ہیں''۔

اب مفسرین کا اس میں بہت اختلاف ہے کہ ان دو آیات کا آپس میں کیا ربط ہے؟......اس میں ایک ربط یہ ہے جو کہ راجح اور مختار ہے کہ پہلی آیت میں ''فتح'' کا ذکر ہے، یہ دنیاوی عزّت ہے، اور دوسری آیت میں ''اگلے پچھلے گناہوں کی معافی کا اعلان'' ہے، یہ آخرت کی کامیابی ہے۔

اگر کوئی اللہ ربّ العزّت کے وجود کی حقیقت کو جاننا چاہے تو......:

فرمایا کہ اگر بندہ خدا کے وجود کو جاننا چاہے تو اس کو اپنی روح کے متعلق سوچنا چاہیے، وہ ایسے کہ ہر شخص کو یہ یقین ہے کہ اس کے اندر ''روح'' ہے، لیکن اگر اس سے روح کی حقیقت کا سوال کیا جائے تو وہ اس کا جواب نہ دے سکے گا، البتہ اتنی بات ہے کہ اِس کا اقرار ضرور کرے گا کہ اس کے اندر ''روح'' ہے، اسی طرح کائنات کے نظام پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے چلانے والی بھی کوئی ذات ہے اور وہ ذات اللہ تعالیٰ کی ہے، لیکن جس طرح انسان اپنی روح کی حقیقت کو نہیں جان سکتا اسی طرح وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی حقیقت کو بھی نہیں جان سکتا۔

اختلاف کی بنیاد عموماً تکبر ہوتی ہے:

فرمایا کہ اتفاق کی بنیاد ''تواضع'' ہے اور اختلاف کی بنیاد عموماً ''تکبر'' ہوتی ہے۔

فرمایا کہ بزرگوں نے کہا ہے کہ جو شخص علماء وصلحاء کی صحبت میں رہے اور اس میں سے تکبر دور نہ ہو تو اس نے ان سے کچھ حاصل نہیں کیا۔

فرمایا تکبر کا خاندان یہ ہے کہ تکبر کا باپ ''غصّہ'' ہے کہ تکبر غصہ سے پیدا ہوتا ہے، جب کہ تکبر کی سب سے بڑی صاحبزادی ''غیبت'' ہے اور صاحبزادیاں بھی ہیں، لیکن سب سے بڑی صاحبزادی ''غیبت'' ہے کہ غیبت تکبر کی وجہ سے ہوتی ہے۔ تکبر کی ماں حبّ جاہ ہے۔ کہ بندہ کو عزّت کی محبت ہر وقت لگی رہتی ہے۔ اور دوسرے بُرے اَخلاق تکبر کے بھائی، بہنیں، رشتہ دار ہیں۔

شکر ادا کرنے کا آسان طریقہ:

فرمایا کہ شکر ادا کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے کے بعد دُعا پڑھنے کے لیے بتائی ہے، اس کو پڑھے: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِیْنَ. (ابو داؤد)﴾

نوٹ: اصل حدیث میں لفظ ''مِنْ'' نہیں ہے۔

تکبر کو شکر بنانے کا طریقہ:

فرمایا کہ نعمت میں اپنا کمال سمجھے تو یہ ''تکبر'' ہے، حق تعالیٰ کا کمال وانعام سمجھے تو یہ ''شکر'' ہے۔

عالم الغیب کون؟

فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء علیہم السلام ''عالم الغیب'' نہیں تھے، غیب کی خبریں بتاتے تھے جسے ''انباءِ غیب'' کہتے ہیں، عالم الغیب کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ بغیر کسی واسطے کے عقل وغیرہ کو بھی استعمال کئے بغیر غیب کی خبریں جاننا۔ اس کی دلیل کہ انبیاء علیہم السلام ''عالم الغیب'' نہیں ہوتے:

1 نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں مقیم تھے، حجرہ

مسجد نبوی سے متصل تھا، حجرہ اور مسجد کے درمیان صرف دیوار کا فاصلہ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وسلم نے پوچھا: کیا نماز ہوگئی؟ تو غور کیجئے! کہ جو کہتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وسلم "عالم الغیب" تھے کہ حجرہ میں آپ مقیم ہیں، مسجد نبوی ساتھ ہے اور نماز کے متعلق پوچھ رہے ہیں، اگر آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وسلم "عالم الغیب" ہوتے تو نماز کے متعلق کیوں پوچھتے؟

۲ حضرت یوسف علیہ السلام کو جب ان کے بھائی کنویں پر لے گئے تو چند دن وہاں رہے، پھر جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی ان سے صلح ہوئی (بادشاہ بننے کے بعد) تو چوں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی کمزور ہوگئی تھی حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی قمیض بھائیوں کو دی کہ ابّا جان پر ڈال دینا بینائی واپس آجائے گی، جب بھائی قمیض لا رہے تھے تو یعقوب علیہ السلام نے فرمایا

﴿اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ لَوْ لَااَنْ تُفَنِّدُوْنَ ٥﴾

"بے شک میں یوسف کی خوش بو پاتا ہوں اگر تم مجھے بہکی بہکی باتیں کرنے والا خیال نہ کرو"۔

تو غور کیجئے! جب یوسف علیہ السلام کنویں پر تھے (جو کہ نزدیک تھا) اس وقت معلوم نہ ہوا اب اتنی دور سے فرمادیا کہ خوش بو آرہی ہے..... وجہ یہ ہے کہ خوش بو اللہ نے پہنچائی۔

تکبر کا علاج:

فرمایا کہ تکبر کا علاج یہ ہے: **۱**..... اَللّٰہُ اَکْبَر کثرت سے کہے۔ **۲**..... جو شخص صحیح طریقہ سے نماز پڑھتا ہے اس میں تکبر باقی نہیں رہتا، کیوں کہ انسان کی ناک عزّت والی شمار کی جاتی ہے اور انسان سجدہ میں جب تک اپنی ناک اور ماتھے کو زمین پر نہ رکھے سجدہ ادا نہیں ہوتا اور زمین وہ جگہ ہے جہاں انسان اپنا پاؤں رکھتا ہے۔

شیخ سے مناسبت کی علامات:

فرمایا کہ شیخ سے مناسبت کی تین علامتیں ہیں:
۱ **تتبع:** پہلے خوب سوچ کر تلاش کر کے شیخ بنانا۔ ۲ **استحضار:** جو بات شیخ کہے وہ یاد رکھنا اور شیخ کے اچھے حالات ذہن میں رکھنا۔ ۳ **اتباع:** پھر جو شیخ کہے اس پر پورا پورا عمل کرنا۔

ابوالجن کون ہے؟

فرمایا کہ اس میں دو قول مشہور ہیں: ۱ ابلیس ۲ شومیا
نیز: فرمایا کہ ابلیس کا ایک بیٹا مسلمان ہو گیا تھا جس کا نام ''ھامّہ'' تھا۔

اَسلاف کی تین عبادتیں:

فرمایا (پارہ ۲۱ کا شروع) ﴿اُتْلُ مَا اُوْحِیَ الخ﴾ اس آیت میں اسلاف کی تین عبادتوں کا ذکر ہے یعنی تین چیزوں کا ذکر ہے جنہیں اسلاف نے بہت کیا: ۱ تلاوتِ کلام پاک۔ ۲ نفل نمازیں۔ ۳ ذکر اللہ۔
پھر فرمایا کہ یہ تینوں چیزیں روحانی ترقی میں معین (مددگار) ہیں، اور اس میں سے ذکر اللہ ایسی عبادت ہے جس کو ہر بندہ بآسانی چلتے پھرتے کر سکتا ہے۔

بشارتِ غیبی:

☆ 8 / فروری 2008ء بمطابق ۲۹ / محرم الحرام ۱۴۲۹ھ حضرت والا دامت برکاتہم نے جمعہ کے بیان میں فرمایا ایک شخص نے وفات کے بعد خواب میں حضرت نفیس شاہ صاحب رحمہ اللہ کی زیارت کی (جب کہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا انتقال 5 / فروری 2008ء بمطابق ۲۶ / محرم الحرام ۱۴۲۹ھ کو ہو چکا تھا) کہ آپ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ٥ آیت بار بار دہرا رہے ہیں۔
حضرت والا دامت برکاتہم نے **فرمایا** میں نے تعبیر دی کہ یہ اچھے خاتمہ کی نشانی ہے کہ نہ نصاریٰ میں نہ یہود میں... بلکہ مؤمنین کاملین میں ہیں، اِن شاء اللہ۔

☆ **فرمایا** ایک صاحب نے حضرت مولنا محمد سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ کو وفات کے بعد خواب میں دیکھا کہ اُس قبرستان میں جہاں آپ دفن کیے گئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہوا کہ میں نے اِن کے آنے پر اس قبرستان کے سانپوں اور بچھوؤں کو حکم دیا ہے کہ اس قبرستان سے چلے جائیں۔(انتہیٰ) (اندازہ فرمائیے! کہ قبر میں خیریت علماء کا ساتھ دینے میں اور اعمال صالحہ کرنے میں ہے)۔

حقوق العباد کا خلاصہ:

فرمایا کہ حقوق العباد کا خلاصہ چار چیزیں ہیں:

(۱) جان۔ (۲) مال۔ (۳) عزّت۔ (۴) اور دین کی حفاظت۔

(یعنی ہر شخص سے متعلق اِن باتوں کا خیال رکھیے)۔

تواضع کیسے پیدا ہو؟

فرمایا کہ اگر ہر نیکی میں ہم یہ سوچ لیں کہ ہماری نیکی اُن کی اعلیٰ شان کے برابر نہیں تو کوئی نیکی تکبر کا ذریعہ نہیں بن سکتی۔

راحت کیسے ملتی ہے؟

فرمایا کہ دنیا میں رہتے ہوئے جو آخرت کا غم رکھیں اُن کو دنیا میں بھی راحت ملتی ہے اور جس کا مقصد ہی دنیا ہو اس کو راحت نہیں ملتی۔

سکون کا مرکز:

فرمایا کہ دنیا میں بھی اولیاء اللہ کو سکون ہوتا ہے (آخرت میں تو ہوگا ہی) البتہ دنیا داروں کے پاس سکون کے اسباب (مکان کپڑے وغیرہ) تو ہوتے ہیں مگر سکون نہیں ہوتا، سکون ہوتا ہے اللہ سے دل لگانے سے۔

سکون کا مرکز حق تعالیٰ کی محبت ہے، جو سکون چاہتا ہے وہ اللہ کی محبت پیدا کرے، آخرت کی فکر کرے، دنیا سے دل نہ لگائے، دنیا ہو تو بقدرِ ضرورت۔

آخرت اختیاری ہے... دُنیا اختیاری نہیں:

فرمایا کہ آخرت اختیاری ہے جتنی چاہیں نیکیاں کر کے جنّت کمالیں اور دُنیا اختیاری نہیں ہے، تمنائیں زیادہ ہوتی ہیں اور ملتا کم ہے۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تین حق ہیں:

فرمایا کہ ہم پر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تین حق ہیں: ① اطاعت (بات ماننا)۔ ② محبت (خوب عقلی و دِلی لگاؤ رکھنا)۔ ③ تعظیم (آپ ﷺ کو بڑا سمجھنا)۔

قرآن پاک آسان ہونے کا مطلب کیا ہے؟

فرمایا کہ قرآن اور احادیثِ مبارکہ کو سمجھنا بہت مشکل کام ہے، صرف قرآن کریم کا معنی پڑھ کر آدمی کو قرآنِ کریم سمجھ میں نہیں آجاتا بلکہ اس کے لیے کسی اُستاد کا ہونا ضروری ہے، اگر کوئی یہ کہے کہ قرآنِ کریم میں تو فرمایا گیا ہے ﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ "تحقیق ہم نے آسان کیا قرآن کو"﴾ آپ کیسے کہتے ہیں کہ اس کو سمجھنا مشکل کام ہے؟

حضرت مولنا رسول خان صاحب رحمہ اللہ (استاذ دارالعلوم دیوبند، وجامعہ اشرفیہ لاہور) نے ترمذی شریف کے درس میں اس کا جواب دیا، کہ اس کا جواب آگے خود آیت ہی میں آرہا ہے ﴿لِلذِّكْرِ﴾ اور "ذکر" کہتے ہیں "یاد کرنے کو، نصیحت کرنے کو"، تو آیت کا مطلب یہ ہے کہ یہ قرآن آسان ہے یاد کرنے کے اعتبار سے کہ اس کو دس یا بارہ سال کے بچے حفظ کر لیتے ہیں، اور یہ قرآن پاک آسان ہے نصیحت کے لیے کہ ہم اس کے ذریعے چھوٹی چھوٹی باتوں میں نصیحت حاصل کر سکتے ہیں، باقی رہے مسائل تو وہ علماء کا کام ہے۔

تکبر کی اقسام: **فرمایا** قرآن پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ تکبر تین قسم پر ہے:

① ......دل میں اپنے آپ کو بڑا سمجھنا، اس کو "تَكَبُّر" کہتے ہیں۔ ② ......چال میں اپنے آپ کو بڑا سمجھنا، اس کو "مُخْتَال" کہتے ہیں۔ ③ ......زبان سے اپنے آپ کو بڑا کہنا، اس کو "فَخُوْر" کہتے ہیں۔ یہ تینوں قسمیں قرآن کریم میں بیان کی گئی ہیں۔

مختصر الفاظ میں حضرت صوفی صاحب کے چند ملفوظات:

فرمایا ''موت'' عالم برزخ کی ولادت ہے۔
فرمایا ہر موقع میں شریعت نے ہمیں اچھے مشورے دیئے ہیں۔
فرمایا بدعت (ایجاد) کرنا پسِ پردہ نبوّت کا دعویٰ ہے۔
فرمایا دین میں زیادتی کرنا، نئی بات کرنا بہت بُرا ہے۔
فرمایا تواضع نیکی کی جڑ ہے اور تکبر گناہوں کی جڑ ہے۔
فرمایا رسموں کا زیادہ تر دارومدار تکبر پر ہوتا ہے یا کافروں کی مشابہت ہوتی ہے۔
فرمایا نیکوں کی شکل بناؤ..نیک بن جاؤ گے یا بُروں کی شکل بناؤ بُرے بن جاؤ گے۔
فرمایا بہت سے کافروں کا مسلمان نہ ہونا تکبر کی وجہ سے ہوتا ہے۔
فرمایا اگر رسمیں کرنا اچھا کام ہوتا تو کیا نبی پاک صلی اللہ علیہ وعلیٰ اٰلہٖ وسلم نہ کرتے۔
فرمایا شادی میں سادگی اچھی چیز ہے۔
فرمایا نماز تواضع پیدا کرتی ہے اور تکبر تواضع کو ختم کرتا ہے۔
فرمایا عالم کون ہوتا ہے؟.....جو اپنے علم پر عمل کرے۔
فرمایا جسمانی بیماریوں سے زیادہ روحانی بیماریاں نقصان دہ ہوتی ہیں۔
فرمایا اللہ میاں کا ملنا یہی ہے کہ ان کا قُرب مل جائے۔
فرمایا دین کی وجہ سے سمجھ بڑھ جاتی ہے۔
فرمایا سمجھ بڑھانے کا طریقہ ''تقویٰ'' ہے۔
فرمایا دنیا کی لمبی اُمیدیں لگانا منع ہے۔
فرمایا دین کی لمبی اُمیدیں لگائیں تو یہ جائز ہے۔
فرمایا دل کی بیماریوں میں سب سے بری بیماری ''تکبر'' ہے۔
فرمایا کفر کے بعد ''تکبر'' سے بچنا نہایت ضروری ہے۔
فرمایا دل کی بیماریوں کا علاج بغیر شیخ کے نہیں ہوتا، عادۃ اللہ یونہی جاری ہے۔
فرمایا نفس کی اصلاح میں سب سے پہلا درجہ تکبر کی اصلاح ہے۔

فرمایا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی چیز کے لیے حقیقی بڑائی نہیں ہے۔

فرمایا دنیاداروں میں بڑائی آتی ہے رسموں کے ذریعے۔

فرمایا جہیز میں حرج نہیں (البتہ) جہیز میں فخر کرنے، دکھاوا اور اسراف کرنے میں حرج اور گناہ ہے۔

فرمایا رسموں کو گھڑ لینا اور عبادات میں داخل کر دینا بہت بڑا جُرم ہے۔

فرمایا فضول کام، فضول بات... گناہ کا ذریعہ بن سکتی ہے۔

فرمایا دنیا میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا ایک طریقہ "تلاوتِ قرآن" ہے۔

فرمایا گناہ دھکا دیں گے دوزخ میں۔

فرمایا اپنے سرمایہ کو دنیا ہی میں لگا دینا اور آخرت کی فکر نہ کرنا غلطی ہے۔

فرمایا (آخرت میں) افسوس ہوگا تو یہ ہوگا کہ میں نے آخرت میں ترقی کم کی۔

فرمایا نبی ﷺ پر اعتماد ہوتے ہوئے آخرت کو ماننا یہ "ایمان" ہے۔

فرمایا جو دنیا میں دل لگاتا ہے وہ بے حس ہے کیوں کہ دنیا تو عارضی جگہ ہے۔

فرمایا جس کو آخرت کی فکر ہوتی ہے وہ گناہ نہیں کرتا۔

فرمایا گناہ کا سبب دنیا کی محبت ہوتی ہے۔

فرمایا دنیا کی محبت نہ ہو اور آخرت کا فکر ہو تو وہ گناہ سے بچا رہتا ہے۔

فرمایا آخرت کی فکر پیدا ہوتی ہے "مراقبۂ موت" سے۔

فرمایا اپنے آپ کو کامل سمجھنا عُجب اور خود پسندی ہے جو کہ گناہ اور تکبر کی شاخ ہے۔

فرمایا آخرت ختم ہونے والی نہیں اس لیے دن رات ہمیں نیکی کرنی چاہیئے۔

فرمایا ہمارے اکابر علم کے سمندر تھے لیکن اللہ تعالیٰ کے علم کے سامنے کچھ بھی نہیں۔

حضرت صوفی صاحب کے بعض اساتذہ کرام کا تذکرہ...

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ
(خلیفہ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ)

ولادت وخاندان:

۱۲/ربیع الثانی ۱۳۱۷ھ (21/اگست 1899ء) کوشہر بھوپال میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد محمد اسماعیل صاحب اس زمانہ میں بھوپال میں محکمۂ جنگلات کے مہتمم تھے،آپ کا آبائی وطن کاندھلہ ضلع مظفرنگر ہے۔والد صاحب کی طرف سے ''صدیقی'' اور والدہ صاحبہ کی طرف سے ''فاروقی'' ہیں۔

ابتدائی تعلیم:

ابتدائی دینی تعلیم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، تھانہ بھون کے مدرسہ میں حاصل کی۔9سال کی عمر میں آپ نے قرآن کریم حفظ کیا۔وہیں بعض کتابیں حکیم الامّت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی پڑھیں۔

اعلیٰ تعلیم:

ابتدائی تعلیم سے فراغت کے بعد دورۂ حدیث تک تعلیم مظاہر العلوم میں سہارن پور میں حاصل کی اور ۱۳۳۶ھ میں فراغت ہوئی۔آپ کی عمر اس وقت 19 سال تھی۔
مظاہر العلوم سہارن پور سے فراغت کے بعد دارالعلوم دیو بند میں دوبارہ حدیث پڑھی اور ۱۳۳۷ھ/1919ء میں فراغت پائی۔

اساتذہ کرام:

حکیم الأمّت مولنا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ، مولنا عبداللہ گنگوہی رحمہ اللہ، مولنا رسول خان صاحب ہزاروی رحمہ اللہ، مولنا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ، مولنا عبداللطیف صاحب رحمہ اللہ، مولنا ثابت علی صاحب رحمہ اللہ، مولنا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ، مولنا انورشاہ کشمیری رحمہ اللہ، مولنا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ، مولنا محمد احمد اور مولنا شبیر احمد عثمانی رحمہما اللہ تعالیٰ آپ کے اساتذہ میں شامل ہیں۔

تدریسی خدمات:

۱۳۳۷ھ/ 1919ء سے مدرسہ امینیہ، دہلی میں تدریس کی ابتدا کی، پھر ایک سال بعد دارالعلوم دیوبند میں بلالیا گیا، وہاں ۱۳۴۶ھ/ 1929ء تک اور دوبارہ ۱۳۵۸ھ/ 1939ء سے ۱۳۶۸ھ/ 1949ء تک تدریس فرمائی۔ درمیان کے چند سال حیدرآباد دکن میں قیام رہا۔

سفرِ حج:

حیدرآباد دکن میں قیام کے زمانہ میں حجِ بیت اللہ کا فریضہ بھی ادا کیا۔

پاکستان آمد:

۱۳۶۸ھ/ 1949ء میں پاکستان تشریف لے آئے اور شیخ الجامعہ کی حیثیت سے جامعہ عباسیہ، بہاولپور میں پڑھایا۔

لاہور میں قیام:

1952ء میں مفتی محمد حسن صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے بلانے پر جامعہ اشرفیہ تشریف لائے اور زندگی کے آخری لمحہ (1974ء) تک جامعہ اشرفیہ میں شیخ الحدیث والتفسیر کے منصب پر خدمات انجام دیں۔

تبلیغی خدمات:

یوں تو ملک بھر میں تبلیغی فرائض سرانجام دیے لیکن دعوت وارشاد کا اصل مرکز نیلا گنبد رہا۔ 1961ء سے 1974ء تک نیلا گنبد کی مسجد میں خطبۂ جمعہ ارشاد فرمانے کا معمول تھا۔

اولاد:

آپ کے 6 بیٹے اور 2 بیٹیاں تھیں۔ بیٹے ماشاءاللہ سب حافظ، قاری اور درسِ نظامی کے فاضل ہیں۔

روحانی مشرب:

بیعت کا باضابطہ تعلق حضرت مولٰنا خلیل احمد صاحب سہارن پوری رحمہ اللہ سے تھا۔ مگر فیوض وبرکات حکیم الاُمّت حضرت تھانوی رحمہ اللہ سے بھی حاصل کیے تھے۔

تصنیفی خدمات:

عربی، فارسی اردو میں ایک سو سے زائد کتابیں لکھیں، چند کتابوں کے نام یہ ہیں:

① معارف القرآن 7 جلدیں۔

② شرح بخاری (عربی) 20 جلدیں۔

③ شرح بخاری (اردو) 5 جلدیں۔

④ شرح مشکوٰۃ (عربی) 8 جلدیں۔

⑤ شرح بیضاوی 22 جلدیں۔

⑥ سیرت المصطفٰی 3 جلدیں۔

⑦ عقائدِ اسلام۔

وفات:

8 رجب ۱۳۹۴ھ/ 1974ء کی صبح کو رحلت فرمائی۔ نمازہ جنازہ جامعہ اشرفیہ

میں مولنٰا محمد مالک کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے پڑھائی۔ اچھرہ کے قبرستان میں مدفون ہیں۔

حضرت مولنا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ

(حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے خلیفہ)

ولادت وخاندان:

آپ کی ولادت اپنے ننھیال (عمروالی بلہ تحصیل نکودر ضلع جالندھر) ۱۳۱۳ھ / 1895ء میں ہوئی۔ والد کا نام الٰہی بخش ولد خدا بخش تھا۔ قوم آرائیں تھی۔

تعلیم واساتذہ کرام:

آپ بچپن ہی سے اپنے ماموں جان میاں شاہ محمد صاحب کی زیرِ تربیت رہے۔ قرآن کریم بھی انہی سے پڑھا۔ ۱۳۲۳ھ / 1905ء میں مدرسہ رشیدیہ، نکودر ضلع جالندھر میں داخلہ لیا اور دو سال تک وہاں فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ پھر مدرسہ رشیدیہ، رائے پور گوجراں ضلع جالندھر میں مولنا فضل احمد اور مولنا مفتی فقیر اللہ صاحب سے صرف، نحو، فقہ واُصولِ فقہ، فلسفہ ومنطق اور ادب کی کتابیں پڑھیں۔ کچھ عرصہ مولنا سلطان احمد صاحب کے پاس رہ کر بھی مختلف کتابوں کے کچھ کچھ حصّے پڑھے۔ پھر مدرسہ منبع العلوم گلاوٹی ضلع بُلند شہر میں تین سال رہ کر مولنا غلام نبی سرحدی، مولنا کریم بخش پنجابی، مولنا محی الدین صاحب سے علمِ ہیئت، فقہ، اصولِ فقہ، منطق، فلسفہ، فرائض ومعانی وغیرہ حاصل کیے۔ پھر ۱۳۳۲ھ / 1913ء سے چار سال مولنا محمد یاسین، مولنا سلطان احمد پشاوری، مولنا سلطان احمد بریلوی، مولنا عبدالرحمٰن سلطان پوری سے مدرسہ اشاعت العلوم بریلی میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ سندِ حدیث حضرت مولنا محمد یاسین سرہندی سے حاصل کی۔

درس وتدریس:

۱۳۳۵ھ میں فراغت کے بعد اسی مدرسہ اشاعت العلوم میں مدرس مقرر ہوئے اور متوسّط کتابیں پڑھائیں۔اگلے سال ۱۳۳۶ھ سے ۱۳۴۵ھ تک مدرسہ عربیہ منڈی صادق گنج، بہاولپور میں بحیثیت صدر مدرّس آپ کا تقرر رہا اور وہاں درسِ نظامی کی تمام کتابیں پڑھائیں۔درمیان میں ایک سال ۱۳۴۱ھ کو رائے پور گوجراں میں تدریس فرمائی۔پھر ۱۳۴۵ھ/ 1926ء سے ۱۳۴۹ھ/ 1931ء تک مدرسہ عربی فیض محمدی جالندھری میں پڑھاتے رہے۔

مدرسہ خیر المدارس جالندھر کا قیام:

جب مدرسہ فیض محمدی کا سلسلہ ختم ہوا تو شوّال ۱۳۴۹ھ/ مارچ 1931ء کو مسجد عالم گیر اڑاری بازار جالندھر میں مدرسہ کا آغاز کیا۔حکیم الاُمّت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اس کا نام مدرسہ عربی خیر المدارس تجویز فرمایا اور سرپرستی قبول فرمائی۔۱۳۶۶ھ / 1947ء تک یہ مدرسہ تعلیمی خدمات انجام دیتا رہا۔

پاکستان آمد اور خیر المدارس کی نشاۃِ ثانیہ:

۱۳۶۶ھ/ 1947ء کو آپ جالندھر سے ملتان تشریف لے آئے اور ذی قعدہ ۱۳۶۶ھ/ اکتوبر 1947ء کو گیان تھلہ، بیرون دہلی دروازہ ملتان میں خیر المدارس کی نشاۃِ ثانیہ ہوئی۔جو اب پاکستان کے چند بڑے مدارس میں شمار ہوتا ہے۔

حاضری تھانہ بھون:

آپ نے تربیت باطنی کے لیے خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ کو منتخب فرمایا۔سب سے پہلے حاضری ۱۳۴۲ھ/ 1924ء کو ہوئی اور پھر یہ سلسلہ حکیم الاُمّت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی وفات تک جاری رہا۔ایک سال بعد ۱۳۴۳ء کو حکیم الاُمّت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے آپ کو چاروں سلسلوں میں بیعت کیا اور خلافت سے بھی نوازا۔

تصنیفی خدمات:

درس وتدریس اور وعظ وارشاد آپ کی زندگی کا اصل محور تھا اور تصنیف وتالیف کا

شغل بہت ہی کم تھا تاہم چند مفید رسائل تألیف فرمائے، ان میں:

۱ خیر الاصول۔ ۲ خیر التنقید۔ ۳ خیر الوسیلہ۔ ۴ تیسیر الابواب

۵ خیر المصابیح۔ ۶ نمازِ حنفی وغیرہ علمی شاہ کار تألیفات ہیں۔

عظیم کارنامہ:

آپ نے پاکستان کے مدارسِ دینیہ کا وفاق بنام ’’وفاق المدارس العربیہ‘‘ قائم فرمایا اور تمام مدارس کو ایک لڑی میں منسلک کر دیا۔ مولنا ہی اس کے صدر تسلیم کیے گئے۔

وفات:

۲۰ رشعبان ۱۳۹۰ھ/ اکتوبر 1970ء کو ملتان میں وفات پائی۔ خیر المدارس کے دار الحدیث کے عقب میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

حضرت مولنا رسول خان صاحب ہزاروی رحمہ اللہ

(خلیفہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ)

ولادت وخاندان:

آپ ۱۲۸۸ھ/ 1871ء کے لگ بھگ اچھڑیاں، ہزارہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام مولنا محمود علی بن محمد گل خان تھا اور قومیت کے لحاظ سے آپ سواتی پٹھان تھے۔

تعلیم واساتذہ کرام:

ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ ہزارہ کے مدارس میں حاصل کی۔ بعد ازاں آپ سوسل گلی اوگی تشریف لے گئے اور وہاں حضرت مولنا قاضی محمد عبداللہ صاحب سے استفادہ کیا۔ پھر احمد المدارس اسکندر پور ہری پورہ ہزارہ تشریف لے گئے اور وہاں دار العلوم دیوبند کے ممتاز فاضل حضرت مولنا احمد ہزاروی سے درسِ نظامی کی کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد آپ نے بوئی گاڑ ضلع کیمبل پور میں کچھ عرصہ تعلیم حاصل کی۔ پھر ۱۳۲۰ھ میں اعلیٰ

تعلیم کے لیے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ تین سال کے عرصہ میں باقی ماندہ کتابیں پڑھ کر ۱۳۲۳ھ میں شیخ الہند حضرت مولنا محمود حسن صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے دورۂ حدیث پڑھا اور سندِ فراغت حاصل کی۔ معقولات کی آخری کتابیں اپنے ہم وطن حضرت مولنا غلام رسول خان صاحب ہزاروی سے پڑھی تھیں اور انہی کتابوں میں وہ اپنے استاذ کے صحیح جانشین ہوئے۔

تدریسی خدمات:

فراغت کے بعد ۱۳۲۳ھ سے ۱۳۳۲ھ تک مدرسہ امداد الاسلام میرٹھ میں اعلیٰ تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ پھر ۱۳۳۲ھ میں مدرسِ اعلیٰ کے حیثیت سے دارالعلوم دیوبند میں آپ کا تقرر ہوا اور ۱۳۵۳ھ تک برابر 21 سال وہاں تدریسی خدمات انجام دیں۔

لاہور آمد:

پھر 1935ء کو آپ لاہور تشریف لے آئے اور 1954ء تک اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ علوم مشرقی میں مولوی فاضل کی کتابیں پڑھائیں، اورینٹل کالج کے آخری چار سالوں میں پہلے جزوقتی اور ستمبر 1954ء میں ریٹائرمنٹ کے بعد مستقل طور پر جامعہ اشرفیہ میں پڑھانا شروع کیا اور یہ تعلق آخری دم تک رہا۔ اور تقریباً 20 سال تک معقولات اور منقولات کی اعلیٰ کتب کا درس دیتے رہے۔

بیعت وخلافت:

آپ نے باطن کی اصلاح کے لیے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کو منتخب فرمایا۔ اور حکیم الامّت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیعت ہوئے اور بعدازاں آپ کو حضرت کی طرف سے اجازت بھی حاصل ہوئی۔

وفات:

۱۳۹۱ھ کو تعلیمی سال کے اختتام پر جب سالانہ چھٹیاں ہوئیں تو آپ اپنے آبائی وطن اچھڑیاں

تشریف لے گئے اور وہیں ۳/رمضان ۱۳۹۱ھ کو وفات پائی۔ اور وہیں تدفین عمل میں آئی۔ آپ کی عمر 103 سال تھی۔ آپ نے تقریباً پون صدی تک مسندِ تدریس کو رونق بخشی۔

اولاد:

آپ کے تین بیٹے اور تین ہی بیٹیاں تھیں۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ

(خلیفہ حکیم الامّت حضرت تھانوی رحمہ اللہ)

ولادت وخاندان:

آپ ۲۱/شعبان ۱۳۱۴ھ/ 1897ء کو دیوبند ضلع سہارن پور میں پیدا ہوئے۔ آپ عثمانی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ سادات میں سے تھیں اور آپ کی آبا وٗ اجداد قصبہ دیوبند کے ممتاز اہلِ علم تھے، آپ کے والد حضرت مولنا یاسین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ جیّد عالم اور صاحبِ نسبت بزرگ تھے اور دارالعلوم میں مدرّس تھے۔

تعلیم واساتذہ کرام:

پانچ سال کی عمر میں حافظ محمد عظیم صاحب کے پاس دارالعلوم دیوبند میں قرآن کریم کی تعلیم شروع کی۔ فارسی کی مروّجہ کتابیں اپنے والد محترم سے دارالعلوم دیوبند میں پڑھیں۔ حساب وفنون وریاضی کی تعلیم اپنے چچا مولنا منظور احمد صاحب سے حاصل کی، سولہ سال کی عمر میں دارالعلوم دیوبند کے درجہ عربی میں داخل ہوئے اور ۱۳۳۵ھ میں دورۂ حدیث سے فراغت حاصل کی۔ آپ نے حضرت مولنا انور شاہ کشمیری، مولنا مفتی عزیز الرحمن عثمانی، مولنا حبیب الرحمن عثمانی، مولنا شبیر احمد عثمانی، مولنا سیّد اصغر حسین دیوبندی، مولنا ابراہیم بلیاوی، مولنا اعزاز علی دیوبندی اور مولنا رسول خان صاحب ہزاروی رحمہم اللہ جیسے اکابرین سے تعلیم حاصل کی۔

دارالعلوم دیوبند میں تدریس:

فراغت کے بعد تدریس کا سلسلہ دارالعلوم دیوبند میں ابتدائی کتابوں سے

شروع فرمایا اور پھر سالہاسال اوپر کے سب درجات میں تمام علوم وفنون کی کتابیں پڑھائیں۔ جب علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ سخت بیمار ہوئے تو ان کی جگہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں تین ماہ بخاری شریف کا درس دیا۔ ۱۳۶۲ھ میں تدریس وافتاء کی 27 سالہ خدمات کے بعد دارالعلوم دیوبند سے مستعفی ہوئے۔

افتاء:

۲۸ / ربیع الاوّل ۱۳۵۰ھ میں آپ کو دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ نے افتاء پر بحیثیت صدر مفتی فائز کردیا۔ ۱۳۶۲ھ تک تقریباً 13 سال آپ اس منصب پر فائز رہے۔ پھر پاکستان میں بھی آپ نے دارالعلوم کراچی میں اس سلسلہ کو جاری رکھا اور لاکھوں کی تعداد میں فتاویٰ آپ کے قلم سے جاری ہوئے۔

بیعت وسلوک:

پہلے حضرت مولنا محمود الحسن صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے دستِ مبارک پر بیعت کی تھی۔ آپ کی وفات کے بعد حکیم الاُمّت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم فرمایا اور تجدیدِ بیعت کی۔ ۱۳۴۹ھ میں حکیم الاُمّت حضرت تھانوی نے آپ کو اپنا مجازِ بیعت (خلیفہ) قرار دیا۔ حکیم الاُمّت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے ممتاز خلفاء میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔

پاکستان ہجرت:

جمادی الاُولیٰ ۱۳۶۷ھ / 1948ء کو دیوبند سے کراچی پاکستان، منتقل ہوگئے۔

تاسیس دارالعلوم کراچی:

شوّال ۱۳۷۰ھ میں آپ نے نہایت بے سروسامانی کی حالت میں محلّہ نانک واڑہ کی ایک مختصر عمارت میں صرف ایک استاذ اور چند طلباء سے ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی جسے اللہ تعالیٰ نے چند ماہ ہی میں دارالعلوم کراچی کی حیثیت عطا فرمادی اور آج ماشاءاللہ

کورنگی ٹاؤن میں قائم دارالعلوم کراچی پاکستان کے ممتاز اور بڑے مدارس میں شمار ہوتا ہے۔

وفات:

۱۰/شوال ۱۳۹۶ھ/6/اکتوبر 1976ء کو وفات پائی۔

حضرت مولنا مفتی محمد شفیع صاحب کی تصنیفی خدمات:

تصانیف کی کل تعداد 162 ہے۔صرف فقہی موضوعات پر آپ کی 95 تصانیف ہیں۔ اکثر اردو میں اور کئی عربی زبان میں ہیں۔چند مشہور تصانیف کے نام:

۱ ...... معارف القرآن 8 جلدیں۔

۲ ...... احکام القرآن (عربی) 2 جلدیں۔

۳ ...... فتاویٰ دارالعلوم دیوبند۔

۴ ...... امداد المفتیین۔

۵ ...... آلاتِ جدیدہ کے شرعی احکام۔

۶ ...... مسئلہ سود۔

۷ ...... رؤیتِ ہلال کے شرعی احکام۔

۸ ...... اوزانِ شرعیہ۔

۹ ...... جواہر الفقہ۔

۱۰ ...... اسلام کا نظامِ اراضی۔

دو عظیم بزرگ

(عجیب و غریب حالات کے مالک)

ایک تو بندہ کے والد ماجد گرامی قدر ہیں، جن کی زندگی کے حالات آپ قارئین کرام اِس کتاب (حیاتِ سرور) میں پڑھ رہے ہیں۔ دوسرے بڑے بزرگ عارف باللہ حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ رحمہ اللہ ہیں جو مؤلف کے شیخ و مرشد تھے۔

اِن دونوں عظیم بزرگوں کے عجیب حالات ہیں۔ حضرت ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ کی سوانح بھی ان کے صاحبزادہ جناب ڈاکٹر نعیم اللہ صاحب مدظلہ قلم بند فرما رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرمائیں اور اللہ کرے جلد ہی وہ کتاب بھی منظرِ عام پر آجائے آمین۔ انتہائی قابلِ دید و نافع کتاب ہوگی ان شاء اللہ۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب (حیاتِ سرور) اور حضرت ڈاکٹر صاحب والی کتاب (سوانح حیات) کو شرفِ قبولیت سے نواز دیں۔ آمین ثم آمین یا ربّ العالمین

یہ دو بزرگ بہت عجیب و غریب شان والے ہیں۔ غائبانہ طور پر دونوں بزرگ ایک دوسرے کی عجیب درد بھری کیفیت کے ساتھ حالت بیان کیا کرتے۔

حضرت ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ کو جب حضرت صوفی صاحب مدظلہ کے متعلقین میں سے کوئی ملتا تو حضرت ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مولنا صوفی محمد سرور صاحب بہت اُونچے درجہ کے بزرگ ہیں ان کی قدر کرلو، ان سے فیض حاصل کرلو۔ ان کی قدر کم لوگوں نے جانی ہے۔

اور راقم بندہ کے شیخِ اوّل حضرت مسیح اللہ خان صاحب رحمہ اللہ کا جب انتقال ہوا تو بندہ اصلاحی تعلق قائم کرنے کے لیے ایک، دو ماہ سے سوچ میں تھا اسی دوران ایک بار حضرت والد صاحب (حضرت صوفی صاحب مدظلہ) نے فرمایا کہ حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب (سکھر والوں) سے اصلاحی تعلق قائم کرلے وہ بہت بڑے درجہ کے بزرگ ہیں۔ بندہ اس سے پہلے حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب کو نہیں جانتا تھا۔ بندہ نے جب رابطہ کیا تو حضرت ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ پہلے استخارہ کرلو۔ بندہ نے استخارہ

کر کے عرض کیا فرمایا بہت اچھا۔

الحمدللہ **1993**ء سے حضرت ڈاکٹر صاحب سے اصلاحی تعلق رہا، بہت فائدہ حاصل ہوا۔

اللّٰھم لک الحمدو لک الشکر

بندہ نے جب غور کیا کہ حضرت والد صاحب کسی کی تعریف عموماً نہیں کیا کرتے۔ جب والد صاحب نے فرمایا کہ بہت بڑے درجہ کے بزرگ ہیں تو بندہ نے جب انہیں دیکھا اور ان کے حالات معلوم ہوئے تو بندہ نے حضرت ڈاکٹر صاحب کو اپنی سوچ سے بڑھ کر پایا۔ اور بندہ حضرت ڈاکٹر صاحب کی تواضع دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا۔

حضرت ڈاکٹر صاحب کے بیانات سن کر حیرت میں ڈوبتا چلا گیا کہ ڈاکٹر ہو کر عالم باعمل بزرگوں سے بڑھیا بیان کر رہے ہیں اور فنائیت کی شان دیکھ کر بندہ اُن کا گرویدہ ہو گیا۔ بس پھر کیا حضرت ڈاکٹر صاحب کی زیارت کیے بغیر چین نہ آتا تھا۔ واقعی بقسم کہتا ہوں کہ حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب رحمہ اللہ بہت ہی عجیب و غریب بڑی اُونچی شان والے بزرگ تھے بلکہ مجموعہٗ اکابر تھے۔ بندہ کے دِل میں ایک خیال پختہ ہوتا چلا گیا کہ حضرت ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ کا درجہ اتنا اُونچا ہوگا کہ جو کسی فردِ بشر کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا۔ یہ خیال بندہ کا شدّت اختیار کرتا گیا۔ پھر الحمدللہ اس کی تائید ہوئی کہ ایک شخص کو طویل (لمبے) خواب میں جنابِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ اٰلہ وسلم نے فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حفیظ اللہ کا درجہ اتنا اُونچا ہے کہ عام انسان کے وہم و گمان میں نہیں آسکتا۔

حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب رحمہ اللہ کا تقریباً **35** سال پہلے کا فرمان ہے کہ حضرت صوفی صاحب بہت بڑے درجہ کے بزرگ ہیں۔ اور راقم بندہ کا بھی یہی خیال ہے۔ اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ ہمیں بزرگوں کی قدر کرنے اور ان سے فیض حاصل کرنے کی توفیق دیں۔ آمین

راقم بندہ کے شیخِ ثانی حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب رحمہ اللہ کے انتقال کے بعد اب الحمدللہ بندہ کا اصلاحی تعلق ہے جناب الحاج نواب محمد عشرت علی قیصر صاحب

دامت برکاتہم سے۔ جوکہ حکیم الاُمّت حضرت مولنا محمد اشرف علی صاحب رحمہ اللہ کے مرید اور حضرت مسیح الاُمّت مولنا مسیح اللہ خان صاحب رحمہ اللہ اور حضرت مولنا فقیر محمد صاحب رحمہ اللہ کے خلیفہ ہیں۔ یہ بھی بہت بڑے درجہ کے بزرگ ہیں۔ان کی زیارت بھی ہوسکتی ہے، کبھی اسلام آباد میں، کبھی کراچی میں ہوتے ہیں۔ان کی زیارت بہت سے اولیاء اللہ کی زیارت کے برابر ہے۔جو کہ یادگارِ اسلاف و مستجاب الدّعوات، صاحبِ حال بزرگ ہیں۔

اللہ تعالیٰ انہیں (حضرت نواب صاحب کو) اور حضرت صوفی صاحب مدظلہ کو باعافیت (طویل) لمبی عمر سے نوازیں، اور ہم خدّام کو ان حضرات سے فیض حاصل کرنے کی توفیق دیں۔ آمین

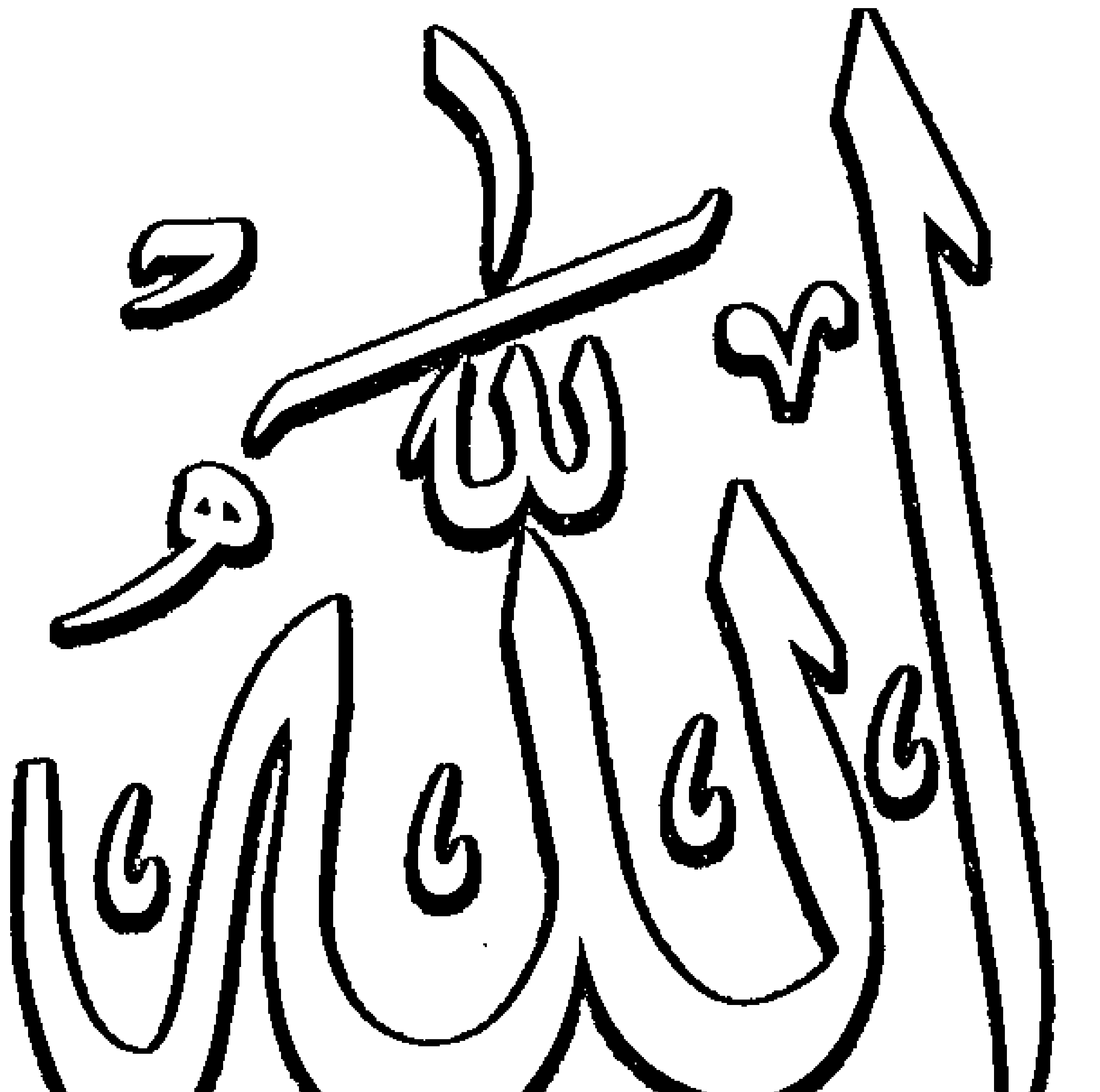

حضرت صوفی صاحب مدظلہ کے اصلاحی خطوط اپنے شیوخ کی طرف

حال: آج کل یہ جملہ احقر کی زبان پر بہت رہتا ہے "یا الٰہی! رحم فرما"۔

ارشاد: یہ نعمت ہے۔

حال: حضرت والا نے عوام اور طلباء کی مجلس سے دور رہنے کے متعلق فرمایا ہے۔ احقر پہلے بھی اس کا بہت خیال رکھتا تھا۔ اب ان شاء اللہ تعالیٰ اس میں احقر اور زیادہ سختی کے ساتھ عمل کرے گا۔

ارشاد: جزَاکُمُ اللهُ.

حال: نماز میں دل لگانے کے طریقہ کے ذیل میں حضرت والا نے تحریر فرمایا تھا کہ "توجّہ کو نماز کے ارکان کی طرف رکھے" اس جگہ ارکان سے مراد رکوع وسجود وغیرہ ہیں یا وہ الفاظ جو نماز میں پڑھے جاتے ہیں؟

ارشاد: دونوں قصد سے ادا کرے، افعال بھی اقوال بھی۔

حال: حضرت والا نے جو اذکار تجویز فرمائے ہیں وہ احقر بالجہر پڑھا کرے یا آہستہ؟

ارشاد: جہر غیر مُفرِط سے ادا کرو۔ (یعنی کچھ آواز میں ہو بہت زیادہ اونچی آواز نہ ہو)

حال: غیبت کی بعض باریک باریک صورتیں جن کا غیبت میں داخل ہونا احقر کو مستحضر نہ تھا۔ ان سے توبہ کی ہے اور آئندہ بچنے کیلئے زیادہ کوشش کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ جن کی غیبت کرنا یاد آتا جاویگا ان سے معافی طلب کرنے کی سعی بھی ان شاء اللہ تعالیٰ احقر کرے گا۔ کیا غیبت سے بچنے کی اتنی تدبیر کافی ہے کہ تقلیل اختلاط مع الانام (مخلوق سے کم تعلق) کیا جاوے۔ بات کرتے وقت پہلے خوب سوچا جاوے اور کسی کے اچھے یا برے تذکرے کو سننے یا کرنے سے حتی الامکان احتراز (پرہیز) کیا جاوے۔ کیا اتنی تدبیر کافی ہے؟ یا مزید تدبیر کی بھی ضرورت ہے۔ اس مزید سے مطلع فرماویں نیز دعا بھی امداد من اللہ کی فرماویں۔

ارشاد: ① کافی اور کاوش مضر ہے ② اِن شاء اللہ کافی ہے۔

حال: مزاح کی عادت ہی ڈال لینا، غور کرنے سے معلوم ہوا کہ مزاح احقر کی تقریباً عادت ہی بن چکا ہے جس کو تبلیغ دین میں مرض لکھا ہے کیا یہ واقعی مرض میں داخل ہے اور کیا اس کے لئے بھی وہی تدبیر کافی ہے جو اوپر عرض کی گئی ہے۔

ارشاد: عادت مرض کا ذریعہ ہے اس واسطے اس کو مرض کہہ دیا گیا ہے۔ کافی ہے۔

حال: تکبر مع المتکبرین۔ یہ اخلاق مذمومہ میں داخل ہے یا محمودہ میں، احقر میں یہ بہت پایا جاتا ہے۔ آئندہ اس پر عمل کرنے نہ کرنے کے متعلق احقر کیا رویہ اختیار کرے۔

ارشاد: ① مبتدی کو اس کا ترک بہتر ہے۔ ② فکر ہمت سے کام لے کر بچے۔

حال: ہم دونوں بھائی بخیریت کل صبح یہاں (ملتان) پہنچ گئے ہیں اس سفر میں احقر کو گاؤں کے واقعات سنائے گئے ان میں جو غیبتیں تھیں وہ جائز تھیں یا نہیں؟

ارشاد: جب تک تفصیل یاد نہ ہو حکم کا پتہ نہیں (چل سکتا) مبتدی کو بہر حال احتراز ضروری ہے اور توبہ کرے۔

حال: نہ معلوم مندرجہ بالا غیبتیں جائز تھیں یا نہیں مگر احقر کو یوں محسوس ہوا کہ احقر کا قلب پہلے سے بھی کالا ہو گیا ہے۔ اس لئے توبہ گریہ وزاری کے ساتھ کی۔ اب کچھ تسلی محسوس ہوتی ہے۔

ارشاد: توبہ کرو۔

حال: حال یہ ہے کہ کبھی رجاء (امید) کا غلبہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے موت کا شوق ہوتا ہے اور آخرت کی راحتوں اور خوشیوں کے تصورات رہتے ہیں اور کبھی خوف کا غلبہ ہوتا ہے جس کی وجہ اپنے معاصی (گناہوں) پر نظر اور عذاب آخرت کا خوف اور مواخذہ (پکڑ) کی فکر دامن گیر ہوتی ہے، اسی پیچ وتاب میں زندگی گذر رہی ہے البتہ اس کا اہتمام رہتا ہے کہ کوئی لمحہ ثواب سے بھرے بغیر نہ گزرنے پائے۔ مباحات میں بھی ایسی نیت کرنے کی

توفیق ہو جاتی ہے جس سے وہ نیکی میں داخل ہو جاتے ہیں یہ سنگ پارس (نسخۂ کیمیا) حضرت والا کی جوتیوں کے طفیل ملا ہے کہ جو مباحات کو بھی حسنات بنا دیتا ہے۔ دعا کی درخواست ہے کہ حق تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے خاتمہ ایمان پر کر دیں اور اپنی رحمت و بخشش سے نوازیں اور عذاب سے بچالیں۔

ارشاد: خط کے ہر جملے سے دل خوش ہوا حالات مبارک ہیں۔ دعا کرتا ہوں اور دعاء چاہتا ہوں۔

حال: اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکرادا کرتے ہوئے عرض ہے کہ ایک رات حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ یہ حق تعالیٰ کی عنایت ہے احقر تو اس قابل نہ تھا۔

ارشاد: کروڑ مبارک ہو۔

حال: اس کے علاوہ بھی چند خوابیں خوش کن آئی ہیں مثلاً ایک پہاڑ پر احقر چڑھتا گیا چڑھتا گیا یہاں تک کہ بہت بڑا چشمہ پالیا جس کے پانی سے بہت سرسبزی اور پھل پھول پھیل رہے ہیں بلکہ اس کے پانی سے دریا اور سمندر بن رہے ہیں کہ جن میں کشتیاں و جہاز چل رہے ہیں۔ اس کی دو تعبیریں ذہن میں آئی ہیں: ایک یہ کہ احقر شاید ایسی حالت تک پہنچے کہ حق تعالیٰ احقر سے دین کی کچھ خدمت لیں جس سے ثواب کا چشمہ جاری ہو۔ دوسری یہ کہ حق تعالیٰ نے احقر کو ایسے سلسلہ سے منسلک کیا کہ جس کا فیض بہت پھیلا ہوا ہے۔ ایک رات حج کرنے اور روضہ کی زیارت کرنے کا خواب دیکھا۔ ایک رات پھر مدینہ منورہ اور مسجد نبوی کی زیارت ہوئی۔

ارشاد: یہ (پہلی تعبیر) دل کو لگتی ہے۔

حال: شہوت کے علاج میں حضرت والا نے موت، قبر اور حشر کے لئے انعام الٰہی وغیرہ کا مراقبہ کرنے کے لئے فرمایا تھا اور محبت الٰہی پیدا کرنے کے لئے انعام الٰہی کا سوچنا تجویز فرمایا تھا۔ احقر روزانہ تھوڑی دیر کیا کرتا ہے اور دونوں باتوں میں پہلے سے حالت اچھی محسوس ہوتی ہے۔

ارشاد: (شہوت) اگر زیادہ تنگ کرے تو پھر روزہ رکھا کرو۔

حال: شریعت کے مقابلے میں احقر اپنی رائے کو کوئی دخل نہیں دیتا البتہ دنیا کی باتوں میں اگر مناسب سمجھتا ہوں تو کسی کی رائے پر عمل کرتا ہوں ورنہ اپنی رائے پر ہی عمل کرتا ہوں۔ اگر یہ خودرائی قابل علاج ہو تو علاج تجویز فرمادیں اگر حضرت والا مناسب خیال فرماویں۔

ارشاد: علاج کی ضرورت نہیں۔

حال: چلتے پھرتے جو ذکر احقر کرتا ہے وہ بالسر (آہستہ) کیا کرے یا بالجہر (آواز سے)؟ گذشتہ دنوں میں تو احقر بِـــا لسِّــر ہی کرتا رہا ہے اس کے متعلق حضرت والا کا کیا ارشاد ہے؟

ارشاد: دونوں (کریں)

حال: نمازوں کے بعد جو ذکر مشہور ہے یعنی تین دفعہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ پھر آیۃ الکرسی پھر آخری تین سورتیں پھر ۳۳بار سبحان اللّٰہ، ۳۳بار الحمدللہ اور ۳۴بار اللّٰہ اکبر۔ احقر اس کو اب تک کرتا رہا ہے آئندہ احقر اسے جاری رکھے یا نہیں؟

ارشاد: ضرور جاری رکھو۔

حال: اسی طرح سوتے وقت آیۃُ الکرسی ایک دفعہ اور آخری تین سورتیں تین تین دفعہ پڑھ کر ہاتھوں پر دم کرکے سارے جسم پر پھیرنا۔ حضرت والا کا کیا ارشاد ہے؟

ارشاد: کرتے رہو۔

حال: پہلے یہ جی چاہا کرتا تھا کہ جو رشتہ دار مثلاً ہمارے کام کے نہیں اُسے ضرورت پڑے تو ہمیں استغناء (بے نیازی) کرنی چاہیئے۔ اب بفضلہٖ تعالیٰ اس کا اہتمام ہے کہ کوئی تکلیف پہنچائے تو اسے آرام پہنچانے کو جی چاہتا ہے۔ کوئی تکلیف کے موقعہ میں استغناء برتے تو اس کی تکلیف کے موقعہ میں خدمت کرنے کو جی چاہتا ہے۔ شاید اس کا منشاء اہتمام ادائے حقوق ہو۔ ومن اللّٰہ التّوفیق۔

پہلے کچھ تعجب سا ہوتا تھا کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ یہ دعا کیوں کرتے تھے کہ اہل جنت کی

صَفِّ نِعَال (جوتیوں) ہی میں جگہ مل جائے اب دن رات یہی دعا کرنے کو جی چاہتا ہے کہ یا اللہ دوزخ کے عذاب سے کسی طرح نجات مل جاوے۔ پھر خواہ جنت کے ادنیٰ سے ادنیٰ درجہ میں ڈال دیا جاوے۔ نیز پہلے بعض دفعہ کسی کو دیکھ کر یہ شبہ ہوجاتا تھا کہ شاید ہماری آخرت اس سے بہتر ہو اب تو ہر ایک مسلمان کے متعلق یہ گمان ہوتا ہے کہ یہی ہم سے پہلے جنّت میں جاوے گا اور اپنا پتہ نہیں کیا حشر ہو۔ شاید ان مذکورہ بالا دونوں حالتوں کا منشاء یہ ہے کہ اب اپنے اعمال کی حقیقت منکشف ہوتی جارہی ہے کہ وہ کسی قابل نہیں۔

ارشاد: آپ کے حالات سے دل خوش ہوا۔

حال: عرض ہے کہ زہد کی حقیقت پڑھنے سے معلوم ہوا کہ اصل بنیاد زہد کی اس بات پر ہے کہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کے مال کی طرف میلان نہ کرے اور بقدر ضرورت پر قناعت کرے۔ نظر جلی سے (یعنی بظاہر) تو یہ معنیٰ اپنے میں موجود معلوم ہوتے ہیں مگر نظر دقیق (گہری نظر) سے جب ''قدر ضرورت'' کے معنیٰ پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ جو ضرورت احقر کے ذہن میں ہے اصل ضرورت تو اس سے بہت کم ہے کیونکہ اصل ضرورت میں تقلیل لذائذ اعدام لذائذ (لذت اتنی کم ہوجائے کہ گویا رہے ہی نہ) ہوتا ہے۔ اور احقر بہت سی لذائذ کا عادی ہے کہ جن کو چھوڑنے کے لیے کافی مجاہدہ کی ضرورت ہے۔ احقر کس حد تک ترک لذائذ کرے؟

احقر کے لیے دارین میں عافیت وکامرانی کی دعا فرماویں۔

ارشاد: یہ یہی معلوم ہوگا کہ استعمال لذائذ حق تعالیٰ کی محبت کیا حدوث یا ترقی ہو بس تقلیل لذائذ کرے اور مقدار ذوقی امر ہے اور کاوش کرے اور اپنے آپ کو قصووار سمجھتا رہے۔

حال: احقر کا جی چاہتا ہے کہ حضرت رحمہ اللہ کے مواعظ میں سے مضمون اخذ کرکے موقعہ بموقع تقریر کی شکل میں ان کو بیان کیا جاوے اس میں مندرجہ ذیل فوائد معلوم ہوتے ہیں:

اوّل تبلیغ دین برائے رضائے مولیٰ۔
دوم علوم عالیہ کا ذہن نشین ہو جانا۔
سوم بار بار ترغیب وترہیب کے استحضار سے عمل کرنے کی توفیق کی امید۔
اور مندرجہ ذیل نقصانات کا اندیشہ ہے:
اوّل تقریر کے تصور سے ہی احقر کو اپنے نفس میں بہت خوشی اور حظ محسوس ہوتا ہے اور اس کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ تقریر کرنے میں صورت ترفّع اور تعلّی کی ہوتی ہے نیز وعظ کے آثار لازمہ میں سے ہے شہرت اور تعلّی۔ اور شہرت نفس کو مرغوب ہے اسلئے نفس کو وعظ سے بہت حظ ہوتا ہے اور یہ حظ اگرچہ غیر اختیاری ہے لیکن احقر چونکہ اس راہ میں مبتدی ہے اس لئے ڈر ہے کہ یہ ذریعہ تکبر یا عجب کا نہ بن جائے۔
ارشاد: پھر تلاوت، ذکر ونماز میں بھی یہ وسوسہ موجود ہے۔
حال: وعظ میں چونکہ ایسے مضامین ہوتے ہیں جس میں سامعین کی اصلاح ہو اور نیت بھی یہ ہوتی ہے کہ سامعین کے دین کا فائدہ ہو جاوے اس لئے احقر کو خوف ہے کہ مبتدی ہونے کی وجہ سے دوسروں کی اصلاح کی طرف اتنی توجہ نہ ہو جاوے کہ اپنی اصلاح سے غفلت ہو جاوے۔
ارشاد: ان شاء اللہ اپنی اصلاح بھی اس سے ہوگی۔
حال: حضرت والا سے درخواست ہے کہ احقر کیلئے تقریر کرنے اور نہ کرنے میں جو مناسب ہو وہ تجویز فرماویں۔
ارشاد: تقریر کرنی مفید ہے عوارض مذکورہ کا تدارک نگرانی نفس اور توبہ ہے۔
حال: تقریر جلدی شروع کرنے کا قوی مقتضی یہ بھی ہے کہ اپنے اکابر واساتذہ کے سامنے اور ان کی سرپرستی میں کچھ تقریریں ہو جاویں تاکہ اصلاح ہو جاوے اور دین کی خدمت عمدہ سے عمدہ طریقہ سے کی جا سکے۔ بہر حال جو صورت بھی احقر کے حال کے مطابق ہو تجویز فرماویں۔
ارشاد: تَوَکُّلاً عَلَی اللّٰهِ وعظ کیا کرو۔

بعض دفعہ خیال آتا ہے کہ حضرت والا سے فلاں بات احقر پوچھے۔ پھر خیال آتا ہے کہ حضرت والا اس کا یہ جواب دیں گے۔ اُس خیالی جواب سے تسلی ہو جاتی ہے۔ مگر یہ معلوم نہیں کہ حقیقت میں وہ جواب صحیح ہوتا ہے یا غلط۔ کیا احقر اُس تسلی سے مطمئن ہو جایا کرے۔

ارشاد: بالکل نہیں۔

حال: اس وقت عشقِ الٰہی کی ایک عجیب میٹھی میٹھی لذت محسوس ہو رہی ہے۔ بے اختیار آنسو نکل رہے ہیں

ارشاد: مبارک لاکھ مبارک ہو۔

احقر کبھی کبھی یہ پڑھا کرتا ہے کہ دعا کے طور پر

عشق سے دل کر منور عاشق صادق بنا
کچھ نہ ہو مقصود مجھ کو اے خدا تیرے سوا
عاشق حق حسن مفتی (مدظلہ) پیشوا کے واسطے

حال: آج کل احقر کے مشاغل تقریباً یہ ہیں:

(ا) تلاوت تقریباً اڑھائی پارہ روزانہ
(ب) ذکر کلمہ ۵۰۰ مرتبہ
(ج) مراقبہ موت و مابعد برائے علاج شہوت
(د) مراقبہ نعماء اللہ تعالیٰ برائے حصول عشق الٰہی
(ہ) مطالعہ حسن العزیز و تجدید تصوف و سلوک و مواعظ
(و) بہشتی زیور کے مسائل کو یاد کرنا
(ز) بہشتی زیور دو چھوٹے بہن بھائیوں کو پڑھانا
(ح) نماز کے الفاظ درست کرانا اور نورانی قاعدہ پڑھانا (۴) چار بہن بھائیوں کو
(ط) درسی کتب جو احقر پڑھ چکا ہے ان کو دہرانا

مندرجہ بالا مشاغل میں مناسب ترمیم فرمادیویں اگر حضرت والا مناسب خیال فرماویں۔

ارشاد: بس کافی ہے۔

حال: تبلیغ دین میں سے خوف کا بیان پڑھا۔ الحمدللہ کہ گناہوں سے اکثر خوفِ عذاب وخوفِ خدا مانع ہوتا ہے لیکن بعض دفعہ خوف کا استحضار نہیں رہتا جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ نفس ضعیف تاویل کر کے کوئی امر قبیح (بُرا کام) کر لیتا ہے یا بلا زیادہ سوچے ہوئے کوئی کام کر لیتا ہے پھر تنبہ ہوتا ہے البتہ عند التنبہ توبہ احقر کر لیتا ہے ایسی حالت میں کیا ارشاد ہے؟

ارشاد: جو کرتے ہو کافی ہے۔

حال: الحمدللہ کہ بیداری کا تقریباً تمام وقت شغلِ تعلیم یا تلاوت یا ذکر یا کلام ثواب ہی میں گذرتا ہے

ارشاد: الحمدللہ مبارک لاکھ مبارک۔

کل تلاوت ومناجات مقبول کی منزل اور مطالعہ وعظ وغیرہ اور عشاء کی نماز کے بعد چار نفلوں کا پڑھنا رہ گیا تھا۔ کیونکہ سبق وغیرہ سے وقت نہیں بچا۔

احقر نے دوام (ہمیشگی) کا لحاظ رکھتے ہوئے ایک آیت تلاوت کر لی، اسی طرح چند شعر مناجات کے اندر اور وعظ کی ایک دوسطریں وغیرہ پڑھ لیں۔ اس کے متعلق حضرت والا کا کیا ارشاد ہے؟ کیا احقر کم فرصت ملنے کے دن ایسا کر لیا کرے؟

ارشاد: کر لیا کرو۔

حال: الحمدللہ موت سے وحشت کی بجائے شوق محسوس ہوتا ہے کہ عاقبت تو جیسے کوئی مانوس جگہ ہے۔

ارشاد: ماشاءاللہ۔

حال: اپنی تعلیم میں کوشش کرنے میں مزہ آتا ہے اور الحمدللہ وقت ضائع ہونے سے دل کڑھتا ہے اور کوشش یہی ہے کہ کوئی وقت ضائع نہ ہو۔ دل چاہتا ہے کہ کھانا کھانے میں بھی وقت نہ صرف ہو یا عبادت ہو یا تعلیم ہو۔

آج رات تین خوابیں آئیں جو درج ذیل ہیں:

اوّل یہ کہ ایک طالب علم ایک مدرس کی شکایت مہتمم صاحب مدظلہ سے کر رہا ہے۔

دوم یہ کہ ایک قاری صاحب جو یہاں بچوں کو قرآن شریف پڑھاتے ہیں اور وہ بچوں کو بید مار رہے ہیں۔ جب مہتمم صاحب مدظلہ کے قریب پہنچے تو انہوں نے بھی ہاتھ پھیلا دیا۔ قاری صاحب نے ان کو بھی بید مار دیا کہا یہ اس لئے مارتا ہوں کہ بچے تیز ہو جائیں۔

سوم یہ کہ میرے پاؤں میں کوئی جوتے ہیں مجھے ان سے بہت تکلیف ہوتی ہے، میں انہیں اتارنے میں بہت کوشش کرتا ہوں اور آخر اُتر جاتے ہیں تو خوش ہوتا ہوں اور یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ کسی گناہ کی وجہ سے تھا۔ اب خیال آتا ہے کہ رات کسی نے ہم کو چاول بھیجے تھے ممکن ہے وہ خیرات کے چاولوں میں سے ہوں۔ یہ خیال جو آخری سطر میں لکھا ہے بے داری میں آتا ہے اُس سے قبل جو لکھا وہ خواب میں۔

ارشاد: بے داری کا حال درست رکھو، خوابوں کی طرف زیادہ دھیان نہ رکھو۔

حال: احقر کا سہ ماہی امتحان ہو گیا ہے۔ چند کتابوں کے امتحانوں کے نمبر احقر کو معلوم ہوئے ہیں جو درج ذیل ہیں۔ میزان الصرف۔ منشعب اور علم الصرف حصّہ اوّل دوم ۵۰/۵۱ (ایک نمبر انعامی)، نظم مائۃ عامل ۵۰/۵۰، قرأءت ۵۰/۵۰، علم النحو ۵۰/۵۲ (دو نمبر انعامی) یہ سب حضرت والا کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔

نتیجہ سے دل خوش ہوا۔

پڑھائی کا بہت زور ہے اس لئے وظائف و تلاوت وغیرہ اب اکثر چھوٹ جاتے ہیں۔

ارشاد: کچھ فکر نہ کرو یہ تعلیم بھی ذکر ہے۔

حال: دِل تو ذکر و تلاوت کو بہت چاہتا ہے مگر پڑھائی کا خیال زیادہ ہے پھر بھی کوشش یہ ہوتی ہے کہ تھوڑا بہت ذکر وغیرہ روزانہ ہو جائے۔

ارشاد: بس بہت اچھا کرتے۔

وضو کے اعضاء قیامت میں روشن ہوں گے جس کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمّت کو پہچان لیں گے بخاری

حال: احقر نے پندرہ بیس منٹ ہر روز حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ وملفوظات وغیرہ کے لیے رکھے ہیں۔ احقر کے اس عمل میں ترمیم کی ضرورت ہو تو فرما دیویں۔

ارشاد: ٹھیک ہے۔

حال: احقر نے حضرت والا سے تعلق قائم کرنے سے پہلے تبلیغ دین پڑھی تھی۔ اس میں جو تعریفات اَخلاقِ حسنہ وسیئہ کی کی گئیں تھیں وہ احقر کو مستحضر نہیں رہیں اس لئے اگر اجازت ہو تو انہی پندرہ بیس منٹوں میں جو مطالعہ مواعظ وملفوظات وغیرہ کے لیے احقر نے مقرر کیا ہے تبلیغ دین یا بہشتی زیور کے ساتویں حصہ کو یا تعلیم الدین یا کسی اور کتاب کو پڑھ لے؟ جس سے یہ پتہ لگ جائے کہ اچھے اور بُرے اخلاق احقر میں کون کون سے ہیں اور کون کون سے نہیں تا کہ حضرت والا سے اصلاح کروائی جاسکے۔

ارشاد: ٹھیک ہے۔

حال: حضرت والا کے ارشاد کے مطابق مقتضائے شہوت پر عمل نہ کرنے کی آسانی حاصل کرنے کے لیے موت و مابعد کا مراقبہ اور حصولِ محبت حق کیلئے انعام حق کو سوچنا جاری ہے۔ دونوں باتوں سے الحمدللہ بہت فائدہ محسوس ہوتا ہے۔ شہوت تو بعض اوقات بہت ہوتی ہے لیکن اس کے مقتضاء (تقاضا) پر عمل نہ کرنا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے عادت میں داخل ہو گیا ہے۔

ارشاد: الحمدللہ۔

حال: حضرت مرشدنا کی نصیحتیں رفیقۂ حیات کے نام برقولھا (ان کی زبانی) بندی کو پڑھنے کے لیے کچھ تجویز فرماویں۔

ارشاد: رمضان المبارک میں کثرت تلاوت اور دعا خوب دل لگا کر اور استغفار کرنا۔ کان اور زبان کے گناہ سے بچنا، پڑھنے سے زیادہ ضروری ہے۔ رمضان میں خوب کوشش ہو کہ کوئی گناہ نہ ہو اور جو ہو چکا ہے تو توبہ سے معاف ہو۔ آخرت، موت خوب یاد رہے۔ پھر دنیا جنت ہے۔ (حضرت مفتی) محمد حسن (صاحب)

حال: تبلیغ دین میں ریا کی چھ قسموں کا بیان پڑھا احقر کو اپنے میں ان میں سے کوئی قسم

معلوم نہیں ہوئی۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

ارشاد: بس کاوش (تلاش و جستجو) نہ کرو۔

حال: گذشتہ چند دنوں میں بعض بعض وقت عجیب حالت عشق حق طاری رہی خاص کر کل شام میں جان نثار کرنے کو جی چاہتا تھا یہ خواہش تھی کہ زیارت ہو یا قرب حاصل ہو۔ خیال آیا کہ اور کچھ نہیں تو مولیٰ کا کلام تو ہمارے پاس موجود ہے۔ اس کے ذریعے سے ہم کلام ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ تھوڑی دیر بڑے ذوق شوق سے تلاوت کی۔ کچھ ایسا بھی معلوم ہوتا تھا جیسے دل میں کچھ صفائی ہو۔ اس قسم کی حالت سے پہلے کل احقر نے حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے ایک وعظ کا کچھ حصہ جمعہ میں لوگوں کو پڑھ کر سنایا تھا اور اتفاق سے کل بہت سا ذکرُ اللہ کرنے کی بھی توفیق جانبِ حق سے ہوگئی تھی شاید اسی کی برکت ہو۔

ارشاد: ماشاء اللہ بہت مبارک حال ہے۔

حال: تبلیغ دین میں تکبر کے معنیٰ یہ کئے گئے ہیں کہ ''انسان اپنے آپ کو صفات کمالیہ میں دوسروں سے زیادہ سمجھے''۔ احقر اپنے آپ کو اس مرض میں مبتلا پاتا ہے کیوں کہ احقر یہ سمجھتا ہے کہ احقر بوجہ طالب علم ہونے کے بعض مسائل ایسے جانتا ہے جو کہ عوام نہیں جانتے۔ اسی طرح بہت سے طالب علموں سے اپنے آپ کو زیادہ استعداد والا سمجھنے کا اعتقاد بھی اپنے میں راسخ معلوم ہوتا ہے اور روز مرّہ کے مشاہدات سے اس اعتقاد کو اور قوت پہنچتی ہے۔ البتہ جو آثار اس پر مرتب ہونے چاہییں کہ دوسروں کو حقیر سمجھنا، عزت کے اظہار کی غرض سے کسی عزت کی جگہ پر بیٹھنا یا آگے آگے چلنا وغیرہ ان سے بحمد اللہ تقریباً تقریباً احقر بچتا ہے اور آج سے اور زیادہ بچنے کی کوشش کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ بہر حال اصل مرض تو موجود ہے اگرچہ اس کے مناسبات واثرات زیادہ نہیں اس لئے علاج تجویز فرماویں۔

ارشاد: یہ مرض نہیں ایک غیر اختیاری کیفیت ہے بے فکر رہو۔

حال: خود پسندی کی حقیقت تبلیغ دین سے پڑھی غور کرنے سے یہی نتیجہ نکلا کہ فی الحال اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے احقر اس سے محفوظ ہے۔ یہی حال ریا کی اصلیت پڑھنے سے ہوا کہ اپنے اندر محسوس نہ ہوئی۔

ارشاد: الحمدللہ۔
حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام یعقوب ہی ہے اور لقب آپ کا اسرائیل تھا (اللہ کا بندہ)۔آپ کے بارہ بیٹے تھے جو بارہ خاندان بن گئے جن کو بنی اسرائیل کہا جاتا ہے۔
حال: اسباق الحمدللہ اچھی طرح سمجھ میں آجاتے ہیں اور احقر بہت کوشش کرتا ہے کہ یاد بھی ہوجائیں۔احقر کے واسطے دعا فرماویں۔
ارشاد: دعا کرتا ہوں۔
حال: کتابوں میں پڑھتے ہوئے اور بزرگوں سے سنے ہوئے ملفوظات احقر کبھی کبھی اپنے ساتھیوں کو باتوں باتوں میں سنایا کرتا ہے۔آئندہ ایسا کیا کرے یا نہیں؟
ارشاد: کرو۔
حال: احقر کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ اپنی ذات پر جہاں تک ہوسکے کم خرچ کرے۔کیا احقر اسی کوشش کو جاری رکھے یا اس میں کچھ تبدیلی کرلے۔
ارشاد: یہ ذوقی امر ہے۔
حال: جب کبھی احقر رونے کی شکل بنا کر نماز پڑھتا ہے تو توجہ زیادہ ہوتی ہے کیا احقر ہر نماز میں رونے کی شکل بنانے کی کوشش کرے؟
ارشاد: تکلّف کی حاجت نہیں صرف قلب کو متوجہ رکھو۔
حال: اَمراضِ باطنی سے تعلق رکھنے والی باتوں کے علاوہ اور کون کون سی باتیں شیخ سے دریافت کرنی چاہئیں؟
ارشاد: ذوقاً جو مناسب ہو اور دین میں شامل ہو
حال: جس میں یہ کمی ہو کہ اس کو شیخ کی محبت زیادہ میسر نہ ہو تو وہ اس کمی کو کس طرح پورا کرے؟
ارشاد: خطوط سے۔
حال: بعض ایسے موقعے ہوتے ہیں کہ وہاں ہنسنے سے ایمان کا بھی خطرہ معلوم ہوتا ہے یا

کم از کم گناہ تو ہوتا ہی ہے لیکن احقر سے ہنسی ضبط نہیں ہوتی اس مرض مہلک کا علاج تجویز فرماویں۔

ارشاد: ہنسی اختیاری (چیز) ہے یا غیر اختیاری؟

حال: جواباً عرض ہے کہ بظاہر تو غیر اختیاری ہی معلوم ہوتی ہے۔

ارشاد: یہی ٹھیک ہے پھر علاج کی ضرورت نہیں دو وجہ سے
ایک معصیت نہیں دوم اختیاری نہیں۔

حال: گذشتہ چند دنوں سے سستی بہت ہوگئی ہے احقر ہمت کے ذریعے سے اسے دور کرنے کی کوشش بھی کر رہا ہے۔ دعا کی درخواست ہے نیز برکت اور دارین (دنیا و آخرت) میں عافیت کی دعا کی بھی درخواست ہے۔

ارشاد: دعا کرتا ہوں۔

حال: احقر کو چند ایسی باتیں نصیحت فرما دیویں کہ جن کا خیال ایک طالب علم ہونے کی حیثیت سے احقر رکھے اور صحیح طالب علمی حاصل کرنے کی کوشش کرے۔

ارشاد: صرف خوف خدا کافی ہے ہر ہر جگہ پر وہ کافی ہوگا۔

حال: اگر احقر یہ طریقہ اختیار کرلے تو مناسب ہے یا نہیں کہ ہر نماز سے پہلے خاص کر باجماعت سرّی قراءت والی نمازوں سے پہلے چند مسائل دیکھ لیا کرے اور نماز میں انہی کو سوچ کر یاد کرلیا کرے۔ احقر کے ذہن میں اس کے دو فائدے آئے ہیں ایک تو یہ کہ مسائل یاد ہوجائیں گے دوسرے یہ کہ دور دور کے خیالات سے اکثر حفاظت ہوجائے گی لیکن اختیار کرنے کا مدار حضرت والا کے ارشاد پر ہے حضرت والا کا اس میں کیا ارشاد ہے؟

ارشاد: توجہ الی الحق رکھو اگر بلا اختیار مسائل کی طرف توجہ ہو تو حرج نہیں۔

حال: کیا احقر کو کبھی کبھی تھوڑا سا "تربیت السالک" میں سے پڑھنے کی اجازت ہے۔

ارشاد: ابھی درسی کتابیں دیکھو۔

حال: حضرت والا کو احقر نے جلسہ کے دوران میں یہ فرماتے سنا تھا کہ آج کل تعلیم عربی

سے فارغ ہونے والے طلبہ تدریس کے قابل نہیں ہوتے احقر ان شاء اللہ تعالیٰ بہت محنت سے استعدادِ تدریس حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔ دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ کام میں برکت فرماویں اور اس کو اپنی رضامندی کا ذریعہ بناویں۔

ارشاد: دعا کرتا ہوں۔

حال: احقر اکثر پہلی صف میں امام کے پیچھے یعنی اعلیٰ ترین جگہ پر بیٹھا کرتا ہے نیت ثواب کی ہوتی ہے یہ اعلیٰ جگہ پر بیٹھنا تکبر میں تو شامل نہیں؟ اگر تکبر میں شامل ہو اور قابل علاج ہو تو علاج تحریر فرماویں۔ اسی طرح کسی بزرگ کی مجلس میں احقر اعلیٰ جگہ پر بیٹھتا ہے تاکہ فائدہ زیادہ ہو اس کے متعلق حضرت والا کا کیا ارشاد ہے؟

ارشاد: ایسا کرنا (تکبّر) نہیں (ہے)۔
جو کرتے ہو ٹھیک ہے۔

حال: احقر کو اپنی تعریف سن کر بہت خوشی ہوتی ہے اس کا علاج تجویز فرمادیویں اگر حضرت والا مناسب خیال فرماویں۔

ارشاد: یہ طبیعت کا اثر ہے، مرض نہیں۔

حال: احقر کے لیے حضرت والا نے جو ذکر تجویز فرمایا تھا اس میں چھ تسبیح کلمہ کی تھیں۔ احقر صرف لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ ہی پڑھا کرے یا مُحَـمَّـدٌ رَّسُوْلُ اللّٰـهِ بھی ساتھ پڑھا کرے؟

ارشاد: مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ بھی پڑھو۔

حال: ایک پڑوسی نے ایک دو چیزیں مانگیں دل ہرگز نہیں چاہتا تھا کہ احقر دے شرم کی وجہ ہی سے دے دیں۔ اب بھی دل یہی چاہتا ہے کہ نہ ہی دیتا تو اچھا تھا۔ یہ بات اگر قابل علاج ہو تو علاج تجویز فرماویں۔ اگر حضرت والا مناسب خیال فرماویں۔

ارشاد: علاج مرض کا ہوتا ہے یہ مرض نہیں ہے۔

حال: حضرت والا کے ارشاد کے مطابق احقر نے پانچ تسبیح لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ کی شروع کردی ہیں۔ اب تک دوام (تسلسل) رہا ہے الحمد للہ اور امید ہے باری تعالیٰ سے کہ (یہ

دوام) رہ سکے گا۔ ان شاء اللہ

ارشاد: ثُمَّ اَلْحَمْدُ لِلّٰه

حال: مواعظ وملفوظات کے لیے آدھا گھنٹہ احقر نے مقرر کیا ہوا ہے۔ اگر اس میں کمی بیشی کی ضرورت ہو تو تحریر فرمادیں۔

ارشاد: بس کافی ہے۔

حال: چند دنوں سے سبق میں زیادہ مشغول ہونے کی وجہ سے مواعظ اور ملفوظات کے مطالعہ میں ناغہ بہت ہوتا رہا ہے۔ ایسے موقع پر مواعظ وغیرہ کے مطالعہ میں ناغہ کرنا بہتر ہے یا نہیں؟

ارشاد: اس حالت میں ناغہ میں حرج نہیں۔

حال: ایک ساتھی نے حضرت والا کے پاس بغیر اجازت جانے کا ارادہ ظاہر کیا احقر نے اس سے کہا کہ ''احقر اب کی دفعہ بغیر اجازت چلا گیا تھا تو ڈانٹ پڑی تھی، تم ایسا نہ کرنا'' اگر یہ بات غیبت میں شامل ہو تو معاف فرماویں۔

ارشاد: معاف۔

حال: احقر اکثر اس طریقہ پر عمل کرتا ہے کہ جب یہ دیکھتا ہے کہ احقر کے تہجد پڑھنے سے ساتھیوں کی نیند میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا تو چار رکعتیں پڑھ لیتا ہے ورنہ نہیں۔ کبھی پڑھائی میں مشغول رہنے کی وجہ سے بھی تہجد چھوڑ دیتا ہے۔ کیا احقر اس پر عمل کرتا رہے یا تبدیلی کرے؟

ارشاد: واقع میں خلل ہوتا اور وہ شکایت کرتے ہیں یا نہیں؟

حال: آج دن کے وقت احقر نے خواب میں دیکھا ہے کہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ درس دے رہے ہیں۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ اور ایک بزرگ تو قریب ہیں باقی پانچ چھ شاگرد اور بیٹھے ہوئے ہیں اور بہت خوش ہو ہو کر حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کے ارشادات سن کر کاپیوں پر نقل کر رہے ہیں۔ حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ ایک عربی کی عبارت سمجھا رہے ہیں جس میں شروع صدی کا ذکر ہے اور دو حضرات جو قریب بیٹھے تھے ان کے متعلق کچھ ایسی باتیں فرما رہے ہیں کہ جن کا مطلب یہ ہے کہ یہ شروع صدی

بزرگ ہوں گے۔

ارشاد: بہت مبارک خواب ہے ان شاءاللہ ان اکابر کے فیوض وبرکات آپ کو حاصل ہوں گے۔

حال: احقر نے گذشتہ خط میں کچھ تفصیل کے ساتھ لکھا تھا کہ بعض دفعہ کسی شخص کی بُرائی کی باتیں دیر تک ذہن میں آتی ہیں جس سے کچھ عداوت سی پیدا ہوجاتی ہے۔ بعد میں شرمندگی بھی ہوتی ہے، یہ لکھ کر احقر نے علاج دریافت کیا تھا۔ حضرت والا نے دریافت فرمایا تھا کہ یہ حال اختیاری ہے یا غیر اختیاری۔ جواباً عرض ہے کہ غالب گمان غیر اختیاری کا ہے۔ تجویزِ علاج کی درخواست ہے۔

ارشاد: جب غیر اختیاری ہے تو یہ مرض نہیں اور گناہ نہیں۔

حال: چلتے پھرتے احقر ذکر میں مشغول رہنے کی کوشش کرتا ہے لیکن بعض دفعہ اس کا خیال نہیں رہتا اور کسی آدمی کو دیکھ کر خیال آتا ہے کہ مجھے تو ذکر کرنا چاہئے، پھر جب احقر ذکر شروع کرتا ہے تو خیال آتا ہے کہ یہ تو ریا ہے۔ احقر جواب دیتا ہے کہ احقر کی نیّت ریا کی نہیں اور یہ جواب دے کر ذکر میں مشغول رہتا ہے حضرت والا کا اس کے متعلق کیا ارشاد ہے؟ اگر علاج کی ضرورت ہو تو تجویز فرماویں

ارشاد: بس جو کر رہے ہو ٹھیک ہے۔

حال: تجویز شدہ ذکر اور مراقبے کرنے کا ارادہ تو ہر روز ہوتا ہے لیکن پڑھائی کی وجہ سے ناغہ بھی ہوجاتا ہے۔

ارشاد: کچھ حرج نہیں اس واسطے کہ دین کا کام مقصود ہے، وہ حاصل ہے۔

حال: راستے بند ہونے کی وجہ سے احقر لاہور بھی حاضر نہیں ہوسکا اور اب تک ملتان بھی حاضر نہیں ہوسکا۔ آج ملتان روانہ ہو رہا ہے۔

ارشاد: اسی میں خیر ہوگی۔

حال: میں، بھائی اختر صاحب اور ایک دوست نے مشورہ کر کے حضرت مولنا ولی محمد صاحب مدظلہ خلیفہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کو جہلم مدعو کیا ہے تا کہ ہمیں نیک صحبت میسر ہو اور اہلِ جہلم وعظ سنیں۔ حضرت صاحب نے تشریف لانا منظور فرمالیا ہے۔ زہے قسمت

ارشاد: الحمد للہ۔

حال: جن دنوں میں لاہور میں بیمار تھا، ایک رات عجیب واقعہ ہوا۔ مجھے اس رات بیماری کی وجہ سے موت معمول سے قریب نظر آ رہی تھی۔ میں بہت دیر تک جنّت کی باتیں سوچتا رہا تا کہ موت سے وحشت دور ہو۔ اسی رات مجھے نیند نہیں آئی، ایک اُونگھ سی طاری رہی اور مجھے یوں محسوس ہوا کہ میرے بہن بھائی میرے پاس بیٹھے ہوئے ہیں اور مجھے تسلی دے رہے ہیں۔ غلطی مجھ سے یہ ہوئی کہ میں نے واقعہ سب کو سنا دِیا اب اس غلطی کا ازالہ کیسے ہو؟

ارشاد: پھر ایسا نہ کیا جائے۔

حال: میرا دِل قرآنِ مجید حفظ کرنے کو چاہتا ہے۔ اگر آپ فرمادیں تو میں عربی کتابیں پڑھنے سے پہلے قرآن شریف حفظ کرلوں اور تین پاروں کے قریب الحمد للہ مجھے اس وقت یاد ہیں اور اُمید ہے کہ ایک دو پارے رمضان المبارک اور دوسرے چھٹی کے دِنوں میں حفظ کرلوں گا، بتوفیق اللّٰہ تعالیٰ وعونہ.

ارشاد: ہمّت اور حافظہ دیکھ لو۔

حال: تقریباً دو ماہ سے باقاعدگی اور دوام کے ساتھ تہجد نہیں پڑھ سکا، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ الارم کی وجہ سے جاگ آتی ہے مگر پھر نیند کے غلبہ کی وجہ سے سو جاتا ہوں، اہتمام روزانہ کرتا ہوں مگر اُٹھ کر پھر نیند آجاتی ہے۔ اس کا کیا کروں؟ کیا رات کو سونے سے پہلے پڑھ لیا کروں یا پھر کھانے وغیرہ میں کمی کر کے جاگنے کی کوشش کروں؟

ارشاد: بس یہی (رات کو سونے سے پہلے پڑھنا) کرلیا کرو۔

حال: جب سے میں لاہور سے آیا ہوں اب تک مندرجہ ذیل کتابیں پڑھ چکا ہوں: قصص الاکابر (دو حصّے)، مواعظ (چار یا پانچ)، اغلاط العوام، صفائی معاملات، قول الجلیل (حصّہ دوم) ان کے علاوہ کمالاتِ اشرفیہ اور بہشتی زیور اور التہذیب کے وعظ آج کل پڑھ رہا ہوں۔

ارشاد: اس سے دِل بہت خوش ہوا۔

حال: مناجاتِ مقبول ایک پڑوسی کے پاس ہے، اس میں سے کون سی دُعائیں شروع کروں اور وہ کس کس وقت پڑھا کروں؟

ارشاد: خود مناجاتِ مقبول میں سب کچھ لکھا ہوا ہے، دیکھ لو۔

حال: ایک عجیب واقعہ کل ہی ہوا، گھر میں ٹماٹر خریدنے کے لیے ایک ٹوکری والے کو دروازہ پر بلایا اور اس سے ٹماٹر لے کر ایک بچہ اندر لے گیا تاکہ ٹماٹر پسند کروا کر پیسے لائے میں تھوڑی دیر ٹوکری والے کے پاس بیٹھ کر اپنے کسی کام کے لیے بازار چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد مجھے ایک مسئلہ یاد آیا کہ تولنے والی چیزوں کے تبادلے کے لیے ایک شرط ضروری ہے جب کہ وہ ہم جنس نہ ہوں اور وہ شرط یہ ہے کہ دونوں چیزیں ایک ہی مجلس میں ایک دوسرے کو پہنچا دینی چاہئیں ورنہ سود کا معاملہ ہو جائے گا۔ اس مسئلہ کے یاد آنے پر میں بہت غمگین اور پریشان ہو گیا کہ اب سب گھر والے سود کی چیز کھائیں گے اور اگر میں انہیں کچھ سمجھانا چاہوں گا تو ضد کریں گے اور عین ممکن ہے کہ کوئی بات شریعت کی گستاخی کی کردیں۔ ظہر سے مغرب تک میں اس پریشانی میں رہا اور سوچتا رہا کہ کس طرح گھر والوں کو حرام کھانے سے روکوں، آخر میں نے اُتنے ہی ٹماٹر چپکے سے منگائے اور چاہا کہ ان کو چپکے سے ان کی جگہ رکھ دیا جائے، اس پریشانی ہی کی وجہ سے مغرب کی نماز بھی توجّہ سے ادا نہ ہو سکی مگر اللہ تعالیٰ نے جلد ہی میری حالتِ قبض کو حالتِ بسط سے بدل دیا۔ بھائی اختر صاحب سے جب میں نے اپنی تجویز کا ذکر کیا تو انہوں نے مجھے بتایا کہ میرے بازار جانے کے بعد وہ ٹماٹر واپس کر دیئے گئے تھے اور بازار سے نئے ٹماٹر منگائے گئے تھے۔ الحمدللہ

ارشاد: مید ہد یزداں مرادِ متقین (کہ حق تعالیٰ متقیوں کی مراد غیب سے پوری فرماتے ہیں)۔

حال: اکثر میں اپنے آپ کو جنّتی گمان کرنے لگ جاتا ہوں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وجہ سے۔ گو خاتمہ کا ڈر بہت رہتا ہے۔ یہ حالت محمود ہے یا مذموم؟ اگر مذموم ہے تو احقر اس کا کیا علاج کرے؟

ارشاد: محمود ہے جب ناز تک نہ پہنچے۔

حال: کبھی کبھی شہوت کا بہت غلبہ ہو جاتا ہے۔ اس کا علاج حدیث میں لگاتار روزے ہیں۔ اتفاق سے رمضان شریف ہی آ گیا ہے اُمید ہے اس کی برکت سے اس میں کمی ہوگی۔ دُعا بھی فرماویں۔

ارشاد: دُعا بھی کرتا ہوں۔

حال: جہاں تک میرا حافظہ کام کرتا ہے میں نے والدین کے حقوق شریعت کے مطابق ادا کئے ہیں۔ میں نے کبھی ان سے بدکلامی نہیں کی۔ توبہ توبہ ان پر ہاتھ نہیں اُٹھایا اور مباح کاموں میں کبھی بھی نافرمانی نہیں کی۔ البتہ اگر انہوں نے کوئی بات شریعت کے خلاف مجھے کہی ہے تو اسے ماننا میرے واسطے گناہ ہے۔ جیسا کہ آج کل وہ مجھ پر زور دے رہے ہیں کہ کالج کی بری صحبت میں رہ کر اور گندی تعلیم حاصل کر کے اپنے اَخلاق بلکہ دِین کو تباہ کرلوں۔ آپ ہی فرماویں کہ میں کیسے اندھوں کی طرح ان کی تابع داری کر کے اپنی عاقبت برباد کرلوں۔

ارشاد: بے شک۔

حال: ایک دفعہ میں نے ان سے عرض کیا کہ آپ یہی تو چاہتے ہیں کہ میں آپ کے حقوق صحیح طرح سے ادا کروں اور یہ بات کالج میں داخل ہونے کی بجائے مدرسہ میں داخل ہونے اور علمِ دین حاصل کرنے سے احسن طریق پر ہو سکتی ہے اور میں نے یہ بھی ان سے عرض کر دیا تھا کہ میں اپنی اِصلاح اسی واسطے کرانا چاہتا ہوں کہ شریعت کا پابند ہو جاؤں اور سب کے حقوق صحیح طریق سے ادا کرسکوں۔

ارشاد: ہر ہر جملے سے دِل خوش ہوا۔

حال: میں نے تقریباً ایک ماہ تک ایسے امام کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں جو چوتھائی سر سے کم کا مسح کرتا تھا جونہی پتہ لگا میں نے اس کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دیا۔ اب ایک ماہ کی نمازوں کی قضا پڑھوں یا نہیں؟

ارشاد: قضا پڑھو۔

حال: جو کتابیں حضرت والا میرے مناسب سمجھیں ان کی فہرست مجھے بتلا دیں تا کہ میں ان کو جلد از جلد حاصل کروں اور ان کا مطالعہ کروں۔ آج کل میں زیادہ تر مواعظ پڑھ رہا ہوں۔

ارشاد: رمضان المبارک میں مواعظ اور تلاوت پر بس کرو۔ بعد رمضان المبارک مشورہ کرو۔

حال: آج کل میرے دِل میں یہ شوق سمایا ہوا ہے کہ میں مسجد میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے مواعظ روزانہ تھوڑے پڑھ کر سنایا کروں۔ اگر موقع ملا تو شاید یہ سلسلہ میں عنقریب شروع کر دوں۔ حضرت والا کی کیا رائے ہے؟ آیا یہ میرے مناسب ہے یا نہیں؟

ارشاد: شروع کر دو۔

حال: الحمدللہ والد صاحب نے کہہ دیا ہے کہ تم علمِ دین ہی پڑھ لو۔ مگر ایک گتھی ابھی نہیں سلجھی جو کہ حسبِ ذیل ہے:

مدرسہ جامعہ اشرفیہ میں جانے کے میرے دو بڑے مقاصد ہیں ایک زیادہ مہتم بالشان ہے جو کہ اصلاحِ ظاہر و باطن ہے جس کا رہنما احقر حضرت والا کو منتخب کر چکا ہے۔ اور دوسرا جو کہ میرے نزدیک پہلے کی نسبت کم مہتم بالشان ہے وہ حصولِ علمِ دِین ہے۔ یہی دونوں مقصد میرے خیال میں لاہور میں ہی احسن طریق سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ ملتان میں دوسرا مقصد یعنی علمِ دین تو بہت ہی اعلیٰ طریق سے حاصل ہو سکتا ہے مگر مقصدِ اعظم یعنی اصلاح میں بہت کمی ہو جانے کا ڈر ہے۔ شاید کوئی کہے کہ کسی اور بزرگ سے اصلاح کا تعلق قائم کر لینا مگر میں جواب دوں گا کہ اب یہ میرے بس کا کام نہیں۔ مجھے جس سے

اصلاح کروانی ہے میں اپنے آپ کو اس کے سپرد کر چکا۔

ارشاد: اصلاح خطوط سے بھی ہو سکتی ہے کوئی حرج نہیں۔

حال: احقر کا ارادہ اس دفعہ اعتکاف بیٹھنے کا ہے۔ اگر کوئی خاص رکاوٹ نہ ہوئی تو ضرور بیٹھوں گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ان دنوں کو برکت سے گزارنے کی دُعا فرماویں۔

ارشاد: دِل سے دُعا کرتا ہوں۔

حال: نیز اعتکاف کے متعلق کوئی خاص وظیفہ یا دوسری عبادت تحریر فرماویں اور کوئی نصیحت بھی اس کے متعلق فرماویں۔

ارشاد: تلاوت اس کے بعد درود شریف، استغفار وغیرہ اذکار جو دِل چاہے۔

حال: سَمۡعِ مَوۡتیٰ (مردوں کا سننا) کے متعلق چند ایک باتیں دریافت کرتا ہوں:

١ کیا تمام مردے وہ باتیں سنتے ہیں جو اُن کی قبر پر کی جائیں؟

٢ اگر تمام نہیں تو کیا صرف مسلمان مردے سنتے ہیں؟

٣ اگر تمام مسلمان مردے نہیں تو کیا خاص خاص بندے اللہ کے سنتے ہیں، جیسے انبیاء، اولیاء، صحابہ، شہداء، صدّیقین وغیرہ؟

٤ اگر اللہ تعالیٰ کے خاص بندے تمام نہیں سنتے تو کیا صرف پیغمبر سنتے ہیں؟

٥ اگر تمام پیغمبر نہیں سنتے تو کیا صرف حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سنتے ہیں؟

٦ اگر مردے نہیں سنتے تو السّلام علیکم یا اھل القبور کیوں کہا جاتا ہے؟

ارشاد: ان جملہ سوالوں سے نفع کیا ہے؟ آپ کا عملی کام کوئی ان پر موقوف ہے؟ بلا ضرورت سوال کرنا پھر ایسے سوالات جن میں کچھ اختلاف ہو اور کچھ دقت ہو مناسب نہیں۔ پھر کبھی زبانی دریافت کر لینا۔

اللہ اکبر

حال: مناجاتِ مقبول منگوائی ہے اس کا پڑھنا عنقریب شروع کردوں گا ان شاء اللہ تعالیٰ، موت کے شوق کے لیے رسالہ "شوقِ وطن" منگوایا ہے۔ پڑھ رہا ہوں۔

ارشاد: الحمد للہ۔

حال: قرآن مجید کی تلاوت تھوڑی تھوڑی کر رہا ہوں اور تراویح میں بھی قرآن مجید سن رہا ہوں۔ روزانہ عصر کی نماز کے بعد تقریباً پندرہ منٹ تسہیل المواعظ کے سلسلہ کے وعظ پڑھا کرتا ہوں۔ ایک دِن جمعہ میں بھی پڑھا تھا، تھوڑا تھوڑا مطالعہ مواعظ کا ذاتی طور پر بھی کیا کرتا ہوں۔

ارشاد: بہت اچھا کرتے ہو۔

حال: میرا مصمم (پختہ) ارادہ لاہور ہی میں علمِ دین حاصل کرنے کا ہے۔ کیوں کہ میں نے محسوس کیا ہے کہ جب سے لاہور سے آیا ہوں لاہور جانے اور حضرت والا درس سننے اور مجلس میں بیٹھنے کے لیے دِل بے چین رہتا ہے، اگر ملتان میں کئی ماہ متواتر حضرت والا سے دور رہنا پڑا تو کہیں یہ بے چینی زیادہ نہ ہوجائے۔

ارشاد: ان شاء اللہ وہاں بھی اس کا سامان ملے گا۔

حال: احقر کسی وجہ سے اعتکاف نہیں بیٹھ سکا، البتہ اکیسویں رات میں بے داری کرچکا ہے اور اس میں تلاوت وغیرہ میں مشغول رہا ہے، نیز دو گھنٹے کے قریب مستحب اعتکاف بھی دِن کے وقت گذشتہ دو دن سے بیٹھ چکا ہے۔

ارشاد: یہ بھی غنیمت ہے۔

حال: احقر کا ارادہ ہے کہ باقی ایّام رمضان المبارک کے بھی اسی طرح گزادے کہ طاق راتوں میں جاگے اور روزانہ کچھ دیر مستحب اعتکاف کرلیا کرے۔

ارشاد: ایسا ہی کرلیا کرو۔

حال: کیا غیبت کرنے والے کی طرح غیبت سننے والے کا گناہ بھی اس وقت تک معاف نہیں ہوتا جب تک کہ اس شخص سے خود معافی نہ مانگے جس کی غیبت سنی ہے؟

ارشاد: صرف توبہ کافی ہے۔

حال: شہوت کی زیادتی کے وقت اگر کوئی شخص خود کسی ذریعہ سے منی خارج کردے تو کیا وہ گناہ گار ہوگا جب کہ کسی جائز طریقہ سے شہوت کا مقتضاء پورا نہ کرسکے؟

ارشاد: جی گناہ کا کام کیا۔

حال: اَخلاقِ رذیلہ (بُرے اَخلاق) کی اصلاح کس طرح شروع کروں؟

ارشاد: جو خلقِ رذیلہ معلوم ہو کہ یہ مجھ میں ہے مثلاً حسد، تکبر وغیرہ تو اس کے ازالہ کی تدبیر دریافت کرو۔

حال: دِن میں جب شہوت کا غلبہ بہت بڑھ جاتا ہے اور برے تصورات میں لذّت آنے لگتی ہے۔ جب ارادہ ہوتا ہے کہ چھوڑوں تو دِل چھوڑنے کو نہیں چاہتا اور اس وقت نکاح کرنے کو دِل چاہتا ہے۔ یہ خیالات زیادہ تر سوتے وقت آتے ہیں۔ اس کا علاج تجویز فرماویں۔

ارشاد: خود تو یہ خیال نہ لاؤ اگر خود بخود آجاویں تو ان کے موافق عمل نہ کرو اور موت اور قبر اور اس کے بعد کے احوال سوچا کرو۔

حال: اللہ تعالیٰ کی محبت عشق کے درجہ کی پیدا کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

ارشاد: اتباعِ شریعت اور دُعا اور اہلِ محبت کی صحبت اور انعامِ الٰہی کا مراقبہ۔

حال: حضرت والا نے جو علاج شہوت کے کم کرنے کا تجویز فرمایا ہے احقر کو اس سے بے حد تسلی ہوئی ہے۔ البتہ موت اور قبر اور اس کے بعد کے احوال کو سوچنے کا طریقہ احقر کے ذہن میں یہ آیا ہے کہ حضرت والا کوئی ایسا رسالہ بتلا دیویں جس میں اس کے متعلق بہت سے مضمون ہوں تا کہ احقر اس کو غور سے پڑھ لے اور حضرت والا کوئی وقت تجویز فرمادیویں کہ اس وقت ان مضامین کو ذہن میں لا کر احقر سوچتا رہا کرے۔ خط کے جواب آنے سے پہلے احقر رات کو ایسی باتیں سوچتا رہے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ارشاد: طریق تو ظاہر ہے کہ موت میں جو ہوگا اور قبر میں ہوگا اس کو اپنے پر وارد کرے کہ ایسے ایسے مرحلے سے گزرنا ہے اور بچاؤ کا ذریعہ معاصی سے بچنا ہے۔ اس وقت تو کوئی رسالہ یاد نہیں (البتہ) جزاء الاعمال کا مطالعہ کرلیا کرو۔

حال: اسی طرح انعامِ الٰہی کے مراقبہ کا ارادہ ہے جس طرح حضرت والا تجویز فرماویں گے، احقر فوراً اس پر عمل شروع کرے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ارشاد: طریق اس کا بھی ظاہر ہے۔

حال: (گذشتہ خط میں) حضرت والا نے جو اہلِ محبت کی صحبت کے متعلق فرمایا ہے تو احقر عرض کرتا ہے کہ احقر روزانہ عصر سے مغرب کے قریب تک حضرت مولٰنا خیر محمد صاحب (رحمہ اللہ تعالیٰ) کی خدمت میں بیٹھتا ہے، آپ مدرسہ کے کام میں اس وقت بھی مشغول ہی ہوتے ہیں، کبھی کبھی توجّہ فرمایا کرتے ہیں۔ حضرت مولٰنا عبدالرحمٰن صاحب کے پاس بھی احقر روزانہ آدھ گھنٹہ یا پون گھنٹہ کے قریب بیٹھا کرتا ہے۔ حضرت مولٰنا محمد شریف صاحب (رحمہ اللہ تعالیٰ) میرے استاد ہیں۔ ان سے بھی کبھی کبھی کوئی بات پوچھا کرتا ہوں۔ انہوں نے اُصول الوصول کتاب پڑھنے کو بتلایا ہے تا کہ اصلاح میں آسانی رہے اگر حضرت والا فرماویں تو اس کا مطالعہ جاری رکھوں، ورنہ نہیں۔

ارشاد: سبق کی کتابیں زیادہ یاد کرو۔

حال: اس کے علاوہ خوش قسمتی سے حضرت طور شاہ صاحب (رحمہ اللہ تعالیٰ) ہمارے ساتھ والے کمرہ میں تشریف لائے ہوئے ہیں ان کی خدمت کا موقع ملتا رہتا ہے۔ ان سب صحبتوں کے باوجود شدّت سے دِل میں یہ تقاضا رہتا ہے کہ احقر حضرت والا کی مجلس میں کچھ دیر بیٹھے اور حضرت والا کے ارشادات سے فائدہ اُٹھائے۔ سبق الحمدللہ اچھی طرح یاد ہو جاتا ہے اور استاذ صاحب کو اچھی طرح سنا دیا جاتا ہے، احقر نے جو اوپر لکھا ہے کہ احقر ان ان بزرگوں کی خدمت میں بیٹھتا ہے اور ان ان بزرگوں سے پوچھتا ہے تو یہ اس طریق میں کہیں مضر تو نہیں؟ اگر یہاں پر احقر کے لیے ایک ہی بزرگ کی صحبت مناسب ہو تو فرماویں۔

ارشاد: دِل کے سکون کو دیکھو جہاں نصیب ہو وہاں بیٹھو۔

حال: احقر غیبت کرنے سے تو اکثر بچا رہتا ہے مگر سننے کا گناہ اکثر اسی طرح ہو جاتا ہے کہ کمرہ میں دوسرے ساتھی کبھی کبھی غیبت کرتے ہیں تو ان کو روکنا یا کانوں میں اُنگلی دینا یا

اُٹھ جانا دشوار نظر آتا ہے کیوں کہ وہ بڑے ہیں اور اگر ایسا کروں تو شاید یہاں رہنا مشکل ہو جائے، اس کے علاوہ سبق کے دوران میں بھی کبھی کبھار غیبت ہو جاتی ہے اس کے متعلق حضرت والا کا کیا ارشاد ہے؟

ارشاد: ہمّت کر کے بچو۔

حال: موت کا مراقبہ جب احقر کرتا ہے تو ایک اعلیٰ درجہ کی لذّت اور خوشی محسوس ہوتی ہے بجائے وحشت کے، پھر جب احقر خاص قیامت کے دِن کا تصوّر کرتا ہے تو سکون سا چھا جاتا ہے مگر اُمید پھر بھی غالب رہتی ہے۔ اس حالت کے متعلق حضرت والا کا کیا ارشادِ عالی ہے؟

ارشاد: بس کرتے رہو۔

حال: احقر اس بات کے عرض کرنے میں مبالغہ نہیں کرتا کہ احقر کو اب اپنے مولیٰ محبوبِ حقیقی سے محبت محسوس ہوتی ہے۔

ارشاد: مبارک ہو۔

حال: احقر کے لیے دُعا فرماویں کہ مولائے کریم اپنا پسندیدہ بنالیویں۔

ارشاد: دُعا کرتا ہوں۔

حال: الحمدللہ جب کوئی ذراسی غلطی ہو جاتی ہے احقر فوراً توبہ کر لیتا ہے۔

ارشاد: جو کر رہے ہو کرتے جاؤ۔

حال: اَخلاق کی اِصلاح کے سلسہ میں عرض ہے کہ جو بھی بُرا خُلق اپنے اندر میں نظر آئے احقر فوراً لکھ دیا کرے یا جب تک ایک خلق کی اصلاح نہ ہو جاوے پوری طرح، اس وقت تک دوسرا نہ لکھے؟

ارشاد: ایک ایک کر کے لکھو، جب ایک کی اصلاح ہو جاوے پھر دوسرا لکھو۔

حال: تہجّد کے وقت آنکھ نہیں کھلتی اگر کھلتی ہے تو پھر نیند آ جاتی ہے۔ کیا احقر آٹھ، دس نفلیں عشاء کی نماز کے بعد پڑھ لیا کرے؟

ارشاد: پڑھ لیا کرو۔

حال: احقر نے یہ ارادہ کیا ہے کہ جن سے زیادہ ملنا جلنا رہا ہے اور کوئی غیبت یا گستاخی گذشتہ زمانہ میں ہوتی رہی ہے ان کو احقر خط لکھے جس کا مضمون یہ ہو کہ گذشتہ زمانہ میں اگر کوئی غیبت یا گستاخی احقر سے ہوگئی ہو یا کوئی اور حق تلفی ہوگئی ہو تو معاف فرماویں۔ حضرت والا کا اس میں کیا ارشاد ہے؟

ارشاد: بہتر ہے۔

حال: رومال جو کندھے پر رکھا جاتا ہے احقر اس کا اہتمام بھی کرے یا نہیں؟

ارشاد: دونوں طرح جائز ہے، ضروری نہیں۔ اس واسطے اہتمام کسی کا بھی نہ کیا جاوے۔

حال: شہوت اب اُتنی نہیں ہے جتنی کہ پہلے تھی اور اب ویسے خیالات بھی نہیں آتے۔

ارشاد: نہ شہوت مضر نہ خیالات کا آنا مضر، شہوت کے فتویٰ پر عمل مضر اور خیالات کا لانا مضر ہے۔ جو دونوں اختیاری ہیں۔

حال: احقر کی سمجھ میں نہیں آتا کہ احقر میں کون کون سے مرض ہیں۔ مرضوں کے معلوم کرنے کا طریقہ تحریر فرمادیویں۔

ارشاد: کاوش (جستجو) کی ضرورت نہیں جو جو بلا کاوش معلوم ہو اس کا علاج دریافت کر لیا جاوے۔

الله اكبر

اس کتاب "حیاتِ سرور" کو شائع ہونے سے پہلے جن حضرات علماءِ کرام نے دیکھا

اس سلسلہ میں چند باتیں حاضرِ خدمت ہیں:

(۱) اِس کتاب کے پہلے باب کے اکثر حصّہ کو حضرت صوفی صاحب مدظلہ سے پوچھ پوچھ کر لکھا گیا۔ کچھ تحریرات حضرت صوفی صاحب مدظلہ نے خود دیں، کچھ مؤلّف نے تصدیق کرالیں۔

(۲) مختلف موضوعات پر حضرت مولنا مفتی محمود اشرف عثمانی صاحب مدظلہ شیخ الحدیث دارالعلوم کورنگی، کراچی سے فون پر مشاورت رہی۔ آپ اپنے قیمتی اوقات میں سے وقت نکال کر مفید مشوروں سے نوازتے رہے۔ خاص مشورہ بندہ کے سوال کے جواب میں آپ نے یہ دِیا کہ یہ کتاب جناب ڈاکٹر نعیم اللہ صاحب مدظلہ کو دِکھائی جائے۔ کیوں کہ ڈاکٹر نعیم اللہ صاحب عارف باللہ حضرت الحاج ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب رحمہ اللہ کے بیٹے بھی ہیں اور حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی صاحب رحمہ اللہ کے خلیفہ بھی ہیں۔ اور حضرت صوفی صاحب مدظلہ کے بھی خلیفہ ہیں اور صاحبِ نسبت، معتدِل مزاج شخصیت ہیں۔ یعنی مبالغہ آرائی سے بہت بچنے والے ہیں۔ چناں چہ راقم مؤلّف نے پوری کتاب حضرت ڈاکٹر نعیم اللہ صاحب مدظلہ کو دِکھائی اور انہوں نے اپنا قیمتی وقت نکال کر شروع سے آخر تک ماشاءاللہ پوری کتاب بغور دیکھی اور بہت خوشی اور اطمینان کا اظہار فرماتے ہوئے کہیں تصحیح یا حذف کا مشورہ دِیا۔ جو احقر (راقم مؤلّف) نے بخوشی فوراً تصحیح کردی۔

(۳) حضرت حاجی عبدالستار صاحب دامت برکاتہم العالیہ، سکھر والوں نے بھی الحمدللہ چھپنے سے پہلے اس کتاب کے متعلق بہت سے مفید مشوروں سے نوازا اور کسی کسی صفحہ کو ایک نظر دیکھا اور الحمدللہ خوشی واطمینان کا اظہار فرمایا۔

④ احقر (راقم مؤلّف) کے بھائی مولنا عبدالرحمٰن صاحب نے بھی شروع سے آخر تک اِس پوری کتاب کو بغور دیکھا اور مفید مشوروں سے نوازتے ہوئے کہیں کہیں اضافہ کروایا اور ماشاء اللہ اِس کتاب کی تالیف پر دِل کی گہرائیوں سے اطمینان کا اظہار کیا۔

⑤ مولنا محمد طیّب الیاس صاحب (راقم مؤلف کے برادرِ نسبتی) مدرّس جامعہ عبداللہ بن عمر، لاہور نے اس کتاب کی پروف ریڈنگ بھی کی اور ماشاءاللہ مفید مشورے بھی دیئے۔ اور لفظ بہ لفظ پوری کتاب کو شروع سے آخر تک دیکھا اور پھر نظرِ ثانی وثالث بھی کی۔

⑥ راقم مؤلّف نے اِس کتاب کو پانچ مرتبہ بنظرِ غور دیکھا۔ بہت سی جگہوں پر ترمیم وتنسیخ کرتے ہوئے حدّ اعتدال میں لانے کی پوری کوشش کی گئی، پھر بھی لفظی یا معنوی غلطی، لغزش، کوتاہی ہوگئی ہو یارہ گئی ہو تو تصحیح کی اِطلاع کردی جائے اور بندہ کی طرف سے معذرت قبول کی جائے۔ اِسی معذرت کے ضمن میں بندہ اپنے قریبی اعزّاء واقرباء سمیت حضرت صوفی صاحب کے متعلقین واحباب یا عوام الناس میں سے کسی کو بندہ سے کبھی کوئی تکلیف پہنچی ہو تو بندہ معذرت خواہ ہے۔ بندہ کا بھی سب سے متعلق دل صاف ہے۔

⑦ مولنا زین العابدین، مدرّس وکمپوزر جامعہ عبداللہ بن عمر، لاہور نے اس کتاب کو کمپوز بھی کیا اور تصحیح کے لیے شروع سے آخر تک ماشاءاللہ خوب محنت سے اِس کتاب کو دل لگا کر دیکھا۔

⑧ مولنا عبدالغفور سعدی صاحب (خلیفہ حضرت صوفی صاحب مدظلہ) نے بھی ماشاءاللہ شروع سے آخر تک اس کتاب (حیاتِ سرور) کا بغور مطالعہ کیا اور بہت سی جگہ لفظی ومعنوی بہتری کا مشورہ دیا ⑨ مولنا عمر فاروق صاحب (مدرس جامعہ عبداللہ بن عمر) نے بھی الحمدللہ اس کتاب پر بہت محنت فرمائی ⑩ مولنا قاری سعید احمد صاحب نے بھی ڈیزائنگ سمیت کتاب کا ماشاءاللہ کافی کام کیا اللہ تعالیٰ جلّ شانہ اِس کتاب سے متعلق کام کرنے والے تمام حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائیں اور اُن کی محنت کو قبول فرمائیں۔ اور اِس کتاب کو بھی شرف قبولیت سے نوازدیں۔ آمین ثم آمین بِحُرمة النّبی الکریم علیه وعلیٰ اٰله الصّلوٰة والتّسلیم۔

حضرت صوفی صاحب کی تواضع اور سادگی کی ایک اور جھلک

حضرت صوفی صاحب مدظلہ بھی الحمدللہ ان شخصیات میں سے ہیں کہ لوگ انہیں دیکھ کر اوران کی بات مان کر اپنی زندگیوں میں انقلاب برپا کر چکے ہیں اور ماشاء اللہ کر رہے ہیں۔ ایسے سینکڑوں افراد ہیں جو اپنی زندگیوں میں نمایاں تبدیلی دیکھ چکے ہیں۔ اور بہت سے حضرات ترقی کی راہ پر گامزن ہو گئے۔ اور ماشاءاللہ مسلسل ہو رہے ہیں۔

حضرت مولنا مفتی عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ حضرت صوفی محمد سرور صاحب مدظلہ کے شاگردِ خاص تھے۔ پھر ماشاء اللہ خلیفہ بھی خاص بنے۔ حضرت مفتی صاحب نے حضرت صوفی صاحب سے نہ صرف ماشاء اللہ فیض حاصل کیا بلکہ حضرت صوفی صاحب کا فیض دور دور تک بڑے مستند اور مضبوط طریقہ سے خوب پھیلایا۔

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے جو کچھ ملا حضرت صوفی صاحب کا فیض ہے، مگر حضرت صوفی صاحب کی تواضع حیرت ناک ہے کہ حضرت مفتی صاحب کی زندگی میں فرمایا کرتے تھے کہ مفتی صاحب مشہور آدمی ہیں، دور دور تک بیانات کے لیے جاتے ہیں۔ مجھے (حضرت صوفی صاحب کو) بھی لوگ انہی (مفتی صاحب) کی وجہ سے جانتے ہیں۔

سبحان اللہ! کیا تواضع ہے کہ حضرت مفتی صاحب تو حضرت صوفی صاحب کے شاگرد بھی ہیں، خلیفہ بھی ہیں مگر حضرت صوفی صاحب انہیں درجہ میں کتنا بڑا سمجھ رہے ہیں۔ جہاں حضرت صوفی صاحب کی تواضع مثالی ہے وہاں سادگی بھی ایسی ہی ہے۔

ایک مرتبہ مؤلف کی ایک بیٹی (7 سالہ) نے جمعہ کے دِن دادا ابو (حضرت صوفی صاحب) کی گھر تشریف آوری پر فرائی کیا ہوا انڈا (پلاسٹک کا کھلونا) پیش کیا (حضرت صوفی صاحب انڈا خوشی سے کھاتے ہیں) تو حضرت نے فرمایا کہ اس میں نمک اور کالی مرچیں نہیں ڈالیں۔ کھانے کے لیے اُٹھایا ہی تھا کہ بچے ہنسنے لگے۔ حضرت کو شک ہوا یہ کیا چیز ہے، پھر بچوں نے بتایا کہ یہ کھلونا ہے، پھر حضرت ہنسے۔ اِسی طرح بعض جگہ پیزا حضرت کے سامنے لایا گیا تو فرمایا کہ نان پر سالن ملا ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ حاسدین کے حسد اور نظرِ بند لگنے سے حضرت اور ہم سب کو بچائیں۔ آمین

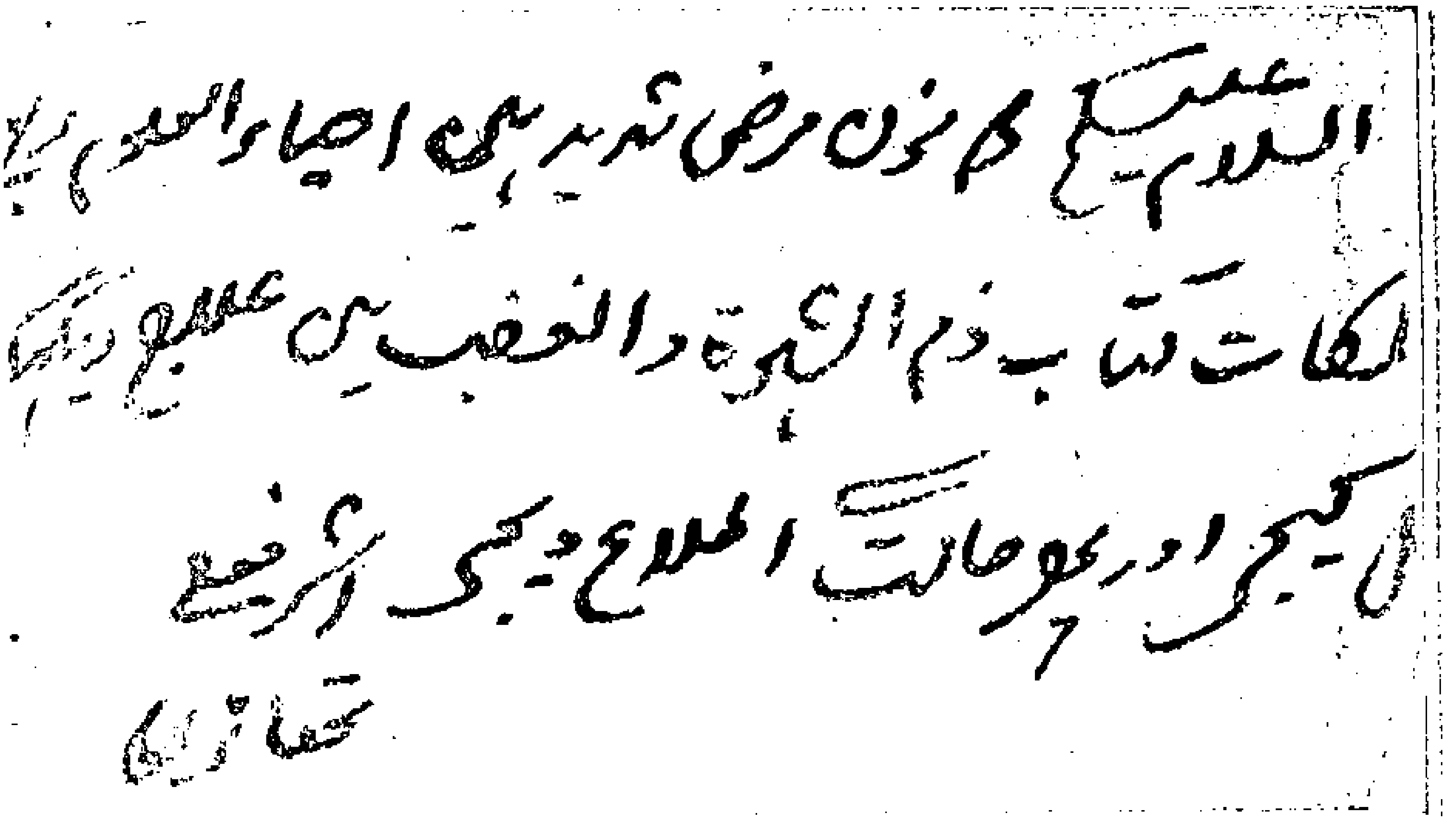
السلام علیکم دونوں مرض شدید ہیں احیاء العلوم (کتاب) اور کتاب ذم الشہوۃ والغضب میں علاج دیکھ کر عمل کیجئے اور پھر حالت اطلاع دیجئے۔ اشرف علی تھانوی

خط کے عکس کا متن یہ ہے ''السلام علیکم دونوں مرض شدید ہیں۔احیاء العلوم (کتاب) اورکتاب ذم الشہوۃ والغضب میں علاج دیکھ کرعمل کیجئے اورپھر حالت سے اطلاع دیجئے۔اشرف علی تھانوی''۔

مفتی واحد بخش صاحب رحمہ اللہ خلیفہ حکیم الاُمّت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے مولنا مفتی عبدالعزیز صاحب لاڑ کو حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا یہ اصل خط دیا۔حضرت مفتی عبدالعزیز صاحب لاڑ نے مولنا محمد اصغر صاحب (مدرّس جامعہ عبداللہ بن عمر، لاہور) کو ہدیہ دیا۔

حکیم الاُمّت حضرت مولنا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے خط کا یہ عکس مولنا محمد اصغر صاحب کی طرف سے ہدیۂ قارئین کرام کیا جارہا ہے۔

اس خط سے حاصل ہونے والے فوائد:

① تبرکاً حکیم الامّت مجدّ دالملّت حضرت مولنا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی لکھائی سامنے لائی گئی ہے۔ ② حکیم الامّت حضرت تھانوی رحمہ اللہ خط کے جواب میں السلام علیکم لکھا کرتے تھے۔ ③ طریقۂ جواب ظاہر ہوا۔ ④ حضرت کے دستخط سامنے ہیں۔ ⑤ باطن کی اِصلاح کے لیے مفید کتابوں کا مشورہ دیا گیا ہے۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ

امام ابی حنیفہ رحمہ اللہ
امام مکی بن ابراہیم رحمہ اللہ
امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ
محمد بن یوسف رحمہ اللہ
عبداللہ بن احمد السرخسی رحمہ اللہ
عبدالرحمٰن بن مظفر رحمہ اللہ
ابوالوقت عبدالاوّل رحمہ اللہ
سراج حسین بن مبارک رحمہ اللہ
ابوالعباس احمد رحمہ اللہ
ابراہیم بن احمد التنوخی رحمہ اللہ
ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ
زکریا بن محمد انصاری رحمہ اللہ
محمد بن احمد الغیطی رحمہ اللہ
احمد بن عبدالقدوس رحمہ اللہ
احمد القشاشی رحمہ اللہ
ابراہیم الکردی رحمہ اللہ
ابوطاہر مدنی رحمہ اللہ

بخاری شریف

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

عمر بن شاکر رحمہ اللہ
اسماعیل بن موسیٰ رحمہ اللہ
امام محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ
محمد بن احمد المحبوبی رحمہ اللہ
عبدالجبار بن محمد رحمہ اللہ
ابوعامر بن محمود رحمہ اللہ
عبدالملک بن عبداللہ رحمہ اللہ
عمر بن طبرزد البغدادی رحمہ اللہ
فخر بن بخاری رحمہ اللہ
عمر بن حسن المراغی رحمہ اللہ
عبدالرحیم الشافعی رحمہ اللہ
زین الدین زکریا رحمہ اللہ
نجم الغیطی رحمہ اللہ
شہاب الدین السبکی رحمہ اللہ
سلطان بن احمد رحمہ اللہ
ابراہیم بن حسن رحمہ اللہ
ابوطاہر مدنی رحمہ اللہ

ترمذی شریف

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

نافع بن سرجس رحمہ اللہ
امام مالک بن انس رحمہ اللہ
عبداللہ بن مسلمہ رحمہ اللہ
امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث رحمہ اللہ
محمد بن احمد بن عمر رحمہ اللہ
قاسم بن جعفر رحمہ اللہ
احمد بن علی البغدادی رحمہ اللہ
ابراہیم بن محمد کرخی رحمہ اللہ
عمر بن طبرزد البغدادی رحمہ اللہ
علی بن احمد رحمہ اللہ
صلاح بن ابی عمرو رحمہ اللہ
محمد بن مقبل حلبی رحمہ اللہ
جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ
بدرالدین حسن کرخی رحمہ اللہ
احمد بن محمد الخفاجی رحمہ اللہ
عیسیٰ المغربی رحمہ اللہ
حسن بن علی رحمہ اللہ
ابوطاہر مدنی رحمہ اللہ

ابوداؤد شریف

حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ

باقی شجرہ اگلے صفحہ پر ہے۔

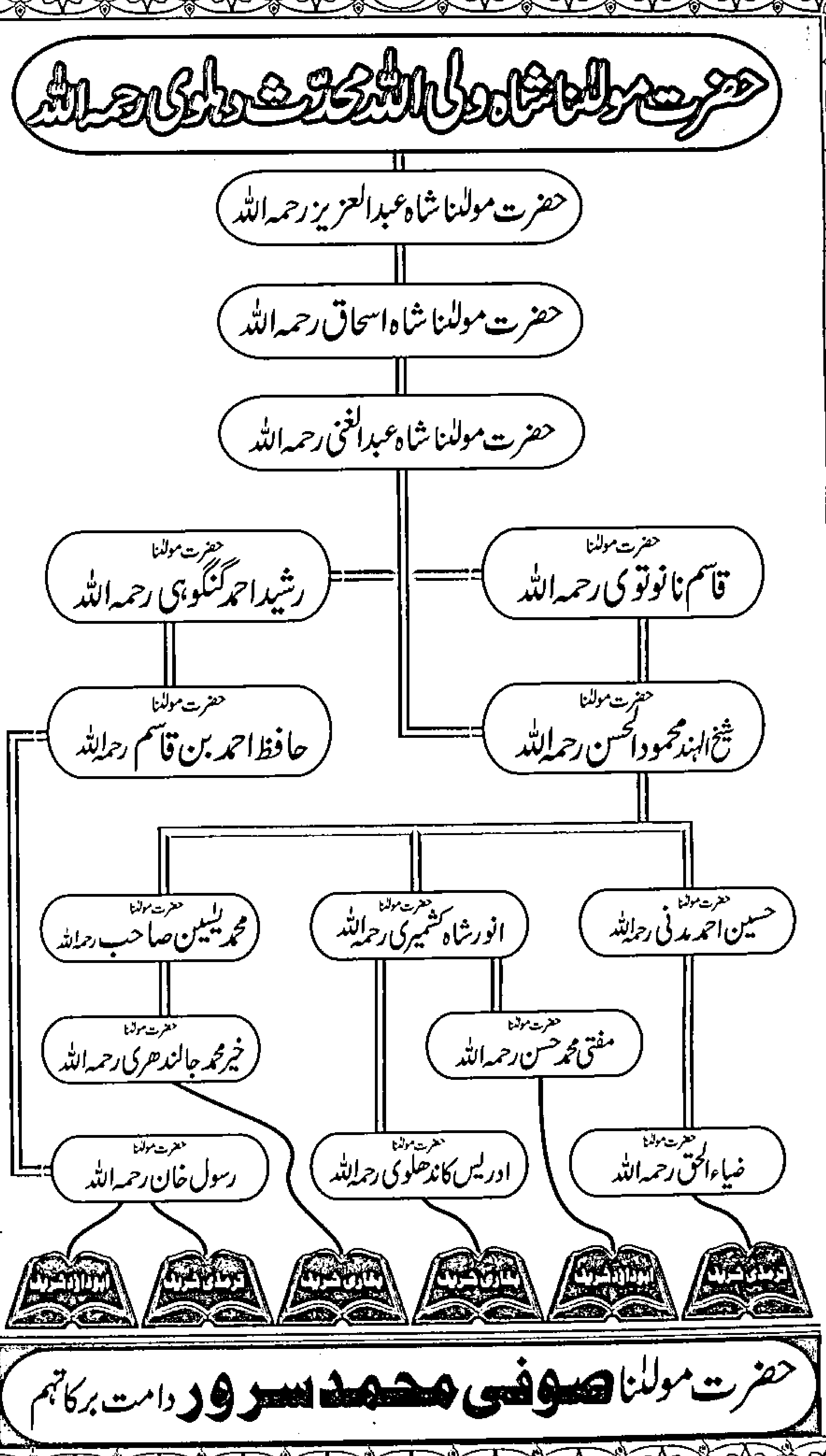
حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ
حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ
حضرت مولانا شاہ اسحاق رحمہ اللہ
حضرت مولانا شاہ عبدالغنی رحمہ اللہ
حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ
حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ
حضرت مولانا شیخ الہند محمود الحسن رحمہ اللہ
حضرت مولانا حافظ احمد بن قاسم رحمہ اللہ
حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ
حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ
حضرت مولانا محمد یلیین صاحب رحمہ اللہ
حضرت مولانا مفتی محمد حسن رحمہ اللہ
حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ
حضرت مولانا ضیاء الحق رحمہ اللہ
حضرت مولانا ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ
حضرت مولانا رسول خان رحمہ اللہ
ترمذی شریف
ابوداؤد شریف
بخاری شریف
بخاری شریف
ترمذی شریف
ابوداؤد شریف
حضرت مولانا صوفی محمد سرور دامت برکاتہم

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فداہ امی و ابی

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

خواجہ حسن بصری رحمہ اللہ ← خواجہ عبدالواحد بن زید رحمہ اللہ

خواجہ فضیل بن عیاض رحمہ اللہ ← سلطان ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ

خواجہ حذیفہ مرعشی رحمہ اللہ ← خواجہ ابوہبیرہ بصری رحمہ اللہ

خواجہ ممشاد علی دینوری رحمہ اللہ ← خواجہ ابواسحاق شامی رحمہ اللہ

ابواحمد ابدال چشتی رحمہ اللہ ← خواجہ ابومحمد چشتی رحمہ اللہ

خواجہ ابویوسف چشتی رحمہ اللہ ← خواجہ قطب الدین چشتی رحمہ اللہ

حاجی محمد شریف زندنی رحمہ اللہ ← خواجہ عثمان ہارونی رحمہ اللہ

خواجہ معین الدین حسن سنجری رحمہ اللہ ← خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمہ اللہ

فرید الدین مسعود رحمہ اللہ ← نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ

نصیر الدین چراغ دہلی رحمہ اللہ ← سید محمد حسینی گیسو دراز رحمہ اللہ

صدر الدین اودھی رحمہ اللہ ← ابن حکیم اودھی رحمہ اللہ

درویش محمد بن قاسم اودھی رحمہ اللہ ← عبدالقدوس گنگوہی رحمہ اللہ

باقی شجرہ اگلے صفحے پر ہے۔

عبدالقدوس گنگوہی رحمہ اللہ

رکن الدین محمد گنگوہی رحمہ اللہ

عبدالاحد سرہندی رحمہ اللہ

احمد سرہندی رحمہ اللہ

خواجہ محمد معصوم سرہندی رحمہ اللہ

محمد نقشبند ثانی رحمہ اللہ

خواجہ محمد زبیر رحمہ اللہ

خواجہ ضیاء اللہ رحمہ اللہ

شاہ محمد آفاق دہلوی رحمہ اللہ

سید نصیر الدین دہلوی رحمہ اللہ

سید آدم بنوری رحمہ اللہ

سید عبداللہ اکبرآبادی رحمہ اللہ

شاہ عبدالرحیم دہلوی رحمہ اللہ

شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ

شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ

سید احمد شہید رحمہ اللہ

جلال الدین تھانیسری رحمہ اللہ

نظام الدین بلخی رحمہ اللہ

ابوسعید گنگوہی رحمہ اللہ

محب اللہ الہ آبادی رحمہ اللہ

سید شاہ محمدی رحمہ اللہ

شاہ محمد مکی رحمہ اللہ

شاہ عضد الدین امروہی رحمہ اللہ

شاہ عبدالہادی امروہی رحمہ اللہ

شاہ عبدالباری امروہی رحمہ اللہ

شاہ عبدالرحیم شہید ولایتی رحمہ اللہ

میاں جی نور محمد جھنجھانوی رحمہ اللہ

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ

محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

مفتی محمد حسن رحمہ اللہ

حاجی محمد شریف رحمہ اللہ

مسیح اللہ شیروانی رحمہ اللہ

حضرت مولانا صوفی محمد سرور دامت برکاتہم

مؤلف کی ایک گذارش

باجازت حضرت صوفی صاحب مدظلہ

مصلح الامّت شیخ الحدیث حضرت مولنا صوفی محمد سرور صاحب دامت برکاتہم العالیہ سے کبھی کسی صاحب یا صاحبہ کے حق میں لغزش ہوگئی ہوتو اللہ تعالیٰ کی رضاء کے لیے معاف فرما دیا جائے، اِسی طرح حضرت صاحب کی اولاد (بالخصوص محمد عتیق الرحمٰن) سے جس کسی صاحب یا صاحبہ کو کسی قسم کی کوئی تکلیف پہنچی ہوتو اللہ تعالیٰ کی رضا (اور حضرت صوفی صاحب کی دِل جوئی) کی خاطر معاف کر دِیا جائے۔

مختصر سی زندگی ہے کبھی کسی شخص کو دوسرے سے متعلق رنجش تو دور کی بات ہے ذراسی بات دِل میں نہ رکھنی چاہیے۔ ایک دوسرے کو معاف کرنے کا اجروثواب کہ اللہ تعالیٰ کا خاص قُرب نصیب ہوتا ہے۔ ہر ایک کو ذہن میں رکھ کر معاف کرنے کا عملی اقدام کرنا چاہیے۔

مؤلف (احقر محمد عتیق الرحمٰن عفی عنہ) اللہ تعالیٰ کا بندہ اور حضرت صوفی صاحب مدظلہ کا بیٹا یقیناً ضرور ہے، مگر خطاکار، گناہ گار ہے۔ اس لیے جن جن مرد یا خواتین کے حق میں خصوصاً ادارہ میں کام کرنے والوں یا چھوڑ کر چلے جانے والوں الغرض کسی فرد بشر یا جنّات میں سے کسی کو کبھی احقر سے تکلیف پہنچی ہوتو بندہ معذرت خواہ ہے۔

اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ ہمیں عمدہ سے عمدہ اَخلاقِ عالیہ سے نوازدیں۔

آمین ثمّ آمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حیاتِ سرور

دوسرا باب

حیاتِ سرور کے لیے جیّد علماءِ کرام و مشائخِ عظام
کی طرف سے بھیجے گئے 50 سے زائد مضامین
اِس دوسرے باب میں شائع ہوئے ہیں۔

23-کلومیٹر فیروزپور روڈ
متصل گورنمنٹ نزد کاہنہ نو - لاہور
042-35272270

جامعہ عبداللہ بن عمر

ارشادِ گرامی

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولنا محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ

ایک صاحب نے حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ سے سوال کیا۔ اس پر حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا یہ ساری تحقیقات و تدقیقات وہاں (آخرت میں) کام نہ آئیں گی وہاں تو صرف ایک ہی چیز کام آئے گی اور وہ ہے محبتِ حق۔ چناں چہ اس موقع پر حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے خلیفۂ خاص حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب صاحب رحمہ اللہ نے پوچھا کہ حضرت وہ محبت کیسے پیدا ہو گی؟ تو حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ جنہوں نے اپنے دلوں میں اللہ کی محبت پیدا کر لی ہے بس ان کی جوتیوں میں پڑ جاؤ یعنی اہلِ محبت اور اہل اللہ و مشائخ کی صحبت (ان کے پاس آنا جانا) اختیار کیجیے اس سے حق تعالیٰ کی محبت پیدا ہو گی۔

ارشادِ گرامی

شیخ المشائخ عارف باللہ یادگارِ اسلاف حضرت الحاج نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب مدظلہ

(بیعت وصحبت یافتہ حکیم الأمّت رحمہ اللہ وخلیفہ حضرت مولنا فقیر محمد صاحب، پشاوری ومسیح الأمّت حضرت مولنا مسیح اللہ صاحب، جلال آبادی)

"علم کی صورت تو کتابوں سے آتی ہے اور علم کی حقیقت عمل سے اور علم کی لذّت اہلُ اللہ کی صحبت سے آتی ہے"۔ بحوالہ حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفی رحمہ اللہ

تحریر از: مخدوم العلماء یادگار اسلاف حضرت مولنا محمد عبید اللہ صاحب مدظلہ العالی
(مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور)

جامعہ اشرفیہ کے شیخ الحدیث حضرت مولنا صوفی محمد سرور صاحب مدظلہ ایک عالم باعمل اور نیک و بزرگ شخصیت کے مالک ہیں۔ انہوں نے نہ صرف یہ کہ اعلیٰ تعلیم جامعہ اشرفیہ سے حاصل کی بلکہ ان کا اصلاحی تعلق بھی حضرت والدِ ماجد (حضرت مفتی محمد حسن صاحب امرتسری) نوراللہ مرقدہ سے رہا۔

حکیم الأمت حضرت تھانوی قدس سرّہ کی طرح حضرت والد صاحب رحمہ اللہ بھی خلافت کی عطائیگی میں کچھ زیادہ فیّاض نہیں تھے، جب تک یہ مرید کی اچھی طرح سے اصلاح نہیں فرما دیتے تھے اور انہیں اس بات کا یقین نہیں ہو جاتا تھا کہ مسترشد اس کا اہل ہے کہ اس کو خلافت سے نوازا جائے اس وقت تک خلافت سے کسی کو بھی مشرّف نہیں فرماتے تھے، دوسرے لفظوں میں مشق اور ریاضت کے جملہ مراحل طے کرواتے تھے۔

حضرت والد صاحب رحمہ اللہ کا انہیں خلافت (مجاز بیعت) سے نوازنا ان کے زہد و تقویٰ اور ان کی علم و عمل میں ہم آہنگی کی مضبوط دلیل ہے۔ والد صاحب (حضرت مفتی صاحب) نے بعض مواقع میں احباب کو اپنے بعد حضرت صوفی صاحب مدظلہ کی طرف اصلاح کی غرض سے رُجوع کرنے کی ترغیب بھی دی، جو کہ شیخ کے کامل اعتماد ہونے کی علامت ہے۔

حضرت صوفی صاحب کو جامعہ اشرفیہ میں تدریسی خدمات بجالاتے ہوئے چالیس سال سے زائد کا عرصہ بیت گیا ہے۔ اس دوران حضرت نے متوسط کُتب سے لے کر دورہ حدیث شریف تک اہم کُتب پڑھائی ہیں اور ماشاء اللہ اب بھی بخاری شریف (جلد اوّل) اور ابوداؤد شریف (مکمل) ان کے زیرِ درس ہیں۔

حضرت صوفی صاحب کی شخصیت علم و عمل، زُہد و تقویٰ، امانت و دیانت، اتباعِ سُنّت اور پابندیٔ اوقات وغیرہ میں قابلِ تقلید ہے۔ جامعہ کے بہت سے حضرات کا خیال ہے کہ حضرت صوفی صاحب کی پابندیٔ اوقات کو دیکھ کر نہ صرف یہ کہ گھڑیاں دُرست کی جاسکتی ہیں بلکہ وقت کی وہ قدر و منزلت جس کی تعلیم قرآن و سنّت نے دی ہے کا بھی اندازہ ہوسکتا ہے۔

راقم الحروف نے کبھی نہیں دیکھا کہ حضرت صوفی صاحب کے شب و روز کے معمولات

میں فرق آیا ہو یا ان سے سنّت کے خلاف کوئی عمل سرزد ہوا ہو۔ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ انہیں دیکھ دیکھ کر سنتوں کو یاد کیا جا سکتا ہے۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت نصیب فرمائی ہے کہ حضرت والد صاحب قدس سرہ کی وجہ سے حکیم الأمّت مجدّد الملّت حضرت مولنا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں ایک طویل عرصہ حاضری نصیب رہی، یہی نہیں بلکہ حضرت سے جملہ کُتب بشمول صحاحِ ستہ کے آغاز اور اختتام کی سعادت سے بھی مشرف ہوا۔

حکیمُ الاسلام حضرت مولنا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ (سابق مہتمم دار العلوم دیو بند) کی اتنی شفقت حاصل رہی کہ حضرت نے باوجود سیاہ کاریوں کے منصبِ خلافت سے بھی نوازا۔

حضرت مولنا خیر محمد جالندھری صاحب سے بھی نیاز مندی حاصل رہی۔ حضرت والد صاحب رحمہ اللہ کے واسطہ سے اکابرین علماء کے ساتھ تعلق نصیب ہوا، جب ان حضرات کو دیکھتا ہوں اور پھر حضرت صوفی صاحب مدظلہ کو تو مجھے یہ اپنے اکابرین اور اَسلاف کا نمونہ نظر آتے ہیں۔

جامعہ اشرفیہ کے ایسے اساتذہ کرام جن سے طلبہ محبت فرماتے ہیں اور ان کے دِل ان کی انتہائی عزّت واحترام کے جذبات سے معمور (سرشار) ہیں، ان میں سے ایک حضرت صوفی صاحب مدظلہ کی ذاتِ گرامی بھی ہے۔ مجھے یہ معلوم ہو کر خوشی ہوئی کہ حضرت صوفی صاحب مدظلہ نے بعض مخلصین کی درخواست بلکہ اصرار پر اپنی سوانح اپنی زندگی ہی میں مرتّب کرنے کی اجازت دے دی ہے، تو خیال ہوا کہ چند الفاظ میں بھی تحریر کر دوں تا کہ میرا شمار بھی ان لوگوں میں ہو جائے جو صالحین کا تذکرہ کر کے اجر وثواب کے مستحق ہوتے ہیں، اور پھر اس لیے خوشی ہوئی کہ ہمارے ہاں طریقہ کار کچھ اس طرح کا ہے کہ بعد از وفات سوانح عمریاں لکھی جاتی ہیں جو جذباتِ طلبہ اور جوشِ محبت میں مستغرق مریدین کے افراط وتفریط یا پھر مبالغہ آرائیوں کا شکار ہو جاتی ہیں۔

حکیم الأمّت حضرت تھانوی قدس سرہ نے بھی اپنی سوانح اپنی زندگی میں مرتب کروائی تھی جس کا فائدہ یہ ہوا کہ اس میں کہیں بھی افراط وتفریط یا مبالغہ آرائی کا وجود نہیں پایا جاتا اور پھر مستند بھی ہے۔ کہیں بھی علیٰ وجہ البصیرت حوالہ دیا جا سکتا ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ ایسی شخصیات گزری ہیں جنہوں نے اپنی زندگی ہی میں اپنی سوانح یا آپ بیتی مرتّب کی۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت صوفی صاحب مدظلہ کی زندگی میں برکت عطا فرمائے اور انہیں صحت وعافیت کے ساتھ درازیٔ عمر سے نوازے۔ آمین ایں دُعا از من واز جملہ جہاں آمین بود

تحریر از: شیخ الحدیث حضرت مولنا محمد قاسم صاحب مدظلہ العالی

(شیخ الحدیث، جامعہ مدنیہ قدیم، لاہور)

حضرت شیخ فقیہہ مولنا محدّثِ اعظم صوفی محقق محمد سرور صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا تذکرہ:

1 فکرِ آخرت:

حضرت خود بھی فکرِ آخرت میں مشغول رہتے ہیں اور سالکین کو بھی آخرت کی طرف متوجہ کرتے رہتے ہیں۔ اور دُنیا کی طرف بقدرِ ضرورت متوجّہ رہنے کی اجازت دیتے ہیں۔ مثلاً بندہ نے علومِ دینیہ سے فراغت کے بعد اجازت چاہی کہ بندہ علمِ طبّ سیکھنا چاہتا ہے تو حضرت نے فرمایا کہ اس میں مشغولیت بڑھ جائے گی تو پھر خدمتِ دین میں کوتاہی ہوگی۔

2 شفقت:

عام طور پر مدارس میں عصر کی نماز کے بعد چھٹی ہوتی ہے۔ طلباء اور اساتذہ مغرب تک تعلیمی کام موقوف کر دیتے ہیں تا کہ دماغ کو آرام ملے یہ بھی اچھی نیّت ہے، اچھا عمل ہے لیکن بندہ نے دیکھا کہ حضرت عصر کی نماز کے بعد دار العلوم کبیر والا میں علمِ قرأت پڑھاتے تھے اور سارے سال علمِ قرأت پڑھانے کا معمول رہا۔

3 مزاح سنّت ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مزاح فرمایا کرتے تھے ایک خاص حد تک، زیادہ نہیں تا کہ تطییبِ قلوب (خوش دلی) حاصل ہو۔ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے اونٹ مانگا، آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ تجھ کو اونٹنی کا بچہ دوں گا، عرض کیا کہ حضور! بچہ کیا کروں گا؟ فرمایا کہ اونٹ بھی تو اونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے۔ ترمذی وابوداؤد

حضرت اسباق میں طلباء سے ایسی موانست (اُنس ومحبّت والی) والی کلام فرماتے ہیں کہ طلباء سبق سے تنگ (وبے زار) نہیں ہوتے۔

تحریر از: حضرت مولنا عبد الرحمٰن اشرفی صاحب مدظلہ العالی

(نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ، لاہور)

حضرت مولنا صوفی محمد سرور صاحب مدظلہ کی شان اتنی بلند ہے کہ وہ کلمات میں، میں بیان نہیں کر سکتا سب سے بڑھ کر یہ ہے کہ وہ مجدّد وقت ہیں۔

تحریر از: حضرت مولٰنا عبدالرحیم چترالی صاحب مدظلہ العالی

(استاذ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور)

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم، امّابعد

اِس فقیر کے اساتذہ تو بہت سے ہیں لیکن ہر استاد کا اپنا اپنا مقام ہوتا ہے جیسے کہ فارسی کا مقولہ ہے ۔

ع ہر گُل را بوئے دیگر است

اسی طرح میرے استادوں کے بھی علیحدہ علیحدہ مقام و مرتبے ہیں ۔اور میرے اساتذہ کرام کوئی تو امامِ منطق تھے،کوئی صرف کے،کوئی حدیث واصول کے،کوئی ادب ومعانی کے،اور کوئی تفسیر وفقہ کے ماہر تھے۔یہ فقیر بہت سے ماہرینِ علم وفن کے سامنے زانوئے تلمذ طے کر چکا ہے۔

انہی میں سے ایک حضرت استاذی صوفی محمد سرور صاحب دامت برکاتہم ہیں جو کہ ہر فن کے مولیٰ ہیں ۔اِن مذکورہ علومِ ظاہری کے علاوہ علمِ باطنی کے امامِ وقت ہیں، یہ کوئی مبالغہ نہیں بلکہ نفس الامر کے مطابق ہے کہ ہمارے حضرت اِس وقت ''قطبِ عالم'' ہیں۔

حضرت صوفی صاحب دامت برکاتہم سے اِس فقیر نے دورانِ تعلیم کافی کتابیں پڑھی ہیں:

1. تفسیرِ جلالین۔
2. فلسفہ کی مشہور کتابیں مثلاً صدرا اور شمسِ بازغہ۔
3. مطوّل۔
4. شرح عقائد۔
5. خیالی۔
6. ھدایہ رابع۔
7. ابوداوٗد شریف۔

جب کہ حضرت کا تدریسی انداز سب اساتذہ سے مختلف ہے۔حضرت صوفی صاحب دامت برکاتہم کا منفرد انداز یہ ہے کہ فنون پڑھاتے وقت ایک ایک جملے کی عبارت پر اُس کا ترجمہ،مقصد اور تشریح فرماتے تھے۔یہ انداز مجھے صرف آپ میں نظر آتا ہے اور دورانِ درس

حضرت صوفی صاحب دامت برکاتہم طالب علم کو جس انداز سے دیکھتے ہیں اس سے طالب علم متوجّہ رہتا ہے جس کی وجہ سے پڑھنے میں کسی قسم کی اُکتاہٹ نہیں ہوتی۔

یہ فقیر طالب علمی کے زمانہ میں اپنے ساتھیوں سے کہتا تھا کہ اگر ''طالب علم حضرت صوفی صاحب دامت برکاتہم کا سبق نہ سمجھے تو پھر اُس کو کوئی اور کام کرنا چاہیے کیوں کہ ان کے طریقہ سے زیادہ آسان طریقہ کسی اور کا نہ تھا اور نہ ہے''۔

حضرت کے طور وطریق کو دیکھ کر طالب علم میں اپنی اصلاح کا جذبہ کارفرما ہو جاتا ہے۔ چناں چہ حضرت کو کہنے کی ضرورت بھی نہیں پڑتی اور طالب علم پر اصلاح کا رنگ چڑھنا شروع ہو جاتا ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مولنا محمد مالک صاحب رحمہ اللہ کی وفات کے بعد جب حضرت صوفی صاحب دامت برکاتہم کو بخاری شریف پڑھانے کو مل گئی، تو پہلے دِن شروع کرنے سے پہلے رات کو خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت صوفی صاحب کے گھر کی طرف جاتے ہوئے دیکھا گیا۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ فقیر جب حضرت الشیخ مولنا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ سے بخاری شریف پڑھ رہا تھا تو ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ حضرت صوفی صاحب بخاری پڑھا رہے ہیں۔ تو اس کے بعد یقین ہو گیا کہ ایک دِن حضرت صوفی صاحب بخاری شریف پڑھائیں گے۔

اِس فقیر کی حضرات علماء کرام اور طلباء کرام سے درخواست ہے اور عوام الناس سے کہ حضرت صوفی صاحب دامت برکاتہم سے اپنا تعلق قائم کرلیں، اور اپنے لیے اِس وقت حضرت کے وجود کو غنیمت سمجھیں اور اس وقت کو ضائع نہ کریں کیوں کہ ایسے لوگ دُنیا میں کم ملتے ہیں۔ ایسے اللہ والوں کو اللہ والے سمجھتے ہیں۔ مشہور ہے کہ........

قدرِ زر زرگر می شناسد   قدرِ جوہر جوہری

اِس زمانے میں پیر تو بہت ہوں گے لیکن مخلص، تارک دُنیا اور خیر خواہ، متبع سُنت پیر ملنا مشکل ہے۔ اگر ایسے پیر کے طالب ہو تو پھر وہ حضرت صوفی صاحب دامت برکاتہم ہیں اس لیے اُن سے تعلق قائم کرلیں۔ جس پیر کی اداؤں سے سنّت کا ظہور ہو اُس پیر کا بندۂ فقیر ہزار جان سے غلام ہے۔

تحریر از: مولانا حافظ عبدالرحمٰن صاحب، مدینہ منورہ

نحمده ونصلي علىٰ رسوله الكريم، امّابعد

حضرت کے صاحبزادے کے حکم پر چند واقعات لکھتا ہوں جو حضرت میں دیکھے، جن کی وجہ سے مجھے حضرت والا سے عقیدت ہوگئی۔ جب میں نے اپنی اِصلاح کے لیے حضرت والا کے ساتھ تعلق قائم کیا تو حضرت والا کی شفقت حد سے زیادہ ہوگئی۔

(۱) جب میں جامعہ اشرفیہ، لاہور میں دورۂ حدیث کا داخلہ لینے کے لیے آیا تو حضرت ناظم صاحب نے امتحان کے لیے حضرت والا کے پاس بھیج دیا، جب میرا نمبر آیا تو حضرت نے مجھ سے تین سوال پوچھے، دو کا جواب میں نے دیا تیسرے کا جواب تسلی بخش نہ دے سکا۔

حضرت نے غصہ کیا نہ ہی شرم سار کیا جب کہ اِس سے پہلے اور مدارس میں بھی داخلہ کا اتفاق ہوا لیکن یہاں معاملہ اُلٹ پایا۔ حضرت نے میرا فارم بڑی شفقت سے اپنے پاس رکھ لیا، میں دِل میں سوچ رہا تھا شاید میں مسافر ہوں، دور سے آیا ہوں حضرت نے میرے اوپر شفقت کی ہے۔ اسی دوران ایک لاہور کا طالب علم آیا حضرت والا نے اِس سے بھی تین سوالات کیے اُس نے ایک سوال کا جواب بھی تسلی بخش نہ دیا، اس کا لباس، بال، ڈاڑھی سنّت کے مطابق نہ تھیں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ اگر تم وعدہ کرلو کہ میں لباس، بال اور ڈاڑھی سنّت کے مطابق رکھوں گا تو تمہیں داخلہ مل سکتا ہے۔ میرے دِل میں آیا کہ حضرت کی شفقت سب کے لیے برابر ہے اور حضرت والا کو سُنّت کے ساتھ کتنی محبت ہے۔

(۲) میں آپ کو ہر وقت دیکھتا رہتا، سبق کے دوران، نمازوں کے اوقات میں، اِصلاحی بیان میں، گھر جاتے ہوئے، مسجد کی طرف جاتے ہوئے، درس گاہ کی طرف آتے ہوئے میں نے اس دوران کوئی عمل بھی آپ کا سنّت کے خلاف نہیں پایا۔

حضرت کو دیکھ کر کئی مرتبہ شوق ہوا کہ میں بھی حضرت کی طرح وقت کا پابند ہو جاؤں اور ہر عمل حضرت کی طرح شریعت وسنّت کے مطابق کرلوں، اپنے آپ کو ملامت کرتا کہ حضرت بوڑھے ہیں میں جوان ہوں، ایک دو دِن کوشش کرتا پھر سُستی ہو جاتی مگر میں نے حضرت کو اِستقامت کا پہاڑ پایا (اور میں ہر مرتبہ ہار جاتا)

(۳) ایک مرتبہ تقسیم الاسناد کے موقعہ پر حضرت کو کرسی پر بیٹھے ایک گھنٹہ تک دیکھتا رہا۔ حضرت نہ دائیں نہ بائیں دیکھتے ہیں بس نیچے دیکھ رہے ہیں۔ میرے دل میں شوق ہوا کہ میں

بھی حضرت کی طرح اِتباعِ سنّت اختیار کرلوں۔

(۴) سبق کے دوران میرے ساتھ پانچویں صف میں ایک ساتھی بیٹھا تھا جو بازار سے تصویر والی کاپی لایا اس کا علم صرف مجھے ہی تھا، حضرت والا نے سبق کے دوران بڑی نرمی سے فرمایا فلاں صف میں طالب علم کے پاس تصویر ہے اس کو مٹا دے، لیکن طالب علم کا نام تک نہیں لیا۔ میرے دل میں حضرت کی اور بھی محبت بڑھ گئی۔ میں نے یقین کرلیا کہ حضرت صاحبِ بصیرت ہونے کے ساتھ ساتھ صاحبِ فراست بھی ہیں۔

(۵) جب میں اپنی اصلاح کے لیے حضرت والا کے پاس گیا تو حضرت نے بڑی شفقت سے فرمایا پہلے تم میری اِصلاحی مجلس میں پندرہ دِن شرکت کرو اس کے بعد دیکھیں گے، میں نے اِصلاحی مجلس میں شرکت کی ایسا محسوس ہوتا تھا کہ جیسے حضرت والا سب لوگوں کو چھوڑ کر مجھ ہی سے مخاطب ہیں اور میری اِصلاح فرمارہے ہیں، میرے اندر جو گندگی، بیماری ہوتی (اتفاق سے) حضرت اسی پر بیان فرماتے تھے۔ آپ کے اصلاحی بیان کی وجہ سے مجھے اِن (گناہوں) سے نفرت ہوگئی۔ پندرہ دن کے بعد آپ نے مجھے اپنے حلقہ میں شامل ہونے کا شرف بخشا۔

دورۂ حدیث کی تکمیل کے بعد جامعہ اشرفیہ میں پڑھانا شروع کیا۔ پڑھانے کے دوران حکومتِ سعودیہ کی طرف سے ایک وفد آیا کہ سعودی عرب میں مدرّسین کی ضرورت ہے۔ سعودی عرب آنے کے بعد حضرت کے ساتھ خط کے ذریعہ رابطہ رہا۔ تقریباً آٹھ سال کے بعد حضرت نے خط کے ذریعہ خلافت کا شرف بخشا اور ساتھ ہی فرمایا چند دوستوں کو اِطلاع کردینا۔

(۶) جب میں اِصلاحی خط بھیجتا تھا تو حضرت کے ہاں یہ نظم تھا کہ اصلاحی خط کے ساتھ جوابی خط ساتھ دیا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت والا کے پاس جوابی خط میں کاغذ کی تعداد تین ہوگئی جب کہ محکمہ ڈاک میں قانوناً ایک لفافہ میں دوورق کی گنجائش ہوتی ہے۔ حضرت نے ایک کاغذ اپنے پاس امانتاً رکھ لیا اور دو کو بھیج دیا۔ دریافت کرنے پر بتلایا کہ اگرچہ محکمہ ڈاک تین صفحوں کے خط کو لے جاتا ہے لیکن شرعاً و قانوناً اِس کی اجازت نہیں لہٰذا احتیاطاً ایک صفحہ اپنے پاس رکھ لیا تا کہ وزن زیادہ کرکے خیانت کے مرتکب نہ بن جائیں۔ اِس عمل سے مجھے حضرت سے محبت اور بڑھ گئی کہ حضرت کا تقویٰ کس قدر اعلیٰ ہے کہ باریک سے باریک چیز بھی حضرت کی نگاہ سے اوجھل نہیں اور اِس سے میرے خوف خداوندی میں اضافہ ہوا۔

دُعا ہے کہ اللہ ربّ العزّت حضرت کو دُنیا و آخرت میں اچھی سے اچھی جزاء عطا فرمائے۔ آمین

تحریر از: مولنا حاجی محمد یوسف صاحب، لاہور
(خلیفہ حضرت صوفی صاحب مدظلہ)

احقر محمد یوسف عفی عنہ نے 1970ء سے اپنے شیخ حضرت مولنا صوفی محمد سرور صاحب مدظلہ العالی کی خدمت میں وقتاً فوقتاً آنا جانا شروع کیا، جب حضرت والا کبیر والا سے جامعہ اشرفیہ، لاہور تشریف لائے، پھر 1978ء سے باقاعدگی کے ساتھ احقر حضرت والا سے رابطہ میں رہا۔ ایک دن حضرت والا کو مغرب کی نماز کے بعد احقر نے گذارش کی کہ احقر کو بیعت فرمالیں، حضرت والا نے ارشاد فرمایا پہلے پانچ خط لکھو پھر دیکھیں گے، احقر نے عرض کیا کہ احقر نے بیعت کے متعلق استخارہ کیا تھا، حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ یہ بھی ایک شرط ہے۔ احقر نے حضرت والا کی خدمت میں پانچ خط لکھے اور یوں تعلق کا سلسلہ شروع ہوگیا۔

احقر نے 1970ء سے لے کر تا حال حضرت والا میں معاملات اور معاشرت میں غایت درجہ کا عمل دیکھا ہے۔ ایک دفعہ حضرت والا نے احقر کو یاد فرمایا، احقر رات کی ڈیوٹی پر تھا، ڈیوٹی سے فارغ ہو کر احقر دولت کدہ پر حاضر ہوا، تو حضرت والا نے فرمایا کہ اہلیہ محترمہ فیصل آباد تشریف لے گئی ہیں اپنے والدین کی زیارت کے لیے، تو ہمیں آٹھ روٹیاں صبح اور آٹھ روٹی رات کو اور دو پلیٹ سالن دوپہر کو اور دو پلیٹ رات کو لادینا، جو دال، سبزی، گوشت گھر میں پکا ہو، ہمارے لیے کوئی تکلّف نہیں کرنا اس کے لیے ہم آپ کو پیسے دیں گے۔ احقر نے عرض کیا کہ حضرت والا دو چار دن کی تو بات ہے، اور پھر احقر اور گھر والوں کو بہت بڑی خوشی ہوگی کہ جو حضرت والا کی کچھ خدمت کرسکیں گے۔ مگر حضرت والا نے اس کو پسند نہ فرمایا اور کہا کہ تم میرے بے تکلّف بھائی ہو اگر کوئی کام ہوا کرے گا تو بتلا دیا کروں گا، ایسے (بغیر پیسوں کے) ہم کھانا نہیں لیں گے، احقر نے چار پانچ دن کھانا پیش کردیا، حضرت والا نے احقر کا مالی نقصان برداشت نہ کیا۔

ایک دفعہ احقر نے حضرت والا کو خط میں عرض کیا کہ حضرت والا احقر اور اہلیہ کی نظر کمزور ہے براہِ کرم ڈاکٹر نعیم اللہ صاحب (ماہر امراضِ چشم) کو ہماری سفارش کردیجئے، تو حضرت والا نے اسی خط پر تحریر فرمادیا کہ حاملِ رُقعہ ہٰذا میرا انتہائی قریبی ملنے والا ہے یہ آنکھوں کا معائنہ کروانا چاہتا ہے۔ ڈاکٹر نعیم اللہ صاحب نے یہ خط احقر سے لے لیا اور کہا کہ اگر مناسب

سمجھو تو یہ خط مجھے دے دو اور پھر اپنے پاس رکھ لیا۔ ان سب چیزوں کی احقر کو دلی خوشی ہوئی۔ احقر حضرت والا کے ساتھ پہلے بیت المکرّم مسجد پھر چوبرجی، پھر لاری اڈا مسجد، اور اب جامعہ عبداللہ بن عمر جمعہ پڑھنے گاڑی پر ساتھ جاتا ہے۔

حضرت والا کے بڑے صاحب زادے حافظ محمد شفیق الرحمٰن صاحب کے نکاح کے موقع پر حضرت والا نے نکاح کے چھوہارے احقر کو دو دفعہ عطا کیے۔ پھر جب حضرت والا لڑکی والوں کے گھر تشریف لے گئے تو احقر لڑکی والوں کی طرف سے مہمان تھا۔ حضرت والا نے نکاح فارم پر احقر کا نام بطورِ گواہ لکھ کر احقر کے دستخط کروا کر فرمایا کہ اب تو تمہیں پکا گواہ بنالیا ہے۔

ایک دفعہ پشاور اور مردان سے بہت سے لوگ آئے ہوئے تھے، ہمارا معمول تھا کہ فجر کی نماز کے بعد حضرت والا کو مسجد سے گھر تک چھوڑنے جاتے تھے، گھر کے دروازہ تک پہنچ کر ان متعلقین سے فرمایا (احقر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کہ اس کے آنے سے مجلس میں رونق آجاتی ہے۔

ایسے ہی احقر کا ایکسیڈنٹ ہوگیا تو حضرت والا ابوداؤد شریف کے سبق کے بعد انتہائی گرمی میں ایک بجے عیادت کے لیے احقر کے گھر تشریف لائے۔

1984ء میں احقر کا اپریشن ہوا تو حضرت والا سائیکل پر ہسپتال تشریف لے گئے، پھر احقر کی انجیوگرافی ہوئی تو حضرت والا احقر کے گھر استاذ صاحب حضرت مولنا حافظ محمد عتیق الرحمٰن صاحب کے ہمراہ تشریف لائے۔ ان وجوہ کی بناء پر احقر کو یہ محسوس ہوتا رہا کہ جیسے کسی نے زخم پر پھاہا رکھ دیا ہو۔ یہ حضرت والا کی اپنے مریدوں سے غایت درجہ کی محبّت دیکھی۔ ایکسیڈنٹ کے بعد دو تین مہینوں کے بعد بخاری شریف اور ابوداؤد شریف کے اسباق کی سماعت کے لیے جامعہ اشرفیہ حاضر ہوا تو حضرت والا نے احقر کو دیکھتے ہی رفیق صاحب (خادم حضرت والا) کو ارشاد فرمایا کہ ''دیکھو! سبق کی رونق آگئی''، اِن الفاظ سے احقر کو بہت زیادہ خوشی ہوئی۔

ایک دفعہ احقر نے حضرت والا کو 20 روپے ہدیہ دینے کی اجازت طلب کی کہ حضرت والا اور اہل وعیال کی دعوت کے لیے یہ رقم پیش کرنا چاہتا ہے، تو حضرت والا نے پانچ روپے رکھ کر 15 روپے واپس کردیئے اور تحریر فرمایا کہ اہلیہ اور بچوں کی دعوت مناسب نہیں، احقر کی دعوت کے لیے پانچ روپے کافی ہیں۔

چند خواب: [۱] احقر نے خواب میں دیکھا کہ حضرت والا ایک بہت بلند پہاڑ پر تشریف فرما ہیں، احقر نے پہاڑ پر چڑھتے ہوئے حضرت والا کے گھٹنے پکڑ لیے پھر گہرائی کی طرف جمِ غفیر (بڑے مجمع) کو پہاڑ کی طرف چڑھتے ہوئے دیکھا۔

[۲] احقر نے دیکھا کہ قیامت کا منظر ہے، احقر حضرت والا کے ساتھ کھڑا ہے، آسمان سے ایک نور کی لائٹ آئی تو احقر نے آواز سنی کہ ہمارے لیے کیا لائے ہو؟ احقر حضرت والا کی بائیں جانب سے دائیں جانب آ گیا تو حضرت والا نے احقر کو اپنے ساتھ چمٹا لیا اور فرمایا کہ یہ میرا انتہائی قریبی ملنے والا ہے، پھر آواز آئی کہ جاؤ ہم نے بخش دیا ہے۔

[۳] ایک دفعہ میں نے خواب میں دیکھا کہ احقر فوت ہو گیا ہے اور زمین پر لیٹا ہوا ہے آنکھیں کھلی ہیں قبر والی کوئی شکل دکھائی نہیں دیتی، احقر کے پاس دو فرشتے آئے انہوں نے سوال و جواب تو نہیں کیے اسی اثناء میں حضرت والا لاٹھی کا سہارا لیتے ہوئے تشریف لائے، حضرت والا کو دیکھتے ہی فرشتے چلے گئے۔

[۴] دیکھا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم امام کے پیچھے پہلی صف میں تشریف فرما ہیں، حضرت والا نے ممبر اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کھڑے ہو کر رومال کو زمین پر رکھا اور نماز کی نیّت باندھ لی، جب سلام پھیرا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ "سرور! وقت کو ضائع نہیں کرنا"، اِن الفاظ کو سُن کر حضرت والا کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

احقر نے 37/38 سال کی رفاقت میں حضرت والا کو معاملات کی صفائی اور معاشرت کی بلندیوں پر دیکھا۔

تحریر از: قاری محمد مظہر حسین صاحب، جہانیاں

ملفوظ:

ایک مرتبہ جمعۃ المبارک کے روز بعد نمازِ عصر فرمایا (جس کا مفہوم یہ ہے)۔

ڈاکٹر محمد اقبال کو لوگ علامہ اقبال کہتے ہیں حالاں کہ یہ غلط ہے، علّامہ تو بہت بڑے عالمِ دین کو کہتے ہیں۔ علّامہ اقبال عالم نہیں تھے اس لیے انہیں علّامہ نہیں کہنا چاہیے، بلکہ ڈاکٹر اقبال کہنا چاہیے۔ (واللہ اعلم)

تحریر از: مولنا محمد صدیق صاحب (ساہیوال ضلع سرگودھا)

یہ ایک مسئلہ حقیقت ہے کہ کرۂ ارض پر چند شخصیات اور نابغۂ روزگار ہستیاں ایسی ہوتی ہیں جن کا وجودِ مسعود تمام اوصافِ حمیدہ سے مزیّن اور عملی زندگی سے آراستہ ہوتا ہے۔ اور وہ صرف اپنوں کے لیے ہی نہیں بلکہ دوسروں کے لیے بھی باعثِ رحمت و شفقت اور سنّتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی چلتی پھرتی تصویر ہوتی ہیں۔ ان کی ہر مجلس اور نشست و برخواست کا رنگ و انداز جداگانہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ ان کی مجالسِ حسنہ میں حاضر ہونے سے اپنے اندر نمایاں فرق اور واضح تبدیلی محسوس کرتے ہیں اور انہیں اپنے قلوب سے زنگ دُھلتا نظر آتا ہے۔

دورِ حاضر میں اسی سلسلۃ الذہب کی ایک عظیم شخصیت حضرت مصلح الأُمّت مولنا صوفی محمد سرور صاحب دامت برکاتہم العالیہ (شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ، لاہور) کی بھی ہے جن کا چہرہ دیکھنے سے خدا یاد آتا ہے، آپ کے اَخلاق وعادات عینِ سنّتِ نبوی کے مطابق اور پند و نصائح...

ع ازدل خیزد بردل ریزد.....کا مصداق ہیں۔

شاید یہی وجہ ہے کہ لوگ ان کی مجالس میں بہت شوق و ذوق سے شامل ہوتے ہیں اور اپنے دل کو علم وعرفان اور معرفت وسلوک جیسے انمول جواہر سے بھر کر اس میں نہ صرف یہ کمال حاصل کرتے ہیں بلکہ کائناتِ انسانی کے لیے راہبر اور راہ نما کا کردار بھی ادا کرتے ہیں۔

حضرت والا دامت برکاتہم کی مجلس کا ایک خاص اثر یہ ہے کہ اس کی برکت سے طالبین وصادقین کو عام طور پر گناہوں سے توبہ کی توفیق، دنیا سے بے رغبتی اور فکرِ آخرت حاصل ہوتی ہے، جس سے محبتِ الٰہیہ میں خاص ترقی ہوتی ہے۔ حضرت والا دامت برکاتہم اس وقت حکیم الأُمّت مجدّد الملّت حضرت مولنا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کے طریق پر سلوک وتصوّف کے شعبہ میں نمایاں کردار ادا فرما رہے ہیں۔ حضرت والا کو تمام اکابر خصوصاً حکیم الأمّت حضرت تھانوی قدس سرّہ اور ان کے متوسّلین سے ایک خاص عقیدت ہے۔

اللہ ربّ العزّت نے حضرت والا کو جہاں دیگر دینی خوبیوں سے نوازا ہے وہیں پر حضرت کی ایک خاص خوبی درس وتدریس کا انداز اور افہام وتفہیم کا ملکہ بھی ہے، جس کی لذّت حضرت

کے درس میں شامل ہونے سے محسوس ہو سکتی ہے۔

دورانِ سبق حضرت کا انداز ایک شفیق باپ کی طرح ہوتا ہے، کبھی بھی سخت ناگوار انداز نہیں اپناتے، طلباء سے انتہائی نرمی سے پیش آتے ہیں۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ حضرت دورانِ سبق طلباء سے مزاح اور خوش طبعی بھی فرماتے ہیں اور اس وقت یہ محسوس ہوتا ہے جیسے ایک شفیق باپ اپنے بچوں کا دِل بہلا رہا ہو۔ لیکن جوں ہی حضرت کے سبق کا اختتام ہوتا ہے تو چہرہ پر جاہ وجلال کے آثار، رُعب ودبدبہ اور سنجیدگی طاری ہو جاتی ہے۔

حضرت کا وجودِ مسعود یقیناً اس وقت طلباء، علماء، سالکینِ طریقت اور عالمِ اسلام کے لیے باعثِ رحمت وبرکت ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت کا سایۂ شفقت ورحمت ہمارے سروں پر تادیر ہمہ فیوض وبرکات، صحت وعافیت کے ساتھ قائم ودائم رکھیں اور عالمِ اسلام کو بھرپور استفادہ کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

سُبْحَانَ اللّٰہِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ

اَللّٰہُ اَکْبَر

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

تحریر از: مولنا عبدالرشید کھٹانہ صاحب، بالاکوٹ

اُستاذی واستاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولنا صوفی محمد سرور صاحب دامت برکاتہم العالیہ، کے بارے میں کیا لکھوں؟ ان کا علم اور عمل اور تقویٰ اظہر من الشّمس ہے۔ فارسی کا ایک شعر ہے۔

ع ہر گلے را رنگ و بوئے دیگراست

لیکن میرے شیخ کی خوش بو ایک الگ ہی ہے، میرے شیخ کا درسِ بخاری اور درسِ ابوداؤد اپنی شہرت کا حامل ہیں، مشکل سے مشکل مباحث کو حل کرنا ان کے دائیں ہاتھ مبارک کا کھیل ہے۔ اور دورانِ سبق نہ تھکاوٹ ہوتی ہے اور نہ بوجھ محسوس ہوتا ہے بلکہ حضرت کے چمکتے ہوئے چہرہ مبارک کی طرف دیکھ کر ساری پریشانی اور غم اور بوجھ ختم ہوجاتا ہے سُرور آنے لگتا ہے۔ کیوں کہ حضرت کا نام سَرور ہے اس کو کرامت ہی کہہ سکتے ہیں۔

حضرت کی مجلس جو نمازِ عصر کے بعد ہوتی ہے اس میں بڑے بڑے گناہ گار اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں اور آئندہ کے لیے نیک اعمال کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔

حضرت شیخ اکبر ہر مجلس میں یہ شعر پڑھتے ہیں۔

؎ اک آن بھی رحمان سے غافل نہ چلو تم شاید وہ توجہ کریں اور سوئے رہو تم

؎ یک چشم زدن غافل ازاں شاہ نہ باشی شاید کہ نگاہ کند آگاہ نہ باشی

حضرت شیخ کی دینی مصروفیات: آپ کی دینی خدمت کسی سے مخفی نہیں ہے، ہر میدان میں چاہے وہ خطابت کا ہو یا امامت کا ہو یا درس وتدریس کا ہو یا تصنیف کا ہو یا بیعت وطریقت کا ہو۔ خطابت اب تک ہے جامعہ عبداللہ بن عمر، لاہور میں، درس وتدریس اب تک ہے جسے 50 سال سے زائد کا عرصہ بیت چکا ہے۔ امامت 30 سال سے زائد عرصہ کی ہے الحمدللہ۔

تحریر از: مولنا عمر صاحب

جناب استاذ محترم حضرت مولنا صوفی محمد سرور صاحب دامت برکاتہم العالیہ، کبیر والا میں مرکزی جامع مسجد بازار والی میں نماز جمعہ پڑھاتے تھے۔ گرمی سے بچاؤ کے لیے سیاہ چھتری استعمال فرماتے لیکن محرّم (کے مہینہ) میں سفید چھتری استعمال کرتے تھے تاکہ شیعہ سے مشابہت نہ ہوجائے۔

تحریر از: حضرت مولنا محمد اکرم کشمیری صاحب مدظلہ

(اُستاذ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم o

اُحِبُّ الصَّالِحِینَ وَلَسْتُ مِنهُم لَعَلَّ اللّٰہُ یَرْزُقنِی صَلَاحًا

(حضرت الاستاذ حضرت صوفی محمد سرور صاحب مدظلہ العالی کی خصوصیات وخدمات)

راقم الحروف کے اکابر اساتذہ میں سے محدّثِ عظیم حضرت مولنا محمد ادریس کاندھلوی قدس سرہ ممتاز حیثیت کے حامل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس احقر کو حضرت کی جوتیاں سیدھی کرنے کا موقع نصیب فرمایا۔ بخاری شریف کے علاوہ کئی ایک چھوٹی بڑی کتابیں بھی جستہ جستہ یا مکمل پڑھنے کی توفیق عطا فرمائی۔

اُستاذ اور والد میں فرق:

اُستاذ اور باپ میں فرق بیان کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے اچھا صاحب! استاذ اور باپ میں فرق یہ ہے کہ باپ تمہارے ظاہری جسم کی نگہداشت کرتا ہے، وہ تمہاری جسمانی تربیت کرتا ہے، تمہارے کھانے پینے اوڑھنے، بچھونے کے علاوہ ضروریاتِ زندگی پوری کرتا ہے۔ جب کہ استاذ تمہاری روحانی تعلیم وتربیت کی ذمہ داری اُٹھاتا ہے۔

یہ فرمایا کرتے تھے کہ تم جانتے ہو کہ روح جسم سے افضل ہے مگر اس جہاں میں جسم کے احکام غالب ہیں، ہمیں یہ چلتا پھرتا نظر آتا ہے لیکن قبر میں روح کو غلبہ حاصل ہوگا اور پھر آخرت میں دونوں برابر ہو جائیں گے۔ باپ کی ظاہری تربیت تمہاری اس دنیوی زندگی تک رہے گی قبر تک چلی جائے گی لیکن استاذ کی تربیت کا مرتبہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہے گا۔

☆ حدیث میں آتا ہے کہ قیامت کے دن جب اہلِ جنّت کو جنّت میں داخل کرلیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ ان سے خطاب فرمائیں گے اور یوں پوچھیں گے کہ سَلُونِی مَاشِئتُم ''یعنی مجھ سے مانگو کیا مانگتے ہو؟'' اس پر جنتی کہیں گے کہ ''یا اللہ! آپ راضی ہو جائیں''، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اگر میں راضی نہ ہوتا تو تمہیں اپنی جنت میں داخل ہی کیوں کرتا؟ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے بغیر اس کی جنت میں داخل ہی کون ہو سکتا ہے؟ اب یہ جنتی ایک دوسرے کی طرف دیکھیں گے اشاروں میں ایک دوسرے سے پوچھیں گے کہ کیا مانگیں؟ وہ کون سی نعمت ہے

جو جنت میں موجود نہیں یہاں کی تو شان یہ ہے کہ جوں ہی خیال پیدا ہوا فوراً نعمت موجود تو پھر مانگیں تو کیا مانگیں؟ کچھ لوگ کہیں گے چلو علماء سے پوچھتے ہیں، دُنیا میں ہمیں جب کوئی مسئلہ پیش آتا تھا تو ہم حضرات علماء سے پوچھتے تھے آج بھی ان ہی سے رجوع کریں۔ علماء کے پاس جائیں گے وہ فرمائیں گے کہ اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کرو کہ اے باری تعالیٰ! ہمیں اپنی زیارت کروادیں۔ اب یہ سب مل کر باری تعالیٰ سے سوال کریں گے اے باری تعالیٰ! ہمیں اپنی زیارت کروائیں۔ جیسی اس کی شان ہوگی ویسی ہی وہ زیارت کروائیں گے ہم یہاں اس کیفیت کو بیان نہیں کرسکتے۔

حضرت کاندھلوی قدس سرہ نے فرمایا کہ یہاں ایک قول یہ ہے کہ علماء سے مراد ''حضرات اساتذہ'' ہوں گے کہ ان سے واسطہ پڑے گا۔

حضرت الاستاذ قدس سرہ کے درس کا یہ حصّہ نقل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حضراتِ اساتذہ کا مقام حقیقی اور نسبی والدین سے بھی (ایک لحاظ سے) زیادہ ہے، اس لیے کہ والدین اگر جسمانی نشوونما کی تربیت کا فریضہ انجام دیتے ہیں تو حضراتِ اساتذہ روح کو جلا بخشتے ہیں۔

کون نہیں جانتا کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اپنے اساتذہ کا کتنا احترام فرمایا کرتے تھے، مشہور ہے کہ آپ نے ساری زندگی اپنے استاذ کے گھر کی طرف پیٹھ کی اور نہ پاؤں پھیلائے اس حقیقت سے انکار سورج کو انگلی سے چھپانے کے مترادف ہوگا کہ علم اساتذہ کی جوتیاں سر پر رکھنے سے ہی آتا ہے ، ہمارے اکابرین اور اسلاف اساتذہ کا جو ادب اور احترام کرتے تھے اس کی مثال ان کے بعد نہیں ملتی۔

☆ شیخ العرب والعجم مولنا حسین احمد مدنی قدس سرہ کی محنت اور ادب واحترام کا یہ حال تھا کہ جزیرہ مالٹا میں اسارت کے دوران اپنے استاذ اور شیخ، شیخ الہند حضرت مولنا محمود حسن قدس سرہ کے وضو کے لیے پانی کا لوٹا ساری رات اپنے پیٹ کے ساتھ لگائے رکھا کرتے تھے تاکہ پانی کی انتہائی ٹھنڈک میں کچھ کمی آسکے اور حضرت الاستاذ کو وضو کرنے میں آسانی رہے۔

☆ حضرت حکیم الاُمّت مجدّد الملّت مولنا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ کے ایسے واقعات تو سینکڑوں کی تعداد میں ہیں جن سے اندازہ کرنا کوئی مشکل نہیں کہ آپ کے ہاں حضرات اساتذہ کا کیا مقام تھا اور یہ کہ آپ حضراتِ اساتذہ کا کتنا ادب واحترام فرماتے تھے۔

دارالعلوم دیوبند سے جب سندِ فراغت حاصل کرنے کی نوبت آئی، اعلان ہوا کہ فلاں تاریخ کو

دارالعلوم دیوبند میں جلسہ تقسیمِ اسناد ہوگا جس میں فراغت حاصل کرنے والے طلبہ میں اسناد تقسیم کی جائیں گی اور اس کے ساتھ ساتھ دستارِ فضیلت بھی باندھی جائے گی۔ حضرت تھانوی قدس سرہ اور ان کے ساتھیوں نے جب یہ سنا کہ عوامی جلسہ میں ہمیں سندِ فراغت اور دستارِ فضیلت دی جائے گی اور یہ عنایت کرنے والے ہمارے اساتذہ ہوں گے تو بہت ہی فکر مند ہوگئے، اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا کہ اس طرح سے تو ہمارے اساتذہ کی بدنامی ہوگی کہ ہم میں صلاحیت تو ہے نہیں، آتا جاتا کچھ ہے نہیں۔ مل کر کوشش یہ کریں کہ یہ جلسہ رکوادیں۔ تمام ساتھیوں میں باہمی مشورہ سے طے پایا کہ مل کر حضرت مولنا محمد یعقوب صاحب قدس سرہ (جوان حضرات کے استاذ تھے) کی خدمت میں حاضری دیں ان سے گذارش کریں کہ ہماری دستار بندی نہ کی جائے اور عوام کے سامنے ہمیں سند بھی نہ دی جائے اس طرح سے ہمارے اساتذہ کی بدنامی ہوگی۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے ساتھیوں کو لے کو حضرت مولنا محمد یعقوب صاحب قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا مدعیٰ پیش کیا۔ حضرت مولنا محمد یعقوب صاحب قدس سرہ نے ان کی گذارشات سُن کر فرمایا کہ تمہیں یوں ہی سوچنا چاہیے۔ لیکن اب نہ صرف یہ کہ جلسہ ہوگا بلکہ اس موقع پر یہ اعلان بھی ہوگا کہ جس کا جی چاہے اور جس موضوع پر چاہے ان فراغت حاصل کرنے والے طلبہ سے سوال اور مناظرہ بھی کرے اور پھر فرمایا کہ دیکھو! جہاں جاؤ گے تم ہی تم ہوگے تمہارا مقابلہ کوئی بھی نہیں کرسکے گا۔

چناں چہ دنیا نے دیکھا کہ حضرت تھانوی قدس سرہ مجدّد الملّت بنے، حکیم الاُمّت ہوئے اور پندرہ سو سے زائد کتابوں کے مصنف ہوئے۔ غور کریں! کہ وہ کیا بات تھی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں اتنے بڑے مقام سے نوازا؟ وہ صرف اور صرف حضراتِ اساتذہ کا ادب تھا۔ آج کل کے اس دور میں طلبہ میں وہ استعداد کیوں پیدا نہیں ہوتی جو کسی دور میں ان کا امتیاز ہوا کرتی تھی۔ وہ یہی ہے کہ محنت کی کمی کے ساتھ ساتھ حضراتِ اساتذہ کے ساتھ وہ تعلق باقی نہیں رہا جو علمی ارتقاء کی شرطِ اوّل ہے۔

آمدم برسر مطلب: مجھے میرے مخدوم زادے، استاذ زادے اور انتہائی پیارے عزیز حضرت مولنا عبدالرحمٰن صاحب سلمہ جو اس احقر کے شاگرد بھی ہیں نے فرمایا کہ بھائی محمد عتیق الرحمٰن صاحب حضرت والد صاحب کے حالاتِ زندگی قلم بند کرنا چاہتے ہیں جس کے لیے ہم نے

حضرت والد صاحب مدظلہ العالی سے اجازت بھی لے لی ہے، اور یہ بھی فرمایا کہ حضرت والد صاحب مدظلہ نے یہ سوچ کر کہ بعد میں متعلقین، طلبہ اور مریدین وغیرہم انتہائی مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہیں کیا کا کیا کچھ بنادیتے ہیں۔ اس لیے مناسب یہی ہے کہ ان حالات کو قلم بند کر دیا جائے تاکہ اعتقادی مبالغہ آرائیوں اور غلط فہمیوں کا سدِّ باب کیا جاسکے اور پھر ہر چیز شریعت کے دائرہ کار کے اندر بھی رہے۔ عزیزم مذکور نے مجھے بھی حکم دیا کہ آپ بھی کچھ لکھ دیں۔ پہلے تو یہ احقر ٹال مٹول کرتا رہا یہ سوچ کر کہ نہ معلوم کوئی ایسی بات نہ آجائے جو خلاف واقع ہو اور پھر حضرت کی نظر سے گذرے، اور بجائے کسی معلوماتی تحریر کے الٹا باعثِ ناراضگی ہو جائے اور پھر یہ بھی کہ حضرت کی شانِ علمیت، زہد و تقویٰ اور درس و تدریس کے حوالہ سے مجھ جیسے ہیچ مند کے لیے کچھ لکھنا بھی مشکل ہے، آخر عزیز مذکور کے اصرار کے سامنے ہتھیار ڈالنے پڑے اور میں نے یہ چند سطور تحریر کرنے کے لیے اپنے آپ کو تیار کرلیا۔

حضرت والا (حضرت صوفی صاحب مدظلہ) میرے محبوب اساتذہ میں سے ہیں، ان سے شرفِ تلمذ پر مجھے بجا طور پر ناز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے حضرت الاستاذ سے حدیث شریف کی مشہور کتاب ابوداؤد شریف پڑھنے کی سعادت بخشی ہے۔ 1972ء میں جو راقم الحروف کے دورۂ حدیث کا سال تھا ابوداؤد شریف حضرت کے پاس تھی اور اب تک ان ہی کے پاس ہے۔

حضرت کا اندازِ تدریس:

حضرت کا اندازِ تدریس کیسا تھا اس کو سمجھنے کے لیے پہلے اتنا عرض کرنا مناسب ہوگا کہ ہمارے اکابرین میں طریقۂ تدریس دو طرح سے چلا آرہا ہے۔ ایک تو وہ طریقۂ تدریس ہے جو حضرت شیخ الہند مولنا محمود حسن قدس سرہ کا ہے یعنی مختصر اور جامع، جس کی ایک جھلک حضرت شیخ الہند کے "تراجمِ بخاری" سے دکھائی دیتا ہے ان کے ہاں ترجمۃ الباب پر مختصر اور جامع تقریر ہوتی تھی، تصحیح عبارت اور مافی الباب پر توجہ رہتی تھی۔ دورۂ حدیث میں ترجمہ احادیث کے بجائے تطبیقِ ترجمۃ الباب اور اس کے تحت آنے والی روایات سے فقہی مسائل کا استنباط، حضرات فقہاء کا اختلاف اور ان کی کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماع اور قیاس سے تفصیلی ادلّہ بیان کرنے کے بعد حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک بیان کیا جاتا تھا، امام صاحب رحمہ اللہ کے مسلک، دلائل اور ان کی وجہ ترجیح بیان کی جاتی تھی۔ یہی طریقہ حضرت شیخ الہند کے شاگردوں میں سے حضرت مولنا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کا تھا۔ دور حاضر میں یہ طریقہ

حضرت الاستاذ حضرت مولنا محمد عبید اللہ صاحب مدظلہ العالی کا ہے۔ مشکل سے مشکل بات کیوں نہ ہوا سے انتہائی آسان طریقہ سے طالب علم کے ذہن میں ڈالنا تو ان پر ختم ہے۔ دوسرا طریقۂ تدریس حضرت استاذ الاساتذہ مولنا انور شاہ کشمیری قدس سرہ کا ہے جہاں مندرجہ بالا طریقہ کے ساتھ ساتھ علوم کا استحضار بھی پایا جاتا ہے۔ ایک ایک مسئلے پر مالہ اور وما علیہ کے اعتبار سے طویل طویل ابحاث کی جاتی تھیں۔ فقہی مسائل کا استدلال، نحوی، صرفی، منطقی اور فلسفی بحثیں موجود ہیں عقلی اور نقلی دلائل کے انبار پائے جاتے تھے۔ تردیدِ مذاہبِ باطلہ کا بھی ایک طویل تسلسل موجود ہوتا ہے۔ یہ طریقہ محدّثِ عظیم حضرت مولنا محمد ادریس کاندھلوی قدس سرہ جانشین حضرت مولنا انور شاہ کشمیری نور اللہ مرقدہ اور پھر حضرت مولنا عبد الرحمٰن اشرفی صاحب مدظلہ (نائب مہتمم و شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ، لاہور) کا ہے۔

حضرت الاستاذ حضرت صوفی محمد سرور صاحب مدظلہ کا طریقہ بھی شیخ الہند والا ہے، جہاں اختصار اور جامعیت پائی جاتی ہے۔ حضرت کا نظمِ تدریس بھی بڑی عجیب وغریب طرح سے مربوط ہوتا ہے۔ حضرت کی تدریس سے یہ اندازہ کرنا کوئی مشکل نہیں کہ حضرت جو بھی کتاب پڑھاتے ہیں اس کے صفحات، اوراق اور ابواب پہلے دن سے ہی اس طرح تقسیم فرما دیتے ہیں کہ سال بھر کے تعلیمی دنوں میں کتاب کا نصاب پورا ہو جائے اور پھر یہ بھی ہے کہ روزانہ کے سبق کی بھی تقسیم ہوتی ہے۔ پہلے چند ضروری اور اہم مسئلوں کے بارے میں مختصر اور جامع بحث، گذشتہ سبق کے بارے میں چند طلبہ سے استحضار اور پھر آنے والے سبق کا خلاصہ اور مشکلات کا حل، اس کے بعد فقہی مسائل کا استنباط اس کے مستدلات اور فقۂ حنفی کی نقلی اور عقلی دلیلیں آخر میں ضروری باتوں کا اعادہ ہوتا ہے تاکہ طالب علم کے ذہن نشین ہو جائے۔ اس انداز سے ایک معمولی درجہ کی استعداد کا حامل طالب علم بھی بآسانی اپنا سبق کلاس میں ہی یاد کر لیتا ہے بلکہ اس کے ذہن نشین ہو جاتا ہے۔

تدریسی صفات:

حضرت کی تدریسی صفات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حضرت کی نظرِ شفقت ہر طالب علم پر ہوتی ہے۔ ہمارے دورۂ حدیث کے سال میں حضرت طلبہ سے سبق سنا کرتے تھے (اور یہ معمول اب تک جاری ہے)، اگر کوئی طالب علم یہ کہتا کہ میں کل سبق میں حاضر نہیں تھا یا کل چھٹی پر تھا تو حضرت باقاعدہ دو انگلیوں سے اشارہ کر کے فرماتے کہ اچھا! دو جُرم ایک تو سبق یاد نہیں کیا

دوسرا یہ کہ کل آئے نہیں تھے۔ غیر حاضری بہر حال غیر حاضری ہوتی ہے چھٹی لے کر کی جائے یا بغیر چھٹی کے۔ درخواست گذاری تو ایک انتظامی معاملہ ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ چھٹی لینے سے نہ پڑھا ہوا سبق خود بخود آ جائے گا۔ کبھی کبھی یوں بھی فرماتے تھے کہ دیکھو! غیر حاضری بڑی بُری بلا ہے اس سے نحوست پیدا ہوتی ہے، حافظے پر اثر پڑتا ہے، سستی پیدا ہوتی ہے، کام کرنے کو جی نہیں چاہتا وغیرہ وغیرہ۔

حضرت اُلاستاذ حضرت مولنا محمد ادریس صاحب قدس سرہ بھی طلبہ کو نصائح فرماتے ہوئے فرمایا کرتے تھے اچھا صاحب! یہ جو غیر حاضری ہوتی ہے اس کا حافظے پر بہت اثر پڑتا ہے، ایک غیر حاضری کی وجہ سے چالیس دن تک حافظہ ستاتا رہتا ہے، یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ اگر ایک دن سبق کا ناغہ کرو گے تو چالیس دنوں تک سبق سمجھ نہیں آئے گا۔ اس کی مثال اس طرح سمجھو کہ اسباق زنجیر کی کڑیوں کی طرح ہوتے ہیں اگر زنجیر کی ایک کڑی نکال دو تو وہ زنجیر مضبوط نہیں رہ سکتی درمیان سے ٹوٹ جاتی ہے اسی طرح اگر ایک سبق نہیں پڑھو گے تو یہ سلسلہ منقطع ہو جائے گا دوبارہ مربوط ہونے میں وقت لگے گا۔

وقت کی پابندی:

حضرت الاستاذ کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ تعلیم کے ساتھ ساتھ اصلاح کی بھی کوشش مسلسل جاری رہتی ہے یہ اصلاح انفرادی بھی ہوتی ہے اور اجتماعی بھی۔ طلبہ کی بھی ہوتی ہے اور عوام الناس کی بھی۔ حضرت کے سبق میں بیٹھنے والا ہر شخص سمجھتا ہے کہ یہ بیان میرے ہی حسبِ حال ہے یا یہ نصائح میرے ہی لیے ہو رہی ہیں۔ الغرض حضرت کا انداز تدریس بیک وقت درس گاہی بھی ہے اور خانقاہی بھی ہے۔

حضرت اُلاستاذ مدظلہ کی ایک اور بڑی خصوصیت یہ ہے کہ آپ اسباق کا ناغہ اوّلاً تو فرماتے ہی نہیں اور اگر کبھی کبھار ایسا کرنا ناگزیر ہو تو پھر جامعہ کی انتظامیہ کو مطلع فرمانے کے ساتھ ساتھ طلبہ کو بھی فرماتے ہیں کہ دیکھو بھائی میں کل نہیں آؤں گا۔ پرسوں یا جب بھی تشریف آوری متوقع ہو فرماتے ہیں کہ ان شاء اللہ فلاں دن اور فلاں وقت پر حاضری دوں گا۔ ہمارے جامعہ میں یہ مشہور ہے اور بجا طور پر مشہور ہے کہ حضرت صوفی صاحب کے معمولات کو دیکھ کر گھڑی ملائی جا سکتی ہے کیا مجال کہ ایک منٹ کا بھی فرق ہو۔ حضرت اپنے شاگردوں، احباب اور

متعلقین کو بھی اس کی تاکید فرماتے رہتے ہیں کہ وقت کی پابندی کرو۔ قیامت کے دِن اس کا بھی حساب ہوگا۔ ایک ایک سیکنڈ ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔ اللہ کے سامنے اس کا جواب دینا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم اور اپنے اساتذہ اور بزرگوں کی جوتیاں سیدھی کرنے کا صلہ ہے کہ راقم الحروف بھی گذشتہ کئی سالوں سے حدیث شریف پڑھانے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ اس احقر کے پاس دورۂ حدیث شریف کی کلاس میں مؤطا امام مالک رحمہ اللہ ہے۔ راقم الحروف کا سبق حضرت والا کے سبق ابوداؤد شریف سے پہلے ہے۔ حضرت والا اپنی نقاہت اور کمزوری کی وجہ سے اپنے وقت سے تقریباً دس، پندرہ منٹ پہلے تشریف لے آتے ہیں اور مسجد کے برآمدہ میں کرسی پر تشریف فرما ہوجاتے ہیں تاکہ پہلی کتاب کا وقت مکمل ہو اور اپنے وقت پر سبق کا آغاز فرمائیں۔ یہ مرحلہ راقم الحروف کے لیے انتہائی پریشان کن ہوتا ہے اس لحاظ سے کہ راقم کی آواز حضرت تک بھی پہنچتی رہتی ہے، ڈر لگا رہتا ہے کہ اگر خدانخواستہ کوئی غلطی ہوگئی تو حضرت والا فوراً ہی گرفت فرمائیں گے جو ایک شفیق اور مہربان استاذ کا طریقہ ہوتا ہے۔ اس صورتِ حال کے پیشِ نظر کوشش ہوتی ہے کہ سبق جلدی جلدی ختم کردوں مگر نہیں اگر ایک آدھ منٹ بھی پہلے ختم کرتا ہوں تو انتہائی محبت، شفقت اور پیار سے مسکراتے ہوئے اور گھڑی دیکھتے ہوئے فرماتے ہیں آج آپ نے ایک منٹ پہلے کیوں چھوڑ دیا ہے وقت پر چھوڑا کریں۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ تیس سیکنڈ پہلے چھوڑنے پر بھی باز پرس ہوگئی تھی۔ اور تو اور حضرت کی نمازوں کا دورانیہ بھی متعین ہوتا ہے فلاں نماز اتنے منٹ میں ہوگئی اور فلاں نماز اس وقت اس میں ہر چیز اس طرح نپی تلی ہوتی ہے کہ کبھی بھی ایک منٹ کا فرق بھی نہیں ہوتا۔

جامعہ اشرفیہ کو اللہ تعالیٰ نے ایسی بڑی بڑی علمی شخصیات عطا فرمائی ہیں کہ جن کے تقویٰ اور زُہد کی قسم کھائی جاسکتی ہے ان میں مصلح الاُمّت حضرت مولنا مفتی محمد حسن امرتسری رحمہ اللہ، حضرت استاذ الاساتذہ مولنا محمد رسول خان ہزاروی صاحب رحمہ اللہ، حضرت مولنا محمد ادریس کاندھلوی قدس سرہ اور پھر حضرت الاستاذ مولٰنا محمد عبید اللہ صاحب مدظلہ کو بطورِ نمونہ پیش کیا جا سکتا ہے، حضرت مولنا عبدالرحمٰن اشرفی صاحب مدظلہ کو تو اللہ تعالیٰ نے ایک عجیب شان عطا فرمائی ہے، حضرت الاستاذ مولنا صوفی محمد سرور صاحب دامت برکاتہم میں حق تعالیٰ نے اکابرین کی جملہ صفاتِ حسنہ کا پرتو رکھا ہے یہ علم وعمل کے ساتھ زہد وتقویٰ میں بھی اپنے اکابر اور اساتذہ کا

نمونہ ہیں الحمدللہ علیٰ ذلک۔ اس گئے گزرے دور میں بھی ایک اپنی ڈیوٹی اور مفوضہ اُمور میں معمولی کوتاہی بھی ہو جائے تو اتنے وقت کی تنخواہ منہا کروا دیتے ہیں کہ میں فلاں دن اتنی دیر سے آیا تھا لہٰذا میری تنخواہ سے حساب لگا کر اتنی رقم کاٹ لی جائے میں اس کا مستحق نہیں ہوں۔ اسی ایک بات سے حضرت کے زہد و تقویٰ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

جامعہ اشرفیہ کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی خوبیوں سے نواز رکھا ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ یہاں درس گاہی نظام کے ساتھ ساتھ خانقاہی نظام بھی موجود ہے۔ اصلاح و سلوک کا نظام حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کے دور سے ہی چلا آرہا ہے۔ حضرت مفتی صاحب قدس سرہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے بڑے خلفاء میں سے تھے ان کے دور میں جامعہ اشرفیہ اکابر علماء اور صوفیاء کا مرکز تھا ایک طرف اگر یہاں حمداللہ، قاضی مبارک جیسی کتابیں پڑھائی جاتی تھیں تو دوسری طرف رات کے پچھلے پہر ذکر و اذکار کی رُوحانی مجالس بھی قائم ہوتی تھیں۔ یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے جو گزشتہ پینتالیس سال سے حضرت صوفی صاحب مدظلہ کے دم قدم سے قائم ہے۔ روزانہ عصر کے بعد اور جمعۃ المبارک کی مجالس اس کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ حضرت کے متعلقین اپنی اِصلاح و تربیت کے لیے تشریف لاتے رہتے ہیں جن کا نظم جامعہ نے کر رکھا ہے مسجد کے حُجرے اور برآمدوں سے متصل ایک بڑا کمرہ اسی مقصد کے لیے مختص ہے۔

لکھنے کو تو بہت کچھ ذہن میں آرہا ہے لیکن وقت کی کمی اور الفاظ کی عدم دستیابی مانع ہو رہی ہے۔ ان شاء اللہ العزیز اگر زندگی نے ساتھ دیا تو پھر حضرت والا کے علمی اور رُوحانی کمالات کے بارے میں کبھی ترتیب سے لکھنے کی کوشش کروں گا۔ اس وقت محض حکم کو پورا کرنے کے طور پر چند بے ربط سی باتیں لکھ دی ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین ثم آمین

مرسلہ: حکیم عبدالغفور صاحب

ایک مرتبہ اس نالائق کو حضرت مصلح الامّت کے دولت خانہ پر حاضری کا اس طرح موقع ملا کہ کافی تعداد میں حضرت مدظلہ کے متوسلین موجود تھے۔ معمول کے مطابق مصافحہ کے بعد سب چلے گئے سوائے حضرت مدظلہ کے خادم صاحب اور حضرت مولنا محمد حسن صاحب کے۔ تو احقر نے عرض کیا کہ احباب تبلیغی جماعت میں وقت لگانے کی اجازت مانگتے ہیں تو اس پر حضرت مدظلہ نے فرمایا کہ آپ کو اجازت ہے کہ اپنے حلقۂ احباب کو اجازت دیں یا نہ۔

تحریر از: مولنا محمد طیّب الیاس صاحب

(مدرّس جامعہ عبداللہ بن عمرو لاہور و خلیفہ حضرت صوفی صاحب مدظلہ)

کمالِ احتیاط اور علمی دیانت داری:

۱۴۲۰ھ بمطابق 1999ء ہمارا دورۂ حدیث شریف کا سال تھا، حضرت اقدس مولنا صوفی محمد سرور صاحب دامت برکاتہم کے پاس ہمارا بخاری شریف جلدِ اوّل اور ابوداؤد شریف (کامل) کا سبق تھا، ایک مرتبہ ابوداؤد شریف کے سبق میں ایک طالب علم نے ایسی حرکت کی جو حضرت والا کو سخت ناگوار ہوئی، حضرت نے اسے تنبیہ کی اور سبق شروع ہوگیا، جب اگلے دن حضرت سبق کے لیے تشریف لائے تو فرمانے لگے کُل فلاں طالب علم کی وجہ سے میری طبیعت بہت خراب ہوئی اور پھر اُس کو تنبیہ کی کہ آئندہ ایسی حرکت نہ کرنا اور فرمایا کہ کل کا سبق دوبارہ ہوگا۔ حالاں کہ حضرت پہلے دِن سبق اچھی طرح سمجھا چکے تھے لیکن شاید دل مطمئن نہ تھا جو سبق دوبارہ پڑھایا، اس سے حضرت کی کمالِ احتیاط اور علمی دیانت داری معلوم ہوئی۔

معاملات کی صفائی:

راقم الحروف غالباً درجہ ثانیہ یا درجہ ثالثہ کا طالب علم تھا، کتابت اور خطاطی سے بھی شغف تھا اور اس میدان میں ابھی نو آموز تھا، حضرت والا اس زمانہ میں ترمذی کی شرح ''الدرس الشذی'' تصنیف فرما رہے تھے، حضرت نے مسوّدے کے ابتدائی چند صفحات راقم الحروف کو کتابت کے لیے دیئے، وہ صفحات ایک عرصہ تک راقم الحروف کے پاس پڑے رہے اور صرف دو یا تین صفحات ہی لکھ سکا جو کہ بظاہر کتابت کے لیے کارآمد نہ تھے۔ حضرت بھانپ گئے کہ یہ بیل مَنڈھے نہ چڑھے گی (یعنی یہ کام نہیں کرسکتا)۔ چناں چہ ایک مرتبہ حضرت خود راقم الحروف کے کمرے میں تشریف لائے اور فرمانے لگے ''الدرس الشذّی'' کا اصل مسوّدہ اور جو صفحات آپ نے لکھے ہیں وہ مجھے دے دیں، میں نے حضرت کو پیش کردیئے۔ حضرت نے مجھے پچاس روپے عنایت فرمائے جو کہ میرے لکھے ہوئے دو تین صفحوں کی اُجرت تھی حالاں کہ اُن صفحات کی کتابت برائے نام تھی اور وہ حضرت کے لیے بظاہر بے کار تھے، لیکن حضرت نے پھر بھی کسی کی محنت کا صلہ اپنے پاس نہیں رکھا۔ اِس سے حضرت کی معاملات کی صفائی معلوم ہوئی۔

مادرزادولی:

مولنا عبدالرحمٰن مظفر گڑھی (امام وخطیب جامع مسجد توحید، ٹاؤن شپ، لاہور) نے راقم الحروف سے بیان کیا کہ جس زمانے میں حضرت صوفی صاحب مدظلہ جامعہ خیر المدارس، ملتان میں تعلیم حاصل کررہے تھے ہم بھی وہاں پڑھتے تھے، وہاں طلباء کے درمیان یہ بات مشہور تھی کہ ”یہ مادرزادولی ہیں“۔

اعترافِ قصور:

ہمارے ایک طالب علم ساتھی سے دورۂ حدیث شریف کے سال حضرت کے سبق میں کوتاہی ہوگئی، حضرت نے تنبیہ کی، وہ اسی دن اپنی غلطی پر نادم ہوکر حضرت کی خدمت میں معافی کے لیے حاضر ہوا، اس سے پہلے وہ سُنی سُنائی باتوں میں آکر حضرت سے بدظن تھا اور اب بھی یہی خیال رکھتا تھا کہ حضرت ڈانٹیں گے اور سخت سست کہیں گے، بہرحال وہ جب حضرت سے ملا غلطی کا اعتراف کیا، معافی کا طالب ہوا، تو حضرت اُس سے اس قدر شفقت اور محبت سے پیش آئے کہ اس کے تمام خدشات دور ہوگئے، سات سالوں سے ذہن پر چھائے ہوئے بدظنی کے تمام بادل چھٹ گئے اور وہ حضرت کی شفقت کا اِس قدر گرویدہ ہوا کہ اس نے حضرت سے اپنا اصلاحی تعلق قائم کرلیا۔

اللہ تعالیٰ حضرت والا کا سایۂ شفقت تادیر ہمارے سروں پر قائم رکھے
اور ہمیں حضرت سے فیض یاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

تحریر از: مولنا عبدالصمد صاحب وزبیر احمد فہمی صاحب

حضرت استاذ محترم مولنا صوفی محمد سرور صاحب دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں
”مولنا عبدالعزیز صاحب (دُعاجو دہلوی) رحمہ اللہ تبلیغی جماعت کے بزرگ ہیں جب حیات تھے ایک مجلس میں مجھ سے پوچھتے ہیں کہ حضرت! فائدہ لازمی (جو کہ اپنی ذات کے واسطے ہو) بہتر ہے یا فائدہ متعدّی (جو کہ اپنے علاوہ دوسرے کو پہنچے)“؟

میں سمجھ گیا کہ مجھے تبلیغی جماعت کے بارے میں کہہ رہے ہیں تو میں نے کہا جناب! فائدہ متعدّی میں بھی تو مقصود فائدہ لازمی ہی ہوتا ہے۔

تحریر از: حضرت مولٰنا مفتی محمد اسحاق صاحب مدظلہ

(خیر المدارس ملتان... ہم سبق حضرت صوفی صاحب مدظلہ)

حضرت مولٰنا محترم محمد عتیق الرحمٰن صاحب، صاحب زادہ حضرت مولٰنا محترم صوفی محمد سرور صاحب دامت برکاتہم گذشتہ دنوں دارالافتاء خیر المدارس ملتان میں تشریف لائے تھے اور یہ فرمایا تھا کہ ہمارا ارادہ حضرت والد محترم کی سوانح حیات مرتب کرنے کا ہے۔

عزیزم مولٰنا محمد عتیق الرحمٰن صاحب زید مجدہم نے بندہ سے بھی یہ عرض کیا کہ آپ بھی جب کہ حضرت والد محترم مدظلہم کے ہم کلاس اور ہم عصر ہیں لہٰذا آپ کچھ واقعات لکھ کر اس خزینہ میں شرکت فرماویں۔ بندہ جب کہ اس میدان میں پہلی مرتبہ اُتر رہا ہے وعدہ اگرچہ بندہ نے کرلیا تھا لیکن اس کے وفا کرنے میں یہ عاجز کافی مشکلات سے دوچار تھا اور ہے۔ اور وعدہ پورا کرنے کی بناء پر یہ چند سطورِ ناقصہ لکھ کر اس خزینہ متبرکہ میں شریک ہو رہا ہوں۔ حضرت مولنا صوفی محمد سرور صاحب کو حق تعالیٰ جلّ وعلیٰ نے بچپن سے ہی اعمالِ صالحہ، اساتذہ کرام کا احترام اور مرشد کا ادب جیسے صفاتِ حسنہ سے نوازا تھا۔ اور اس کا سب سے پہلے واقعہ یہ ہے کہ........

(۱) حضرت مولٰنا نے جب میٹرک کا امتحان پاس کیا تو ان کے والد محترم کا مزید دُنیاوی تعلیم دلانے کا ارادہ تھا جیسا کہ اپنے بڑے لڑکے کو دلا چکے تھے لیکن حضرت مولٰنا صوفی محمد سرور صاحب مدظلہ نے مزید دنیاوی تعلیم حاصل کرنے سے انکار کر دیا۔ اور طے یہ ہوا کہ حضرت مولٰنا مفتی محمد حسن صاحب رحمہ اللہ (جو کہ جامعہ اشرفیہ لاہور کے مہتمم تھے اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے خلیفۂ اجلّ تھے) اس کے سامنے باپ بیٹے کا یہ نزاع رکھیں گے۔ وہ جو مشورہ دیں گے اسی کے مطابق عمل کیا جائے گا۔ لیکن اس سے پہلے (کہ حضرت موصوف کے روبرو یہ معاملہ پیش ہو) حضرت صوفی محمد سرور صاحب مدظلہم کی ذہنی سلامتی نے یہ فیصلہ کیا اور حضرت صوفی صاحب نے خود کسی سے مشورہ کئے بغیر حضرت مفتی صاحب کو خط لکھا اور اس میں یہ ظاہر کیا تھا کہ میرا ارادہ صرف دینی علوم حاصل کرنے کا ہے۔ اور حضرت مفتی صاحب حضرت صوفی صاحب کے والد محترم کو (جب وہ اس بارے میں مشورہ کے لیے تشریف لائے تھے) یہی مشورہ دیا تھا کہ سرور کو دینی تعلیم ہی دلانا ہے مزید دُنیاوی تعلیم میں اس کو مشغول نہ کیا جائے۔

(۲) ایک مرتبہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کراچی کے لیے سفر پر بذریعہ ریلوے جا رہے تھے، جس گاڑی پر سفر کر رہے تھے نام تو اس گاڑی کا بندہ کو یاد نہیں بہرحال گاڑی عشاء

کے قریب ملتان پہنچ رہی تھی، تو (حضرت مولنا صوفی محمد سرور صاحب مدظلہ نے) بندہ کو تیار کیا کہ آج رات عشاء کے وقت اسٹیشن جائیں گے، میں نے حضرت مفتی صاحب سے ملنا ہے، بندہ بھی ساتھی ہونے کی وجہ سے ساتھ چلا گیا۔ جب ہم اسٹیشن پہنچے پلیٹ فارم کی ٹکٹ لے کر اندر داخل ہوئے تو لائن پر گاڑی کھڑی تھی، جس ڈبے میں حضرت مفتی صاحب سفر کر رہے تھے، تلاش کیا، جب اندر گئے تو حضرت مفتی صاحب اندر سے کنڈی لگا کر سو رہے تھے۔ حضرت مولنا صوفی محمد سرور صاحب نے اپنے مرشد کی تکلیف کا خیال کرتے ہوئے دروازہ نہیں کھٹکھٹایا بلکہ دوسری جانب چلے گئے جہاں روشن دان تھا وہاں سے دیکھا کہ حضرت جاگ رہے ہیں وہاں سے آہستہ سے آواز دی کہ حضرت کو اطلاع ہوگئی۔ چوں کہ ڈبے کے باہر کھڑے تھے۔ حضرت تو ہم کو نظر آرہے تھے لیکن ہم آپ کی نظر نہیں پڑے۔ تو حضرت مولنا صوفی محمد سرور صاحب (جو کہ اپنے ساتھ بیٹری لائے تھے فوراً اُسے اپنے چہرہ اور بندہ کے چہرہ پر لگایا تا کہ ہم دونوں کا چہرہ حضرت مفتی صاحب کو نظر آجائے)۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ بچپن اور طالب علمی کے زمانہ میں حق تعالیٰ نے آپ کو اپنے مرشد کا ادب واحترام کا کیا عجیب وغریب، نرالا (انوکھا) طریقہ سمجھایا تھا۔

(۳) پانچ سال تک ہم دونوں ایک ہی کلاس میں اساتذہ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے بندہ علی وجہ الیقین یہ کہتا ہے کہ بندہ نے اس پورے عرصہ میں حضرت کی زبان پر اساتذہ کی، مدرسہ کے کارکنان اور مدرسہ کے کھانے اور پینے کی شکایت نہیں سُنی بلکہ رضا برقضا کا نمونہ مکمل طریقہ کے ساتھ حضرت موصوف تھے۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ

(۴) وقت کا ضیاع تو حضرت مولنا صوفی محمد سرور صاحب سے تصوّر نہیں کر سکتے، اگر کسی وقت جماعت میں دیر ہوئی یا اگر کچھ پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے تو خالی ہرگز نہ بیٹھتے بلکہ اپنے ساتھ کوئی کتاب لے جاتے تھے اور مطالعہ کرتے۔ اگر کوئی اشکال یا نکتہ سمجھ میں آجاتا تو اسی وقت کتاب پر لکھ لیتے۔ کتابیں مدرسہ سے نہیں لیتے تھے بلکہ اپنی ذاتی خرید لیتے اور اس میں مدرسہ کے قوانین کی رعایت بھی ہے اور علمی ذوق وشوق بھی ہے۔ کَلِمَۃُ الْحِکْمَۃِ ضَالَّۃُ الْمُؤْمِنِ کا نمونہ بھی۔ یہ چند ٹوٹے پھوٹے سطور لکھ کر خریدارانِ یوسف میں اپنے آپ کو شامل کرنا چاہتا ہوں۔ اور حضرت صوفی صاحب کی مقبول دُعاؤں کا خواہش مند ہوں۔

اور دُعا کرتا ہوں کہ حضرت کو اللہ تعالیٰ اپنے اہل وعیال کے ساتھ طویل زندگی
صحت وسلامتی کے ساتھ نصیب فرماوے۔ آمین

تحریر از: حضرت مولنا مفتی عبدالقدوس صاحب ترمذی مدظلہ
(ساہیوال ضلع سرگودھا)

برادرِ گرامی قدر حضرت مولنا محمد عتیق الرحمٰن صاحب زید مجدہم (مہتمم جامعہ عبداللہ بن عمر، لاہور) سے یہ معلوم ہوکر انتہائی خوشی ہوئی کہ وہ اپنے والد ماجد، ولیٔ کامل، جامع شریعت و طریقت، حضرت الاستاذ مولنا صوفی محمد سرور صاحب دامت برکاتہم (شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ، لاہور) کی سوانح حیات مرتّب فرما رہے ہیں۔ یہ انتہائی اَحسن اقدام اور وقت کی اہم ضرورت ہے کہ حضرت الاستاذ دامت برکاتہم جیسے مرشدِ کامل اور جامع علم و عمل شخصیت کے مبارک حالات و واقعات سے اُمّتِ مسلمہ بطورِ خاص آپ کے متوسّلین و متعلقین کو باخبر کیا جائے تاکہ وہ آپ کے احوالِ مبارکہ سے واقف ہوکر کماحقہ آں جناب کی قدر کر سکیں اور جن حضرات کو آپ کے حالات و واقعات کی خبر نہیں علم ہونے کے بعد وہ بھی اس حبرِ شریعت اور خضرِ طریقت سے مستفید ہو سکیں۔ اُمید ہے کہ اس طرح یہ تذکرہ ایک عظیم تاریخی کتاب ہونے کے ساتھ اُمّت کی راہ نمائی کا ایک بہترین ذریعہ بھی ثابت ہوگا۔

ہمارے ہاں ایک المیہ یہ ہے کہ عام طور پر حضراتِ اکابر اور اہل اللہ کے حالاتِ زندگی اس وقت جمع کئے جاتے ہیں جب وہ دُنیا سے کوچ کر جاتے ہیں اس وقت اگرچہ ان کے حالات پڑھ کر عمل کا جذبہ تو پیدا ہوتا ہے لیکن پڑھنے والوں کے دل میں یہ حسرت باقی رہ جاتی ہے کہ کاش! ہمیں زندگی میں ان حالات کا علم ہوتا تو ہم بھی براہِ راست ان سے استفادہ کرتے اور یہ ظاہر ہے کہ وفات کے بعد اگرچہ حضراتِ اہل اللہ کا علمی، روحانی فیض جاری رہتا ہے لیکن ان سے اب براہِ راست استفادہ کی کوئی صورت نہیں ہوتی جس پر ہمیشہ افسوس ہی کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ایسے برگزیدہ، چنیدہ صالحین کی سوانح ان کی زندگی اور حیات ہی میں شائع کئے جائیں تاکہ ان سے براہِ راست استفادہ کیا جا سکے۔ کیوں کہ اصل چیز اہل اللہ کی صحبت اور معیت ہی ہے۔ ہمارے بزرگوں کا مزاج ہمیشہ گم نامی اور گوشہ نشینی کا رہا ہے اور انہیں شہرت، نام و نمود سے کبھی مناسبت نہیں ہوتی بلکہ ہمیشہ اس سے نفرت ہی رہی اور........

حُمُوْلِیْ اَطْیَبُ الْحَالَاتِ عِنْدِیْ
وَ اَعْزَازِیْ لَدَیْھِمْ فِیْہِ عَارٌ

ان کا شعار رہا اس لیے انہوں نے کبھی اپنے حالات شائع کرنے کو پسند نہیں فرمایا۔ کیوں کہ فنا کے ساتھ شہرت کا کوئی جوڑ نہیں۔

مجدّد الملّت حضرت حکیم الأمّت تھانوی قدس سرہ نے بھی بعض وجوہ سے اپنی سوانح لکھنے کی ممانعت فرمادی تھی لیکن پھر کچھ ایسے محرکات واسباب پیدا ہوئے کہ آپ نے خاص شرائط کے ساتھ اس کی اجازت عنائت فرمادی۔

چناں چہ حضرت اقدس خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمہ اللہ نے تین جلدوں میں ''اشرف السوانح'' کے نام سے آپ کے حالات وکمالات پر ایک عظیم سوانح حیات قلم بند فرمائی جو حضرت اقدس تھانوی قدس سرہ کی نظرِ اصلاحی کے بعد شائع ہوئی، حضرت کی وفات کے بعد حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ نے اس کا چوتھا حصّہ بھی تحریر فرمایا جو ''خاتمۃ السوانح'' کے نام سے موسوم ہے۔ ''اشرف السوانح'' حضرت اقدس حکیم الامّت تھانوی قدس سرہ کے حالات وکمالات کا بہترین مرقع ہے، بحمد اللہ لاکھوں مسلمانوں کو اس سے فائدہ پہنچ رہا ہے۔

اکابر کی اسی سنّت کے احیاء کے لیے برادرِ موصوف نے حضرت الاستاذ دامت برکاتہم کی ایک جامع سوانح لکھنے کا ارادہ فرمایا اور احقر کو بھی ازراہِ محبت اس عظیم کام میں شرکت کی دعوت دی، اپنی تمام تر نااہلی اور علم وعمل سے تہی دامنی کے باوجود احقر نے اس وجہ سے چند سطور لکھنے کا ارادہ کرلیا ہے کہ شاید ان حضرات کے تذکرہ کی برکت سے احقر کا کام بھی بن جائے اور اللہ تعالیٰ آخرت میں الحاق بالصالحین کی دولت نصیب فرمادے ورنہ حضرت الاستاذ مدظلہم جیسی عظیم شخصیت کے بارے میں وہی شخص لکھ سکتا ہے جو آپ کے مرتبہ سے واقف ہو۔ کَمَاقِیْلَ .....

قدر زر زرگر بداند　　　　قدر جوہر جوہری

اِنَّمَایَعْرِفُ ذُوالْفَضْلِ مِنَ النَّاسِ .... ذَوُوْہُ

اب احقر اصل مقصد بیان کرتا ہے۔

ساہیوال سرگودھا کے دو طالب علم اور حضرت والد ماجد رحمہ اللہ کے شاگرد برادران جناب مولنا غلام یاسین صاحب مرحوم اور جناب مولنا قاری محمد خان صاحب مدظلہم دار العلوم کبیر والا میں حضرت (صوفی صاحب) سے پڑھتے تھے اس لیے احقر نے حضرت الاستاذ مدظلہ کا اسمِ گرامی اپنے بچپن ہی میں سُنا ہوا تھا لیکن زیارت کا موقع جنوری 1975ء بمطابق ذوالحجہ

۱۳۹۴ھ میں ہوا، اس طرح ۱۴۰۰ھ بمطابق 1980ء تک جب بھی جامعہ اشرفیہ میں حاضری ہوئی حضرت الاستاذ مدظلہم کی زیارت ہوتی رہی، ہر ایک کو احقر نے آپ کے فضل وکمال اور تقویٰ کی تعریف میں رطب اللسان پایا۔

احقر جب ۱۴۰۱ء میں جامعہ اشرفیہ، لاہور برائے حصولِ تعلیم داخل ہوا تو مسلسل حضرت کی زیارت اور مجلس میں حاضری کا موقع ملتا رہا، اگر چہ پہلے سال احقر کا کوئی سبق حضرت کے پاس نہیں تھا لیکن نمازوں میں اقتداء کے علاوہ جمعۃ المبارک کے روز عصر کے بعد آپ کی مجلس میں پابندی سے حاضری ہوتی تھی، حضرت کی اس مجلس سے بے حد نفع ہوا جو بیان سے باہر ہے۔ حضرت کی تواضع وللّٰہیت اور تقویٰ کا گہرا نقش اس وقت دل پر جم گیا جس میں بعد میں اضافہ ہوتا رہا۔ جلالین اور مشکوۃ شریف وغیرہ کا سبق آپ کا اس دور میں بھی مشہور تھا، لیکن احقر کے سال میں یہ اسباق دیگر اساتذہ کرام کے پاس تھے اس لیے احقر کو آپ سے پڑھنے کا موقع نہیں ملا۔ سہ ماہی امتحان آیا تو جلالین شریف اور رسالہ قطبیہ کا امتحان حضرت کے پاس طے ہوا۔ آپ نہایت اصول پسند اور امتحان میں ضابطہ کی پابندی کا مظاہرہ فرماتے تھے، طلبہ پر اس وجہ سے امتحان کا ایک خوف قائم تھا، سب سے پہلے امتحان کے لیے انہوں نے مجھے منتخب کیا، چناں چہ احقر جب امتحان کے لیے درس گاہ میں حاضر ہوا تو آپ نے خود جلالین شریف کو کھولا، یاد ہے کہ دوسرے پارے کا رکوع ﴿وَلَاتَقُولُوا لِمَنۡ يُّقۡتَلُ فِیۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اَمۡوَاتًا﴾ نکل آیا۔ حضرت نے پڑھنے کا حکم دیا، عبارت کے بعد زبانی سوالات کا جواب عرض کیا، حضرت نے ایک سوال یہ فرمایا کہ روح تو میّت کے بدن میں نہیں ہوتی تو پھر حیات کیسی؟ احقر نے عرض کیا کہ روح کا تعلق بدن سے وفات کے بعد بھی رہتا ہے جس کی وجہ سے قبر میں مدفون میّت کو حیات حاصل ہوتی ہے، اس پر فرمایا کہ تعلق کی مثال پیش کریں؟ احقر نے سورج کی مثال پیش کی کہ جیسے اگر چہ سورج آسمان میں ہے لیکن زمین سے تعلق کی وجہ سے اس کی روشنی ہر جگہ ہے اس پر حضرت خوش ہوئے اور رسالہ قطبیہ کی عبارت سُنی، جب احقر نے عبارت پڑھ لی تو پھر اس کا مطلب دریافت فرمایا، احقر نے اپنے فہمِ ناقص کے مطابق اس کی تفصیل عرض کردی اور امتحان ختم ہوا۔ جب باہر آیا تو طلبہ بہت حیران تھے کہ اتنی جلدی امتحان کیسے ہوگیا؟ احقر نے جب انہیں تفصیل بتائی تو انہیں حوصلہ ہوا اور وہ بھی امتحان کے لیے مستعد (تیّار) ہوگئے۔ اس طرح سب کا امتحان ہوگیا۔ جب نتیجہ آیا تو بفضلہٖ تعالیٰ ان دونوں کتابوں میں بھی دیگر کُتب کی طرح

احقر کے نمبر پورے پچاس تھے۔اس وقت امتحان میں ہر کتاب کے کل نمبر پچاس ہوا کرتے تھے ،حضرت نے احقر کو پورے پچاس نمبر دیئے۔ پھر اس سال شش ماہی اور سالانہ امتحان میں کوئی کتاب حضرت کے پاس برائے امتحان نہیں گئی لیکن ہم وقتاً فوقتاً حضرت سے استفادہ کرتے رہے اور یوں یہ سال مکمل ہوا۔

۱۴۰۲ھ و ۱۴۰۳ھ یہ احقر کے دورہ کا سال تھا،اس میں کُتبِ حدیث پاک میں صحاحِ ستّہ اور سُننِ اربعہ میں اہم کتاب ''ابوداوٗد شریف'' کا سبق حضرت سے متعلق تھا۔بحمد اللہ سارے سال حاضری رہی اور پوری کتاب حضرت سے پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔ابوداوٗد شریف میں آپ کا اندازِ تدریس نہایت جامع اور مختصر تھا،آپ نفسِ کتاب پر کلام کے ساتھ دفعِ تعارض اور قال ابوداوٗد پر کلام کے ساتھ تمام مذاہب اور ان کے ادلّہ کو بیان فرما کر دوسرے مسالک و مذاہب کی دلیل کا شافی وافی جواب ارشاد فرماتے اور ساتھ ہی اپنے مذہب کی ایک ایسی دلیل بیان فرمادیتے اس سے مذہب اربعہ میں سے مذہب حنفی کی ترجیح بھی واضح ہوجاتی تھی۔

دورۂ حدیث شریف کی درس گاہ میں سہ ماہی امتحان تک طلبہ کَیْفَ مَا اتَّفَقَ بیٹھتے تھے اس لیے احقر بالکل سامنے بیٹھ کر سبق پڑھتا رہا، پھر داخلہ کی ترتیب سے آخری صف میں جگہ ملی اور بقیہ اسباق وہاں بیٹھ کر مکمل کیے اور حضرت کی پوری تقریر خود لکھی اور یاد کی جو احقر کے پاس محفوظ ہے اور بحمد اللہ اب یہ تقریر طبع ہوچکی ہے جس سے طلبہ کے لیے بہت ہی آسانی پیدا ہوگئی اور اب انہیں لکھنے کی ضرورت نہ رہی صرف یاد کرنے کا مرحلہ رہ گیا۔

آپ کے ہاں سبق میں روزانہ حاضری لینے اور سبق سننے کا ہمیشہ معمول رہا اس لیے آپ کا سبق سب طلبہ پابندی سے یاد کرتے تھے اور حضرت روزانہ ایک آدھ بات دریافت فرمالیتے تھے اس سے طلبہ کو بہت فائدہ ہوا۔اس طرح مباحث بھی یاد ہوگئیں اور امتحان میں بھی آسانی رہی۔

سہ ماہی امتحان میں مجموعی طور پر احقر کے نمبر کافی بہتر تھے اور ابوداوٗد شریف میں ۴۹ نمبر تھے لیکن شش ماہی امتحان میں متوسط درجہ میں پاس ہوا،ابھی شش ماہی امتحان کا نتیجہ نکلا تھا کہ ایک دن دورانِ سبق حضرت نے ایک حدیث پر کلام کرتے ہوئے رواۃ کی بحث کے دوران فرمایا کہ فلاں راوی دوسرے راوی سے کچھ بہتر ہے جیسے عبدالقدوس سے فلاں.....طالب علم بہتر ہے۔احقر اسی وقت سمجھ گیا کہ میرے نمبر ان سے کم ہیں چناں چہ نتیجہ سامنے آنے پر معلوم ہوا کہ

ان کا ایک نمبر مجھ سے زیادہ ہے حضرت نے ''کچھ'' کے لفظ سے اسی طرف اشارہ فرمایا تھا۔

''جمعۃ فی القریٰ'' کی بحث پر آیتِ قرآنی ﴿ وَقَالُوْا لَوْلَا اُنْزِلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٌ (الزخرف:31)﴾ پیش فرمائی، تو احقر کو ''عَظِیْمٌ'' کے لفظ سے مغالطہ ہوا کہ میں اسے ''قَـرْیَتَیْـنِ'' کی صفت سمجھ بیٹھا، اپنے رفیقِ درس سے بھی احقر نے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے بھی بغیر غور کیے اس مغالطہ کی تائید کی اور صفت وموصوف میں عدم مطابقت کا شبہ حضرت کو پیش کر دیا، سنتے ہی آپ نے اپنے خاص انداز میں مسکراتے ہوئے فرمایا کہ یہ ''رَجُلٌ'' کی صفت ہے ''قَـرْیَتَیْـنِ'' کی نہیں ہے، آپ کو مغالطہ ہوا ہے۔ احقر کو اپنی اس جلد بازی پر بڑی ندامت ہوئی بلاشبہ یہ جلد بازی کا نتیجہ تھا۔ کیوں کہ ''عَظِیْمٌ'' کسی طرح بھی ''قَـرْیَتَیْـن'' کی صفت نہیں بن سکتی تھی لیکن حضرت نے بغیر کسی ناگواری کے بڑی شفقت سے جواب عنایت فرمایا جس سے آپ کا حلم اور تحمل واضح ہے۔

ایک دن احقر ابوداؤد شریف کی عبارت پڑھ رہا تھا کہ سبقتِ لسانی ''اِن حَیْضَکِ '' کے کاف کے زبر سے حَیْـضَـکَ پڑھ دیا، حضرت نے فوراً تنبیہ فرمائی اور پھر ہنس کر فرمایا کہ اب تو مردوں کو بھی حیض آنے لگا ہے اور ان کا حیض پان ہے، اس سے پوری جماعت میں ہنسی کی لہر دوڑ گئی اور ایک لطیفہ بن گیا جواب تک یاد ہے۔

سال کے آخری دنوں میں عبارت زیادہ پڑھنے کا سلسلہ جاری تھا اور حضرت کے ہاں چھٹی کا معمول نہ تھا بلکہ جمعۃ المبارک کے دن بھی سبق ہوا، آخری دن تو مغرب کے بعد بھی سبق ہوا اور حضرت نے بھی ''حدیثِ محبت'' کی عبارت پڑھی اور طلبہ کو اس کی اجازت دی اور یہ پہلی حدیث تھی جو آپ نے طلبہ کو سُنائی، آخر میں دعا سے پہلے قیمتی نصائح فرمائیں وہ نہ صرف آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں بلکہ حرزِ جان بنانے کے قابل ہیں۔

تعلیمی سال کے اختتام پر ہمارے دو سالانہ امتحان ہوئے ایک وفاق المدارس العربیہ کی جانب سے اور دوسرا جامعہ اشرفیہ کی طرف سے، سالانہ امتحان میں بحمد اللہ تعالیٰ احقر کو ''ابوداؤد شریف'' میں پورے پچاس نمبر ملے، بقیہ کُتبِ حدیث میں بھی حضرات اساتذہ کرام نے خوب نمبر عطا فرمائے اس طرح پانچ سو میں سے پورے پانچ سو اور مزید دو نمبر حاصل ہوئے اور اس طرح احقر پورے جامعہ میں اوّل آیا۔ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَلَهُ الشُّكْرُ

یہ سب حضرات اساتذہ کرام کی عنایت اور حق تعالیٰ کا فضل وکرم ہے ورنہ احقر ناکارہ ہرگز اس کا مستحق نہیں ہے۔

دورۂ حدیث شریف کے بعد احقر جامعہ اشرفیہ سے ساہیوال آگیا اور یہاں پہلے تکمیل وتدریس اور پھر تدریس کے ساتھ افتاء اور تصنیف وتالیف کے شعبہ میں مصروف ہوگیا لیکن جب کبھی لاہور جانا ہوتا جامعہ اشرفیہ میں ضرور حاضری ہوتی، حضرت الاستاذ مدظلہ سے بھی برابر زیارت ومصافحہ کا سلسلہ جاری رہا اور بحمد اللہ تعالیٰ اب تک بھی جاری ہے، حق تعالیٰ حضرت والا کو مزید صحت وعافیت کے ساتھ تادیر اُمّتِ مرحومہ کی راہ نمائی کے لیے طویل حیات عطاء فرمائیں اور ہمیشہ ہمیں استفادہ کی توفیق دیں۔ آمین

حضرت والد ماجد قدس سرہ کے ساتھ حضرت الاستاذ مدظلہم کے تعلقات اور مراسم تھے اس لیے ضروری ہے کہ اس حوالہ سے بھی بعض حالات کا ذکر کردیا جائے کیوں کہ اس کے بغیر احقر ناکارہ کا مضمون یقیناً نامکمل ہے۔ لاہور تشریف آوری پر آپ حضرت سے ملاقات فرماتے اور بعض اوقات دونوں حضرات میں کافی دیر تک تبادلہ خیال رہتا تھا، اس میں کبھی احقر کو بھی شریک ہونے کا موقع ملتا تھا، اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دونوں حضرات کے بعض حالات جو احقر نے سنے، دیکھے یا پڑھے ہیں ان کا بھی یہاں ذکر کردیا جائے تاکہ ناچیز کے لکھے ہوئے مضمون میں ریشم کا پیوند لگ جائے اور اس کی برکت سے احقر کا مضمون بھی شاید کسی ٹھکانے لگ جائے۔ (۱)...... احقر کو یاد ہے کہ حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب امرتسری رحمہ اللہ کی خدمت میں نیلا گنبد حاضر تھا، حضرت نے اپنے استاد حضرت مولانا نور محمد صاحب رحمہ اللہ کا ذکر فرمایا اور ان کی یہ وصیّت کہ ان کی نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھی جائے اس کا بھی ذکر فرمایا اگرچہ احناف کے نزدیک سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم نہیں ہے لیکن شوافع ﴿لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ﴾ کی وجہ سے نماز جنازہ میں بھی اس کے قائل ہیں اور بقول حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے کہ شوافع ''لا'' کی نفی کی وجہ سے ڈر گئے اس لیے انہوں نے جنازہ میں بھی اس کو ضروری قرار دے دیا کہ کہیں اس کے بغیر جنازہ ہی ادا نہ ہو حالاں کہ جنازہ کی حقیقت صرف دعا ہے، وہ کوئی صلوٰۃ مطلقہ نہیں ہے لیکن بہرحال وہ اس میں بھی فاتحہ کے قائل ہیں، جب کہ عندالاحناف سورۂ فاتحہ کو اگر کوئی دعا کی نیت سے جنازہ میں پڑھ لے تو اس کی گنجائش ہے۔

حضرت والد صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی قدس سرہ نے بھی اپنے جنازہ کے لیے یہ وصیّت فرمائی تھی اور آپ کی یہ وصیّت ان کی کتاب ''مَالَابُدَّ مِنْہ'' کے آخر میں طبع ہو چکی ہے، اس میں اس کی تصریح ہے کہ حافظ محمد علی میرے جنازہ کی نماز پڑھائیں اور اس میں سورۂ فاتحہ بھی پڑھیں ''مَالَابُدَّ مِنْہ'' میں حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کے الفاظ یہ ہیں وَنَمازُ جَنازَۃِ بِجَماعَۃِ کَثِیرٍ وَاِمَامِ صَالِحِ مِثْل حَافِظُ مُحَمَّد عَلِی یَا حَکِیم سکھر یا حافظ پیر محمد بجا آرند وبعد تکبیر اولیٰ سورۂ فاتحہ ھم خوانند۔ (مالابد منہ ص 127)

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کی یہ بات سن کر بے انتہاء محظوظ ہوئے اور تحقیق کے طور پر بار بار فرمایا کہ کیا یہ وصیّت تم نے خود پڑھی ہے، جب حضرت والد ماجد نے عرض کیا کہ حضرت میں نے خود پڑھی ہے اور مجھے خوب یاد ہے تو مزید مسرّت اور خوشی کا اظہار فرمایا۔ اس مجلس میں حضرت صوفی محمد سرور صاحب مدظلہم بھی تشریف فرما تھے حضرت نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا، مولوی سرور آج عبدالشکور سے بہت فائدہ ہوا۔ حضرت مفتی صاحب کو اس سے خوشی ہوئی کہ حضرت الاستاذ کی وصیّت کی اتنے بڑے عالم سے تائید ہوگئی۔

قارئین کرام کو مسئلہ کے طور پر یہ بات ذہن نشین کرنا ضروری ہے کہ سورۂ فاتحہ کا احناف کے نزدیک جنازہ کی نماز میں پڑھنا ضروری یعنی واجب یا سنت نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی دعا کے طور پر پڑھے تو اس کی گنجائش ہے ان حضرات نے اسی وجہ سے اس کے پڑھنے کی وصیّت فرمائی، دوسرے وصیّت میں یہ بھی احتمال ہے کہ جب بطور دعا کے اس کو پڑھ سکتے ہیں تو پڑھ لینا چاہیے تاکہ اختلاف سے بچ سکیں اور سب کے نزدیک جنازہ صحیح ہو جائے تاہم چوں کہ یہ وصیّت ایک رائے کے درجہ میں ہے شرعی حکم اور فقہی مسئلہ نہیں ہے اس لیے عوام کے لیے اس کا التزام واہتمام ضروری نہیں ہے اور نہ ہی اس کے رواج اور شائع کرنے کی ضرورت ہے۔

هٰذَا مَاظَهَرَ لِيَ الْآنَ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْبَيَانِ.

(۲) ...... سہو مقتدی مفتیٰ بہ قول کے مطابق موجبِ سہو نہیں ہے لیکن چوں کہ اس سلسلہ میں فقہاء کرام کی عبارات میں خاصہ اختلاف وتضاد پایا جاتا ہے اس لیے اہلِ علم کے نزدیک اس

اختلاف کا حل اسی صورت میں ممکن ہے کہ اس مسئلہ سے متعلق عباراتِ فقہاء کرام پر ایسا کلام کیا جائے کہ مفتیٰ بہ قول (صاف) ہو کر سامنے آجائے اور دیگر عبارات کا محمل متعین ہو جائے۔ حضرت اقدس صوفی صاحب مدظلہم نے اس کے لیے ایک استفتاء مرتّب کرا کر حضرت والد ماجد قدس سرہ کو بھجوا دیا اور یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ دار العلوم کبیر والا میں استاذ حدیث تھے۔

سوال حضرت کے شاگرد جناب غلام یاسین صاحب مرحوم مقیم ساہیوال کی جانب سے آیا حضرت والد ماجد صاحب رحمہ اللہ نے اس کا تحقیقی جواب تحریر فرمایا اور سہوِ مقتدی کے موجبِ سجدہ سہو ہونے پر مفصّل مدلّل کلام فرما کر فقہاء کرام کی عبارات کا حل بھی لکھا۔

حضرت صوفی صاحب مدظلہم نے یہ جواب بغرضِ تصدیق حضرت مفتی اعظم مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی قدس سرہ کی خدمت بھیجا تو آپ نے نہایت شان دار الفاظ میں اس فتویٰ کی تائید فرمائی اور حضرت والد ماجد رحمہ اللہ کو خوشی کے اظہار کے لیے گرامی نامہ بھی تحریر فرمایا جس میں یہ تصریح تھی کہ فتویٰ انہیں حضرت صوفی صاحب مدظلہم نے ارسال فرمایا تھا ظاہر ہے کہ حضرت والد ماجد رحمہ اللہ کو یہ اعزاز حضرت صوفی صاحب دامت برکاتہم کی وجہ سے حاصل ہوا۔

آپ کے سوال کا خلاصہ یہ تھا اگر مقتدی سے کوئی ایسا سہو ہو جائے جس کی وجہ سے سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے تو کیا اس نماز کا اعادہ واجب ہو جاتا ہے (جیسا کہ شامی میں ہے) یا نہیں؟ فتویٰ کس پر ہے؟ مسئلہ کا تسلی بخش جواب تحریر فرما کر دارین میں ماجور ہوں۔

حضرت والد ماجد رحمہ اللہ کی تحریر فرمودہ جواب کا حاصل یہ تھا کہ مقتدی سے اگر کوئی ایسی بھول ہو جائے جو موجبِ سجدہ سہو ہو تو اس سے نہ مقتدی پر سجدہ سہو لازم ہوتا ہے نہ امام پر اور نہ ہی اس نماز کا اعادہ کرنا مقتدی پر واجب ہوتا ہے مقتدی کے سہو سے سجدہ سہو کا لازم نہ ہونا ایسا مسئلہ ہے کہ تمام کُتبِ فقہ میں مذکور ہے.... الخ

علامہ شامی رحمہ اللہ نے "نہر" کے حوالہ سے مقتدی کے لیے اس صورت میں جو نماز کے اعادہ کا واجب ہونا نقل کیا ہے اس پر مفصّل مدلّل کلام فرماتے ہوئے اُسے آپ نے مفاد حدیث کے خلاف ثابت فرمایا۔ حضرت مفتی اعظم رحمہ اللہ نے جن وقیع اور شان دار الفاظ میں اس تحقیقِ انیق کی تصحیح فرمائی تھی وہ یہ تھی۔

لِلّٰهِ درالمجیب فقد اصابِ فیما اجاب لقد اجاد فیما افاد

بنده مفتی محمد شفیع عفااللّٰه عنه از دار العلوم کراچی نمبر ۱۴ ۳.

اِس واقعہ کی تکمیل کے طور پر اب حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کا گرامی نامہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

عزیز محترم مولنا عبدالشکور سلّمہ

السّلام علیکم ورحمة اللّٰه وبر کاته!

آپ کے ساتھ جس طرح کا تعلق ہے اس کا مقتضیٰ تو برخوردار عبدالشکور سلمہ لکھنے کا تھا مگر اس وقت آپ کے علمی کمالات مقتضیٰ حال بن گئے اس لیے مولنا عبدالشکور لکھ دیا، سبب یہ پیش آیا کہ کبیر والا سے مولنا محمد سرور سلمہ کا خط آیا اور اس میں آپ کا لکھا ہوا ایک فتویٰ متعلقہ سہوِ مقتدی بغرضِ تصدیق بھیج دیا، اس فتویٰ کو دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی کہ تحریر میں آپ کے والد ماجد کی جھلک نظر آئی اور ماشاء اللہ جواب صحیح ودرست اور طرزِ تحقیق بہت مناسب تھا۔ اس فتویٰ پر تصدیق کر کے بھیج دیا ساتھ ہی خیال آیا کہ آپ کو بھی اپنی اس خوشی کی اطلاع کروں۔

زَادَ کُمُ اللّٰهُ تَعَالیٰ عِلْماً نَافِعاً وَّعَمَلاً مُّتَقَبَّلاً وَّرِزْقاً حَلَالاً وَّاسِعاً۔ (بندہ محمد شفیع)

(۳)...... دارالعلوم کبیر والا کے زمانہ ہی کا واقعہ ہے کہ حضرت صوفی صاحب دامت برکاتہم نے حضرت والد صاحب مدظلہم سے فرمائش فرمائی کہ وہ اپنی کتاب ''ھِدَایَةُ الْحَیْرَانِ فِیْ جَوَاھِرِ الْقُرْآنِ'' کی نقل کی اجازت دے دیں تاکہ جلالین شریف کے ساتھ اس تفسیری مقامات کو پڑھ لیا جائے جس میں جواھر القرآن کے مؤلف کا رد لکھا گیا ہے، طباعت سے پہلے پوری کتاب کی نقل بڑی محنت سے مولنا غلام یاسین صاحب مرحوم نے کر کے حضرت الاستاذ کو پیش کی اور آپ نے اپنے سبق میں ان کا درس بھی دیا، آپ (حضرت صوفی صاحب) کے خلیفہ اور دارالعلوم کبیر والا کے شیخ الحدیث حضرت مولنا مفتی عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ نے اس واقعہ کو یوں بیان فرمایا ہے۔

واقعہ: بندہ دارالعلوم کبیر والا میں جلالین شریف اور اس درجہ کی دیگر کتب پڑھ رہا تھا، ہمارے استاذ اور شیخ حضرت مولنا صوفی محمد سرور صاحب دامت برکاتہم بڑی تحقیق سے جلالین شریف پڑھاتے تھے، ایک گھنٹہ میں دونوں جلدیں مکمل پڑھاتے، ان کے ہاں یہ ضروری تھا کہ تفسیری عبارات جو علامہ محلّی رحمہ اللہ اور علامہ سیوطی رحمہ اللہ قرآن پاک کے الفاظ مبارکہ کے درمیان ذکر کرتے ہیں ان میں ہر لفظ کی غرض بیان کریں..... اور اس طرح کی اغراض جمل،

صاوی اور جلالین کے حاشیہ میں لکھی ہوتی ہیں اور کئی اغراض حضرت استاذ اپنی بھی بیان فرماتے کہ خاص عنوان سے اس کے حضرت ہی موجد تھے۔

غرض یہ کہ ہم حضرت سے جلالین بڑے شوق سے پڑھ رہے تھے، جب دوسرے پارے کے شروع میں تحویلِ قبلہ اور حیاتِ شہداء کا مسئلہ آیا حضرت نے اہلِ حق کی خوب ترجمانی اور تائید کی اور بعض مماتی مفسرین کی تفسیر کی فحش غلطیاں بیان کیں اور مدلل تردید کی اور یہ بھی بتادیا کہ تردید کا فلاں فلاں حصہ حضرت مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی کی ایک غیر مطبوعہ تحریر سے لیا گیا ہے اور حضرت الاستاذ نے ہمیں وہ تحریر دکھائی بھی تھی اس میں سے کچھ پڑھ کر سنایا بھی تھا۔

ہمارے اکابر کا طرز یہ ہے کہ اگر کوئی علمی تحقیق کسی محقق کے کلام سے لی ہو تو باور کرانے سے سخت احتراز کرتے ہیں کہ یہ تحقیق ہماری ہے بلکہ نہایت کھلے دل سے اس کا اعتراف کرتے ہیں کہ یہ تحقیق فلاں محقق کی تحریر سے لی گئی ہے۔

بہرحال ہمارے حضرت کی عادت تھی کہ اگر کسی محقق کی تحقیق بیان فرماتے تو ان کا نام بتلا دیتے، اسی اصول کے مطابق حضرت استاذ نے تحویلِ قبلہ، حیات شہداء اور حیات انبیاء کرام اور سماع موتی ایسے مسائل میں حضرت مفتی عبدالشکور صاحب کی تحقیقات بیان فرمائیں۔

(حیات ترمذی ص 638)

④...... ٹی وی کی تصویر کے متعلق دارالافتاء جامعہ اشرفیہ میں سوال آیا کہ اس کا دیکھنا جائز ہے یا نہیں؟ حضرت اقدس مفتی جمیل احمد تھانوی نے تحریر فرمایا کہ جس چیز کا باہر دیکھنا جائز ہے اس کا اندر دیکھنا بھی جائز ہے ایک مرد جیسے دوسرے مرد کو دیکھ سکتا ہے اس کی تصویر کو بھی دیکھ سکتا ہے اسی طرح ایک عورت جس حالت میں ٹی وی سے باہر دیکھ سکتی ہے اسی حالت میں اس کو وہ ٹی وی میں بھی دیکھ سکتی ہے۔

حضرت صوفی محمد سرور صاحب دامت برکاتہم نے اس سلسلہ میں جو سوال تحریر فرمایا وہ مع جواب یہ ہے..... حضرت صوفی صاحب دامت برکاتہم ارقام فرماتے ہیں ٹیلیویژن کے ماہروں نے بتلایا ہے کہ یہ تصویر ہے۔ حضرت مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ تصویر دیکھنے کی حرمت بھی مطلقاً نہیں۔ ہمارے حضرت مفتی صاحب یہ فتویٰ دے رہے ہیں کہ جس چیز کا دیکھنا ویسے جائز ہے اس (ٹیلیویژن) پر بھی جائز ہے، احقر کی ناقص رائے میں یہ عنوان مناسب نہیں اب آپ اپنی رائے سے مطلع فرمائیں۔

حضرت والد ماجد صاحب رحمہ اللہ نے اس کا مفصّل جواب تحریر فرمایا اس کی عبارت یہ ہے.....

۱ حضرت مولٰنا مفتی محمد شفیع صاحب کے رسالہ ''تصویر کے شرعی احکام'' کے صفحہ 77 پر لکھا ہے کہ جن تصاویر کا بنانا اور گھر میں رکھنا ناجائز ہے ان کا ارادہ اور قصد کے ساتھ دیکھنا بھی ناجائز ہے پھر اس کی دلیل میں اپنی تائید کے ساتھ ارقام فرمایا وَهٰذَا كُلُّهٗ مُصَرَّحٌ فِيْ مَذْهَبِ الْمَالِكِيَّةِ وَمُؤَيَّدٌ بِقَوَاعِدِ مَذْهَبِنَا وَنَصُّهٗ عَنِ الْمَالِكِيَّةِ مَاذَكَرَهُ الْعَلَّامَةُ الدهر فِيْ شَرْحِهٖ عَلٰى مُخْتَصَرِ الْخَلِيْلِ حَيْثُ قَالَ يَحْرُمُ التَّصْوِيْرُ حيوان عاقل اوغير اذاكان كامل الاعضاء اذاكان يدوم و كذا اذالم يدم على الراجح كتصوير ه من نحو قشر بطيخ ويحرم النظر اليه اذالنظر الى المحرم حرام اھ.

(از بلوغ المرام ص 19)

۲ احقر کی ناقص رائے میں ٹیلیویژن کے دیکھنے کی کوئی بھی صورت جائز معلوم نہیں ہوتی اس لیے کہ دوسرے مکانات پر ٹیلیویژن کے ذریعہ جو کچھ دکھلایا جاتا ہے وہ اصل نہیں بلکہ اصل کی نقل اور اس کا عکس دکھلایا جاتا ہے اور اصل کا دکھلایا جانا ممکن ہی معلوم نہیں ہوتا کیوں کہ اصل کے دیکھنے کے لیے عقلاً رائی اور مرئی کے درمیان محاذات بلاحجاب ضروری ہے اور ظاہر ہے بلادِ بعیدہ میں بلکہ قریبہ میں بھی یہ شرط متحقق نہیں ہے بلکہ مکانات اور پہاڑ اور درخت وغیرہ اشیاء رائی اور مرئی کے درمیان حائل ہیں۔ تو ایسی صورت میں اصل صورت کو کیسے دکھلایا جاسکتا ہے جو کچھ بھی دیکھا جائے گا وہ عکس اور تصویر ہوگی جو جان دار کی ناجائز ہے بنانا بھی اور دیکھنا بھی۔ اس لیے ماہرینِ ٹیلیویژن کا یہ قول قرینِ عقل معلوم ہوتا ہے کہ یہ تصویر ہے اور شرعاً بھی ان ماہرین کے قول پر ہی مسئلہ کا مدار ہے اس لیے اس کو ناجائز ہی کہنا چاہیے۔

اور بظاہر اس کی صورت یہ معلوم ہوتی ہے کہ جب کوئی شخص مثلاً تقریر کرتا ہے تو اسی وقت کیمرہ اس کی صورت اور اس کی حرکات وسکنات نیز اس کی آواز کا عکس اور فوٹو لینے میں مصروف ہوجاتا ہے اور برقی قوّت سے ہر جگہ ٹیلیویژن پر یہ صورت اور حرکات وسکنات ساتھ اس کی صورت کے دکھلا دی جانے لگتی ہیں اگر اس کی اسی وقت فوری طور پر تصویر کشی نہ ہوتی ہو تو دوسرے وقت میں اس کا ریکارڈ نہیں دکھلایا جاسکتا اور پہلی مرتبہ بھی ٹیلیویژن کے ذریعے صورتِ مقرر کا عکس ہی دکھلایا جاتا ہے جیسا کہ اس کی تقریر کا بھی عکس ہی سنایا جاتا ہے کیوں کہ کیمرہ کے عمل کے ذریعہ اس کی صورت دکھلائی جاسکتی ہے نہ اس کی تقریر سنائی جاسکتی ہے اس کے علاوہ

مفاسدِ زمانہ پر نظر کر کے اس کے جواز کی صورت پر بھی (اگر کوئی ہو) عدمِ جواز کا حکم لگانا غالب ہے۔ واللہ اعلم

۴ آپ کی اہلیہ محترمہ رحمہا اللہ کی تدفین کے بعد بغرضِ حفاظت ان کی قبر کے اردگرد جب چار دیواری بنائی گئی تو حضرت نے اس سلسلہ میں بھی تحریری طور پر یوں استفتاء فرمایا......

دراصل احقر اپنی اہلیہ کی قبر کے قریب ایسی چاردیواری بنا چکا ہے اب اس کو توڑنا واجب ہے یا نہ؟

السائل: محمد سرور عفی عنہ (مدرس جامعہ اشرفیہ لاہور)

اس کا جواب..... حضرت والد گرامی رحمہ اللہ نے یہ تحریر فرمایا......

الجواب: قبروں کے اردگرد چاردیواری بعض حضرات کے نزدیک اگرچہ بناء علی القبر نہیں، حول القبر ہے (کمافی امداد الاحکام 1/188) اور یہ صحیح ہے، مگر چاردیواری بنانا دوسری وجہ سے ناجائز ہے کہ اس میں غرضِ واقف کے خلاف وقف کا استعمال لازم آتا ہے کیوں کہ جو زمین چار دیواری کے نیچے آئے گی اس کی مشغولی میں دوسروں کی حق تلفی ہوگی۔ البتہ پورے قبرستان کی چاردیواری بغرضِ حفاظت جائز ہوگی کیوں کہ اس میں چاردیواری کے نیچے کی زمین کسی کے ذاتی تصرّف میں نہیں آتی اور حفاظتِ وقف کی ضرورت سے یہ تصرّف ہوگا بخلاف پہلی صورت کے کہ وہ ذاتی تصرّف میں آرہی ہے اور زائد علی الحاجۃ ہے۔ بناء بریں فہمِ ناقص کے مطابق یہ چاردیواری جائز نہیں ہے اور اپنے حق سے زائد پر تصرّف ہے اس لیے اس کا گرا دینا لازم ہے تاکہ غرضِ واقف کے مطابق اس حصّہ زمین کو استعمال کیا جا سکے۔

هٰذَا مَاظَهَرَ لِيَ الْآنَ

حضرت الاستاذ مدظلہم کو فتویٰ کے بارے میں حضرت والد ماجد پر بہت اعتماد تھا اور اپنے متعلقین واحباب کو بھی آپ مسائل میں حضرت رحمہ اللہ سے رجوع کا مشورہ دیتے تھے۔ ''جمعہ فی القریٰ'' کے سلسلہ میں خاص طور پر حضرت والد ماجد رحمہ اللہ کا حوالہ دیتے کہ صورت حال بتلا کر وہاں سے فتویٰ لے کر اس پر عمل کیا جائے اور بعض اوقات کسی معاملہ میں بھی مشورہ آپ حضرت سے فرماتے جیسا کہ سطور بالا سے واضح ہے۔

(۶)...... برادر گرامی قدر مولنا محمد عتیق الرحمٰن صاحب زید مجدہم نے اپنے ہاں درس کے لیے ایک مرتبہ حضرت والد صاحب رحمہ اللہ کو مدعو کیا، احقر بھی آپ کے ساتھ لاہور حاضر ہوا، ایک نشست حضرت صوفی صاحب دامت برکاتہم کے مکان پر جامعہ اشرفیہ میں ہوئی اس

میں حضرت نے اپنے تعلیمی حالات وکوائف مفصل بیان فرمائے، آپ نے حضرت مولنا خیر محمد جالندھری قدس سرہ کے مسوّدہ شرح بخاری اور حضرت مولنا ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ کی غیر مطبوعہ شرح بخاری سے استفادہ کا ذکر فرمایا اور یہ کہ انہوں نے بخاری شریف کی شرح میں زیادہ تر اسی پر مدار رکھا ہے۔ اور پھر بخاری شریف کا سبق ملنے کی تفصیل اور ساتھ یہ کہ ہمارا خیال حضرت مولنا محمد موسیٰ روحانی بازی رحمہ اللہ کے بعد یہ تھا کہ اب جامعہ میں طلبہ کی آمد بہت کم ہوگی لیکن جب داخلہ ہوا تو طلبہ کی تعداد میں کوئی کمی نہیں آئی۔ حضرت نے اس پر یہ بھی فرمایا کہ یہ جامعہ اشرفیہ کی نسبت اور اکابر جامعہ کی برکت اور ان کا فیض اور کھلی کرامت ہے، جب حضرت مولنا شیخ ادریس کاندھلوی قدس سرہ کا ''احکام القرآن'' کا ذکر آیا اور حضرت صوفی صاحب کو معلوم ہوا کہ اس کا تکملہ حضرت والد ماجد رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا ہے تو دریافت فرمایا کہ اس کا کیا طرز ہے؟ حضرت نے اس کی وضاحت فرمائی اور آیتِ قرآنی ﴿وَ آخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ﴾ سے عمومِ بعثت کے مسئلہ کا ذکر فرمایا کہ علمِ کلام اور عقائد کا مسئلہ اس سے ثابت ہو رہا ہے تو حضرت صوفی صاحب نے غیر معمولی مسرت (خوشی) کا اظہار فرمایا۔

احقر نے اس واقعہ کی تفصیل کتاب ''حیات ترمذی رحمہ اللہ'' میں یوں درج کی ہے...

لاہور کے سفر میں ایک مرتبہ جامعہ اشرفیہ کے استاذِ حدیث حضرت مولنا صوفی محمد سرور صاحب دامت برکاتہم سے ملاقات ہوئی تو وہ گھر لے گئے وہاں علامہ محمد ادریس کاندھلوی کے تحریر فرمودہ ''احکام القرآن'' کے تکملہ کا ذکر آیا، حضرت والد صاحب رحمہ اللہ فرمانے لگے کہ حضرت کاندھلوی رحمہ اللہ نے اپنا حصہ نہایت اختصار سے تحریر فرمایا ہے، اہلِ علم کے مشورہ سے آج کل اس کا تکملہ میں لکھ رہا ہوں، حضرت مولنا (کاندھلوی) نے بعض آیات کے تحت خوب کلام فرمایا ہے اور بعض آیات کے تحت کچھ بھی تحریر نہیں فرمایا مثلاً سورۂ جمعہ کے دوسرے رکوع میں دس مسئلے لکھے ہیں پہلے رکوع کی کسی آیت پر نہیں لکھا حضرت صوفی صاحب مدظلہم نے فرمایا کہ بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ پہلے رکوع سے کوئی فقہی مسئلہ مستنبط نہیں ہوتا، آپ نے اس پر کیا لکھا ہے؟ حضرت والد صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ احکام القرآن کا موضوع عام ہے علمِ کلام کا موضوع بھی اس میں شامل ہے اور فقہ کا بھی پہلے رکوع کی آیت ﴿وَ آخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ﴾ سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عموم بعثت معلوم ہو رہی ہے جو علمِ کلام کا مسئلہ

ہے اور آیت ﴿قُلْ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ ھَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ﴾ (الاٰیة) سے تمنی موت کے فقہی مسئلہ کا اثبات ہو رہا ہے جس کے تحت تمنی موت کے احکام لکھے جائیں گے کہ موت کی تمنا کہاں جائز ہے اور کہاں نہیں؟ اور طاعون سے بھاگنے کا کیا حکم ہے؟ حضرت صوفی صاحب مدظلہم اس پر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ ماشاء اللہ دونوں مسئلے خوب ہیں واقعۃً ان پر کلام کی ضرورت تھی۔

حیاتِ ترمذی ص 363

⑦ ...... اگر کسی شخص کی وفات کسی دوسرے شہر میں ہو جائے تو شرعی طور پر تو مسئلہ یہی ہے کہ اسے وہیں قریبی قبرستان میں دفن کیا جائے اس کی میّت کو تدفین کے لیے اپنے شہر کی طرف منتقل نہ کیا جائے لیکن عام طور پر چوں کہ اس پر عمل نہیں کیا جاتا اور میّت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کا ہمارے ہاں عام رواج پایا جاتا ہے۔ حضرت الاستاذ دامت برکاتہم نے اس بارہ میں جو سوال ارسال فرمایا وہ مع جواب حضرت والد ماجد رحمہ اللہ یہ ہے۔

الاستفتاء

مرسلہ: حضرت مولنا صوفی محمد سرور صاحب مدظلہم شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مسلم ٹاؤن، لاہور کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید ایک دن کے لیے لاہور سے فیصل آباد گیا وہاں دل کے دورہ سے فوت ہو گیا اس کے وارث اسے لاہور لا کر دفن کریں تو جائز ہے یا نہ؟

المستفتی

محمد سرور عفی عنہ مدرس جامعہ اشرفیہ لاہور

الجواب فی ردالمختار (ولا بأس بنقله قبل دفنه) قبل مطلقاً وقیل الیٰ مادون مدة السفر وقبره محمد بقدر میل او میلین لان مقابر البلاء بمابلغت هذه المسافة فیكره فیمازاد قال فی النهر عن عقدالفرائد وهو الظاهر اه (شامی ص 840/10)

بہشتی زیور میں ہے قبل دفن کے نعش کا ایک مقام سے دوسرے مقام میں دفن کرنے کے لیے لے جانا خلاف اَولیٰ ہے جب کہ دوسرا مقام ایک دو میل سے زیادہ نہ ہو اور اگر اس سے زیادہ ہو تو جائز نہیں۔ (102/11)

نقلِ میّت ایک شہر سے دوسرے مقام پر دو میل یا مدّۃ سفر سے زیادہ ہو مکروہ ہے اسی کو بہشتی زیور کی عبارت مذکورہ میں "جائز نہیں" لکھا ہے۔ غالباً کراہت کو "کراہتِ تحریمی" پر محمول کیا

ہے حسبِ قاعدہ اطلاقِ کراہت کے وقتِ ''کراہتِ تحریمی'' مراد ہے اور ''لَا بَـأْسَ'' کا استعمال اکثر خلافِ مستحب میں ہوتا ہے اس لیے نقلِ میّت الٰی مادون مدۃ السفر اور بقدر میل اور میلین کو خلافِ اَولیٰ لکھا ہے اور بناء بر احتیاط الٰی مادون مدۃ السفر کی بجائے امام محمد کا قول بِـقَـدْرِ مِیْلٍ اَوْ مِیْلَیْنِ اختیار فرمایا گیا ہے۔ کَمَامَرَّ فِی النَّھْرِ

حاصلِ جواب یہ ہے کہ فیصل آباد سے میّت کو لاہور منتقل کرنا مکروہ ہے اور ظاہر یہی ہے۔

ھذاماظھرلی الاٰن ....واللّٰہ اعلم بالصواب

مرسلہ: مولانا عبدالغفور سعدی صاحب، (ضلع مظفر گڑھ)

ایک مرتبہ حضرت مدظلہ کے مہمان خانہ میں احقر حضرت صوفی صاحب مدظلہ کے لائق فرزند (رفیق من) کے ساتھ محوِ گفتگو تھا۔ حضرت نے گھر کی طرف سے دروازہ کھولا اور کمرہ کے اندر قدم رکھا، پھر فوراً ایسے واپس ہوئے جیسے کسی نے اندر آنے سے روکا ہو۔ احقر پر اس کا بہت بوجھ ہوا کہ شاید حضرت ناراض ہیں۔

دوسرے موقع پر حضرت نے فرمایا چوں کہ مجھے علم نہ تھا کہ آپ بیٹھے ہیں اِس لیے واپس ہوا کہ دو شخصوں کے درمیان تیسرا بغیر اجازت طلب کئے نہ جائے۔ سبحان اللہ! کہ دین پر عمل کرنے کا کس قدر جذبہ ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو منزلِ مقصود تک اپنے فضل وکرم سے پہنچادیں، اپنی رضا نصیب فرمادیں، اپنی حفاظت میں رکھیں اور خاتمہ بالخیر فرمادیں۔ آمین

ایک مرتبہ احقر نے عرض کیا کہ مسائلِ فقہیہ جامعہ حقانیہ ساہیوال اور دارالعلوم کبیروالا اور خیر المدارس اور دارالعلوم کورنگی، کراچی سے پوچھ کر عمل کر لیتا ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ درست ہے۔

ایک مرتبہ حضرت رہبر شریعت وطریقت پیرومرشد، شیخ مکرّم صوفی صاحب مدظلہ کے دولت خانہ پر حاضری کا موقع ملا تو حضرت مدظلہ نے اکرام کی حد کردی جیسے کوئی اپنے سے بڑے کا اکرام کرتا ہے۔ تو نالائق پر بوجھ محسوس ہونے لگا۔ تو حضرت نے اپنے مخصوص انداز میں فرمایا کہ چائے کی ایک پیالی ملے گی۔ اس پر احقر نے عرض کی کہ چائے کم پیتا ہوں۔ اس پر حضرت نے فرمایا یہ چائے پی لو! (انتہیٰ)

جیسے شفیق وکریم ماں باپ اپنی معصوم اولاد کو کھلانے پلانے سے خوش ہو رہے ہوتے ہیں اور دیکھ بھال کرتے ہیں حضرت اس سے کہیں زیادہ خوش ہو رہے تھے اور دُعائیں دے رہے تھے۔

تحریر از: حضرت مولانا محمد حسن صاحب مدظلہ (جامعہ محمدیہ والے)
(خلیفہ حضرت صوفی صاحب مدظلہ)

نحمده ونصلّى ونسلّم علىٰ رسوله الكريم. امّابعد

اِس پُرفتن دور میں اللہ تعالیٰ کے ان گنت اور بے شمار انعامات میں ایک بڑا انعام یہ ہے کہ وہ اپنے مقبول بندوں میں سے کسی مقرب ہستی کی نیک صحبت نصیب فرمادیں، تعلق عطاء فرمادیں کیوں کہ زندگی میں انقلاب برپا کرنے کے لیے تبدیلی لانے کے لیے کسی اللہ والے کے سایہ کی بڑی ضرورت ہوتی ہے۔

حکیم الأُمّت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مبارک ارشاد ہے کسی کو بڑا بنانے کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ سارا بوجھ بڑے پر چلا جاتا ہے، چھوٹوں کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے بڑوں سے راہ نمائی لیں بھاگتے ہوئے جنّت میں چلے جائیں، لیکن بڑا وہی ہوگا جس پر بڑوں کا سایہ ہو، بڑوں کی صحبت اُٹھائی ہو، اپنے نفس کی اصلاح کرائی ہو، بندہ خود کہنے سے بڑا نہیں بنتا۔

بندہ اپنے پیارے مولیٰ کے انعامات میں غرق ہے، ڈوبا ہوا ہے انہی انعامات میں سے ایک عظیم انعام یہ ہوا کہ انہوں نے اپنے مقبول بندوں میں سے ایک برگزیدہ ہستی میرے پیارے شیخ، مربّی ومرشد حضرت صوفی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا سایۂ عطوفت پُرشفقت نصیب فرمادیا۔ واللہ بندہ بلا مبالغہ عرض کررہا ہے کہ اگر بندہ پر حضرت کا سایۂ شفقت نہ ہوتا نہ معلوم بندہ ہلاکت کے کس گڑھے میں گرا ہوا ہوتا۔ ہر جگہ ہوشیاری کام نہیں آتی اپنے بڑوں کے سایہ کی بڑی ضرورت ہوتی ہے، قدم قدم پر پوچھ کر چلنے کی بڑی ضرورت ہوتی ہے۔ بندہ نے جب اسباق کی تعلیم کا آغاز کیا تو ایک مرتبہ حضرت شیخ محمد موسیٰ رُوحانی بازی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت شیخ رحمہ اللہ غالباً ''ترمذی شریف'' کا سبق پڑھا کر گھر تشریف لے جارہے تھے راستہ میں حضرت سے سلام کیا، سلام کے بعد حضرت نے پوچھا کیا کررہے ہو؟ بندہ نے عرض کیا حضرت ایک مدرسہ میں اسباق کا سلسلہ شروع کیا ہوا ہے۔ حضرت شیخ رحمہ اللہ نے جلال میں ایک جملہ ارشاد فرمایا ''طلباء کو غلط نہ پڑھانا''۔

یہ جملہ ارشاد فرما کر روانہ ہوگئے۔ بندہ بھی سوچ میں پڑ گیا کہ حضرت کیا ارشاد فرما کر چلے گئے۔ لیکن بعد میں اس مبارک جملہ کا یہ اثر ہوا کہ اسباق کی تعلیم کے دوران کوئی بات سمجھ میں نہ آتی اپنے نیک اساتذہ کی خدمت میں طویل سفر کرکے پوچھنے کے لیے حاضر ہوتا رہا۔ جس طرح

علمی ترقی کے لیے اپنے اساتذہ کی راہ نمائی اوران کی شفقت کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح روحانی ترقی کے لیے شیخ کے سایہ کی اوران کی توجّہ کی ضرورت ہوتی ہے۔

بندہ کا حضرت والا سے اپنی اصلاح کے بارہ میں باتیں پوچھنے کا تعلق طالب علمی کے زمانہ سے تھا لیکن باضابطہ تعلق جامعہ اشرفیہ میں دورۂ حدیث شریف والے سال میں ہوا، برکت کے لیے ایک اصلاحی خط کا تذکرہ کرتا ہوں۔

حال: بندہ دورۂ حدیث کے طلباء کو تکرار کرواتا ہے جس میں طلباء کی ایک خاصی تعداد شریک ہوتی ہے جس سے طبیعت میں ریا کا شبہ ہوتا ہے، الغرض شروع میں ایک نیک کام میں نیّت نیک ہوتی ہے بعد میں ریا کا شبہ پیدا ہو جاتا ہے اب میں کیا کروں؟

اس سلسلہ میں حضرت والا کی راہ نمائی کا محتاج ہوں۔

ارشاد: ایک مرتبہ کتاب پر ہاتھ رکھ کر (یا کسی نیک عمل کو شروع کرنے سے پہلے) یہ نیک نیّت کرلیں، یا اللہ! تجھے خوش کرنے کے لیے طلباء کو تکرار کروارہا ہوں پھر ہزار بار بھی غیر کا خیال آئے اس کی پرواہ نہ کریں، یہ ریا نہیں بلکہ وسوسۂ ریا ہے۔

الحمد للہ بندہ کا حضرت والا سے اصلاحی تعلق کا سلسلہ جاری رہا لیکن کبھی اسباق کی مصروفیت کی وجہ سے خط لکھنے میں تاخیر ہو جاتی حضرت والا بڑی شفقت سے اپنی اصلاح کی طرف متوجّہ فرماتے۔

کبھی ارشاد فرماتے آپ پر اسباق پڑھانے کا غلبہ ہے، اپنی اصلاح کی طرف توجّہ دو، کبھی بندہ خط لکھنے کی تاخیر میں تعلیمی مصروفیت کا ذکر کرتا تو ارشاد فرماتے جتنا گُڑ اتنا ہی میٹھا۔ لیکن حضرت والا کی بڑی شفقت، بندہ جب بھی خط لکھتا اور مجلس میں حاضر ہوتا یوں محبّت، شفقت والا معاملہ فرماتے کہ تاخیر کی ساری اُداسی ختم ہو جاتی اور دل خوشی سے بھر جاتا۔ پھر حسبِ موقع جب اصلاح کے لیے ڈانٹ ڈپٹ کی ضرورت ہوتی تو شفقت بھری ڈانٹ بھی فرماتے۔ مثلاً حضرت والا کی ایک شفقت بھری ڈانٹ کا ذکر کرتا ہوں جیسے میں پہلے عرض کر چکا ہوں۔

بندہ کا اصلاحی تعلق حضرت صوفی محمد سرور صاحب دامت برکاتہم العالیہ سے تھا (اور ہے) حضرت والا کے اسی نیک تعلق پر اعتماد کر کے بعض بزرگوں نے اپنے سلسلے کی اجازت مرحمت فرمادی۔ جن بزرگوں کی طرف سے بندہ کو اجازت ملی ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

1 ...... حضرت سید نفیس شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ۔

② ...... حضرت مولنا عبدالغنی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ خلیفہ مجاز حضرت مولنا سید حامد میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ۔

③ ...... حضرت مفتی حمید اللہ جان صاحب دامت برکاتہم العالیہ۔

④ ...... حضرت مولنا شاہ محمد قریشی دامت برکاتہم العالیہ مسکین پور شریف۔

⑤ ...... حضرت مولنا شریف اللہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ خلیفہ مجاز حضرت مولنا حماد اللہ ھالیجوی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

بندہ کچھ عرصہ پہلے گکھڑ کے قریب ایک گاؤں میں جلسہ میں شرکت کے لیے جارہا تھا، جلسہ میں شرکت سے پہلے گھگڑ میں امام اہلِ سنّت حضرت مولنا شیخ الحدیث محمد سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ کی زیارت کے لیے حاضر ہوا تو حضرت اقدس نے یہ ارشاد فرما کر اپنے سلسلہ کی اجازت مرحمت فرمائی کہ آپ اچھا کام کررہے ہیں۔ بندہ کی اپنے تمام بھائیوں کی خدمت میں دعا کی درخواست ہے اللہ تعالیٰ اپنے ان تمام بزرگوں کی نیک نسبتوں کی لاج رکھنے کی توفیق نصیب فرماوے۔ آمین

الغرض ان اکابرین میں سے بعض بزرگوں کی اجازت کے بعد بندہ نے کچھ بیعت کا سلسلہ شروع کردیا، بندہ کو کچھ تھوڑا بہت فائدہ بھی محسوس ہوا لیکن اللہ تعالیٰ نے دل میں خیال ڈالا کہ میں اپنے شیخ سے راہ نمائی لوں لہٰذا حضرت اقدس کی خدمت میں خط لکھا کہ بعض بزرگوں کی اجازت کے بعد بندہ نے اصلاح کا سلسلہ شروع کرلیا اس سلسلہ میں بندہ کی راہ نمائی فرمائیں۔

شفقت بھری ڈانٹ:

حضرت کی شفقت بھری ڈانٹ تیری تو اپنی اصلاح نہیں ہوئی، دوسروں کی کیا اصلاح کرلے گا، یہ سلسلہ فوراً بند کریں ورنہ مجھ سے تعلق ختم کریں۔ حضرت کا جواب بندہ نے پڑھتے ہی یوں محسوس ہوا کہ جیسے انڈا سے کوئی چیز نکال لی گئی۔ عجیب قسم کے وساوس میں گھر گیا ایک طرف اپنے شیخ کا دامن دوسری طرف نفس وشیطان کے نورانی جال کہ کئی بزرگوں کی طرف سے تجھے اجازت ہے بس پیری مریدی کی دُکان کھول کے بیٹھ جانا دو چار شکار آ ہی جائیں گے۔ بندہ اس کشمکش میں تھا دوپہر کے وقت اسباق سے فارغ ہوکر قیلولہ کرنے لگا تو استخارہ کی مختصر دعا اَللّٰھُمَّ خِرْلِیْ وَاخْتَرْلِیْ۔ پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی کا طالب ہوکر سوگیا جیسے ہی نیند سے بیدار ہوا

تو بڑی شدّت سے یہ خیال آیا کہ جو کچھ بھی ہو اپنے پیارے شیخ کے دامن کو نہ چھوڑنا۔ الحمدللہ حضرت والا کی توجّہ اور دعا کی برکت سے بندہ نے یہ سلسلہ بند کردیا اور متعلقین سے عرض کردیا آپ کو جہاں بھی کسی اللہ والے سے مناسبت ہو تعلق قائم فرمالیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بندہ کو توفیق نصیب فرمائی۔ حضرت والا سے مسلسل رابطہ رکھنے کی حتی کہ بندہ حج کے سفر میں تھا وہاں سے روزانہ اپنے احوال کی اطلاع حضرت اقدس کی خدمت میں پہنچاتا۔

اس کی صورت یہ ہوتی کہ بندہ اپنے حال کو اپنے نیک مخلص بھائی مولنا سعداللہ صاحب زید مجدہم کو ٹیلیفون کے ذریعہ اطلاع کرتا وہ حضرت والا سے پوچھ کر مجھے جواب اطلاع فرمادیتے۔ بندہ حج کے سفر سے واپس آیا تو حضرت اقدس حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ بیمار تھے کچھ عرصہ کے بعد حضرت شاہ صاحب دارِ فانی سے دارالبقاء کی طرف رحلت فرماگئے۔

اِنَّاللّٰہ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ.

تو حضرت کی وفات کے بعد بعض حضرات بھول کر تعلق کے لیے بندہ کی طرف آنے لگے میں نے ان سے عرض کیا مجھے میرے شیخ نے منع کررکھا ہے اصلاحی سلسلہ چلانے سے لہٰذا وہ واپس چلے جاتے۔ پھر حضرت شاہ صاحب کے متعلقین میں سے ایک طالب علم کو خواب میں بندہ کے ساتھ تعلق کا اشارہ ہوا تو اس نے حضرت والا سے خواب کی تعبیر پوچھی تو حضرت والا نے فرمایا ٹھیک ہے اس سے تعلق قائم کرلو وہ طالب علم بندہ کے پاس تعلق قائم کرنے کے لیے حاضر ہوا تو بندہ نے عرض کی کہ میرے حضرت شیخ جب تک تحریری اجازت مرحمت نہ فرمادیں یا مجلس میں اجازت مرحمت نہ فرمادیں اس وقت تک کسی کا تعلق اپنے سے نہیں جوڑسکتا۔ اس نے دوبارہ حضرت والا کو اطلاع فرمائی تو حضرت والا نے فرمایا کہ اس کو کہنا جمعہ کی مجلس میں آنا وہاں اجازت دیں گے۔ بندہ معمول کے مطابق مجلس میں حاضر ہوا تو حضرت والا نے محبت بھرے انداز میں پوچھا کہ میں نے آپ کو اجازت نہیں دی؟ بندہ نے عرض کیا جی نہیں۔ حضرت والا نے فرمایا چلو آپ کو اجازت دیتے ہیں حضرت والا کی اجازت تمام بزرگوں کی اجازت ونسبت کے لیے کنجی تھی۔ اس کے ملنے کے بعد بندہ بڑی برکات محسوس کررہا ہے۔ بس یہ جو کچھ بھی ہے میرے حضرت والا کی دعا اور توجّہ کا صدقہ ہے۔ اللہ تعالیٰ میرے اور ہم سب کے پیارے شیخ حضرت اقدس کی عمر میں صحت میں برکت نصیب فرمائے۔ آمین

بندہ کے اس نیک مضمون کے لکھنے کا ذریعہ میرے حضرت والا کے عظیم نیک بیٹے حضرت مولنا محمد عتیق الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم العالیہ بنے جو حضرت والا کی محبتوں اور شفقتوں کا مظہر ہیں، بندہ سے اور تمام طلباء سے بڑی محبت اور شفقت فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت والا کے اس نیک مخلص، مشفق، مہربان بیٹے کی عمر میں، صحت میں برکت عطا فرمائے اور ان کے تمام نیک ارادوں و خدمات کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، ہمارے حضرت والا کے تمام خاندان کو اور نسبی و روحانی اولاد کو دونوں جہانوں میں خوشیوں سے مالا مال فرمائے۔ آمین

تحریر از: جناب محمد رضوان ہاشمی صاحب

حضرت صوفی صاحب مدظلہ کا اپنے شیخ سے اعتقاد

حضرت شیخ الحدیث مولنا صوفی محمد سرور صاحب مدظلہم نے اپنے شیخ اعلیٰ حضرت مولنا مفتی محمد حسن صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں تحریر فرمایا ''ایک اعلیٰ گرم کپڑے کی اچکن احقر کے پاس ہے جھجک محسوس ہوتی ہے اس کو پہننے میں ڈر ہے کہیں تکبر نہ آجاوے اس سلسلہ میں احقر مشورہ چاہتا ہے کہ پہنے یا نہ پہنے''؟ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے جواب دیا اور تحریر فرمایا کہ ''پہنو اور شکر کرو''۔ (بحوالہ احسن السوانح ص191)

حضرت صوفی صاحب مدظلہ اپنے ایک عریضہ میں حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی بابرکت توجہات کو تسلیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت والا کے قدم مبارک میں بیٹھ کر کیسی عظیم دولتیں حاصل ہوئی ہیں۔

(۱)...... الحمدللہ ثم الحمدللہ حق تعالیٰ شانہ کی محبت سے قلب (دل) کو بھرپور اور سرور پاتا ہوں۔ حق تعالیٰ نے دنیا ہی میں جنت عطا فرمادی ہے۔ حق تعالیٰ کی محبت میں جو راحت محسوس ہوتی ہے اور کسی چیز میں وہ لذت نہیں۔

(۲)...... رضا بر قضاء کی دولت عطا فرما کر حق تعالیٰ نے دُنیا کی تمام کلفتوں (تکلیفوں) کا علاج فرمادیا۔ (حوالہ بالا ص243)

ع جس دل پہ خدا کی رحمت ہو اس دل کی یہ حالت ہوتی ہے
اِک بار خطا ہو جاتی ہے سو بار ندامت ہوتی ہے

تحریر از: مولانا حافظ محمد طیّب زاہد اعوان صاحب، سیالکوٹ

مخدوم مکرّم حضرت صوفی صاحب دامت برکاتہم کی زندگی میں سوانح حیات لکھی جارہی ہے اس کے متعلق میرے ساتھ پیش آنے والا واقعہ عرضِ خدمت ہے۔

جولائی 2005ء میں دورانِ تعلیم (دورۂ حدیث شریف) حکومتِ پاکستان نے مجھے ناجائز بے گناہ گرفتار کرکے 3 ماہ کے لیے ڈسٹرکٹ جیل سیالکوٹ منتقل کرکے میری ملاقات پر بھی پابندی لگادی۔ اکتوبر 2005ء اللہ ربّ العزّت نے باعزّت طریقہ سے فضل وکرم کا معاملہ فرماتے ہوئے رہائی نصیب فرمادی۔

ایّامِ گرفتاری میں جامعہ اشرفیہ میں اسباق جاری تھے اور ماہِ اگست 2005ء میں جامعہ کے سالانہ امتحان بھی تھے بوجہ گرفتاری شریک نہ ہوسکا۔ جیل میں صرف اسباق کے ضائع ہوجانے کا خوف رہتا تھا، بالخصوص حضراتِ شیوخ کی رُوحانی مجالس، برکات کی محرومی کا ہر وقت احساس رہتا، اسی بناء پر نادم ہوتا اور اللہ تعالیٰ سے حضراتِ شیوخ کے اسباق میں شرکت کی برکت سے دُعائیں کرتا رہا، یا اللہ! محرومی دور فرما۔ اللہ ربّ العزّت نے کرم فرمایا کہ جیل کی کال کوٹھری میں جہاں آسمان بغیر سلاخوں کے نظر نہیں آتا تھا خواب میں اللہ تعالیٰ نے کئی اسباق بالخصوص حضرت صوفی صاحب دامت برکاتہم سے کئی اسباق کثرت سے خواب میں پڑھے۔ اتنی روحانیت نصیب فرمائی کہ جیل میں قید تنہائی کا احساس ختم ہوا الحمدللہ رمضان المبارک میں 13 پارے منزل بھی جیل میں سنائی (بعد میں رہائی ہوگئی)۔

حضرت صوفی صاحب سے خواب میں اسباق پڑھنے کی برکت سے میری مشکلات ایسی آسان ہوئی کہ مشکلات مشکلات ہی نہ رہیں۔ حضرت سے خواب میں اسباق پڑھنے کی بدولت پورا عرصہ جو جیل میں گزرا الحمدللہ انتہائی تسلّی وتشفّی کا سبب بنا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت صوفی صاحب دامت برکاتہم
کی برکات حاصل کرنے کی توفیق دیں۔

آمین ثم آمین

یارب العالمین

تحریر از: مولانا عبدالرحمٰن بن حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب مدظلہ

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ کَمَااَنْتَ اَھْلُہٗ وَلَکَ الشُّکْرُ کَمَااَنْتَ اَھْلُہٗ وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَمَااَنْتَ اَھْلُہٗ

حضرت والد صاحب مدظلہم العالی کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی خصوصیات سے نوازا ہے۔ اور بلاشبہ حضرت والد صاحب مدظلہ العالی حضرت حکیم الاُمّت مجدّد الملت مولنا شاہ محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے سلسلہ کے روشن چراغ ہیں بہت سی ضروری باتیں سوانح میں آچکی ہیں۔ الحمدللہ بندہ نے جو چند خاص نمایاں صفات آپ کی زندگی میں محسوس کیں وہ تحریر کررہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس کو بندہ اور ہر قاری کے حق میں نفع بخش بنادیں۔ آمین ثم آمین یاربّ العالمین

حکیم الاُمت رحمہ اللہ کی تعلیمات سے والہانہ محبت:

یہ بات کسی خاص وعام سے مخفی نہیں ہے کہ والد صاحب کو اللہ تعالیٰ نے حضرت حکیم الأمت مجدّد الملّت کے سلسلے کی ترویج واشاعت میں حریص بنایا ہے۔ تمام متعلقین اور تلامذہ اوراہل وعیال کو ہمیشہ حضرت حکیم الاُمّت کے مواعظ وملفوظات وکُتب کے دیکھنے کی ترغیب دیتے رہتے ہیں اور اکثر یہ فرمایا کرتے ہیں کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے یہ جو خصوصیت دی تھی کہ جو بات بھی بیان فرماتے وہ شائع ہوجاتی اور دور دراز تک پہنچ جاتی تھی یہ ایسی کرامت تھی جو شاید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی بزرگ کو حاصل نہ ہوئی ہو۔ یہ حضرت کے اخلاص اور قبولیت کی وجہ سے تھا اور حضرت کے مواعظ میں الہامی باتیں ہوتی ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت مفتی محمد حسن صاحب امرتسری رحمہ اللہ کے ہاں حضرت تھانوی رحمہ اللہ امرتسر تشریف لائے تو بہت سے ملفوظات ارشاد فرمائے، حضرت مفتی صاحب نے ارشاد فرمایا کاش! کوئی لکھنے والا ہوتا تو اِن ملفوظات کو قلم بند کرلیتا۔ چندروز کے بعد کیا دیکھتے ہیں سبحان اللہ! کہ وہ ملفوظات شائع ہوچکے ہیں اس طرح کہ کسی صاحب نے حضرت کی باتوں کو زبانی یاد کر کے قلم بند کرنے کے بعد شائع بھی کرادیا، یہ حضرت حکیم الاُمّت کی عجیب وغریب برکت تھی۔

چناں چہ والد صاحب نہ صرف حضرت حکیم الاُمّت کی تعلیمات سے تعلق رکھنے والے بلکہ اس کا عملی نمونہ ہیں۔ جس کا ہر شخص بخوبی اندازہ کرسکتا ہے۔ اور اکثر یہ اپنے بیانات کے اندر بھی ذکر

فرماتے ہیں کہ میری تو کایا ہی (یعنی دین کی طرف آنا) حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے مواعظ سے پلٹی ہے۔ بہت سے لوگ جب بغرضِ ملاقات یا زیارت والد صاحب کے پاس دور دراز سے آتے ہیں تو ان کو اکثر یہ نصیحت فرماتے ہیں کہ حضرت حکیم الاُمّت مجدّد الملّت تھانوی رحمہ اللہ کے مواعظ روزانہ بلاناغہ پڑھو، وہ سراپا نصیحت ہیں، وہ نور ہی نور ہیں۔ ساری زندگی حضرت حکیم الامّت ہی کے ارشادات کی ترویج وتعلیم میں خرچ کردی۔ اس سے حضرت صوفی صاحب مدظلہم کا حضرت تھانوی کی تعلیمات سے عشق کا اندازہ فرمالیں۔ ابھی تک از خود بھی حکیم الأمت کے مواعظ اہتمام اور توجّہ سے پڑھتے ہیں۔

مثالی تواضع:

حکیم الأمّت مجدّد الملّت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے سلسلے کے بزرگوں میں ایک اہم اور خصوصی صفت ''تواضع'' کی پائی جاتی ہے۔ خود حضرت تھانوی اتنے بڑے محقق اور جامع المجد دین ہونے کے باوجود یوں فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنے آپ کو ہر مسلمان سے فی الحال اور ہر کافر سے فی المآل (آئندہ کے اعتبار سے) کم تر سمجھتا ہوں۔ اور ایک بار یوں بھی ذکر فرمایا کہ میں روزے سے ہوں بقسم کہتا ہوں تم باور کروگے کہ مجھ کو اپنے سے زیادہ دنیا میں کوئی حقیر نظر نہیں آتا۔ الحمدللہ یہ صفت حضرت تھانوی کے متوسلین میں بھی اعلیٰ درجہ کی پائی جاتی ہے۔

چناں چہ حضرت والد صاحب بھی ہمیشہ نام ونمود سے بہت دور رہتے ہیں اور جہاں ذرا سا شبہ بھی نام ونمود کا پایا جاتا ہے اس سے بہت بچتے ہیں ہمیشہ اپنے آپ کو مٹایا۔ کئی مواقع پر بعض حضرات نے مساجد اور اداروں کے نام آپ کے نام پر رکھنا چاہے اور پوچھا تو اس پر فرمایا کہ میرے نام کے بجائے حکیم الأمّت مجدّد الملّت رحمہ اللہ کے نام مبارک پر رکھ لو یا حضرت مفتی محمد حسن صاحب (حضرت کے شیخ) کے نام پر رکھ لو۔ اور اپنی ذات کے لیے تکلیف برداشت کر لیتے ہیں لیکن تواضع کا اس قدر اہتمام کرتے ہیں جو اہلِ نظر سے مخفی نہیں۔

اب گھٹنوں کے عذر سے پہلے اپنا جوتا کسی سے نہ اُٹھواتے اور اگر کوئی اصرار کر کے اُٹھا ہی لیتا تو اس سے فرماتے کہ بتاؤ تمہارا جوتا کہاں ہے؟ وہ میں اُٹھا لیتا ہوں اور یوں بھی فرماتے کہ دوسرا اگر جوتا اُٹھائے اس سے تکبر کا کرنٹ بھی لگ سکتا ہے کہ میں اتنا اعلیٰ ہوں کہ لوگ میرے جوتے اُٹھاتے ہیں۔ اس شائبۂ تکبر سے بھی ہمیشہ بچنے کا خاص اہتمام فرماتے اور عملاً اپنی وجہ سے کسی دوسرے کو تکلیف دینا گوارا نہ فرماتے۔ ہمیشہ اپنے آپ کو چھپانے کی

کوشش کرتے اور اگر کوئی کمال آپ موصوف کی طرف منسوب کر بھی دیتا تو اس پر یوں فرماتے کہ یہ آپ کا خیال ہے، بندہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے، اور کبھی یوں فرماتے کہ یہ عطاء اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، غرض اس میں اپنی ہمیشہ نفی ہی فرماتے، یہ تواضع کا اعلیٰ درجہ ہے۔

اور حضرت حکیم الاُمّت کا فرمان بھی ذکر فرماتے کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا فرمان ہے عُجب (خود بینی) سے کوسوں دور رہو۔ اس ملفوظ پر حضرت صوفی صاحب مدظلہ بحمداللہ تعالیٰ عمل پیرا ہیں۔ اور اپنے احباب کو بھی ہمیشہ اسی کی تلقین فرماتے ہیں۔

تکبر سے نفرت:

اپنی مجالس میں اکثر فرماتے ہیں کہ اس راستے (اللہ تعالیٰ کا راستہ) میں سرفروشوں کی سرداریاں ہیں۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ اسے بلند کرتے ہیں جو اپنے آپ کو دل سے حقیر سمجھتا ہے اور اپنے متوسلین کو ہمیشہ تکبر کی بُرائی سمجھاتے، اکثر اپنے بیانات اور مجالس میں فرماتے رہتے ہیں کہ تکبر اللہ تعالیٰ کو بہت ناپسند ہے۔ اور تکبر کفر کے بعد سب سے بڑا گناہ ہے اور تکبر اللہ تعالیٰ کا مقابلہ ہے۔ سالکین کے امراض میں تکبر ہی ایک ایسا خطرناک مرض ہے جو بہت دیر سے نکلتا ہے۔ اور اس کی اصلاح کے لیے ہمیشہ سلفِ صالحین (بزرگوں) نے مجاہدے، ریاضتیں اور مراقبے اپنے مریدین کو تجویز کیے اور اس کی اصلاح بہت ہی اہم اور ضروری ہے۔

ایک سلسلۂ گفتگو میں حضرت والد صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ جس کا کسی شیخ سے اصلاحی تعلق ہوا اور اس نے تکبر کی اصلاح نہ کروائی اس نے کچھ بھی حاصل نہ کیا۔ اس راستے کا سب سے پہلا قدم بھی "تواضع" ہے اور سب سے آخری قدم بھی "تواضع" ہے۔ تکبر بہت سے روحانی امراض و گناہوں کا سبب بھی ہے۔ خود بھی حرام ہے اور بہت سے حرام امور کا سبب بھی، مثلاً حسد، غیبت، غصّہ، کینہ، لڑائی جھگڑا، گالی گلوچ وغیرہ۔ اکثر یہ بھی فرماتے ہیں کہ عبدیت اور فنائیت و تواضع دل کی صفت ہے۔ صرف زبانی دعویٰ کر دینے سے تواضع پیدا نہیں ہوتی، تکبر کا رذیلہ جو کہ اس راستے میں سم قاتل ہے وہ نہیں نکلتا جب تک کہ حقیقی تواضع دل میں پیدا نہ ہوگئی ہو۔ اور حقیقی تواضع کسی شیخ کامل سے تعلق رکھنے اور اس سے اپنی اصلاح کروانے سے ہی پیدا ہوتی ہے۔ تکبر کی اِصلاح کے لیے شیخ کی راہ نمائی کی اشد ضرورت ہے۔

؎ قال را بگزار مرد حال شو   پیشِ مرد کامل پامال شو

اور عادۃُ اللہ بھی یہی جاری وساری ہے کہ بغیر کسی رہبرِ کامل کے سلوک اور تصوّف کی منازل طے نہیں ہوسکتیں خاص کر جیسے باطنی امراض کی اصلاح بغیر کسی رہبرِ کامل سے تعلق پیدا کیے ممکن نہیں۔

گفتگو میں اعتدال:

حضرت والد صاحب مدظلہ کی گفتگو میں ہمیشہ سے الحمدللہ اعتدال ہے۔ ضرورت سے زائد باتیں، فضول باتیں، فضول نشست وبرخاست سے مکمل پرہیز کرتے ہیں، اور بوقتِ ضرورت مناسب اور حدود کے اندر بات چیت کرتے ہیں، کسی بات میں مبالغہ نہیں فرماتے۔

یہی حکم ہے حدیث شریف میں ﴿ فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْلِيَصْمُتْ ﴾ ہمیشہ میں نے دیکھا کہ اگر ضروری کاموں سے والد صاحب کو فراغت ہوگئی تو اپنی جیب میں چھوٹی تسبیح رکھی ہوئی ہوتی ہے وہ نکال کر پڑھنا شروع کردیتے ہیں۔ ذکر وشغل میں مصروف رہتے ہیں یعنی قِلّتِ کلام پر بھی اس طریقہ سے عمل فرماتے ہیں، فضول گوئی سے سختی سے پرہیز کرتے ہیں۔

کسی کی تعریف پر خوش نہ ہونا:

اگر کوئی والد صاحب کے سامنے ان کی مدح کرتا تو اس سے خوش نہ ہوتے اور اگر وہ اصرار کرتا تو اس پر یوں فرماتے کہ یہ آپ کا خیال ہے بندہ ایسا نہیں ہے۔ اپنے کسی کمال کو اپنا ذاتی کمال نہ سمجھتے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی عطاء اور فضل وکرم سمجھتے اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ اور اہل اللہ کا حقیقت میں یہی طرز ہوتا ہے کہ وہ کسی اپنے کمال کو اپنی طرف منسوب نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ یہی علامت ہے شکر کی۔

حضرت حکیم الاُمّت نے فخر اور شکر میں یہی فرق بیان فرمایا ہے کہ شکر خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا ہے اور فخر اپنی طرف۔

دوسروں کی مدح وذمّت میں اعتدال:

اگر کسی کی تعریف بھی کرتے تو اعتدال کے دائرہ میں رہتے ہوئے کرتے اور اگر کسی سے ناخوش ہوتے مثلاً کسی شاگرد یا مرید کو کسی معاملہ میں تنبیہ کرنا ہوتی تو اس کو احسن طریقہ سے سمجھادیتے۔ اس کی تذلیل نہ فرماتے اور کسی کی برائی میں بھی اعتدال سے کام لیتے ہیں حد سے آگے تجاوز نہیں کرتے۔

یہی اولیاء اللہ اور راسخین فی السلوک کا ہمیشہ طریقہ رہا ہے۔ بحیثیت صدرِ جامعہ

(عبداللہ بن عمر) ہونے کے کسی ملازم کو معزول بھی کرتے تو نہایت احسن طریقہ سے کرتے۔ سختی اور تُرش روئی، بے جا زیادتی سے منع فرماتے ہیں۔حتی کہ اپنے مخالفین کی ممانعت کا جواب بھی سختی سے نہیں دیتے۔ الغرض ایسے تمام معاملات شریعت وسنت کے دائرے کے اندر رہتے ہوئے سرانجام دیتے اور ہمیشہ دوسروں کو بھی تلقین فرماتے۔ اتباعِ سنّت کا یہ عملی نمونہ آپ کے اندر دیکھنے میں آیا ہے۔

فنافی الشیخ کی شان:

حضرت حکیم الاُمّت مجدّ دالملّت تھانوی رحمہ اللہ کی تعلیمات میں سے ایک یہ بھی کہ مرید کا اپنے شیخ سے تعلق مردہ بدستِ زندہ کی مانند ہونا چاہیے۔

ع یک را گیر و محکم گیر

کہ جب تک آپ کے مشائخِ طریقت حیات تھے آپ ہر کام اُن کی مشاورت سے کرتے جیسے فرماتے ویسے ہی کرتے، اپنی رائے کو بالکل دور رکھتے تھے۔ اور یہ شان حضرت موصوف کے شیخ حضرت مفتی حسن صاحب امرتسری رحمہ اللہ میں بھی بدرجۂ اتم پائی جاتی تھی۔

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ حضرت حکیم الاُمّت تھانوی رحمہ اللہ کے سچے عاشق تھے۔ جب حضرت مفتی صاحب نے حضرت تھانوی رحمہ اللہ کو دیکھا تو پہلی نگاہ میں فرمایا: عجیب ہیں، عجیب ہیں مولنا تھانوی بھی عجیب ہیں، دل سے بار بار یہ کہا، پھر دل کی بات زبان پر آ گئی یہاں تک کہ آخری سانس تک یہ فرماتے رہے عجیب تھے حضرت تھانوی عجیب تھے، بلکہ عجیب وغریب تھے۔ اپنی پہلی ملاقات میں جب حضرت تھانوی سے ملے تو بقول عارف باللہ حضرت اقدس ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب نوّر اللہ مرقدہ غالباً سب سے پہلے جو امتحان ہوا وہ یہ تھا کہ حضرت تھانوی کو جب علم ہوا کہ حضرت مفتی صاحب کے دو گھر ہیں (آپ کی دو اہلیہ ہیں) تو فرمایا کہ مجھے اطمینان کراؤ کہ دونوں گھر آپ کے خوش ہیں۔

حضرت مفتی صاحب فرماتے ہیں اس بات پر چھ ماہ صرف ہوئے، کبھی ایک گھر اور اس کے متعلقین سے لکھوا کر لے جاتا تھا اور کبھی دوسرے گھر سے کہ ہم ان سے خوش ہیں۔

حضرت تھانوی فرماتے ہیں کہ ابھی میری تسلی نہیں ہوئی۔ چھ ماہ کے بعد اس آزمائش اور امتحان میں کامیابی ہوئی۔ اس کامیابی کے بعد معاملہ ختم نہیں ہوگیا بلکہ آپ کو مزید آزمائشوں

سے گزرنا پڑا۔ ان میں سے ایک یہ تھی کہ آپ کا عربی لہجہ درست نہیں ہے، لہٰذا کسی قاری کے پاس رہ کر قرآن حکیم کی مشق کیجئے، یہ آزمائش پہلے سے زیادہ سخت تھی، لیکن حضرت مفتی صاحب تو ''انا'' ختم کر گئے تھے، ''انا'' نام کی تو کوئی چیز آپ میں نہیں تھی، خودرائی تو رائی کی طرح ختم ہو چکی تھی۔

حضرت مفتی صاحب نے حضرت حکیم الاُمّت کے ارشادِ گرامی پر سرِ تسلیم خم کر دیا اور واپس آ کر حضرت قاری رحیم بخش صاحب کے ہاں لہجہ کی درستگی فرمائی (جو کہ آپ کے شاگرد یا مرید تھے)، اس طریقہ سے حکیم الاُمّت کے ارشاد کی تعمیل کی۔

اس آزمائش میں پورا اُترنے کے بعد ایک اور امتحان لیا۔ وہ یہ کہ حکم فرمایا کہ حنفی مسلک کے کسی جیّد عالم سے دوبارہ دورۂ حدیث پڑھیے۔ گویا اب تک جو پڑھا تھا وہ سب نا تمام قرار پایا یہ ایسا امتحان تھا کہ حضرت مفتی صاحب جیسا طالبِ صادق ہی برداشت اور پورا کر سکتا تھا۔ اس وقت یہ کون جانتا تھا کہ ہر آزمائش پر صرف طلب کا امتحان لیا جا رہا ہے بلکہ ساتھ ہی تکمیل کے دروازے بھی کھولے جا رہے ہیں۔ چناں چہ بے چوں و چرا حضرت مفتی صاحب نے اس شرط کو بھی مان لیا اور دورۂ حدیث کے لیے امام العصر محدّثِ کبیر حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی خدمت میں دیوبند تشریف لے گئے۔

اب حضرت حکیم الاُمّت نے آخری شرط یہ لگا دی کہ مجھ سے اصلاح کی درخواست بعد میں کریں پہلے حضرت مولنا حکیم مصطفیٰ بجنوری قدس سرہ سے خط و کتابت کریں جب کم از کم 25 مرتبہ مکاتبت ہو چکے تو تمام خطوط مجھے دکھائیں تا کہ صلاحیت اور مناسبت کا اندازہ لگایا جا سکے، اور محبت کی شرط بھی فنافی المحبوب (شیخ) ہوتی ہے۔ مختلف شرائط پیش کر کے محبت کے اس خلوص کو دیکھا جا رہا تھا کہ کہاں تک طلبِ صادق کا جذبہ ہے، لیکن اس قدر طلبِ صادق کہ تمام شرائط کی تکمیل کے لیے دل و جان سے رضامند ہو گئے یہ تو حضرت صوفی صاحب مدظلہ العالی کے شیخِ اوّل کا حال تھا۔

محبتِ شیخ

حضرت صوفی صاحب مدظلہ اپنے شیخِ ثانی حضرت حاجی محمد شریف صاحب رحمہ اللہ کے بارے میں لکھتے ہیں...... حضرت والا میں حُبِّ شیخ (شیخ کی محبت) کی شان بہت نمایاں تھی۔ سالک کی

ترقی کے لیے "حُبِّ شیخ" بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔

بعض زاہدانِ خشک یہ وہم کر لیتے ہیں کہ یہ توحید اور تعلق مع اللہ کے خلاف ہے، اُن کا یہ خیال کم علمی پر مبنی ہے، کیا یہ حدیث پاک میں نہیں ہے کہ تم اس وقت تک مؤمن نہ ہو گے جب تک مجھ سے محبت اپنے ماں باپ اور اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ نہ ہو۔ (مشکوٰۃ) تو کیا حُبِّ رسول بھی حُبِّ حق کے خلاف ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ جو محبت اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا ذریعہ ہے وہ حُبِّ حق کا شعبہ ہے، وہ حُبِّ حق ہی کا ذریعہ ہے، اور شیخ کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا ذریعہ ہے۔

عارف باللہ حضرت حاجی محمد شریف صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک خط کے جواب میں خطرہ تھا کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ ناراض ہو جائیں گے۔ تو اسکول میں پڑھانے کے لیے کھڑا ہوتا غم سے گرنے لگتا (حضرت حاجی صاحب اسکول ٹیچر تھے) تو کچھ دیر دوسرے کمرہ میں جا کر آرام کرتا پھر آتا، پھر گرنے لگتا پھر چلا جاتا اور آرام کے بعد آتا۔ یہ عشق کے آثار میں سے ہے کہ محبوب کی ناراضگی کا احتمال بھی ناقابلِ برداشت ہوتا ہے۔

حضرت صوفی صاحب اور حُبِّ شیخ:

حضرت والد صاحب مدظلہ بھی اسی طرح اپنے مشائخ سے بے انتہاء محبت اور والہانہ جذبۂ اطاعت وعقیدت رکھتے تھے۔ اور اپنے مشائخ کی زندگی میں "یک راگیر ومحکم گیر" کا عملی نمونہ تھے۔ جب تک آپ کے مشائخ حیات تھے آپ ہمیشہ ان کے پاس آنے جانے اور خط وکتابت کا اہتمام شوق وذوق سے رکھتے۔ اور اُن حضرات کی زندگی میں کسی اور کی طرف توجہ نہ کرتے۔ جتنا عرصہ آپ کے مشائخ بقیدِ حیات تھے آپ مسلسل اُن کی خدمت میں حاضری دیتے، اور اُن کے حکموں پر دل وجان سے ہمیشہ عمل کرتے۔

حُبِّ شیخ اور فنافی الشیخ کا بخوبی اندازہ اسی قصہ سے کیا جاسکتا ہے کہ حضرت صوفی صاحب خود لکھتے ہیں (فیوض الاکابر مطبوعہ میں) کہ جب احقر کے شیخِ اوّل حضرت مفتی محمد حسن صاحب امرتسری رحمہ اللہ کا وصال ہوا تو احقر پر صدمہ کا گویا ایک بہت بڑا پہاڑ گرا، خود شیخ کی وفات بہت بڑا حادثہ پھر احقر کو اطلاع بھی تقریباً ایک ہفتہ بعد ہوئی۔ اس پریشانی میں احقر کو ہر طرف اندھیرا نظر آتا تھا ایسی حالت میں احقر نے درد بھرا خط حضرت حاجی شریف صاحب

(خلیفہ حضرت حکیم الأمّت) کی خدمت میں لکھا اور اپنے دُکھ کی کہانی بیان کی اور نہایت عاجزی سے تعلیم وتربیت کی درخواست پیش کی۔ حضرت والا نے نہایت شفقت وعنایت سے قبول فرمالیا اوراس صدمہ میں صبر کی تلقین فرماتے رہے۔اوراحقر کبیر والا سے ملتان بہت جلدی جلدی حاضر ہوتا رہا ،حتیٰ کہ محدود عرصہ میں حضرت والا کی برکت اور مخلصانہ سعی (اصلاح کی کوشش) سے احقر کی طبیعت اعتدال پر آ گئی۔اصلاحی تعلق قائم کرنے کے بعد مولائے کریم نے 24 سال احقر کو حضرت والا سے استفادہ کا بے بہا موقع عطا فرمایا۔ ہر قدم پر کامل راہ نمائی نصیب ہوئی۔بارہا آزمایا جب کوئی پریشانی، مصیبت، حادثہ پیش آتا انتہائی شفقت اور دل سوزی سے ایسے ایسے ارشادات فرمائے کہ زخموں پر شفقت کو غالب کردیا۔ایک دفعہ ایک حادثہ میں احقر کا کچھ نقصان ہوگیا تو خط کے جواب میں یہ شعر تحریر فرمایا۔

خدا گر بحکمت ببندد درے بفضلش کشاید درے دیگرے

”اگر اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے ایک دروازہ بند کرتے ہیں تو اپنے فضل سے دوسرا دروازہ کھول دیتے ہیں“۔یہ شعر احقر کے سینے میں ایسا گڑ گیا کہ ہر مصیبت اور تکلیف میں فوراً یہ شعر یاد آجاتا ہے اور انتہائی سکون نصیب ہوجاتا ہے۔مصائب میں کثرت سے حضرت والا سے سُنا کہ حق تعالیٰ کے حاکم اور حکیم ہونے کا مراقبہ کرنے سے عقلی غم دور ہوجاتا ہے اور طبعی غم کے دور ہونے کی کوئی تدبیر نہیں وہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ آہستہ آہستہ دور ہوجاتا ہے۔

حضرت حاجی محمد شریف صاحب کا حضرت صوفی صاحب مدظلہ سے خاص تعلق اور حضرت کی قدر دانی:

حضرت صوفی صاحب مدظلہ اپنے شیخ کی سوانح میں تحریر فرماتے ہیں، کہ حضرت حاجی صاحب کی شفقت کی انتہا یہاں تک پہنچی کہ ایک نوازش نامہ میں احقر کے ایک خط کے جواب میں احقر کے لیے ”جان سے زیادہ عزیز“ کا لفظ تحریر فرمادیا اس شفقت کے اظہار کے لیے احقر کے پاس الفاظ نہیں ہیں۔

احقر ان کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتا ہے، اور احقر نے یہ وصیت لکھ دی ہے کہ اس خط کو جلا کر احقر کے ساتھ دفن کردیا جائے۔حضرت والا کو دِکھا کر اِن شاء اللہ سفارش کروں گا۔اور یہ سفارش کا طریقہ بھی حضرت والا ہی سے سیکھا ہے۔حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت حکیم الأمّت

نے ایک خط کے جواب میں تحریر فرمایا تھا کہ آج معافی کی جگہ کوئی فرمائش کی ہوتی۔ حضرت والا نے وصیّت فرمائی کہ اس خط کو جلا کر میرے ساتھ دفن کر دیا جائے، قیامت کے دن سفارش کروں گا۔ چناں چہ اس وصیت پر عمل بھی ہو چکا ہے۔ اس خط کو جلا کر حضرت حکیم الاُمت ہی کے دیئے ہوئے رومال میں لپیٹ کر حضرت حاجی صاحب کی گردن مبارک کے نیچے رکھ دیا گیا۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ. عجیب تعلق تھا اور حضرت صوفی صاحب کی بھی عجیب قدر دانی۔

حضرت والد صاحب مدظلہ اکثر فرماتے ہیں کہ عادۃُ اللہ یہی جاری ہے کہ بلا شیخ وصول الی اللہ (اللہ تعالیٰ تک رسائی) نہیں ہوتا۔

بے رفیقے ہر کہ شد در راہِ عشق　　عمر بگذشت و نشد آگاہِ عشق

نیز آپ موصوف اپنے شیخ حضرت حاجی صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ہر ہر کمال میں حضرت کی شان عجیب تھی، حضرت والا عجیب تھے، حضرت والا کی ہر ہر ادا عجیب تھی۔ اور اصلاحِ باطن کا اُصول بھی یہی ہے کہ پہلے خوب جستجو سے شیخ تلاش کرے، جب شیخِ کامل مل جائے تو پھر سب طرف سے آنکھیں بند کر لے ورنہ فیض نہ ملے گا۔ اس کو تصوّف کی اصطلاح میں ''وحدت مطلب'' کہتے ہیں اور ''یک گیر و محکم گیر'' سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ غرض یہ کہ حضرت صوفی صاحب نے اس مقولہ کا عملی نمونہ بن کر دکھایا کہ مرید کو اپنے شیخ سے کس انداز سے محبت اور کیسا تعلق ہونا چاہیے۔ اعتماد و انقیاد کے لحاظ سے بھی مرید کا کیا حال ہو، کس طرح اپنے حالات کی شیخ کو اطلاع اور اس کے حکم کی اتباع ہو۔

اپنی وسعت سے زیادہ کا تحمّل نہ کرنا:

حضرت والد صاحب مدظلہ میں ایک نمایاں صفت یہ دیکھی کہ حدیث شریف میں ہے کہ آدمی کے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنے نفس کو ذلیل کرے، صحابہ نے پوچھا کیسے ذلیل ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا یَتَحَمَّلُ مِنَ الْبَلَاءِ مَا لَا يُطِيْقُ بِهٖ یعنی اپنے ذمّہ وہ چیزیں لے لیتا ہے جس کے تحمل (برداشت) کی طاقت نہیں رکھتا۔ اس حدیث شریف کی روشنی میں حضرت والد صاحب کے اندر عملی طور پر یہ خوبی دیکھی کہ وہ خود بھی ہمیشہ اپنے ذمّے میں اتنا ہی کام لیتے جتنا آسانی سے نباہ سکیں اور ہمیشہ دوسروں کو اور اپنے اہل و عیال و متعلقین کو بھی یہی ترغیب دیتے کہ کام وہی اپنے ذمّہ

میں رکھو جس کا انسان تحمّل کر سکے۔ اور جس کام کو اپنے ذمّہ میں رکھتے اس کو پوری لگن اور دلچسپی سے سرانجام دیتے اور یہی اکابر کا طرزِ مبارک رہا ہے جس پر والد صاحب سختی سے کاربند رہے اور ہیں۔

نظم وضبط و پابندی اوقات:

حضرت والد صاحب کی زندگی نظم وضبط اور اوقات کی پابندی کے لحاظ سے ہمیشہ ضرب المثل رہی ہے۔ بندہ نے حفظِ قرآن سے لے کر معقولات ومنقولات کی اکثر کتب میں بحمد اللہ والد صاحب سے بہت استفادہ کیا۔ بندہ نے اپنی اس ساری زندگی میں ان کو ہمیشہ ہر کام بروقت کرتے ہوئے پایا۔ باوجود کبرِ سنی اور ضعف (ودیگر اعذار کے) کے ہمیشہ اپنے معمولات دائمیہ کو بھی بروقت ادا کرنے کا خاص اہتمام رکھا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت حکیم الاُمّت مجدّد الملت تھانوی نور اللہ مرقدہ کے متوسلین اور سلسلے سے منسوب بزرگوں کے اندر نظم وضبط کی جو نمایاں شان رکھی ہے وہ محض فضلِ باری اور خاص نعمت ہے۔ جو کہ مثالی ہے اور کسی ادنیٰ توجّہ کرنے والے سے یہ مخفی نہیں ہے۔ والد صاحب کی پابندی وقت سے متعلق اتنے واقعات ہیں کہ ان کا شمار اس مختصر تحریر میں ممکن نہیں ہے بہت سے واقعات سوانح کے ضمن میں آچکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان کے صحیح نقشِ قدم
پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔
آمین ثم آمین

تحریر از: مولانا مجیب الرحمٰن صاحب
(ڈیرہ اسماعیل خان)

ایک دفعہ حضرت (صوفی صاحب) سے پوچھا کہ مچھر کے ڈسنے پر مچھر جسم پر مرا
اور خون جسم پر رُک گیا..... تو پوچھا کہ وضو ٹوٹ گیا یا نہیں؟
حضرت جی نے فرمایا......
کہ مچھر کا وضو ٹوٹ گیا آپ کا نہیں۔

حضرت مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی صاحب مدظلہ کے ارشادات

تحریر از: جناب محمد رفیع صاحب، پشاور

چند ماہ قبل یہاں پشاور شہر میں عارف باللہ حضرت حاجی ظفر اللہ صاحب مدظلہم کے مکان پر حضرت اقدس مولنا مفتی محمود اشرف عثمانی صاحب دامت برکاتہم (اُستاذ الحدیث، دار العلوم کراچی) کی آمد کی اطلاع ہوئی، احقر بھی شرف ملاقات کے لیے خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ حضرت حاجی ظفر اللہ صاحب نے احقر کا تعارف حضرت مفتی صاحب مدظلہم سے کرایا کہ ان (رفیع) کا حضرت صوفی محمد سرور صاحب دامت برکاتہم سے اصلاحی تعلق ہے، یہ سُن کر بہت مسرور ہوئے۔ پھر انہوں نے اپنے متعلق جامعہ اشرفیہ سے وابستگی اور شیوخ کا ذکرِ خیر شروع کر دیا کہ تقریباً کافی عرصہ جامعہ اشرفیہ لاہور مدرّس رہے۔ بر سبیل گفتگو حضرت مرشد مدظلہم کے چند واقعات ادائے حقوق کے سنائے، جو احقر کے ذہن میں محفوظ رہے۔

احقر ناکارہ کی نالائق اور نااہلی ہے کہ ایسے موقع پر یہ قیمتی موتی پیش کر رہا ہوں کہ غالباً حضرت اقدس کی سوانح عمری شاید طباعت کے مراحل میں داخل ہو چکی ہو۔ تاہم احقر نادم کو خیال ہوا کہ چلو پیش تو کر دو شاید حضرت صاحبزادہ صاحب مناسب خیال فرماویں تو کتاب ہذا کی ترتیبِ ابواب میں ادائے حقوق کے گلشن کی لڑیوں میں پرودیں۔

(۱) واقعہ: ایک دفعہ حضرت کی صاحبزادی جن کی شادی ہو چکی تھی اور حضرت کے ہاں تشریف لائی ہوئی تھی تو انہیں ان کے سسرال چھوڑنے (حضرت) خود ہی سائیکل پر پیچھے بٹھا کر لے جا رہے تھے۔ حضرت کی صاحبزادی صاحبہ ٹوپی والا بُرقعہ اوڑھے ہوئے تھیں۔ حالاں کہ وہ گھر (غالباً) ملتان روڈ پر کسی دور جگہ) چھوڑنے جا رہے تھے۔ (فرمایا مفتی صاحب نے) آج کل معاشرہ میں اس کو معیوب سمجھتے ہیں کہ والد ساتھ بچی کے جائے۔ اس واقعہ سے فکر و اہتمام ادائے حقوق کا ہوتا ہے۔

(۲) واقعہ: فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت کے ہمراہ اُن کی ممانی کے گھر جانا ہوا (فرمایا) شاید ممانی صاحبہ پردہ نہ کرتی ہوں گی، تو یوں ہی بیٹھک میں آئیں، اور کہا سرور! میں تو پردہ نہیں کرتی، تو حضرت ہنس دیئے اور فوراً سر مبارک اور چہرہ پر رومال دیا اور فرمایا لیکن میں تو پردہ کرتا ہوں (فرمایا

حضرت مفتی صاحب نے) کہ اگر کوئی اور خشک ہوتا فوراً غصّہ ہو جاتا لیکن اس موقع پر حضرت والا نے پردہ بھی کیا۔ اِس سے حضرت والا کا ادائے حکمِ شریعت اور ادائے حق العبد معلوم ہوا۔

(۳) واقعہ: فرمایا کہ ایک دفعہ میرا حضرت اقدس کے گھر جانا ہوا تو دیکھا کہ تینوں بچوں (مولنا شفیق الرحمٰن صاحب، مولنا محمد عتیق الرحمن صاحب، مولنا عبدالرحمٰن صاحب) کو سبق پڑھا رہے تھے۔ حضرت سے گفتگو کے دوران میں نے حضرت سے کہا کہ حضرت آپ نے کوئی کتاب تالیف نہیں کی؟ مسکرا دیئے اور فرمایا میں تین کتابیں تالیف کر رہا ہوں۔ اِشارہ اپنے برخورداران کی طرف تھا جو بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ تالیف کا کام تو بہت ہو رہا ہے، گویا حضرت نے کہہ دیا کہ کتابیں تو ہر کوئی لکھ رہا ہے لیکن تربیتِ اولاد بھی ایک اہم کام ہے۔

تحریر از: مولنا محمود الحسن کرویال صاحب، اٹک

مولنا محمد انور صاحب خطیب جامع مسجد نور مصطفیٰ آباد (دھرم پورہ) لاہور دورۂ حدیث میں ہمارے ہم سبق تھے۔ مولنا محمد انور صاحب ضلع سرگودھا کے رہنے والے ہیں وہ جب چھٹی جاتے تھے تو اپنے ساتھیوں کے لیے اپنے گاؤں سے دیسی گھی لایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت صوفی صاحب نے بھی ان سے غالباً دو کلو گھی منگوایا تھا۔ مولنا محمد انور صاحب نے ہم سے بیان کیا ہے کہ میں جب حضرت صوفی صاحب کے گھر گھی دینے کے لیے گیا تو میں نے عرض کیا کہ حضرت یہ دو کلو گھی ہے۔

حضرت صوفی صاحب نے فرمایا جتنا بھی ہے ہم یہ اِتنے روپے کا لیتے ہیں اور پیسے بندہ کو پکڑا دیئے اور فرمایا مولوی صاحب پریشان نہ ہونا میں نے یہ بات اس وجہ سے کہی ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ یہ دو کلو گھی ہے پھر اس کا وزن کرنا ہمارے ذمّہ ضروری ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ اس برتن میں جو گھی ہے وہ ہم اتنے روپے کا لیتے ہیں تو پھر بلا وزن کیے بھی معاملہ دُرست ہے۔ یہ حضرت کے معاملات میں احتیاط کی تعلیم بھی تھی۔

اللہ تعالیٰ حضرت صوفی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی تمام تعلیمات پر
ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

تحریر از: جناب حافظ محمد اعظم صاحب، لاہور

شیخ کی محفل کا مزہ بڑھتا چلا گیا:

جب میں حفظ میں پڑھتا تھا تو میں حضرت مولنا مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب رحمہ اللہ اوران کے بیٹے حضرت مولنا مفتی عبدالقدوس ترمذی صاحب مدظلہم سے حضرت صوفی محمد سرور صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے تذکرے سنتا تھا تو دل میں یہ محبت پیدا ہوگئی کہ بس حضرت کی زیارت کرنے کے لیے ساہیوال، سرگودھا سے لاہور جاؤں گا لیکن اسی موقع کی تلاش میں رہا لیکن کوئی موقع نہ ملا جیسے جیسے دن گزرتے گئے دل میں حسرت پیدا ہوتی گئی۔

پھر کیا تھا اللہ نے میری سن لی اور ہم سب گھر والے ساہیوال سے لاہور چلے گئے۔ جب ہم لاہور پہنچے تو چند دنوں بعد جب ہم سارے گھر والے بیٹھے تھے تو علماء کے تذکرے شروع ہوگئے۔ جب حضرت صوفی محمد سرور صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا ذکر آیا تو میں نے پکا ارادہ کیا کہ میں کل جمعہ ہی کو جاؤں گا تو میں نے حضرت قاری راشد محمود صاحب مدظلہم سے پیسے لیے اور جامعہ اشرفیہ کی طرف روانہ ہوگیا۔ جب میں جامعہ اشرفیہ میں داخل ہوا تو دلی مسرّت (خوشی) حاصل ہوئی کہ آج میری دُعا قبول ہوگئی۔ پہلے تو میں سارا مدرسہ گھوما پھرا، پھر جب جمعہ کا وقت قریب ہوا تو حضرت مولنا عبدالرحمن اشرفی صاحب مدظلہ آئے تو حضرت سے سلام کیا اور دُعاؤں کی درخواست کی۔ پھر کچھ دیر بعد گاڑی سے ایک خوب صورت بزرگ نکلے، پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہی حضرت مولنا صوفی محمد سرور صاحب دامت برکاتہم العالیہ ہیں۔ حضرت کو دیکھ کر میرے دل میں جذبات اُٹھنے لگے، حضرت سے بہت مشکل سے سلام کیا اور حضرت کے ساتھ ساتھ ہولیا۔ سردیوں کے دن تھے حضرت کی کرسی دھوپ میں رکھی تھی، حضرت کرسی پر بیٹھ گئے میں بھی کرسی کے ساتھ متصل ہوکر بیٹھ گیا اور حضرت کی کرسی کو پکڑ کر سوچنے لگا کہ اتنے بڑے عالم اوران کے ساتھ کوئی سیکیورٹی نہیں، پھر دل میں کچھ اور خیالات اُبھرنے لگے کہ حضرت کا جلال اتنا ہے تو بیان بھی شعلہ ہوگا۔ حضرت مولنا عبدالرحمن اشرفی صاحب کا بیان ختم ہوا تو اس کے بعد حضرت مولنا عبیداللہ صاحب مدظلہ نے نماز پڑھائی لوگوں سے پوچھا

کہ یہ حضرات کون ہیں؟ کہ ایک حضرت جی نے بیان کیا اور دوسرے حضرت جی نے جماعت کروائی۔ تو بتایا گیا کہ جنہوں نے بیان کیا ہے وہ مولٰنا عبدالرحمٰن صاحب ہیں اور جنہوں نے خطبہ اور جمعہ کی نماز پڑھائی وہ مولنا محمد عبیداللہ صاحب ہیں۔ ان کے متعلق ہی میں نے سُنا تھا کہ یہ وہی حضرت ہیں جنہوں نے اپنی ہر کتاب حضرت مولنا شاہ محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ سے شروع کی ہے تو میں بہت خوش ہوا کہ آج تو مزے ہی آ گئے۔

دعا کے بعد حضرت مولنا صوفی محمد سرور صاحب دامت برکاتہم چلے گئے تو میں بہت پریشان ہوا کیوں کہ میں نے سنا تھا کہ حضرت کا بیان بھی ہوتا ہے پھر میں نے دل کی تسلی کے لیے ایک لڑکے سے پوچھا کہ حضرت مولنا صوفی محمد سرور صاحب کا بیان کب ہوتا ہے؟ تو جواب ملا کہ آپ کو انتظار کرنا پڑے گا تو میں مسجد میں ہی میں بیٹھ گیا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ حضرت عبیداللہ صاحب سے ہی مل لوں تو میں اندر چلا گیا میں نے دیکھا کہ حضرت نماز پڑھ رہے ہیں میں حضرت کے ساتھ جا کر بیٹھ گیا جب حضرت نے سلام پھیرا تو حضرت نے احقر کو محبت کی نظروں سے دیکھا۔ میرے دل میں ان کے چہرہ کی نورانیت کی وجہ سے محبت بیٹھ گئی، حضرت جب دعا سے فارغ ہوئے تو میں نے فوراً حضرت سے سلام کیا اور حضرت کی خیر و عافیت دریافت کی تو حضرت نے الحمدللہ کہہ کر جواب دیا اور مجھ سے بھی میری طبیعت کا حال پوچھا، میں نے وہی کہا جو حضرت نے فرمایا تھا، ایسے ہی کچھ دیر حضرت سے بات ہوئی اور پھر حضرت گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔

پھر کیا تھا بقیہ نماز پڑھی اس کے بعد حضرت صوفی محمد سرور صاحب دامت برکاتہم کا بیان ہوا جس درس گاہ میں حضرت کا بیان ہوتا ہے اس درس گاہ کی طرف لوگ بڑی تیزی سے داخل ہوئے میں ان حضرات کے ساتھ ساتھ ہو لیا۔ اب جہاں حضرت بیٹھے تھے میں وہاں سے کافی مسافت پر تھا میری خواہش تھی کہ کسی طرح حضرت کے قریب آ جاؤں۔ میرے ساتھ اور بھی عالم تھے ہم سب جوتوں پر بیٹھے تھے۔ جب حضرت آئے تو سب کھڑے ہو گئے اور میرے پاس آخری موقع تھا سارے لوگ ادھر اُدھر متوجہ تھے اور میں جلدی سے حضرت کے تخت کے پاس ہو گیا۔ میرے دل میں تو یہ خیال تھا کہ حضرت شعلہ بیان کرتے ہوں گے لیکن جب حضرت نے بیان شروع کیا تو میں نے کہا کہ یہ کیا، حضرت نے ایک کتاب کھولی کہ جس میں

حضرت شاہ محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ملفوظات لکھے تھے۔حضرت نے اس میں سے ایک ملفوظ پڑھا پھر اس کے بعد کتاب بند کر دی اور وعظ نفس کے متعلق تھا۔حضرت نے فرمایا کہ بھئی ! اپنے نفس کو قابو میں رکھو حضرت کا نور ایسا تھا کہ عجیب ہی تھا۔ایک مرید نے آواز لگائی کہ حضرت آواز نہیں آرہی حضرت نے زور سے ایک آواز لگائی کہ اب تو آواز آرہی ہے، تو مرید نے مثبت میں جواب دیا۔

حضرت کا وعظ شروع ہوا حضرت نے فرمایا کہ اپنے نفس کو قابو میں رکھو۔حضرت نے فرمایا کہ ایسا ہونا چاہیے کہ اگر کوئی عورت سامنے سے آرہی ہو اس پر نظر نہ پڑے۔پھر حضرت نے فرمایا کہ عورتوں کا بھی عجیب حال ہے عجیب وغریب لباس پہنتی ہیں یہ تو پاکستان ہے یہاں تو کوئی قانون نہیں جب افغانستان میں طالبان کی حکومت تھی تو وہاں شریعت کے مطابق پردہ ہوتا تھا اور میں تو یہی دُعا کرتا ہوں کہ یا اللہ! افغانستان میں طالبان کی حکومت پھر آجائے۔یہ حضرت کے پہلے بیان کا خلاصہ ہے پھر حضرت نے دعا کروائی اور ساتھ والے کمرہ میں چلے گئے۔ پوچھا کہ یہ کیا وجہ ہے تو معلوم ہوا کہ یہاں مریدوں کے لیے بیان ہوگا میں بھی ساتھ چلا گیا، جب وہاں بیٹھے تو سوال وجواب شروع ہوگئے.....ایک آدمی نے اپنا خواب سنایا حضرت نے فرمایا کہ ایک ہفتہ تکبیرِ اُولیٰ کے ساتھ نماز پڑھو لیکن امام دیوبندی ہو تو اس آدمی نے کہا کہ ایسا ہی کروں گا۔ پھر ایسے ہی جو حضرت کے مرید تھے سوال و جواب کرتے رہے۔مغرب کی نماز کا وقت ہوگیا تو میں گھر کی طرف چل پڑا اور گھر والوں کو سارا واقعہ سُنایا۔ گھر والے بہت خوش ہوئے۔گھر والوں نے میرے اندر تبدیلی دیکھی میں نے بھی محسوس کیا کہ یہ ساری حضرت کی صحبت اور مجلس کا اثر ہے۔اب پھر کیا پیر، منگل کا دن تھا میں پھر اسی انتظار میں تھا کہ کب جمعہ آئے گا۔جب جمعہ آیا تو میں پھر تیار ہو گیا گھر والے کہنے لگے کہ آپ تو ان کے ایسے عاشق بنے کہ جمعہ سے پہلے ہی آپ کی صدا جامعہ اشرفیہ کی طرف ہوتی ہے۔البتہ میں گھر سے نکلا اور گاڑی میں بیٹھا اور جامعہ اشرفیہ پہنچ گیا۔

پہلے تو جمعہ پڑھا پھر مدرسہ سے باہر نکلا اور کھانا کھا کر دوبارہ مدرسہ میں چلا گیا۔عصر کی نماز پڑھی نماز کے بعد حضرت کا بیان ہوا۔آج کا موضوع شروع ہوا جو کہ خوابوں کی تعبیر کے متعلق تھا۔حضرت فرمانے لگے کہ ایک آدمی میرے پاس آیا اور مجھ سے کہا کہ حضرت میں نے

آپ کو خواب میں دیکھا کہ آپ فلاں سن اور فلاں تاریخ کو فوت ہوں گے اس کے بعد چند دن کے بعد ایک اور حضرت آئے اور کہا کہ میں نے آپ کو خواب میں دیکھا ہے کہ آپ فلاں سن اور فلاں تاریخ کو فوت ہوں گے۔ حضرت نے حاضرین کو بتلایا کہ اس سے معلوم ہوا کہ میں ابھی پندرہ سولہ سال زندہ رہ سکتا ہوں۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ میں جب صحتؔ یاب ہو جاؤں گا تو خود ہی جماعت کرواؤں گا پھر حضرت نے فرمایا کہ بھئی! میں نے مذاق کیا ہے آپ کو تو پتہ ہے کہ میں ایسے خوابوں کو نہیں مانتا پھر سب نے کہا سُبحان اللہ! پھر ایک مرید نے کہا کہ حضرت چھلا دکھائیں حضرت نے فرمایا نہیں بھئی! نہیں جب سب نے اصرار کیا جن میں استاذ حضرت مولنا شمس العارفین زید مجدہم اور احقر بھی شامل تھا۔ حضرت نے جب یہ اتحاد دیکھا تو پھر حضرت نے اس چھلے کی زیارت کروائی تو ہم نے بھی اس چھلے کی زیارت کی۔ جب مرید آگے بڑھے تو حضرت نے فرمایا کہ بھئی! ہاتھ نہ لگانا۔ پھر حضرت نے اپنی قمیص کے بٹن بند کر لیے کیوں کہ حضرت نے وہ چھلا اپنے سینہ پر رکھا ہوا تھا اس طریقہ سے کہ ایک ڈوری بنا کر اس میں چھلا ڈالا ہوا تھا جب میں نے پوچھا کہ یہ چھلا کیسا ہے؟ تو حضرت کے ایک مرید نے بتایا کہ یہ چھلا خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوا تھا، میں حضرت کا سچا اور پکا عاشق بن گیا اس کے بعد جب بھی کسی محفل میں بزرگوں کی کوئی بات چلتی تو میری زبان سے بس حضرت کی تعریف ہوتی ہے۔

پس اللہ تعالیٰ حضرت کو لمبی زندگی عطا کریں، اور دین کی خوب خدمت لیں،

اللہ تعالیٰ حضرت کی اولاد کو بھی دین کا داعی بنائے،

اللہ تعالیٰ علم وعمل کو خوب ترقی سے نوازے،

اللہ تعالیٰ حضرت کو صحتِ عاجلہ، کاملہ، مستمرہ

عطا فرمائیں۔ آمین

الله أكبر الله أكبر

تحریر: جناب محمد اشرف صاحب، لاہور
(خلیفہ حضرت صوفی صاحب مدظلہ)

میرے بڑے بیٹے کا قرآن مجید مکمل ہوا اُس کی آمین مدرسہ دارالعلوم اسلامیہ کامران بلاک میں تھی، میں نے حضرت کو دعوت دی، حضرت نے مبارک دی اور کہا اشرف علی جو ٹائم آمین کا آپ نے بتلایا ہے اس وقت میں بخاری شریف کا سبق پڑھاتا ہوں گا۔ اگر آپ کہو تو میں ٹھیک اس وقت میں بخاری شریف سبق روک کر آپ کے بیٹے کے لیے خود دعا کرادوں اور پھر سبق شروع ہوجائے گا یا پھر آپ گاڑی لے آنا میں آپ کے ساتھ چلوں گا۔ میں نے کہا حضرت آپ کلاس میں دعا کرادیں میں نہیں آتا۔ ہم گھر والوں کا اِرادہ بچہ کے لیے حفظِ قران مجید کا تھا۔ حضرت کی دُعا سے بچہ کو خود کتابیں پڑھنے کا شوق پیدا ہوا۔ اس کے بعد اس نے دس سال پڑھا (دارالعلوم الاسلامیہ میں دورۂ حدیث دس سال میں ہوتا ہے) دورۂ حدیث کیا قاری بنا، تجوید مکمل کی، سبعہ عشرہ میں مدرسہ میں سیکنڈ پوزیشن لی۔ الحمدللہ اب وہ مدرسہ دارالعلوم الاسلامیہ میں پڑھاتا ہے اس کے بعد کاروبار بھی کرتا ہے۔

حضرت جمعہ کی مجلس کے بعد چھوٹے کمرہ میں تشریف لے آتے۔ کسی نے کوئی مسئلہ پوچھنا ہوتا، مواعظ کی کوئی کتاب لینی ہوتی یا واپس کرنی ہوتی تو حضرت ڈائری میں لکھ کردیتے۔ مغرب کی اذان کے ساتھ ہی اُٹھ جاتے یہ وقت تقریباً آدھ گھنٹہ ہوتا تھا۔ زیادہ وقت کتابوں کے لینے دینے میں خرچ ہوجاتا۔ مسئلہ پوچھنے والے زیادہ لوگ رہ جاتے۔ میں نے حضرت سے کہا حضرت یوں تو بہت دیر لگتی ہے کتابوں کے لینے دینے میں آپ ڈائری پر صفحہ نمبر لکھیں اور پھر جب کوئی کتاب دیں کتاب پر ڈائری کا صفحہ لکھ دیں۔ اس سے آسانی ہوجائے گی حضرت نے ایسے ہی شروع کردیا۔ اب وہ کتابوں کا کام پانچ منٹ میں مکمل ہوجاتا ہے باقی وقت مسئلہ پوچھنے والوں کو مل جاتا۔ حضرت بہت خوش ہوتے اور مجھے دعا دیتے۔

حضرت کے تقویٰ کے بارے میں ایک واقعہ:

واقعہ: دو تین بزرگوں کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک ایک انگوٹھی ملی، ان میں سے ایک حضرت کے بڑے بھائی صاحب کو بھی ملی، اُن کی وفات کے بعد وہ انگوٹھی حضرت نے دھاگہ میں ڈال کر اسے اپنے گلے میں ڈال لیا اُس کی زیارت دور سے کراتے ہیں۔ میرا دل

بہت کرتا اسے ہاتھ میں لوں۔ایک دفعہ جمعہ کے دن میں نے مجلس کے لیے جاتے ہوئے راستہ میں حضرت کو کہا کہ حضرت! آپ کہیں تو میں وہ رِنگ (انگوٹھی) ہاتھ میں لے کر بتا سکتا ہوں کہ وہ کس دھات کی ہے؟ حضرت کی عادت مبارکہ یہ ہے کہ جب کوئی کام نہ کرنا ہوتو زور دے کر ''ہوں'' کرتے ہیں۔ حضرت نے کہا ہوں! دیکھ کر بتا سکتا ہوں کس دھات کی ہے۔لیکن میرا تیر نشانے پر لگ چکا تھا۔اگلے جمعہ کو مجلس میں جاتے ہوئے حضرت نے مجھے کہا بھئی! آپ مجلس کے بعد چھوٹے کمرہ میں آجانا اور وہ ہاتھ سے دیکھ لینا کون سی دھات ہے۔مجلس کے بعد چھوٹے کمرہ میں حضرت نے سینہ مبارک کے بٹن کھول کر مجھے کہا لو! ہاتھ سے دیکھ لو میں نے دو منٹ اسے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر خوب زیارت کی اور حضرت کو کہا کہ حضرت مجھے پتہ نہیں لگا کون سی دھات ہے۔حضرت نے بٹن بند کیئے اور میری طرف محبت سے دیکھا وہ دیکھنا مجھے آج تک یاد ہے (اور مجھے ڈانٹا نہیں)۔

میری بیٹی نے ایف۔ایس۔سی کے بعد میڈیکل میں داخلہ کے لیے انٹری ٹیسٹ دینا تھا، گھر والوں نے مجھے کہا کہ اپنے حضرت سے بیٹی کے لیے تعویذ لا دو تا کہ اسے آسانی ہو، میں نے کہا کہ دُعا کرا دوں گا۔اتنا عرصہ ہو گیا میں نے حضرت کو تعویذ دیتے کسی کو دیکھا نہیں۔انہوں نے ضد کی کہ ہماری طرف سے حضرت کو تعویذ کے لیے کہنا میڈیکل میں میرٹ بڑا مشکل ہے۔

ایک دن عصر کی نماز کے بعد حضرت مسجد سے گھر جانے کے لیے چلے میں بھی ساتھ ہو لیا میں نے گھر والوں کی بات دہرائی اور ساتھ اپنی بات بھی کی دُعا کرا دوں گا لیکن وہ بضد ہیں کہ تعویذ لا کر دو۔

میری بات سن کر حضرت چپ رہے میں نے کہا حضرت مشورہ دوں آپ گھر جائیں، کاغذ، قلم لے کر اس پر لکھیں اے اللہ! میں تو تعویذ، گنڈہ کے بارے میں کچھ جانتا نہیں یہ سامنے والا مانتا نہیں، اے اللہ! ایسا ہی کر دے جیسا یہ چاہتا ہے۔حضرت نے کہا تم ٹھہرو! اور گھر کے اندر چلے گئے تھوڑی دیر کے بعد حضرت دروازہ پر تشریف لائے مجھے تعویذ دیا اور کہا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ داخلہ ہو جائے گا۔میں نے تمہارا مشورہ نہیں لیا،اس تعویذ پر اللہ تعالیٰ کی کلام لکھ دی ہے۔اور کہا اشرف علی میرا دل نہیں چاہتا تھا کہ آپ کی بیٹی لڑکے لڑکیوں کے ساتھ اکھٹے پڑھے۔آپ نے ضد کی تو تعویذ لکھ دیا۔حضرت کا یہ کہنا ''دل نہیں چاہتا تھا'' الحمد للہ بچی کا داخلہ فاطمہ جناح میڈیکل کالج جہاں صرف لڑکیوں کا داخلہ ہوتا ہے ہو گیا، الحمد للہ آج وہ ڈاکٹر بن

چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے دُکھی انسانیت، اپنی مخلوق کی خدمت لے لیں۔ آمین

میں اعتکافِ رمضان شریف میں آخری عشرہ کے لیے مسجدِ نبوی (مدینہ منورہ) میں تھا۔ مظاہرالعلوم سہارن پور انڈیا کے پڑھے ہوئے مفتی صاحب کا پڑاؤ ہمارے برابر میں تھا وہ بھی اعتکاف میں تھے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ پاکستان سکھر کے بہت بڑے بزرگ یہاں تراویح کے لیے تشریف لاتے ہیں، اُن کا نام ڈاکٹر حفیظ اللہ رحمہ اللہ ہے میں زیارت کے لیے روزانہ تراویح کے بعد ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ حضرت کے توسّط سے میں نے اپنا تعارف کرایا۔ ایک دن کہنے لگے اشرف علی! آپ کو پتہ ہے کہ آپ کے شیخ کا مقام کیا ہے؟ میں نے کہا حضرت ہم اپنی اصلاح کے لیے جاتے ہیں، حضرت کے تقویٰ کا پتہ ہے۔ کہا لاہور والوں کے لیے وہ اللہ تعالیٰ کا انعام ہیں، ولی کامل ایک جگہ ساری چیزیں اکھٹی ہوگئی ہیں لیکن لاہور والوں کو قدر نہیں۔ اوراس کے بعد ڈاکٹر صاحب نے حضرت کے بارے جو کچھ کہا مجھے لکھتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے کہ اپنے شیخ کی تعریف میں مجھے اپنی بڑائی لگتی ہے۔ اس کے بعد کہا اشرف علی اللہ تعالیٰ کا بہت شکر ادا کیا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسے شیخ سے ملوا دیا۔ لاہور والے زندہ لوگوں کی قدر نہیں کرتے، مرنے کے بعد قدر کرتے ہیں۔ روزانہ تراویح کے بعد میں جاتا، بہت محبت فرماتے اور حضرت کی باتیں کرتے۔ میں اپنی طرف سے ایک بات لکھ دیتا ہوں۔ اصلاحِ باطن میں جو چیز سب سے آخر میں نکلتی ہے اور بڑی مشکل سے نکلتی ہے وہ میرے نزدیک حُبِّ جاہ ہے ہمارے حضرت کے یہاں اس کا سر کٹا ہوا ہے۔

میں مدرسہ (جامعہ) عبداللہ بن عمر کی مسجد میں اعتکاف میں تھا۔ خبر ملی کہ میرے برادر نسبتی کی بیٹی (عمر دو اڑھائی سال) کو کسی نے تاوان کے لیے اغوا کرلیا ہے۔ محترم جناب محمد عتیق الرحمن صاحب (مہتمم جامعہ عبداللہ بن عمر) نے حضرت کو فون پر دُعا کے لیے کہا۔ حضرت نے فرمایا کہ اشرف علی سے کہو کہ اپنے بیٹے کو میرے پاس گھر بھیجو۔ حضرت نے اس کو تعویذ دیا اور کہا ان شاء اللہ جلد بچی مل جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کا کرنا تعویذ دینے کے دوسرے دن ان لوگوں نے ویرانے میں بلا کر بچی دے دی۔ (حضرت تعویذ کا کام کرتے نہیں)۔

عید کے بعد جمعہ کے لیے حضرت کے ساتھ گاڑی میں جاتے ہوئے میں نے حضرت کو کہا کہ بچی کے ماں باپ شکریہ کہہ رہے تھے۔ حضرت نے تفصیل پوچھی میں نے بتایا اتنے لاکھ روپے لیے، بچی کو کسی سنسان جگہ روپے لے کر دے دیا۔ حضرت کی عادت مبارکہ ہے

گاڑی میں ہم کوئی بات کرتے ہیں حضرت چہرہ سامنے رکھتے ہوئے جواب دیتے ہیں اس دن جب میں نے پیسوں کا ذکر کیا تو چہرہ مبارک موڑ کر مجھے کہا جب تعویذ لیا تھا پیسے کیوں دیئے؟ پھر خود ہی آہستہ آہستہ دو تین دفعہ فرمایا پیسے کیوں دیئے، نہیں دینے چاہیے تھے۔ اللہ کا کرنا ہمیں بچی مل گئی ہم نے پیروی چھوڑ دی لیکن خفیہ پولیس والے ان کے پیچھے لگے رہے، آخر وہ پکڑے گئے، وہ کھاتے پیتے گھرانے کے لڑکے تھے، ان کے گھر والے ہمارے پاس فیکٹری آئے اور کہا کہ ہم آپ کی رقم آپ کو دینے کے آئے ہیں اور انہوں نے پوری رقم ہمیں واپس کر دی۔

20 سال کے عرصہ میں حضرت والا کے ساتھ بہت سے واقعات پیش آئے اور اس کے لیے دفتر درکار ہیں۔ اور سوچ رہا ہوں کہ کتاب میں اور لوگوں نے بھی لکھنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت کی جوتیوں کے صدقہ دنیا میں اتنی آسانی دی جو مجھے آنکھوں سے نظر آتی ہے۔ اور مدرسہ عبداللہ بن عمر کی شوریٰ کی میٹنگ میں ایک سے زیادہ بار کہا ''کہ ان شاء اللہ تعالیٰ، ان شاء اللہ، ان شاء اللہ تعالیٰ جنّت میں بھی ایسے اکٹھے بیٹھیں گے''۔

امام اہلِ سنت رحمہ اللہ کی

نظرِ انتخاب

ایک مرتبہ میں (امام اہلِ سنّت حضرت صفدر رحمہ اللہ کے پوتے حافظ ممتاز الحسن صاحب) نے (شیخ المشائخ حضرت مولنا سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ سے) پوچھا کہ آپ کو اپنے کسی شاگرد پر فخر ہے؟ فرمایا ہاں! صوفی محمد سرور صاحب پر (جو کہ جامعہ اشرفیہ کے شیخ الحدیث ہیں)، کیا شان ہے حضرت صوفی محمد سرور صاحب کی کہ ہزاروں شاگردوں میں سے ایک وہ تھے جن پر دادا جان کو فخر تھا، وہی دادا جان کا انتخاب تھا اور واقعی انتخاب لاجواب تھا، جسے یقین نہ آئے وہ جامعہ اشرفیہ، لاہور جا کر کھلی آنکھوں دیکھ لے۔

(از المصطفیٰ مجلّہ، بہاولپور)

تحریر از: مولانا محمد صدیق صاحب، اسلام آباد

معاملات اور معاشرت میں حضرت الشیخ شریعت وسنّت پر اتنے کاربند ہیں کہ اس کی مثال خود ہیں اور دوسروں کے لیے نمونہ ہیں۔ جو باتیں ذہن میں آرہی ہیں لکھ رہا ہوں۔ ہم حضرت کے شاگرد ہیں۔

❶ ...... بعض طلباء دارالحدیث میں حضرت شیخ مدظلہم کے لیے چائے بنا کرلائے لیکن حضرت نے قبول نہ فرمائی، یہ تقویٰ کا اعلیٰ مقام ہے۔

❷ ...... حضرت اپنے قریبی رشتہ داروں کی شادی میں نہیں گئے، یہ سنّت پر عمل کا نمونہ ہے۔

❸ ...... حضرت سبق میں بالکل ناغہ نہیں فرماتے سوائے شدید مجبوری کے، یہ خدمتِ دین، نیکی میں پختگی کی نادر مثال ہے۔

❹ ...... حضرت کی سادہ زندگی کی ایک مثال کہ ایک عرصہ تک سائیکل پر سوار ہوکر جمعہ پڑھانے تشریف لے جاتے۔

❺ ...... حضرت طلباء پر شفیق تھے۔ ہماری کلاس کو گھر سے مٹھائی منگوا کر کھلائی۔ سستے وقت میں مجھے پانچ روپے عنایت کر کے طلباء پروری فرمائی۔

❻ ...... حضرت طلباء پر رحیم تھے۔ ایک طالب علم نے کلاس میں دل آزاری کی غلطی کی، اس نے سبق کے فوراً بعد تخلیہ میں معافی مانگی، حضرت نے فوراً معاف کردیا۔

❼ ...... حضرت بطور مدرّس کبھی کلاس میں لیٹ تشریف نہیں لائے بلکہ چند منٹ پہلے تشریف لاتے اور اتنی عاجزی کہ کلاس کے باہر انتظار فرماتے۔

❽ ...... تدریس اتنی امانت کے ساتھ فرماتے کہ طلباء سے باقاعدگی سے روزانہ سبق سنتے۔ طلباء کوگاہے بگاہے ضروری تنبیہ فرماتے اور اہم امور میں تاکید سے طلباء کو نصیحت فرماتے۔

❾ ...... طلباء کو ٹخنے ننگے رکھنے، ڈاڑھی ایک بالشت رکھنے اور باجماعت نماز کی پابندی کی پُرزور نصیحت فرماتے۔

❿ ...... دورانِ سبق طلباء کو آپس میں گفتگو سے منع فرماتے۔

⓫ ...... میں نے حضرت شیخ مدظلہم کے سر مبارک سے دورانِ سبق سورج کی کرنوں سے زیادہ نور نکلتے دیکھا ہے۔

⓬ ...... حضرت کلاس میں طلباء کی دل جوئی فرماتے، خوش کن واقعات سناتے۔

۱۳ ...... حضرت کے تقویٰ کی مثال کہ گلی اور سڑک پر ہمیشہ نیچے نگاہ رکھ کر چلتے ہیں۔

۱۴ ...... حضرت کے احتیاط وتقویٰ کی ایک اور مثال ایک دفعہ فجر کی نماز کے بعد حضرت نے مجھے فرمایا اسپیکر پر اعلان کرو کہ شرکاءِ جماعت دوبارہ نماز ادا کریں کیوں کہ نماز جماعت میں غلطی ہوگئی۔

۱۵ ...... حضرت کثرت سے موت کا ذکر فرماتے حتیٰ کہ ایک بیٹے کے نکاح کے موقع پر موت پر وعظ فرمایا۔

۱۶ ...... حضرت نے اپنی اولاد کے نکاح عینِ شریعت وسنّت کے مطابق فرمائے اور مروّجہ بدعات ورسومات سے اجتناب فرمایا۔

۱۷ ...... حضرت عاجزی وانکساری کا پیکر ہیں۔ حضرت کسی تعلق والے کو بھی اپنا جوتا اُٹھانے کی اجازت نہ دیتے۔

۱۸ ...... حضرت اپنے متعلقین پر بہت شفیق ہیں۔ حضرت ایک مرتبہ 1990ء میں اپنی درس گاہ میں آرام فرمارہے تھے، میں نے دروازہ کھٹکھٹایا حضرت نے اُٹھ کر دروازہ کھول دیا اور کوئی گرفت نہیں فرمائی، نہ ناراض ہوئے۔

۱۹ ...... حضرت کا لباس ہمیشہ سفید ہوتا ہے، حضرت چمڑے کا سادہ جوتا پہنتے، حضرت کو انگریزی وضع قطع سے سخت اجتناب ہے۔

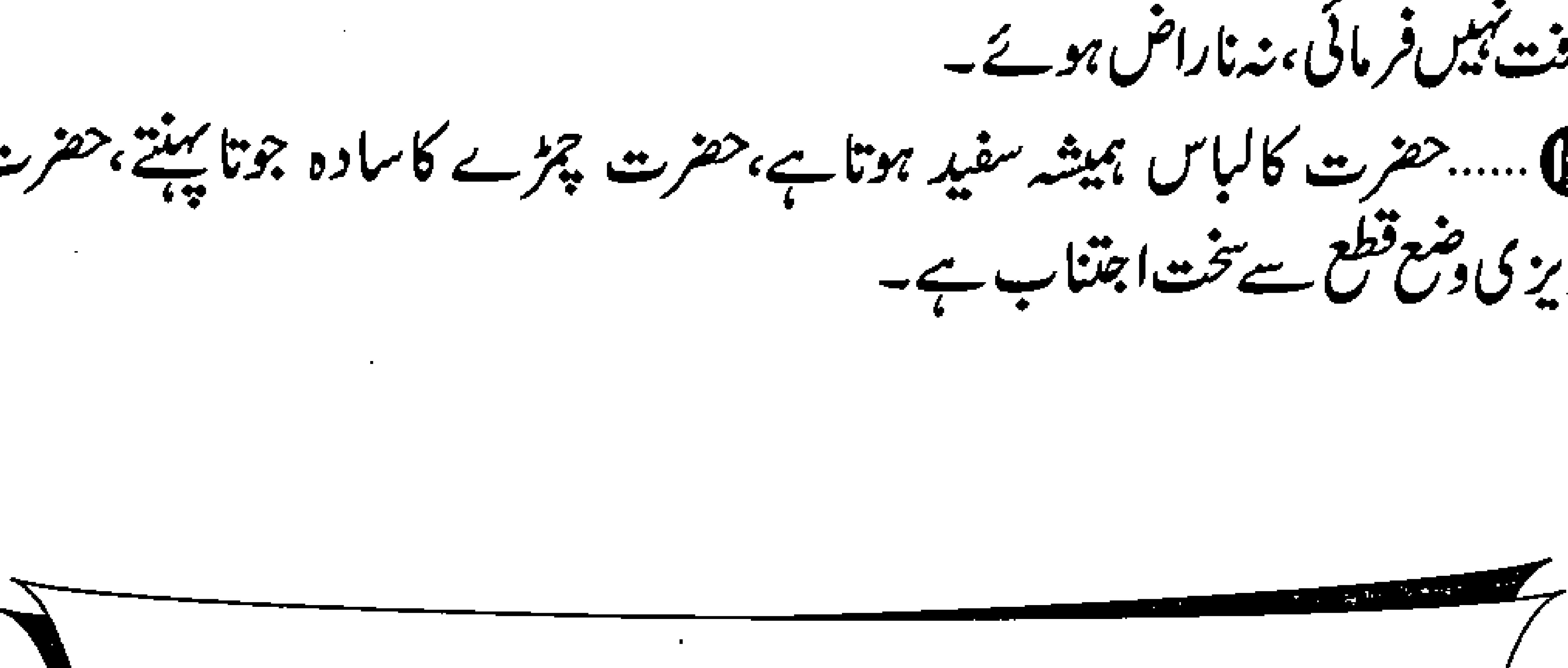

تحریر از: جناب محمد کرم صاحب

(خلیفہ حضرت صوفی صاحب مدظلہ)

شیخ الحدیث حضرت مولنا صوفی محمد سرور صاحب مدظلہ کی سوانح حیات کے سلسلہ میں چند گذارشات پیشِ خدمت ہیں:

حضرت مولنا صوفی محمد سرور صاحب دامت برکاتہم العالیہ سے میرا تعلق 1986ء میں قائم ہوا۔ والدہ محترمہ کے انتقال کے دس ماہ بعد میرے بڑے بھائی محترم محمد فہیم صاحب ایک روڈ پر ایکسیڈنٹ میں اللہ کو پیارے ہوگئے۔ میں انتہائی صدمہ اور کرب کا شکار تھا کسی پل چین نہ آتا تھا۔

اللہ کریم سے رورو کر دعائیں کرتا تھا۔ میری یہ حالت دیکھ کر مولنا مفتی محمود اشرف صاحب دامت برکاتہم کی ہدایت پر میں جامعہ اشرفیہ میں عصر کے بعد حضرت صوفی صاحب مدظلہ کی مجلس میں حاضر ہوا۔ پہلی ہی مجلس میں مجھے حضرت مدظلہ سے مناسبت ہوگئی۔ ہوا یہ کہ جب میں مجلس سے حضرت مدظلہ کا بیان سن کر واپس آرہا تھا تو یوں محسوس ہوتا تھا کہ کسی نے میرے سینے کا ڈھکن کھول کر اس میں سکون ہی سکون بھر دیا ہو۔ میں نے آتے ہی حضرت کو خط لکھا۔ آپ نے کمال شفقت سے اصلاحِ باطن کے لیے قبول فرمالیا۔

حضرت مولنا صوفی محمد سرور صاحب دامت برکاتہم کی یہ خصوصی توجہ تھی کہ اس ہی سال اللہ پاک نے حجِ بیت اللہ کی سعادت عطا فرمادی۔ جوں جوں حضرت سے تعلق بڑھتا گیا تلاوت قرآن پاک کا شوق بھی بڑھتا گیا۔ پہلے صرف رمضان المبارک میں مستقل قرآنِ کریم کی تلاوت کرتا تھا۔ حضرت سے تعلق کے بعد تو دل یہ چاہتا تھا کہ قرآن پاک ہر وقت پڑھتا رہوں۔ دل چاہتا تھا کہ میں قرآن پاک کسی طرح حفظ بھی کرلوں۔ لیکن میں بڑھاپے کی عمر میں داخل ہوگیا تھا۔ خطرہ تھا کہ یاد کر کے بھول نہ جاؤں۔ 1937ء میں میری پیدائش ہوئی۔ حضرت صوفی صاحب مدظلہ کو تحریر کیا آپ مدظلہ نے مشورہ دیا کہ دو دو آیتیں یاد کرتے رہو۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ! آج تک 14 پارے حفظ ہوگئے ہیں۔ نو پارے شروع کے اور پانچ پارے اخیر کے یاد ہوگئے ہیں۔ روزانہ منزل یاد کر کے سناتا ہوں کہ کہیں بھول نہ جاؤں۔ اب پچیسویں پارے کی آخری تین سورتیں یاد کر کے چوتھی سورۃ الشوریٰ شروع کی ہے۔ یہ سب دولتیں اللہ پاک کی مجھے حضرت مدظلہ کی برکات سے ملی ہیں۔

اللہ پاک سے دُعا ہے کہ اللہ پاک ایمان پر خاتمہ بالخیر فرماویں یہ ہی دُعا ہے اسی کی کوشش ہے۔ ماہ نامہ علم وعمل کے ذریعہ یہ کوشش دو چند ہوگئی ہے اپنے رشتہ داروں کو یہ رسالہ مستقل لگواتا جا رہا ہوں۔ اللہ کریم یہ میرے لیے صدقہ جاریہ کا سبب بنادے۔ ہر ماہ اسٹال سے بھی دس رسالے نقد خریدتا ہوں۔ بالمشافہ احباب کو دیتا ہوں۔ دل چاہتا ہے کہ حضرت مدظلہ کی آواز گھر گھر پہنچادوں۔ اللہ کریم حضرت مولٰنا صوفی محمد سرور صاحب کو اپنا خصوصی قرب نصیب فرمائیں اور ہمارے سروں پر آپ کا سایہ تادیر قائم رہے۔ آمین

ایک خواب

میں نے دیکھا کہ ایک کمرہ ہے جس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک پر لیٹے ہوئے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چادر اوڑھ رکھی ہے اور مجھے محسوس یہ ہو رہا تھا کہ جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہیں اور چادر تان رکھی ہے۔ میں اسی کمرہ میں ایک جانب بیٹھ گیا اور درود شریف کا ورد شروع کردیا۔ میں نے دیکھا کہ کچھ دیر بعد ایک شخص آتا ہے اور جوتوں سمیت قبر مبارک کے پاس سے گذرتا ہے تو مجھے محسوس ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر مبارک کے اندر تشریف رکھتے ہیں، اس کے بعد مجھے علم ہوا کہ اس کمرہ میں حضرت صوفی صاحب مدظلہ تشریف فرماہیں ،تو میں (خواب ہی میں) آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا پیش آنے والا واقعہ عرض کیا کہ ایک شخص جوتے سمیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس سے گذر رہا ہے، تو حضرت صوفی صاحب مدظلہ نے ارشاد فرمایا کہ ''سعادت مند باادب لوگ کم ہی ہوتے ہیں''۔ پھر میں نے محسوس کیا جیسے کہ کوئی کہہ رہا ہو کہ ''حضرت صوفی صاحب اس کمرہ کے ذمہ دار ہیں''۔ پھر میرے دِل میں خیال آیا کہ کاش! مجھے بھی اسی کمرہ کی کوئی خدمت سونپ دی جاتی جو کہ میرے لیے سعادت کی بات ہوتی۔ اسی دوران حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمہ اللہ کے خاندان کے کوئی عالم صاحب آئے اور انہوں نے یہ اعلان کیا کہ'' اس کمرہ کے چوکیدار طے ہو رہے ہیں لیکن ان کے لیے شرط یہ ہے کہ..... یہ گیارہ سوال ہیں... جو ان گیارہ سوالوں کا جواب دے گا وہی اس کمرہ کا چوکیدار مقرر ہوگا''۔ جب میں نے وہ سوال دیکھے تو وہ سارے کے سارے سوال وہی گیارہ سوال تھے جو دو مرزائیوں کی طرف سے پیش کیے گئے تھے۔ اُن کے یہ گیارہ سوالات سارے غیر کتابی تھے (یعنی کتابوں میں موجود نہ تھے)۔ پھر میں حضرت صوفی صاحب مدظلہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا خواب ذکر کیا اور آپ سے دُعا کی درخواست کی ، تو حضرت نے میرے حق میں دعا فرمائی۔ پھر الحمد للہ، اللہ پاک نے مجھے ان گیارہ سوالوں کے جوابات لکھنے کی توفیق عطا فرمائی (اکابر علماء نے ان جوابات کو بے حد پسند کیا)۔

تحریر از:
جناب منیر احمد صاحب ۔ خادم ختم نبوت ۔ لاہور

تحریر از: مولانا مجیب الرحمٰن صاحب، ڈیرہ اسماعیل خان

حضرت والا کے اصلاحی مکتوبات کی ایک جھلک:

حضرت صوفی صاحب دامت برکاتہم حکیم الأمّت مجدّد الملّت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے گویا عکس ہیں اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے سلسلہ میں منسلک حضرات بالواسطہ ہوں یا بلاواسطہ ان میں بھی حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا عکس پایا جاتا ہے۔ حضرت صوفی صاحب زید مجدہم کے خلفاء و متعلقین کے پاس حضرت کے اصلاحی مکتوبات کا بہت سا ذخیرہ موجود ہے ذیل میں حضرت والا کے اِصلاحی مکتوبات کی ایک جھلک حاضرِ خدمت ہے۔ حضرت والا کے سب مکتوبات مستقل کتابی صورت میں شائع ہوں تو بہت سے لوگوں کی اصلاح ہوگی۔

عرض: بعض ساتھیوں نے مجھے یہ اذکار بتائے جو میں شروع کر چکا ہوں:

١...... لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ...... 100 بار۔

٢...... سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ...... 100 بار۔

٣...... لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ...... 100 بار۔

٤...... استغفار...... 100 بار۔

٥...... یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ...... 100 بار۔

٦...... ایک منزل روزانہ مناجاتِ مقبول کی۔

٧...... روزانہ تلاوت 2 پارے کرتا ہوں۔

کیا یہی اذکار پڑھتا رہوں یا ان میں کمی زیادتی کرنی ہے؟

ارشاد: مناجاتِ مقبول اور تلاوت کے سوا باقی اذکار کی جگہ ہر روز ایک وقت مقرر کر کے ایک سو دفعہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھا کریں، آٹھ، دس دفعہ کے بعد مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلّم اور شروع و اخیر میں گیارہ گیارہ دفعہ نماز والا درود شریف پڑھا کریں۔ پھر ہمّت اور فرصت کے مطابق بڑھا کر دو سو پھر تین سو پھر چار سو پھر پانچ سو کر دیں۔ اس سے زائد بلا اجازت نہ کریں۔ چلتے پھرتے بدل بدل کر سُبْحَانَ اللّٰہِ یا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ یا اَللّٰہُ اَکْبَر یا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یا درود شریف اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ یا اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّی مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْہِ زیادہ سے زیادہ پڑھا کریں۔

ارشاد: بہشتی زیور اور حضرت مولنا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ کے وعظ روزانہ پڑھیں اور ہر خط میں لازمی طور پر مجھے لکھا کریں کہ دونوں اس صفحہ تک پڑھ لیے اور دونوں پر عمل ہے یا نہ؟ یہ وعظ تین سو سے زائد بازار سے مل جاتے ہیں، دس، دس، بارہ، بارہ وعظ کے مجموعے مختلف ناموں سے چھپے ہوئے ہیں مثلاً دین و دُنیا، دُنیا و آخرت، صوم و صلوٰۃ، صبر و شکر، جزاء و سزا، آدابِ انسانیت وغیرہ۔ اور ہر نئے خط کے ساتھ پرانا آخری خط بھی ہمیشہ بھیجا کریں تا کہ رابطہ رہے۔ ٹی۔وی دیکھنا چھوڑ کر اطلاع دیں۔

عرض: بڑا گناہ کسی کو اس کے پیچھے بدی سے یاد کرنا اب تک ہوتا رہا ہے۔ اب الحمدللہ بالا رادہ نہیں ہوتا کبھی یاد نہ رہنے سے ہو جاتا ہے اگر ایسا ہو جائے تو کیا کروں؟

ارشاد: دس دفعہ یہ پڑھیں ''یا اللہ! میری توبہ ہے''۔

عرض: بڑے گناہ ''کسی کا گلہ شکوہ سننا'' سے متعلق عرض ہے کہ اگر کوئی قرض خواہ مقروض کا گلہ شکوہ کرے یا اس طرح کے اور معاملہ والا تو کیا وہ بھی اس گناہ میں آتا ہے یا کسی آدمی نے کسی کا کام نہ کر دیا اور اس نے آ کر گلہ کیا؟

ارشاد: صرف اُس کے لیے سننا جائز ہے جو علاج کر سکے۔

عرض: تواضع سے متعلق وہم ہے کہ امتحان لیا جائے تو میں متواضع نہیں ہوں گا لیکن ویسے دل میں یہ بات ہر وقت لاتا ہوں کہ میں کمزور اور گھٹیا ہوں لیکن ساتھ شبہ ہوتا ہے کہ حافظ ہوں وغیرہ تو اِس اعتبار سے حالاً بہت سوں سے افضل ہوں گا۔ کیوں کہ حفظ کی فضیلت آئی ہے تو یہ بھی تواضع کے خلاف ہے؟

ارشاد: یوں سوچا کریں کہ اللہ تعالیٰ کا انعام ہے، الحمدللہ پھر شکر بن جائے گا۔

عرض: جب سالن معمولی چیز کا ہو تو مجھے بے رغبتی ہوتی ہے کبھی اس کو زبان سے بھی ظاہر کر دیتا ہوں۔

ارشاد: توبہ کریں اور آئندہ ناشکری نہ کریں۔

عرض: کبھی کبھی ہمشیرہ کے گھر جاتا ہوں لیکن وہاں اجازت نہیں لیتا یہ مسئلہ پڑھنے کے بعد اس طرح کرتا ہوں کہ دروازہ پر کھانستا ہوں پھر اندر چلا جاتا ہوں یہی کافی ہے؟

ارشاد: نہ، اب اجازت لیا کریں۔

عرض: بیت الخلاء میں جاتے وقت اور نکلتے وقت کی دُعاؤں اور سنّت طریقہ پر پابندی شروع

کردی ہے اگر کبھی جاتے وقت دُعا نہ پڑھوں یا خلافِ سنّت چلا جاؤں تو فوراً دوبارہ باہر نکلتا ہوں پھر سنّت کے مطابق جاتا ہوں، اگر پھر بھی خلافِ سنّت ہو جائے تو حضرت کیا فرماتے ہیں؟

ارشاد: دوبارہ نکلیں۔

عرض: ہر بدنظری پر اپنے ذمّہ دو رکعت جرمانہ لگانے سے بہت فائدہ ہوا اب الحمدللہ اکثر کنٹرول ہو گیا ہے اب بھی ہو جائے تو کیا کروں؟

ارشاد: دو نفل پڑھیں، نکاح جلدی کریں، کرلیا ہے تو بیوی سے خواہش زیادہ پوری کریں۔

عرض: زیادہ کمزور ہو جاؤں گا؟

ارشاد: جب ہو دس دفعہ یہ پڑھیں "یا اللہ! میری توبہ ہے"۔

عرض: قرآن مجید پڑھاتے ہوئے بچوں کی غلطیوں سے تنگ آکر یا سبق یاد کرنے کے بجائے کھیلنے پر مارتا ہوں؟

ارشاد: ہلکا سا مارنے کی گنجائش ہے۔

عرض: "حال" کیا ہے؟

ارشاد: دین رگ و ریشہ میں رچ جائے۔

عرض: مال ہلاک ہونے میں غم ہوتا ہے، خصوصاً جب کہ قرض ہو۔ ہاتھ میں موجود پیسے گم ہو جائیں یا زیادہ خرچ ہو جائیں تو قلق (رنج) محسوس ہوتا ہے۔

ارشاد: یوں سوچا کریں کہ گم ہونا کسی گناہ کی نحوست ہے پھر توبہ کیا کریں۔

عرض: اپنی بستی میں درسِ قرآن مجید شروع کر کے اس لیے چھوڑ دیا تھا کہ لوگ نہیں سُنتے یا دو چار ہوتے ہیں اب الحمدللہ لوگ زیادہ ہیں اگر پھر کبھی لوگوں کی وجہ سے دل اُکتانے لگے تو حضرت والا کیا ارشاد فرماتے ہیں؟

ارشاد: نہ چھوڑیں۔

عرض: پہلے کیے ہوئے گناہ جن پر توبہ کر لی ہے یاد آتے ہیں تو سوچتا ہوں پتہ نہیں (توبہ سے) معاف بھی ہو گئے یا نہیں؟

ارشاد: حق تعالیٰ پر بدگمانی نہ کیا کریں۔

عرض: لوگوں کے بدعتی فرقہ میں شامل ہو جانے کے خطرہ سے بدعتی کاموں کو مصلحۃً کر لینا (کیا) دُرست ہے تاکہ لوگ بدعت عملی کرتے رہیں لیکن گمراہ عقیدہ نہ اپنائیں؟

ارشاد: درست نہیں۔

عرض: موجودہ یا فوت شدہ سیاسی لوگوں کے متعلق کئی کتابیں لکھی گئی ہیں جن میں ایسے لوگوں کی کردار کشی ہوتی ہے ایسی کتابوں کا پڑھنا یا ان میں موجود بات کرنا جائز ہے یا نہ جائز؟

ارشاد: بلا ضرورت ٹھیک نہیں۔

عرض: اپنی جمعہ والی مسجد میں مجھے کھانا دیا جاتا ہے تو کوئی شخص آجائے تو اس کو کھانے پر بلاتا ہوں حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اس کو ناجائز لکھا ہے؟

ارشاد: مالک اگر اجازت دے دے تو جائز ہے۔

عرض: ایک مولنا کی علمی کتابیں میرے پاس ہیں وہ حفاظت نہیں کرتے جس سے ان کو دیمک کھاتی ہے، اور وہ بیچتے بھی نہیں، دل نہیں کرتا کہ واپس کروں (جب کہ) حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے واپس کرنے کا سختی سے حکم فرمایا ہے۔

ارشاد: واپس کریں۔

عرض: حج وعمرہ پر تصویر کا کیا حکم ہے؟

ارشاد: مجبوری ہے اس لیے جائز ہے۔

عرض: بندہ کا پرانا شناختی کارڈ یا طالب علمی کارڈ ہے جس پر تصویر ہے جو اَب کارآمد نہیں وہ تصویر محفوظ پڑی رہے یا پھاڑ دیں اور ضائع کر دیں؟

ارشاد: ضائع کر دیں۔

عرض: ایک شخص کے مزاج سے متعلق لوگوں میں جس طرح اس کا مزاج مشہور ہے اس کے پیٹھ پیچھے اس کے اس مزاج کا میں نے تذکرہ کیا؟

ارشاد: (یہ بھی غیبت ہے) پھر احتیاط کریں۔

عرض: ارادہ ہوتا ہے کہ مضامین لکھ کر رسالوں میں دیا کروں لیکن دل میں آتا ہے کہ نام ہوگا تو اِس ریاکاری کے وسوسہ سے ضائع ہو جانے اور گناہ ہونے کے خیال سے نہیں لکھتا؟

ارشاد: نیّت ٹھیک کر کے دے دیا کریں۔

عرض: (اب تک) جس کی غیبت ہوتی رہی اس کے لیے دعائے مغفرت کرتا رہتا ہوں جیسا کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا؟

ارشاد: اور اس کو پتہ چل گیا کی میری غیبت کی ہے تو معافی مانگنی بھی ضروری ہے۔

تحریر از: مولانا عطاء الرحمٰن صاحب

بخدمت گرامی استاذ زادہ صاحب، زید مجدہم

السّلام علیکم ورحمة الله وبركاته

میرا نام عطاء الرحمٰن ہے میں دار العلوم کبیر والا میں 1962ء تا 1965ء تک حضرت استاذیم جناب صوفی صاحب مدظلہ کے ہاں زیرِ تعلیم رہا۔ ہر سال ہمارے اسباق حضرت کے پاس ضرور ہوتے تھے۔ درجہ عالمیہ میں ترمذی شریف اور ابوداؤد شریف استادوں کے ہاں پڑھیں۔

ماہنامہ علم و عمل میں اعلان پڑھا تو دل میں خیال آیا کہ استاذیم صاحب کے بارے میں چند ایک واقعات سامنے ہیں وہ تحریر کردوں اگر مناسب سمجھیں تو حضرت کی سوانح میں درج فرمادیں۔

حضرت میں عمل بالسنۃ اور احتیاط کا پہلو ہمیشہ نمایاں رہا:

1...... درس گاہ میں روشنی کے لیے ایک تو مدرسہ کی طرف سے انتظام تھا دوسرا حضرت نے اپنے گھر سے کنکشن لیا ہوا تھا جب ذاتی ضرورت ہوتی (جیسے قرآن مجید ان دنوں میں یاد کر رہے تھے تو مدرسہ سے فارغ وقت جب قرآن شریف پڑھتے) یا کوئی مہمان آجاتا تو گھر والے کنکشن سے بلب روشن کرتے مدرسہ کی بجلی استعمال میں نہ لاتے۔

2...... دورۂ حدیث شریف کے اسباق کے اختتام پر طلباء نے دعوت کا انتظام کیا، جب حضرت تشریف لائے تو کمرہ میں دیواروں پر اخبارات لگے تھے ان پر فوٹو بھی تھے تو کمرہ میں داخل ہونے سے انکار فرمادیا، فوراً کمرہ کو اخباروں سے صاف کیا گیا پھر اطلاع دی تو تشریف لائے۔

3...... کبھی کبھی دعوت میں شرکت کے موقع پر خوش طبعی بھی فرمالیتے، فرماتے کہ جنّت میں جنّتیوں کی آپس میں چھینا جھپٹی ہوا کرے گی، تو اس پر عمل فرماتے۔

1965ء میں دعوت کے موقع پر ہمارے ایک ساتھ عبدالرحمٰن لغاری جن کا تدریس کا پہلا سال تھا اور انہوں نے تعلیم بھی دار العلوم میں ہی مکمل کی تھی تو ساتھیوں نے اس سے کہا کہ یہ چھینا جھپٹی آپ نے کرنی ہے۔ چناں چہ جب دسترخوان لگ گیا تو جو پلیٹ استاذوں کے سامنے رکھی تھی اس میں سے ایک ٹکڑا برفی کا لغاری صاحب نے اُٹھالیا تو استاذِ محترم بولے یہ فرماتے ہوئے کہ

''ہندوستان نے حملہ کیا تھا اور پاکستان نے بھرپور جواب دیا''۔ لغاری صاحب کے سامنے سے پوری پلیٹ ہی اُٹھالی جس سے مجلس میں خوب قہقہہ پڑا اور مجلس کشتِ زعفران بنی۔

۴ ...... معاملات میں بالکل صاف ستھرے، جمعرات، جمعہ کو چھٹی کی وجہ سے کوئی مہمان آجایا کرتے تھے تو چائے وغیرہ کے برتنوں کی ضرورت پڑتی تو ہم استاذیم صاحب کے پاس جاتے تو صاف فرمادیتے کہ وہ برتن میرے نہیں بلکہ تمہاری استانی کے ہیں اگر انہوں نے دے دیئے تو لے آؤں گا ورنہ نہیں۔ پھر جب لاتے تو فرماتے کہ دیکھو! تمہاری استانی صاحبہ فرماتی ہیں کہ اگر ٹوٹ پڑے تو ضمان لے لوں گی، تو ہم بھی عرض کرتے کہ ضرور دیں گے۔

۵ ...... اخبار بالکل نہ پڑھتے تھے بلکہ دیکھنا بھی گوارا نہ تھا کہ اس میں فوٹو وغیرہ ہوتے تھے۔ کبھی بولنے کا موقع ہوتا تو ہم اخبار پڑھنے کے فوائد بتاتے تو سننے کے بعد مسکراتے ہوئے فرماتے کہ اچھا تم اخبار پڑھتے ہو اور میں نہیں پڑھتا تو مجھ میں اور تم میں کیا فرق پڑا؟ (ان کی مراد ہوتی تھی کہ تمہیں دُنیا کی خبروں کا علم ہے اور مجھے کوئی علم نہیں کہ دنیا میں کیا واقعات ہو رہے ہیں؟ تو فرق بتلاؤ ہم اس پر خاموش ہوجاتے)۔

بعد میں حضرت صوفی صاحب تصویروں پر ہاتھ رکھ کر اخبارات پڑھ لیتے تھے۔
پھر روزنامہ اسلام جاری ہونے کے بعد بغیر تصویر کے اب بھی اخبار پڑھتے ہیں۔ (از مؤلف)

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ

سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْم

تحریر از: اُمِّ عبداللہ

محترمی ومکرمی جناب مدیر ماہ نامہ علم وعمل، لاہور

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام مسنون کہ میرے شیخ میرے مرشد مولٰنا صوفی محمد سرور صاحب دامت برکاتہم کی سوانح حیات چھپ رہی ہے۔اس کارِ خیر میں کچھ حصّہ اس ناچیز کا بھی ہوجائے جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے خریداروں میں بُڑھیا دھاگہ کی اَٹی لے کر پہنچی۔

اس ناچیز کو ''شہزادی'' کہتے ہیں۔حضرت جی دامت برکاتہم سے بیعت کا عرصہ تقریباً اٹھارویں سال میں داخل ہوچکا ہے۔اس اٹھارواں سال پر محیط عرصہ میں بندی نے فیض کے بے بہا خزانے سمیٹے ہیں۔اللہ تعالیٰ میرے شیخ حضرت جی کا سایہ ہم سب پر قائم دائم رکھیں بلکہ میں تو اکثر دعا کرتی ہوں کہ میرے مولا! میری عمر بھی میرے حضرت جی کو دے دیں کہ اصلاح کے طلب گاروں کو ان کی ضرورت ہے۔آمین

حضرت جی کے ساتھ اتنے عرصہ سے تعلق اب تو اس نہج (موڑ) پر پہنچ چکا ہے کہ شاید کوئی دن جاتا ہو کہ حضرت جی کا ذکر زبان پر نہ آئے۔یادیں اور باتیں تو بے شمار لیکن آپ نے پابندی لگادی ہے کہ صرف خواب یا خاص واقعہ یا بات۔

جناب مدیر ماہ نامہ علم وعمل صاحب!

میرے لیے ہر سطر خاص اور اہم رہی ہے جو میرے حضرت جی کے ہاتھوں نے تحریر کی۔بہر کیف اس عرصہ میں مَیں نے حضرت سے تین خوابوں کی تعبیر پوچھی تھی اور وہ بھی ڈرتے ڈرتے۔کیوں کہ حضرت جی کی ڈانٹ سے بڑا ڈر لگتا ہے۔جب کوئی ایسی بات ہوجاتی ہے اور علم بھی ہوتا ہے کہ ڈانٹ کا امکان ہے تو یقین جانئے خط کھولنے کی ہمّت نہیں پاتی۔حضرت جی فرماتے ہیں کہ خواب کی باتیں چھوڑو، جاگنے کی باتیں کرو، بات بھی ٹھیک ہے۔

(1)......حضرت جی سے تعلق کو ابھی دو سال گزرے تھے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ جنّت کا دروازہ ہے بہت بڑا جیسے آسمان تک۔براؤن رنگ اور گولڈن دستے اور کام اور میں دروازہ کے پاس کھڑی ہوں اور لوگ جنّت میں داخل ہوتے جارہے ہیں تو کوئی مجھے پوچھتا ہے کہ تم کیوں نہیں جارہی؟ میں کہتی ہوں کہ میں اپنے حضرت جی کا انتظار کررہی ہوں۔

جناب حضرت جی نے جواب مرحمت فرمایا کہ ''یہ احقر بھی اپنی بیٹی شہزادی کے طفیل

جنّت میں چلا جائے گا''۔ جواب پڑھ کر جو میری حالت ہوئی بیان سے باہر ہے۔

ع نسیم صبح تیری مہربانی

شانِ تواضع تو دیکھیں میرے حضرت جی کی، میں تو کسی اور جواب کی منتظر تھی کہ حضرت جی کے بغیر کہاں جنّت میں داخل ہو سکتی ہوں کیا میری اوقات۔

﴿۲﴾ ...... میں نے خواب دیکھا کہ میری بہن (جو کہ اس وقت ہومیو ڈاکٹر ہے اور باشرع و باپردہ ہے) اور بھائی (فواد احمد اٹک، اس وقت دار العلوم کراچی میں تیسرے درجہ میں پڑھ رہا ہے اور اس کا بھی حضرت سے اصلاحی تعلق ہے) حضرت جی کے پاس آتے ہیں اور دو بوریاں ایک چینی اور ایک نمک کی لاتے ہیں۔ حضرت جی ایک ایک کٹورا بھر کر باری باری دونوں کے منہ میں ڈالتے ہیں۔

حضرت جی نے ارشاد فرمایا کہ ''دونوں کو دینی نفع ہوگا ان شاء اللہ''۔

﴿۳﴾ ...... میرے شوہر (محمد عثمان) مدرّس مدرسہ حلیمہ سعدیہ للبنین، سعدی پارک مزنگ لاہور) نے ایک بار خواب دیکھا 2003ء میں کہ پیرانی جی (حضرت کی موجودہ اہلیہ سکھر والی) کو پولیس پکڑ کر لے جا رہی ہے۔ اور بہت زیادہ لوگ اکھٹے ہیں تو یہ کسی سے پوچھتے ہیں کہ پولیس کیوں پکڑ کر لے جا رہی ہے؟ تو ایک آدمی بتاتا ہے کہ پیرانی جی نے مناظرہ کیا ہے اس لیے۔ پھر یہ (میرے شوہر) اندر کمرہ میں جاتے ہیں اور پرچہ اُٹھا کر دیکھتے ہیں کہ مناظرہ کس موضوع پر ہوا؟ تو لکھا ہوتا ہے ''شرعی پردہ''۔ حضرت جی نے فرمایا ''وہ پردہ میں کمزور ہیں، پولیس سے مراد احقر ہے، احقر کو اس کا برقعہ پسند نہیں''۔

جب میں نے حضرت جی سے اصلاحی تعلق قائم کیا تھا تو حضرت جی سے پوچھا کہ پردہ کے لحاظ سے بہترین بُرقعہ کون سا ہے؟ حضرت جی نے ارشاد فرمایا کہ ''ٹوپی والا'' پھر فرمایا ''کیا میری بیٹی ٹوپی والا بُرقعہ اوڑھے گی''؟ بس تب سے آج تک اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہوئی ہے کہ اپنے حضرت جی کی پسند کا بُرقعہ اوڑھتی ہوں اور اس سلسلہ میں مختلف باتوں کا سامنا رہتا ہے۔

ایک دفعہ 1999ء میں اپنے مدرسہ کے دور کی چند دوستوں سے ملاقات ہوئی۔ ان کا رویّہ میرے بُرقعہ کے متعلق تضحیک آمیز تھا کہ دنیا کے ساتھ رہ کر اتنا نہیں ہونا چاہیے۔ پردہ ہی کرنا ہے دوسرا بُرقعہ کیا بُرا ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔ (میرا دل تب بہت دُکھا کہ یہ لڑکیاں جو کہ

مدرسہ میں چار سال لگا چکی ہیں ان کی سوچ بھی ایسی۔ میں نے حضرت جی کو لکھ بھیجا کہ میرے غم خوار، میرے سچے، میرے والدِ رُوحانی کی بات میرے لیے شفا کا کام کرتی ہے)۔

فرمایا ”بہت بُرا ہے، پورے بدن کی لمبائی، چوڑائی، موٹائی ساری دنیا دیکھتی ہے اور آنکھیں اور چہرہ بھی کچھ نہ کچھ نظر آتا ہے، جو بے حیائی کے زُمرہ میں ہے“۔

④...... غالباً 2005ء میں، مَیں نے خواب دیکھا کہ میں اپنے مدرسہ کے صحن میں کھڑی ہوں اور میرے دائیں جانب چاروں خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کھڑے ہیں۔ پھر آگے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہیں اور پھر آگے اللہ تبارک وتعالیٰ بیٹھے ہیں اور میرے بائیں جانب حدِ نگاہ تک لوگ ہی لوگ ہیں کہ مجھے ہجوم کے کالے کالے سروں کے علاوہ کچھ نظر نہیں آ رہا۔ ہجوم میں ایک ایک فرد اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دھکا دیتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف پھر اس طرح درجہ بدرجہ اور پھر انہیں میرے والی جانب دھکا دیتے ہیں۔

2008ء میں جب میں جمعہ کو حضرت جی کی مجلس میں گئی خواب پیرانی جی کے ذریعہ حضرت جی سے پوچھا، اس دوران مدرسہ میں طالبات کی تعداد 15 سے 20 کے درمیان رہی۔ اور بہت دل اُداس ہوتا کہ اتنی محنت کر رہی ہوں اور تعداد نہ ہونے کے برابر۔ کمیٹی کے حضرات اور اہلِ محلّہ بھی یہی بات کرتے بہت قلق (افسوس) ہوتا۔ اور اپنے خواب کی تعبیر یہی سمجھتی رہی کہ اللہ تعالیٰ ہی دھکا دے رہے ہیں شاید میرا کام پسند نہیں، میں صحیح کام نہیں کر رہی۔ جب ڈرتے ڈرتے حضرت جی سے تعبیر پوچھی تو فرمایا ”تم اپنا کام پوری محنت اور دلچسپی سے کرتی رہو انجام اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دو“۔ اور میرے ربّ نے میرے حضرت کے فرمان کے بعد مجھ پر کرم فرمایا میری فکر دور فرمائی اور دن بدن طالبات کا رُجحان بڑھنے لگا۔

ایک بار میں نے کوئی مسئلہ کسی کے لیے پوچھنا تھا گھر فون کیا۔ روحانی والدہ دامت ظلہا نے فون پر بات کی پھر فرمایا کہ میں حضرت جی سے پوچھ لوں گی۔ آپ رات آٹھ بجے فون کر کے پتہ کر لینا۔ میں نے ٹھیک آٹھ بجے فون کیا، کوئی صاحب بولے (جو کہ حضرت جی تھے) میں نے کہا کہ میں شہزادی بول رہی ہوں حضرت جی کی اہلیہ سے بات کرنی ہے۔ یک دم حضرت جی کا قہقہہ سنائی دیا اور فرمایا ”ہاں! میں تمہارا ابو بول رہا ہوں“۔ ہائے! میرا دِل خوشی کی شدّت سے پاش پاش ہو گیا، بعد میں، میں نے رونا شروع کر دیا، میں روتی جاؤں اور حضرت جی

ہنستے جائیں۔ میں نے کہا حضرت جی میں کتنی خوش نصیب ہوں کہ میرے ربّ نے آج مجھے یہ شرف عطا فرمایا۔

پھر میں نے چند باتیں کیں حضرت جی نہیں نہیں کے جواب دیتے رہے، پھر میں نے یہ سوچ کر کے میرے حضرت کی شانِ کریمی کے یہ خلاف ہے کہ خود فون بند کرنے کو فرمائیں میں نے خود نہ چاہتے ہوئے اجازت طلب کی۔ فرمایا "ہاں ہاں میرے ایک دوست کا باہر سے فون آنا تھا اس لیے فون سیٹ میرے کمرہ میں پڑا ہوا تھا میں نے سمجھا کہ اس کا فون ہوگا لیکن میری تو میری بیٹی سے بات ہوگئی۔ لیکن اب یہ نہ سمجھنا کہ جب دل اداس ہوگا ابّو سے بات کرلیا کروں گی، پھر ہنسے پھر فرمایا بس اب پھر پابندی شروع"۔ مولٰنا محمد عتیق الرحمٰن صاحب! حضرت جی آپ کے تو والدِ محترم ہیں۔ خدا جانے آپ نے کتنی شفقتیں سمیٹی ہیں اور مزید سمیٹتے رہیں۔ آمین

مجھے تو اتنی بے تابانہ شفقت سے اپنے حقیقی ابو کا بلانا یاد نہیں بلکہ بلایا ہی نہیں جیسے میرے روحانی ابّو نے فرمایا "ہاں! میں تمہارا ابّو بول رہا ہوں"۔

آخر میں کچھ ماہ نامہ علم و عمل کے بارے میں کہ اللہ تعالیٰ اس کو دن دوگنی رات چوگنی ترقیوں سے ہم کنار فرمائیں۔ میرے حضرت جی کے لگائے گئے پودے یوں ہی تا قیامت سدا بہار رہیں۔ آمین

تحریر از: جناب عطاء اللہ شاکر صاحب، گاؤں وطنہ

ایک رات میں سویا ہوا تھا، خواب میں دیکھتا ہوں کہ حضرت مولٰنا صوفی محمد سرور صاحب دامت برکاتہم کا انتقال ہوگیا۔ آپ کو تجہیز و تکفین کے بعد چارپائی پر لٹایا ہوا ہے، آس پاس لاکھوں لوگوں کا مجمع ہے۔ اسی دوران جب حضرت کو دفنانے کا ذکر ہوا کہ کہاں دفنایا جائے تو ایک شخص نے کہا حضرت بہت اعلیٰ شخصیت ہیں اس لیے ان کو اعلیٰ جگہ دفن کیا جائے لہٰذا حضرت کو چاند پر لے جا کر دفنایا گیا۔

خواب کی تعبیر: بندہ نے خواب استاذِ محترم حضرت صوفی صاحب مدظلہ کے سامنے بیان کیا، حضرت نے تعبیر میں بتلایا کہ نیکی کی توفیق ہوگی۔

نوٹ: راقم مؤلف عرض کرتا ہے کہ حضرت نے تو اضعاً یہ تعبیر دی، حالاں کہ اس کا مطلب یہ بھی نکلتا ہے کہ حضرت کو اللہ تعالیٰ جل شانہ کا بہت زیادہ قُرب حاصل ہے۔

تحریر از: بندۂ خدا

آپ نے سلوک وتصوّف میں حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں اعلیٰ مقام حاصل کیا اور اپنے شیخ عالی مقام کی طرز پر ایک خانقاہ قائم کی جہاں سینکڑوں طالبانِ راہِ حق بیعت وسلوک کی منازل طے کر رہے ہیں۔ آپ نے متعدّد کتابیں بھی تصنیف کی ہیں: جن میں تحسین المبانی، الخیر الجاری، حسن المعبود، الدّرس الشذی وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔

آپ نہایت متواضع، ہنس مکھ، ملن سار، شخصیت کے مالک ہیں، آپ جب اپنے مخصوص انداز میں حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا درس دیتے ہیں تو انوارات وبرکات کی بارش ہوتی ہوئی محسوس ہوتی ہے، آپ کا وجودِ مسعود اس وقت جامعہ اشرفیہ لاہور کے طلباء اور تمام مسلک کے لوگوں کے لیے باعثِ رحمت وبرکت ہے۔ حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمہ اللہ کے خلفاء میں اعلیٰ مقام پر فائز ہیں اور ذوقِ تھانوی رحمہ اللہ کے عین مطابق روز وشب خدمتِ دین اور خدمتِ مسلمین میں مصروف ہیں۔ آپ نے حضرت حکیم الاُمّت تھانوی رحمہ اللہ کے مواعظ کی آسان تلخیص بھی فرمائی ہے جو کتابی شکل میں ''مسلکِ تھانہ بھون'' کے نام سے شائع ہو چکی ہے (اب ''خلاصۃ المواعظ'' کے نام سے ملتی ہے)۔

آپ اس وقت جامعہ اشرفیہ کے شیخ الحدیث ہیں اور اپنے شیخ معظم کے طریق کے مطابق اصلاح وارشاد میں مصروف ہیں۔ آپ اپنے شیخ کے متعلق فرماتے ہیں کہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے قدم مبارک میں بیٹھ کر اس ناکارہ کو کیسی کیسی عظیم دولتیں حاصل ہوئی ہیں ان کا شمار نہیں ہے۔ الحمد للہ حق تعالیٰ شانہ کی محبت سے دل کو بھرپور اور مسرور پاتا ہوں۔ حق تعالیٰ نے حضرت والا کی صورت میں دُنیا ہی میں جنّت عطا فرما دی ہے۔ اور حضرت والا کی برکت سے حق تعالیٰ کی محبت میں جو راحت محسوس ہوتی ہے اور کسی چیز میں وہ لذّت نہیں ہے۔ لاہور میں حضرت والا کی خدمت میں قیام نے احقر ناکارہ کی زندگی میں روح ڈال دی ہے۔ (احسن السوانح)

میرے حضرت والا مفتی صاحب رحمہ اللہ جہاں اپنے شیخ طریقت حضرت حکیم الاُمّت تھانوی رحمہ اللہ کے عاشق صادق اور محبِّ جاں نثار تھے وہاں اپنے شیخ تھانوی رحمہ اللہ کے مسلک کو قولاً وعملاً پوری طرح جاری وساری کرنے والے اور آفتاب تھانہ بھون کی ایک بڑی شعاع بھی تھے، جہاں آپ معقول ومنقول کے بہت بڑے امام اور فقیہہ تھے وہاں ایک بہت بڑے صاحب حال اور صاحب کرامات شیخ طریقت اور مربّی باطن بھی تھے۔ حضرت والا مفتی صاحب

رحمہ اللہ سے محبت رکھنے والوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس طرزِ زندگی کو اپنائیں جو حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے اپنایا اور وہ جو اپنے احباب و متعلقین کے لیے پسند فرماتے تھے۔(تذکرہ احسن)

دُعا ہے کہ حق تعالیٰ احقر ناکارہ کی بقیہ زندگی بھی حضرت والا کی خدمت میں
گزارنے کی توفیق عطا فرمائیں۔آمین

حضرت مولنا صوفی محمد سرور صاحب مدظلہ شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور...... حضرت مولنا مفتی محمد حسن صاحب رحمہ اللہ، حضرت حاجی محمد شریف صاحب رحمہ اللہ اور حضرت اقدس مولنا مسیح اللہ خان صاحب رحمہ اللہ کے خلفائے کرام میں سے ہیں اور ذوقِ تھانوی رحمہ اللہ کے عین مطابق روز وشب خدمتِ دین میں مصروف ہیں۔ بارگاہِ صمدیت سے آپ کو آسان تلخیص وتقسیم کا خاص ملکہ ودیعت ہوا ہے اور آپ کے دروس میں بھی یہی رنگ غالب ہے۔

حضرت حکیم الاُمّت کے مواعظ نے ہزاروں دلوں میں جہاں انقلاب برپا کیا ہے اور لاکھوں تشنہ کام اس آبِ دوام سے فائز المرام ہوئے ہیں اور اہلِ نظر نے اصلاحِ باطن میں ان مواعظِ حسنہ کو اکسیر پایا ہے اور حضرت نے بھی متوسلین کو مواعظ زیرِ مطالعہ رکھنے مشورہ دیا ہے وہاں جیسا کہ سب کو معلوم ہے کہ حضرت کے مواعظ طویل بھی ہوتے ہیں اور کہیں کہیں دقیق مضامین بھی آجاتے ہیں آپ نے ازراہِ شفقت وسہولت ان مواعظ کی آسان تلخیص فرمائی ہے۔**فَجَزَاهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ الْجَزَاء.**

مواعظ کے یہ خلاصے آپ کے قلم سے ''ماہ نامہ الحسن'' لاہور میں باقاعدگی سے شائع ہوتے رہے (اب بوجہ ضعف حضرت یہ خلاصہ تحریر نہیں فرماتے بلکہ صرف نظرِ ثانی فرماتے ہیں)، اور اب ''خلاصۃ المواعظ'' کے نام سے **63** مواعظ کا خلاصہ کتابی شکل میں آچکا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کو مقبول اور نافع فرمائے۔آمین

اللہ تعالیٰ حضرت شیخ الحدیث مولنا صوفی محمد سرور صاحب مدظلہ
کی عمر میں برکت عطا فرمائیں اور اُن کا
سایہ سروں پر قائم ودائم رکھیں۔
آمین ثم آمین

تحریراز: مولانا خالد محمود صاحب، سرگودھا

بخدمت جناب مولنا محمد عتیق الرحمٰن صاحب،

مدیر ماہ نامہ علم وعمل، لاہور

السّلام علیکم ورحمة الله وبركاته

کافی عرصہ سے ماہ نامہ علم وعمل، لاہور میں اس اشتہار کو پڑھ رہا ہوں کہ حضرت مولنا اُستاذیم صوفی محمد سرور صاحب مدظلہ کی سوانح کے بارے میں آپ کوشش فرمارہے ہیں، تو بھائی جان اصل بات یہ ہے کہ آپ کی یہ کوشش جہاں پر اپنے والدِ محترم اور پیرومرشد کے ساتھ محبت اور اُلفت کا پتہ دیتی ہے اوران کے اعمال کے ساتھ جُڑنے کا پتہ دیتی ہے وہاں پر آپ کی یہ کوشش اُمتِ مسلمہ پر بڑا احسان بھی ہے کہ ایک حقیقی مصلح الامّت شخصیت کی زندگی کے واقعات جو کہ ازخود ان کی تحقیق سے مزیّن ہوں ان کو یکجا کرکے عوام الناس تک پہنچانے کا کام آپ کر رہے ہیں، اس گئے گزرے پُرفتن دور میں آپ کا جلایا ہوا یہ دِیا یقیناً کئی بھٹکے ہوئے انسانوں کو راہِ ہدایت دکھانے کا کام دے گا۔ اِن شاء اللہ

محترم مولنا محمد عتیق الرحمٰن صاحب! میرا تعلق الحمدللہ حضرت صوفی صاحب کے ارادت مندوں میں سے ہے، اور میں جس سال دورۂ حدیث شریف سے فارغ ہوا تھا اُسی سال آپ کی شادی بھی ہوئی تھی۔ جس کی ریکارڈنگ الحمدللہ میرے پاس اب بھی موجود ہے۔ یعنی خطبۂ نکاح کی ٹیپ ریکارڈنگ استاذیم حضرت صوفی صاحب مدظلہ نے خطبۂ نکاح پڑھا تھا۔ میرے ساتھیوں میں سے حضرت مفتی حیات حسن صاحب (پشاور والے) تھے۔ اور ۱۴۱۳ھ/ 1992 کی یہ بات ہے۔ تاریخ کے تعین کے لیے میں نے اپنے سامنے اپنی ''الخیر الجاری'' کھولی ہوئی ہے اور اس سے سن کے تعین کے لیے تاریخ نوٹ کی ہے۔ جو واقعہ لکھنے لگا ہوں اس کا تعلق اس تاریخ سے ہے یعنی 28-11-1992ء بمطابق 2 جمادی الثانی ۱۴۱۳ھ صبح بخاری شریف کے سبق میں استاذیم صوفی صاحب مدظلہ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی ساتھی ریلوے اسٹیشن کے قریب رہائش والا ہو تو میری بات سُن کر جائے سبق کے بعد ہمارا ایک ساتھی حضرت کے پاس گیا کہ جی میں ہوں، تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ پانچ روپے لے لو اور اس کے ٹکٹ لے کر آنا چاہے رائے ونڈ روڈ کی طرف یا گوجرانوالہ کی طرف جو بھی اسٹیشن

قریب ہوا اور اس کا ٹکٹ 5 روپے کا ملتا ہو تو آپ وہ ٹکٹ لے آئیں۔ وہ ساتھی دوسرے دن ٹکٹ لے آیا۔ تو حضرت والا نے وہ ٹکٹ ہمیں دکھا کر پھاڑ دیا اور فرمایا کہ اصل واقعہ یہ ہے کہ میں فلاں بزرگ کے ساتھ ریل میں سفر کر رہا تھا وہ اکانومی میں تھے اور میں پسینجر میں تھا یعنی گاڑی ایک ہی تھی اور ڈبّے دو مختلف سہولتوں والے تھے۔ ان حضرت نے مجھے کسی دینی مشورہ اور مسئلہ کے لیے اپنے پاس بلایا اور میں چلا گیا کچھ وقت ان کے ساتھ اکٹھا ایک سیٹ پر سفر کیا اور پھر میں واپس اپنے ڈبّہ پسینجر میں آ گیا جو کہ اس کی نسبت کم آرام دہ اور کم سہولتوں والا تھا اِسی وجہ سے اس کا کرایہ اور ٹکٹ بھی تھوڑا تھا بہ نسبت اس ڈبّہ اکانومی کے۔ تو میرے ذہن میں آج یہ بات آئی ہے کہ میں نے ٹکٹ تو لیا ہے پسینجر کا اور کچھ سفر کر لیا ہے اکانومی میں، تو مجھے اس لحاظ سے ریلوے کا زیادہ کرایہ دینا چاہیے جتنا سفر میں نے زیادہ آرام والے ڈبّہ میں کیا ہے۔ تو اب میں نے پورے سفر کا اندازہ اور ٹکٹ کی رقم کو تقسیم کر کے پتہ چلایا ہے کہ اتنے سفر کا اتنا کرایہ مجھے زیادہ دینا چاہیے۔ تو وہ اس نسبت سے 5 روپے ریلوے کے میرے نام بنتے ہیں اب میں نے سوچا کہ یہ ریلوے والوں کو کیسے جمع کرواؤں، اگر کسی افسر یا ملازم کو دوں تو وہ کھا جائے گا اور محکمہ میں جمع نہ ہوگا۔ لہٰذا میں نے یہ سوچا کہ ٹکٹ خرید لیا جائے تا کہ ٹکٹ کی رقم تو ضرور خزانہ میں جمع ہوتی ہے۔ اور پھر وہ ٹکٹ پھاڑ کر ضائع کر دیا جائے تا کہ اس پر کوئی دوسرا سفر نہ کر سکے۔ تو اس طرح گورنمنٹ ریلوے کی وہ ضائع رقم جو اس سفر کی نسبت مجھ پر زیادہ تھی میں نے اس اندازہ سے اس کو واپس ریلوے میں جمع کروا کر اپنا آخرت کا حساب صاف رکھا ہے۔

الحمدللہ بھائی محمد عتیق الرحمٰن صاحب یہ واقعہ میرا چشم دید ہے اور میں خود ہمراہ اپنے دوستوں کے اس کا گواہ ہوں۔ واقعہ میں نے صرف سنا نہیں بلکہ حضرت کا ٹکٹ منگوانا اور پھر اس کو پھاڑنا اور سارا واقعہ سنانا میں اس واقعہ کا خود گواہ ہوں۔ باقی آپ اس کی تصدیق خود بھی حضرت استاذ یم صوفی صاحب مدظلہ سے کروا سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کی یہ محنت قبول فرمائیں اور ہمارے استاذ جی صاحب کی
عمر اور عمل میں برکتیں عطا فرمائیں اور ربّ کریم انہیں صحت
کے ساتھ عمرِ نوح کا حصّہ عطا فرمائیں۔ آمین

تحریر از: مولانا ملک خلیل احمد صاحب، چنیوٹ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ○

فَاِنَّ اللّٰہَ شَاکِرٌ عَظِیۡمٌ○ وَاللّٰہُ شَکُوۡرٌ حَلِیۡمٌ○

وَمَنۡ لَّمۡ یَشۡکُرِ النَّاسَ لَمۡ یَشۡکُرِ اللّٰہِ۔ (الحدیث)

میرے مربّی ومحسن شیخ ان آیات وحدیث کے مصداق ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے غلاموں کے قدردان ہیں اسی طرح میرے شیخ بھی اتباعِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے خدام کی حوصلہ افزائی کرنے والے قدردان ہیں۔

1985-86ء میں طلبِ حدیث کے لیے شیخ کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ وہ بھی ایسے وقت میں جب موقوف علیہ کے بعد کافی عرصہ ''جامعہ اشرفیہ چنیوٹ'' میں تدریس کرتا رہا۔ بہت سے طالب علموں نے اس ناکارہ سے پڑھا، آخر دورۂ حدیث کرنے کا شوق دامن گیر ہوا، سب کام چھوڑ کر پاکستان کے دیوبند ''جامعہ اشرفیہ، لاہور'' کا رُخ کیا تو دیکھا میرے پاس پڑھنے والے طالب علم بھی دورۂ حدیث میں مجھ سے پہلے داخلہ لے چکے تھے۔ وہ میری خدمت کرتے بندہ اپنے مشائخ کی خدمت اور کاموں میں لگا رہتا تھا۔

ایک مرتبہ پرانے دارالحدیث کے قریب ومتصل شیخ کے کمرہ (خانقاہ) کا ایک پنکھا خراب ہوگیا تو راقم نے اسے ٹھیک کردیا۔ کئی سالوں تک دورۂ حدیث سے فراغت کے بعد بھی جب بھی شیخ کی زیارت کے لیے بخاری شریف کے درس میں حاضری ہوتی تو حضرت دامت برکاتہم فرماتے خلیل صاحب آگئے ہیں انہوں نے میرے کمرہ کا پنکھا ٹھیک کیا تھا۔ تو میرے دل میں آیا کہ میرے شیخ کتنے قدردان ہیں اپنے خدّام کے کہ معمولی سی خدمت پر بار بار فرماتے اور اس کا اظہار فرماتے ہیں۔ کیوں نہ اظہار کرتے۔ قرآن وحدیث تو میرے شیخ کے دل وجگر میں اُترے ہوئے تھے۔

؎ غمِ عاشقی سے پہلے مجھے کون جانتا تھا
تیرے عشق نے بنادی میری زندگی فسانہ

خَیۡرُ النَّاسِ مَنۡ یَّنۡفَعُ النَّاسِ۔

سالکین پر شفقت:

میرے شیخ دامت برکاتہم کا ابتدا سے بیماری وکمزوری تک یہ اصول تھا کہ اصلاح کے لیے طریق کار خط وکتابت کے ذریعہ تھا بندہ بھی اسی اصول پر کاربند تھا۔ کسی وجہ سے میری ڈاک گم ہو جاتی تھی، کئی بار حضرت کی خدمت میں خط گم شدگی کا اظہار کیا۔ ایک بار حضرت کی خدمت میں حاضری ہوئی عصر کی مجلس کے بعد حضرت کا معمول تھا مسجد حسن میں اپنے کمرہ میں بیٹھ کر تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ راقم مجلس سے فارغ ہونے کے بعد مسجد حسن میں بیٹھ گیا۔ آپ نے بندہ کو دیکھا تو اپنے کمرہ سے اُٹھ کر مسجد میں میرے پاس تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ آپ کی ڈاک گم ہو جاتی ہے تو آپ کے لیے اجازت ہے کہ آپ جب آئیں خط کا جواب فوری لے لیا کریں۔ حضرت کی کمزوری سے پہلے عرصۂ دراز تک میرے ساتھ یہی معاملہ رہا کہ عصر کی مجلس کے بعد مسجدِ حسن میں تشریف رکھتے تو بندہ خط لے کر حاضر ہوتا کہ آپ فوری جواب تحریر فرما دیتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت اپنے سالکین وخدّام پر کس قدر شفقت و محبت فرمانے والے ہیں۔

شیخ یک طرفہ کاروائی کرنے والے نہیں:

الحمدللہ جب سے ہوش سنبھالی ہے اپنے بزرگوں کی صحبت حاصل رہی ہے۔ ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحب رحمہ اللہ کی مجلس میں آنا جانا رہا ہے۔ مولنا عبیداللہ انور صاحب رحمہ اللہ کی مجالس تو کبھی بھولتی ہی نہیں اسی طرح مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ اور مولنا غلام غوث صاحب ہزاروی رحمہ اللہ سے بڑا قرب رہا۔ یہ مذکورہ بزرگ تو بہت بڑے تھے جنہوں نے باطل کے ایوانوں میں حق و صداقت کی آواز کو بلند کیا ان کے علاوہ بھی بہت سے کرم فرمانے والے احباب سے واسطہ پڑا اکثر کا حال یہ تھا جس کی سنی اسی کے ہو گئے لیکن اس کے برعکس بندہ نے اپنے شیخ صوفی محمد سرور صاحب مدظلہ کو دیکھا کہ بغیر تحقیق کے کسی سے بدظن نہیں ہوئے۔

میری اپنی آپ بیتی ہے، **1941**ء میں میرے تایا جی الحاج قاری مشتاق احمد رحمہ اللہ نے شہر چنیوٹ میں جامعہ عربیہ کے نام سے ایک دینی ادارہ قائم کیا جب کہ پنجاب بھر میں قریب قریب کوئی دینی ادارہ مسلک دیوبند کا نہ تھا۔ آج کل مولنا الیاس سے اس جامعہ عربیہ کا تنازع چل رہا ہے۔ مولنا الیاس کے متعلقین کی طرف سے میرے خلاف حضرت کے ہاں

بڑے خطوط آئے۔ایک دن بخاری شریف کے درس میں حاضری ہوئی تو حضرت میری طرف دیکھ کر فرمانے لگے خلیل صاحب آگئے ہیں۔آپ کے خلاف بڑی شکایات ہیں لیکن میں نے کہہ دیا ہے کہ خلیل صاحب کو ساتھ لاؤ گے تو تب بات ہوگی۔تو شیخ نے بندہ پر شفقت کی کہ آج کل کے بڑے لوگوں کی طرح یک طرفہ ٹریفک نہیں چلائی یہ میرے شیخ کی خصوصیت ہے۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ شیخ نے قرآن کریم کے اس حکم پر عمل کیا ہے ''موصول ہونے والی خبر کی تحقیق کی جائے''۔اور یہ بھی میرے شیخ کی شان ہے کہ آپ کتنے خدا ترس ہیں اگر آپ ان لوگوں کی باتیں سن کر کوئی فیصلہ فرما دیتے تو بندہ کسی گڑھے میں پڑا ہوتا اور کوئی میرا پُرسانِ حال نہ ہوتا۔

صاف گوئی:

ایک مرتبہ فجر کی نماز کے بعد حضرت کے چند متعلقین کی معیت میں حاضری ہوئی۔ گھر کی طرف آپ کے ساتھ جارہے تھے تو آپ فرمانے لگے صرف اور صرف ایک ایک پیالی چائے کی مل سکتی ہے لیکن ہمیں جانا تھا اس لیے ہم چائے تو نہ پی سکے لیکن حضرت کی بے تکلّف چائے کی بات کرنا آپ کی صاف گوئی پر دلالت کرتی ہے۔

میرے شیخ پر حیا کا غلبہ:

کئی بار مسجدِ حسن سے نماز کے بعد شیخ مکرّم باہر تشریف لائے تو عورتوں سے سامنا ہوا۔بعض عورتیں بچوں کے دم کروانے کی غرض سے اور بعض مسائل کے دریافت کرنے کے لیے وہ شیخ کے قریب ہونے کی کوشش کرتیں تو آپ پیچھے ہٹ جاتے اور اپنی آنکھیں بند کر کے اپنے چہرہ کو بھی ڈھانپ لیتے اور اس انداز میں گفتگو کرتے۔حضرت کا یہ انداز حیاء کے غلبہ کی بناء پر ہے کہ عورت کو خواہشات سے نہ دیکھے۔شیخ کو سورۂ نور کی آیت پر عمل کرتے دیکھا۔

نوٹ: مولانا خلیل الرحمٰن صاحب کے متعلق مشہور تھا کہ یہ مماتی ہیں مگر مؤلف راقم نے ان سے تفصیل سے بات کی، انہوں نے اقرار بصورتِ رُجحان مان کر مکمل تحریری توبہ لکھ دی ہے۔اِس لیے حضرت صوفی صاحب مدظلہ نے ان کی خلافت فی الحال باقی رکھی ہے۔

(محمد شفیق الرحمٰن صاحب، مدیر ماہنامہ علم و عمل، لاہور)

تحریر از: مولانا عبدالغفور سعدی صاحب

(خلیفہ حضرت صوفی صاحب مدظلہ)

نَحمَدُهٗ وَنُصَلِّی وَنُسَلِّمُ عَلیٰ رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَالْمَعْصُوْمِیْنَ وَعَلیٰ اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ اِلیٰ یَوْمِ الدِّیْنِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا۔ اَمَّا بَعْدُ فَقَالَ تَعَالیٰ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا O (الاحزاب:70)

وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَیْرُ النَّاسِ مَنْ یَّنْفَعُ النَّاسِ۔ (الحدیث)

۱ ...... یوں تو ہر شخص کسی نہ کسی کا مدّاح ہوتا ہی ہے اور اسباب مدح بہت ہیں لیکن جو اوصافِ حمیدہ استاذِ محترم و معظم حضرت صوفی صاحب مدظلہ میں حق تعالیٰ نے رکھی ہیں ان میں سے کچھ اوصاف کا ذکر بطورِ شہادت پیشِ خدمت ہے کہ روزِ محشر تو ہر شخص نے للناس یا علی الناس شہادت تو دینی ہی ہے تو دنیا میں کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی خوش بو ایسی پھیلتی ہے ہر طرف کہ چار دانگ عالم گواہی دیتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ بندہ ہے اور خود حق تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ آسمان و زمین میں اعلان فرمادیں کہ فلاں بن فلاں سے میری دوستی ہوگئی ہے تم بھی (اس سے) دوستی کرلو۔

۲ ...... جس طرح حق تعالیٰ کا فرمان ہے ''کہ بات صاف صاف کہو''۔ اور فرمان ہے کہ ''لوگوں میں سے بہتر وہ ہے کہ کامل نفع ہو جس سے خلقت (مخلوق) کو''۔ ان فرامین کے پیشِ نظر احقر محمد عبدالغفور ولد نور احمد مظفر گڑھی حال مقیم جامعہ حقانیہ، ساہیوال ضلع سرگودھا، متعلم درجہ تخصص عرض کرتا ہے اور اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ شیخ مکرّم اپنی ذہانت، فطانت، طمانیت کے ساتھ تدبّر، تفکّر اور تحقیق، تخریج، تفسیر، توضیح میں کلمہ حق یعنی دینِ اسلام، شریعت محمدیہ کی عملی زندہ مثال ہیں۔

۳ ...... جس طرح ایک محدّث کے لیے ذہانت اور کسی منکر کے لیے طمانیت اور مفسر کے لیے فطانت اور کسی فقیہ کے لیے تدبّر کی ضرورت ہوتی ہے میرے حضرت میں بکمالہ یہ صفات موجود ہیں۔

۴ ...... جس طرح کسی صوفی کے لیے علم اور عمل کے جدوجہد کا جذبہ اور ہمّت اور استقامت کی ضرورت ہوتی ہے وہ میرے استاذِ محترم میں بکمالہ موجود ہے۔

۵ ...... جس طرح کسی ولی کامل کے لیے تقویٰ، رضا، صبر، شکر، تواضع اور شفقت علی الناس کی ضرورت ہوتی ہے وہ میرے شیخ حضرت صوفی صاحب میں موجود ہیں۔

۶ ...... جس طرح کسی عاشق اور مُحب کے لیے ولولہ جوش ہوش، اِنتظار اپنے معشوق اور محبوب کے لیے ضروری ہوتا ہے اسی طرح بکمالہ میرے شیخ اپنے اللہ تعالیٰ اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے شیخ ومشائخ کی محبت میں فناء نظر آتے ہیں اور زمانہ سے بے گانہ نظر آتے ہیں۔

۷ ...... جس طرح کسی چیز کی حفاظت کے لیے سامانِ حفاظت کی ضرورت ہوتی ہے اور سامانِ حفاظت کا انتظام پہلے کیا جاتا ہے اسی طرح میرے شیخِ مکرّم ہر وقت ہر آن ہر گھڑی اپنے ایمان، اپنے اعمال، اپنے اخلاص، اپنے دین اسلام کی ترقی وحفاظت کے لیے ہمہ وقت سامانِ حفاظت (تقویٰ) کے انتظام میں مصروفِ عمل نظر آتے ہیں۔

۸ ...... جس طرح ایک سخی انسان اپنی سخاوت کے سامان کا بڑھانے کی فکر میں لگا ہوتا ہے اسی طرح میرے شیخ محترم دینی سخاوت کے باب (جو کہ اصل سخاوت ہے) کی اکائی سے دہائی یعنی آخری عدد تک یعنی زندگی کے آخری لحہ تک اور بعد الموت قیامت تک اور قیامت سے تا ابد کے کھلا رکھنے اور جاری رکھنے اور جاری رہنے کی فکر میں لگے ہوئے نظر آتے ہیں۔

۹ ...... جس طرح ایک تاجر اپنی تجارت کے نفع عام کے لیے مالِ تجارت کو بڑھانے کی فکر میں ہوتا ہے اسی طرح میرے شیخ مخلوق کے نفع عام کے لیے ہر وقت، ہر آن، ہر گھڑی تصنیف ودرس وتدریس، علمِ حدیث، علمِ فقہ، علمِ تصوّف، علمِ قرآن کی محنتِ شاقہ کی فکر کے ساتھ عملی نمونہ نظر آتے ہیں۔

۱۰ ...... جس طرح ایک شفیق اور محسن باپ اپنی اولاد کے راحت وآرام کی فکر میں بے تاب بسمل کی طرح اپنے ذوق وشوق کے ساتھ انتظامی اُمور راحت وآرام کے اسباب جمع کرتا ہے اسی طرح میرے شیخ محترم ہمہ وقت اصلاح وفلاح اُمّت کی فکر میں پیش پیش نظر آتے ہیں۔

۱۱ ...... جس طرح صحیح سمجھ رکھنے والا شخص اپنے کھانے پینے، دودھ ومشروبات وغیرہ میں غلاظت سے بچنے کی تدابیر کرتا ہے اسی طرح میرے شیخ مکرّم اِنَّ مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُهٗ مَالَا یَعْنِیْهِ کے تحت ہر وقت، ہر آن، ہر گھڑی اپنی زبان، اپنی آنکھ، اپنے کان اور اپنے دِل اور دیگر جوارح کو ہر گناہ سے بچنے کی فکر میں نظر آتے ہیں۔

۱۲...... جس طرح ایک مسافر اپنے سامانِ سفر کو تلاش کرنے اور جمع کرنے کی فکر کرتا ہوا نظر آتا ہے اسی طرح میرے شیخ محترم ہر وقت، ہر آن، ہر گھڑی اپنے سامانِ سفر، آخرت کی تیاری میں مشغول اور فکر مند نظر آتے ہیں۔

۱۳...... جس طرح ایک صحت مند بچہ اپنی پاک دامن ماں کی آغوش میں خوش ہوتا نظر آتا ہے اسی طرح میرے شیخ محترم اپنے اللہ تعالیٰ کی ذاتِ عالیہ کی رحمت کے آغوش میں اس جہاں میں ہمہ وقت خوش اور مطمئن اور کھلتے پھول کی طرح سدا بہار خوش نما، خوش رو، راضی برضائے مولیٰ نظر آتے ہیں۔ (اَضحَکَ اللّٰہُ سِنَّکَ. آمین)

۱۴...... جس طرح شفیق ماں باپ مشکل وقت میں اپنی اولاد سے مشکل کو دور کرنے کے لیے خود مشکل اختیار کر لیتے ہیں اور اپنی اولاد کو مشکل میں نہیں ڈالتے اسی طرح میرے شیخِ مکرّم خود تو راہِ عزیمت پر عمل پیرا ہوتے ہیں لیکن عامۃ الناس کے لیے رُخصت کی راہ تجویز فرماتے ہیں۔

۱۵...... **الغرض قصہ مختصر** خالقِ کائنات نے جس مقصد کے لیے حضراتِ انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ جاری فرما کر دینِ اسلام اور شرع متین جیسی نعمتِ عظمیٰ کی حفاظت اور تبلیغ کی سنت جاری فرمائی اور پوری انسانیت پر احسان فرما کر پھر آخر میں حضرت خاتم الرسل، سید الکونین والثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ نبوّت کے صدقہ اس عظیم نعمت کی حفاظت اور تبلیغ کا سلسلہ اس آخری اُمّت کے سپرد کیا پھر خوش بخت، خوش نصیب بنی آدم کے سعادت مند نفوس کہ اس بارامانت کی آبیاری کرنے میں پیش پیش ہوئے اور اپنا شمار فقہاءِ اُمّت، محدّثین عظام، صوفیاء کرام، علماء کرام، حفاظ کرام، مفتیانِ کرام، مناظرِ اسلام، مجاہدِ اسلام، مصنّف محقق، مدقق، مفسّر، مدبّر، مقنّن وغیرہ القاب سے معنون کرایا اور اپنی تمام تر خداداد صلاحیتوں کو اسلام کی سربلندی کے لئے خرچ کر ڈالا اور اپنی جائز خواہشات اور لذّات اور شہوات تک کو فنا کر دیا کہ ابلیس لعین کی تلبیس ان تک رسائی نہ کر سکے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا آخری پیغام اور آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ہر بات پوری طرح روزِ روشن سے زیادہ واضح ہو گئی۔

ان میں سے ایک میرے استاذِ محترم حضرت مولنا صوفی محمد سرور صاحب مدظلہ بھی ہیں۔ کہ جن کی شبانہ روز کی محنت اور کاوش کے صدقہ کسی ملحد کا الحاد، کسی زندیق کا زندقہ، کسی مکار کی مکاری، کسی عیّار کی عیاری، کسی مبتدع اور بدعتی کی بدعت، کسی مضل اور ضال کی ضلالت

وسفاھت، کسی دجّال و کذّاب کا کذب ودجل، اور کسی افراط وتفریط کے مریض کا کوئی حیلہ مکر وفریب، خیانت وخباثت، کسی اہلِ ایمان صحیح العقیدہ اہلِ اسلام کے سینوں سے حق وصداقت کے نور کو دھنوں نہ کر سکی اور جن کی محنت وکوشش سے خود دینِ اسلام کی ہر کلی ہر پھول ہر شاخ ہر بات ہر مسئلہ من وعن بغیر زیر وزبر اور نقطہ کی تبدیلی کے روزِ اوّل کی طرح اصل اور جوں کو توں چمکتا تابندہ ستاروں کی طرح تمام اہلِ اسلام کے سینوں میں محفوظ ہے۔

میرے شیخ محترم جن کی چلتی پھرتی حسی تصویر ہیں اور ان نامور شخصیات میں سے کہ جن کی نظیر ملنا مشکل ہوتا ہے یا صدیوں بعد کوئی مردِ قلندر پیدا ہوتا ہے اور دینِ اسلام کی ہر بات تواتر بالسند المضبوط کے تحت جن جن ہاتھوں اور سینوں سے چودہ صدیوں سے منتقل ہوتی آرہی ہے ان محفوظ ہاتھوں میں میرے شیخ مکرّم کے ہاتھ بھی ہیں اور جن عظیم شخصیات کے سلسلۃ الذہب کو کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ اَصْلُھَاثَابِتٌ وَّفَرْعُھَافِی السَّمَاءِ کہا جائے تو بے جا نہیں ہے بلکہ حقیقت اور اصل الحقیقت ہے۔ اِن نفوسِ مقدسہ میں سے ایک میرے شیخ محترم مدظلہ ہیں۔ اور جن کے بارے خود حق تعالیٰ اپنے کلام میں پیش گوئی کے تحت فرماتے ہیں یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ O ثُمَّ اَوْرَثْنَاالْکِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا. اور فرماتے ثُلَّۃٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ وَقَلِیْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ. اور فرماتے وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ. اور جن کی نسبت وکاوش کی قدر دانی فرماتے ہوئے اپنے اور اپنے محبوبین کے اعداء کو چیلنج کرتے ہیں اپنے کلام میں کہ......

اِنَّانَحْنُ نَزَّلْنَاالذِّکْرَوَاِنَّالَہٗ لَحَافِظُوْنَ O اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطَانٌ (الآیۃ)

آخری گذارش:

کہ احقر کی 25 سال سے تقریباً حضرت مدظلہ کے صاحبزادے محمد عتیق الرحمٰن صاحب کے ساتھ سفر وحضر کا تعلق رہا ہے، پس دورانِ خوش طبعی کے باوجود کبھی بھی غیر شرعی بات نہ سُنی ہے نہ دیکھی ہے، یہ حضرت کی تربیت اور اِخلاص کی نشانی ہے اور حضرت کے مُجازین کے ساتھ معاملات اور بے تکلّفی کی باتیں ہوتی ہیں مگر کبھی کوئی بات غیر اَخلاقی، غیر شرعی نہیں دیکھی یہ حضرت صوفی صاحب مدظلہ کی توجّہ اور عنایت وکرم ہی ہے۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ احقر کو اس عظیم مصلح الاُمّت کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں اور ہم سب کا خاتمہ بالخیر فرمادیں اور حضرت کو عافیت دارین نصیب فرمادیں اور ہماری دنیاوی اور اُخروی ترقی کے لیے دینی راہ نمائی کا ذریعہ تاقیامت بنادیں۔ آمین

تحریر از: جناب ڈاکٹر اقبال مسعود صاحب، سیالکوٹ

یہ اللہ ربّ العزّت کا مجھ ناچیز پر احسانِ عظیم ہے کہ اس نے حضرت والا سے اِصلاحی تعلق نصیب فرمایا (الحمدللہ)۔ حضرت والا کی صحبت اور نسبت سے دین کی سمجھ آنا شروع ہوگئی۔ اس اصلاحی تعلق کے دوران میری حضرت والا سے کچھ ایسی یادیں اور باتیں وابستہ ہیں جن کو میں دنیا میں سرمایۂ افتخار اور آخرت میں نجات کا ذریعہ سمجھتا ہوں۔ ذیل میں ان میں سے کچھ عرض کرتا ہوں۔

میرے اصلاحی تعلق کے دوران جہاں حضرت والا نے کچھ پابندیاں لگائیں وہاں ان میں سے ایک پابندی پتلون نہ پہننے کی تھی۔ جس انسان کے 30-25 سال اس غیر شرعی لباس میں گزرے ہوں اس کو یہ پابندی طبیعت پر کافی گراں تھی۔ میں نے حضرت والا سے عرض کیا کہ حضرت کبھی کبھی پتلون پہن لیا کروں۔ فرمایا اگر تھوڑی دیر دوزخ کی آگ برداشت کر سکتے ہو تو پہن لیا کرو۔ اس فقرہ سے وہ دن اور آج کا دن کبھی اس غیر شرعی لباس کا تقاضا تک بھی نہیں ہوا۔

میرے عمرہ کی ادائیگی کے بعد آنے والے ایک خواب کا تذکرہ کیا۔ فرمایا کہ اس میں عمرہ کی قبولیت کی طرف اشارہ ہے۔ یہ جواب سنتے ہی بے اختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے کافی دیر کے بعد حضرت والا سے دوبارہ عمرہ کی سعادت حاصل کرنے کی اجازت چاہی حضرت والا نے ایک شعر پڑھا جس کا مفہوم کچھ یوں تھا کہ......

اے مدینے کے راہی ہمیں نہ بھلانا
ہمارا بھی سلام وہاں جا کے کہنا

احقر جب روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری کے لیے گیا تو بے پناہ رش ہونے کی وجہ سے لوگوں کو کھڑا نہیں ہونے دے رہے تھے بلکہ چلے جانے کا کہہ رہے تھے۔ روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تھوڑی دیر دور میں نے نیّت کی کہ درود و سلام کے بعد سب سے پہلے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اپنے حضرت والا کا سلام عرض کروں گا۔ اس خیال کے ساتھ عجیب کیفیت طاری ہوئی، آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہوئے۔ آہستہ آہستہ چلتے چلتے جب روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہوا تو نہ صرف کھڑے ہو کر پورے اطمینان کے

ساتھ درود شریف پڑھا حضرت والا کا سلام عرض کیا اپنے اہل وعیال کے لیے دُعا کی درخواست فرمائی اور عجیب اطمینان کے ساتھ آگے رُخصت ہوا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ کیفیت صرف اور صرف اس نصیحت کی وجہ تھی جو حضرت والا نے فرمائی تھی۔

میرے کچھ سپارے کچے تھے حضرت والا سے عرض کیا فرمایا کہ ان کو سبقاً سبقاً یاد کر کے کسی کو سناؤ۔ اس ہدایت پر عمل کرتے ہوئے کلینک پر جو بھی فارغ ٹائم ہو یاد کرتا ہوں۔

ایک مرتبہ جمعہ کے وعظ میں میری طرف دیکھتے ہوئے فرمایا ڈاکٹر صاحب صرف کلینک پر ہی سبق نہ یاد کریں بلکہ گھر میں بھی وقت دیں۔ اتنا سننے کے بعد اس قدر اطمینان ہوا اور خوشی ہوئی کہ دیکھو! حضرت والا نے کس طرح میری طرف اظہار فرمایا۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ

اَللّٰه اَکْبَر

اَسْتَغْفِرُاللّٰهَ

لَااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ

لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّابِاللّٰهِ

یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ

تحریر از: جناب محمد سعید سندھو صاحب، لاہور

تقریباً 28 سال ہو گئے کہ حضرت جی صوفی صاحب کی جمعۃ المبارک والی مجلس میں شرکت کی سعادت نصیب ہو رہی ہے۔ باقی دن میں عصر کی نماز کے بعد 10 منٹ والی مجلس میں شرکت کرتا رہا۔ صرف بیماری یا لاہور سے باہر ہونے پر شرکت سے محروم رہا۔ جمعۃ المبارک والا وعظ تو صرف آدھے گھنٹے کا ہوتا ہے لیکن یہ وعظ پورے ہفتہ کے گناہوں کی میل کچیل کو اس طرح دھو دیتا ہے اور دل نیکی کی طرف راغب رہتا ہے۔ علم و عمل کے لحاظ سے میں نے حضرت جی کو بہت سے علماء کرام سے آگے پایا، جو کچھ وعظ میں فرماتے اس کا خود عملی نمونہ ہوتے اور اپنے مریدوں کو بھی اس پر کاربند رہنے کی تلقین فرماتے، ان کا کوئی بیان بھی قرآن و حدیث سے باہر نہیں ہوتا ان کا اندازِ بیان ایسا کہ ہر سننے والے کے دل پر اثر چھوڑتا ہے۔

میرے والد صاحب مرحوم باغبان پورہ سے سائیکل پر حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمہ اللہ کے پیچھے جمعۃ المبارک پڑھنے آیا کرتے، وہ مجلس صیانۃ المسلمین کے ممبر بھی تھے اور سالانہ جلسہ میں بھی شرکت فرمایا کرتے تھے جس کی وجہ سے میرے دل میں بھی اکابرین دیوبند کے لیے محبت اور عقیدت کا جذبہ پیدا ہو گیا تھا۔ اسی محبت کی وجہ سے میں نے جامعہ اشرفیہ کے نزدیک رہائش اختیار کی۔ شروع میں جب یہاں آیا تو حضرت مولنا عبید اللہ صاحب اور مولنا عبدالرحمٰن صاحب مدظلہما کی دعوت کی جو کہ انہوں نے کمالِ شفقت سے قبول فرمالی۔ دعوت چوں کہ مغرب اور عشاء کی نماز کے دوران تھی جلد ہی عشاء کی نماز کا وقت ہو گیا۔ تو بڑے مولنا میں مزاح کی حس تھی فرمانے لگے ہم مولوی حضرات نمازیں پڑھتے کم ہیں پڑھاتے زیادہ ہیں۔

شاید کوئی ایک ڈیڑھ سال بعد امامت حضرت صوفی صاحب مدظلہ کو سونپ دی۔

پھر پورا عرصہ تقریباً 25 سال میں نے حضرت کے پیچھے نماز پڑھی۔ قرآن پاک سے جو بھی مخصوص رکوع تلاوت فرمایا کرتے وہ اتنے از بر ہو گئے کہ میں جب تلاوت کرتے وقت ان رکوع پر پہنچتا تو ایسے لگتا جیسے زبانی یاد ہوں اور بعض یاد بھی کر لیے، بعض اوقات نماز پڑھتے ہوئے خیال آتا کہ شاید فلاں سورت یا رکوع پڑھیں گے تو واقعی وہی رکوع یا سورت پڑھتے۔ مجھے یاد ہے کہ قاری احمد علی صاحب، قاری محمد موسیٰ صاحب، اور جناب قاری محمد عتیق الرحمٰن صاحب نے اکھٹا ہی دورۂ حدیث مکمل کیا تھا۔ ان حضرات کی میرے دل میں بہت محبت، عزت واحترام ہے۔ قاری محمد موسیٰ صاحب سے خصوصی تعلق ہے کیوں کہ وہ ہمارے پیش امام بھی ہیں اور انہیں

کی وساطت سے کبھی کبھی آپ حضرات سے ملاقات ہوجاتی ہے اور بیان سننے کی سعادت حاصل ہوجاتی ہے۔آپ چوں کہ مدرسہ کی تعمیر اور ترقی میں مشغول ہوگئے یعنی مصروف ہوگئے اس لیے ملاقاتیں کم رہیں۔

غرضیکہ یہ کہ میں ایک لمبے تعلق کی بناء پر حضرت صوفی صاحب کے قریب رہا اگر چہ اصلاحی تعلق اور خط وکتابت والا معاملہ تو نہ تھا لیکن پھر بھی ان کے کافی معمولات سے واقف تھا۔جب وہ لاری اڈّہ بادامی باغ مسجد میں نمازِ جمعۃ المبارک کی امامت اور بیان فرمانے جایا کرتے اور نیوخان والے آپ کو اپنی پیجارو گاڑی میں لے جایا کرتے اور واپس چھوڑ کر بھی جاتے تو ایک دفعہ میں نے عرض کیا حضرت جی! آپ نے واپس جانا ہے اور میں اشرفیہ پارک میں رہائش پذیر ہوں آپ میرے ساتھ تشریف لے چلیں۔تو فرمایا کہ بھائی خان صاحب سے پوچھ لو اگر وہ اجازت دیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں، یہ ان کی اصول پسندی تھی، کچھ اسی طرح کا جواب حضرت مولنا محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ نے اپنی لاہور آمد پر جب دانت کا علاج کروانے تشریف لائے تو اپنے مریدین کو دیا تھا کہ ڈاکٹر صاحب سے اجازت لے لو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

حضرت جی کی عادات میں ایک یہ بھی ہے کہ وہ عموماً کسی کی دعوت غالباً مصروفیات کی بناء پر یا میل جول کم رکھنا چاہیے کے اصول پر کم ہی قبول فرمایا کرتے ہیں، میں نے جب اپنی کاروباری مصروفیات کم کر کے حضرت جی سے اصلاحی تعلق جوڑا اور ان کی خدمت میں رہنے لگا اور خصوصاً فجر کی نماز کے بعد حاضری نے مجھے یہ جرأت عطا کی کہ حضرت کو اپنے گھر میں کھانے کی دعوت دوں۔چناں چہ میں نے ڈرتے ڈرتے حضرت جی سے درخواست کی، دل میں خوف تھا آپ مشکل سے ہی قبول فرمائیں گے۔لیکن میری خوشی کی انتہاء نہ رہی کہ آپ نے دعوت قبول فرمالی۔میں تو خوشی میں اپنا آپ بھول گیا۔فرمانے لگے کب کرنا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا جب آپ کو آسانی ہو، اور فرمایا کہ رہتے کہاں ہو؟ میں نے عرض کیا نزدیک ہی رہتا ہوں یہیں جامعہ اشرفیہ پارک میں میری رہائش ہے، تو فرمایا کل ہی کرلو یعنی 9-6-2008 بروز پیر آپ نے دعوت قبول فرمالی۔اسی روز حضرت جی نے عصر کی مجلس میں ازراہِ مزاح فرمایا کہ آج سعید صاحب کے ہاں میری دعوت ہے۔

حضرت جی کے دعوت قبول کرنے کے بارے میں جس شخص نے بھی سنا وہ حیران رہ

گیا کیوں کہ یہ بات حضرت جی کے معمولات میں شامل نہ تھی۔ میرا ارادہ تھا حضرت والا کے ساتھ ان کے بڑے بیٹے مولنا محمد عتیق الرحمٰن صاحب اور چھوٹے بیٹے مولنا عبدالرحمٰن صاحب کو بھی شرکت کی دعوت دی جائے، میں نے حضرت جی کو درخواست کی کہ آپ کے دونوں صاحب زادے بھی تشریف لائیں تو حضرت جی نے فرمایا کہ آپ خود ان کو دعوت دیں اگر وہ قبول کرلیں تو ٹھیک ہے۔ حضرت جی کے جواب سے مجھے اکابرینِ دیوبند کی یادتازہ ہوگئی۔ جب میں نے مولنا عبدالرحمٰن صاحب سے دعوت کی درخواست کی تو انہوں نے بھی قبول فرمالی اور جب آپ (محمد عتیق الرحمٰن صاحب) سے موبائل پر میں نے رابطہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ ابھی ابھی سفر سے آیا ہوں مصروفیت کی بناء پر حاضر نہ ہوسکوں گا۔ اس کے علاوہ میں نے حضرت جی کے معالج وخادم ڈاکٹر ریحان آفتاب صاحب کو بھی دعوت میں مدعو کرلیا۔ چوں کہ حضرت جی نے بعداز عشاء کا وقت دیا تھا اور آپ وقت کے بڑے پابند ہیں اس لیے عشاء کے بعد میں نے اپنے بیٹے اویس خرم کو حضرت جی کو لانے کے لیے بھیجا۔ آپ وقتِ مقررہ پر گھر تشریف لے آئے۔ جب گاڑی گھر کے سامنے آکر رکی اور آپ نے گاڑی کے باہر قدم رکھا فرمایا میں اپنے آپ کو دنیا کا خوش قسمت انسان تصوّر کررہا تھا وہ لمحہ میں کبھی نہیں بھول سکتا جب حضرت جی کے قدموں کو میرے گھر کی زمین نے بوسہ دیا۔

حضرت جی کمرہ میں تشریف لائے اور کُرسی پر تشریف فرما ہوئے۔ ان کے ساتھ مولنا عبدالرحمٰن (صاحب زادے) اور ڈاکٹر ریحان صاحب بھی تشریف فرما ہوئے۔ حضرت جی نے خانہ دار تہہ بند اور سفید کرتہ زیب تن کررکھا تھا سادگی میں بالکل اکابرین کی یادتازہ کررہے تھے۔ میں تو جیسے ساتویں آسمان پر اُڑ رہا تھا، یقین نہیں آرہا تھا کہ حضرت جی میرے گھر تشریف فرما ہیں اور یہ کہ میں اتنی بڑی سعادت کا حق دار ٹھہرا۔

حضرت جی کا ادب اور خوشی کچھ اس طرح مل گئے کہ میں سلام کے علاوہ کوئی لفظ زبان سے ادا نہ کرسکا۔ یہی کیفیت بیٹے اویس کی تھی جس کو محسوس کرتے ہوئے آپ کے صاحب زادے مولنا عبدالرحمٰن صاحب نے بے تکلفانہ گفتگو شروع کی جس سے حوصلہ پاکر حضرت جی سے کھانا شروع کرنے کی درخواست کی۔ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ حضرت جی کو پہلے کیا پیش کروں اس موقع پر عبدالرحمٰن صاحب کہنے لگے "ابّا جان نے جو لینا ہوگا لے لیں گے

آپ پریشان نہ ہوں"۔ حضرت جی جس طرح لباس میں اور مزاج میں سادہ ہیں کھانے میں بھی سادگی اختیار فرماتے ہیں۔

حضرت جی نے تھوڑے سے چاول اور گوشت تناول فرمایا تھوڑی سی فرنی کھائی۔ کھانے کے بعد بیٹے اویس نے آم پیش کیے جو چھوٹی چھوٹی قاش میں کاٹے ہوئے تھے وہ شوق سے نوش کیے (مگر تھوڑے)۔ کھانے کے بعد حضرت جی زیادہ دیر نہیں بیٹھے کیوں کہ یہ وقت ان کے آرام کا تھا اس لیے حضرت جی جلد ہی واپسی کے لیے کھڑے ہوگئے اور میرا بیٹا اویس انہیں واپس چھوڑنے کے لیے چلا گیا۔ جتنا وقت حضرت جی گھر میں تشریف فرما رہے کمرہ نور اور خوش بو سے بھرا محسوس ہوا۔ آج بھی جب اس کمرہ میں آتا ہوں تو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے حضرت جی کمرہ میں موجود ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ ذہن میں موجود ہے اور اس وقت میرے احساسات تھے ان کو قلم لکھنے سے قاصر ہے ہمارے بڑوں نے اکابرین دیوبند کی زیارت کی ہے۔ کچھ بزرگوں کی زیارت میں نے بھی کی ہے، میں یقین سے کہہ سکتا ہوں جس شخص نے اکابرین دیوبند کی زیارت نہیں کی وہ حضرت جی کی زیارت کرلے۔ آج کے دور میں شاید ہی کوئی ایسا ہو جس کے معمولات اور معاملات میں، علم میں، تقویٰ میں، سادگی میں غرض ہر معاملہ میں اکابرین دیوبند کی پوری جھلک نظر آتی ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت جی کو جزائے خیر دے،
جنہوں نے مجھ جیسے حقیر کی بات کی لاج رکھ لی
اور میرے گھر آکر میری عزّت افزائی فرمائی۔

آمین ثمّ آمین

تحریر از: مولانا قاضی نعیم اللہ غفاری صاحب

غربتِ زمانہ:

اللہ ربّ العزّت نے ایسے ایسے اساطین اور جبال العلم، قانع، صابر و شاکر علماء عطا فرمائے کہ جنہیں دیکھ کر قرونِ اُولیٰ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے اور بعض علماء دیوبند کو اللہ تعالیٰ نے ایسی قوتِ حافظہ عطا فرمائی کہ علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ اور حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ کی شخصیات ذہن میں آنے لگتی ہیں، اور اللہ تعالیٰ کا علماء دیوبند پر یہ خصوصی فضل وانعام ہے اور ان حضرات کے اخلاص اور للّٰہیت کی برکت ہے کہ آج جو علماء اس طبقہ کے ہیں ان جیسے علماء کی مثال دنیا پیش نہیں کرسکتی۔

اور یہ بات واقعی حقیقت ہے کہ ہم لوگ اپنے اکابر کی قدر و منزلت اور ان کے مقام و مرتبہ کو ان کی زندگی میں نہیں پہچانتے جب وہ اس دنیا سے چلے جاتے ہیں پھر ہمیں پچھتاوا ہوتا ہے۔ لیکن اس وقت پچھتاوے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا لیکن یہ جاننے والے وہی ہوتے ہیں جنہوں نے اپنی زندگی اس طرح بسر کی ہوتی ہے کہ ان سے ہزاروں، لاکھوں انسان ہر طرح سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ اور ان کے جانے کے بعد بھی وہ حضرات لاکھوں کو سوگوار چھوڑ کر جاتے ہیں۔ انہیں حضرات میں، انہیں اکابرین میں سے قدوۃ السالکین، رئیس الاتقیاء، جامع المعقول والمنقول، ابدالِ زمانہ، قطب الاقطاب حضرت مولنا شیخ الحدیث صوفی محمد سرور صاحب دامت برکاتہم العالیہ ہیں۔ (اللہ تعالیٰ ان کی زندگی میں برکت عطا فرمائے اور ان کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر قائم فرمائے۔ (آمین)

بندہ کو جب اطلاع ملی کہ حضرت کی زندگی میں ان کی سوانح حیات ترتیب دی جارہی ہے تو بندہ نے اس غرض سے کہ میرا بھی نام ان خوش نصیبوں میں شامل ہو جائے جو اس پر قلم اُٹھائیں، اسی غرض سے چند سطور زیب قرطاس کرنے کی جسارت بندہ کر رہا ہے۔ ورنہ من آنم کہ من دانم اور نہ ہی بندہ نے حضرت سے کوئی فیض حاصل کیا ہے نہ ہی مستقل ان کی شاگردگی اختیار کی ہے۔ صرف ایک دو بار حضرت سے ملاقات ہوئی اور ایک مرتبہ بخاری شریف کے درس میں بندہ شریک ہوا۔ انہیں مختصر مجلسوں کا ذکر اس تحریر میں کرنا چاہتا ہوں۔

شیخ المعقول والمنقول شیخ الحدیث علامہ مولنا محمد موسیٰ روحانی بازی رحمہ اللہ کی وفات کے بعد بندہ ان کی قبر مبارک کی زیارت کے لیے لاہور حاضر ہوا تو سب سے پہلے جامعہ اشرفیہ میں حاضری دی۔ مقصود یہی تھا کہ حضرت صوفی صاحب دامت برکاتہم کی زیارت بھی ہو جائے

گی اور شرفِ تلمّذ بھی حاصل ہو جائے گا اس لیے بندہ تعلیم کے اوقات میں حاضر ہوا۔
بندہ جب دارالحدیث کے سامنے پہنچا تو دوسری طرف سے حضرت صوفی صاحب مدظلہ بھی لوہے کے آسے (چھڑی) کے سہارے بخاری شریف پڑھانے کے لیے تشریف لا رہے تھے۔ بندہ نے آگے بڑھ کر سلام عرض کیا اور سبق میں بیٹھنے کی اجازت طلب کی، بعداز تعارف حضرت نے اجازت مرحمت فرمادی۔ حضرت صوفی صاحب دامت برکاتہم اپنی مسند پر جلوہ افروز ہوئے اور بخاری شریف کا درس شروع ہو گیا۔ عجیب علمی اور ناصحانہ اندازِ تدریس تھا ہر بات طلباء کے ذہن میں اُترتی جاتی تھی۔ اور بہت ہی خلوص حضرت کی زبان سے ٹپک رہا تھا۔ اسی سبق کے دوران جو حضرت کی شفقت کا واقعہ پیش آیا وہ آج تک ذہن سے محو نہیں ہو سکا۔ وہ واقعہ بڑا عجیب ہے۔ آپ حیران ہوں گے کہ ہمارے اکابر کا درس و تدریس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات کے عین مطابق ہوتا ہے۔ طلبہ تو پھر طلباء ہی ہوتے ہیں چاہے وہ دورۂ حدیث کے ہوں یا کسی چھوٹے درجہ کے..... ہوا یہ کہ حضرت اقدس صوفی صاحب بڑے خلوص اور لگن کے ساتھ بخاری شریف کے دقائق واَسرار کو سمجھا رہے تھے عین حضرت صوفی صاحب کے سامنے بیٹھے دو بڑے طلباء حضرت کے سبق سے بے نیاز ہو کر آپس میں گفتگو (باتیں) کر رہے تھے۔ حضرت نے جب دیکھ لیا تو ان سے فرمانے لگے بھائی تم یہ بتاؤ کہ میں نے کیا کہا ہے؟ اب ان طلبہ کی توجّہ ہوتی تو وہ بتا پاتے۔ وہ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے اب وہ دونوں طلباء بالکل خاموش بیٹھ گئے۔ پورے دارالحدیث میں خاموشی چھا گئی جب ان طلباء نے یہ نہ بتایا کہ آپ نے آخر میں کیا پڑھایا ہے تو حضرت نے بڑے مشفقانہ انداز میں فرمایا اچھا بھائی اچھا تم نہیں بتاتے تو میں بتاتا ہوں کہ میں نے کیا کہا ہے۔ تو پھر اسی جگہ سے سبق شروع فرمادیا۔ اب آپ اس سے اندازہ لگائیں کہ بخاری شریف کا سبق ہو رہا ہو اور سامنے بیٹھے ہوئے طلباء کی توجّہ نہ ہو پھر بھی بجائے انہیں تنبیہ اور ڈانٹ ڈپٹ کرنے کے ایسا انداز اختیار کیا جائے کہ کسی کی ہتک بھی نہ ہو۔ یقیناً یہ ہمارے اکابر کا ہی شیوہ ہو سکتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَامِنْھُمْ ۔ آمین
اور انہیں جیسے حضرات اتقیاء کی وجہ سے قیامت واقع نہیں ہو رہی اور اللہ پاک ان کی برکت سے آنے والی مصیبتوں کو ٹال دیتے ہیں۔ اس لیے کہ حدیث پاک میں ہے دنیا میں جب تک کوئی نہ کوئی ابدال (اللہ والا) زندہ رہے گا اس وقت تک قیامت برپا نہ ہو گی۔

اللہ تعالیٰ ان کی زندگی میں برکت عطا فرمائے اور ہمیں اپنے اکابر کی ان کی زندگی میں قدر کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

تحریر از: جناب محمد اکبر صاحب، راجن پور

حضرت صوفی صاحب مد ظلہم کی متعدد بار احقر ناکارہ کو زیارت نصیب ہوئی اور کئی بیانات سننے اور حضرت سے دوچار ملاقات کا شرف بھی حاصل ہوا۔ بارہا جامعہ اشرفیہ میں حضرت سے مصافحہ وسلام ودعا کا موقع بھی نصیب ہوا۔ خاص طور پر دوچار مرتبہ حضرت کی خدمتِ اقدس میں اپنی تالیفات پیش کرنے کی سعادت بھی ملی ہے۔ ایک مرتبہ حضرت صوفی صاحب کی خدمت میں اپنی تالیف ''حضرت مولنا مفتی محمد حسن صاحب امرتسری رحمہ اللہ اور ان کے مشاہیر تلامذہ وخانقاہ'' پیش کرنے کے لیے گھر پر حاضری ہوئی، حضرت نے دروازہ کھولا بندہ نے اپنی کتاب پیش کی۔ حضرت نے بڑی محبت سے کتاب لے کر محبت سے اپنے دل سے دعائیں دیں اور بندہ کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ یہ ملاقات ہمیشہ یاد رہے گی۔ اسی طرح مجلس صیانۃ المسلمین کے اجتماع میں حضرت کا خصوصی بیان ہوتا تھا تو بندہ ناچیز حضرت کے بیان کو سن کر بے حد خوش ہوتا۔ حضرت کا بیان علوم ومعارف کا خزانہ ہوتا تھا۔

سبحان اللہ! حضرت کا چہرہ انور، پھر اندازِ مسکراہٹ، آپ کا دورانِ بیان ہنسنا، خوش بیانی، اندازِ گفتگو، بزرگوں کی حکایات وحالات اور ملفوظات بیان کرنا حضرت کے اعلیٰ ذوق یہ سب ایسی صفات ہیں جنہیں میرے جیسا تہی دامن کیا تحریر کرسکتا ہے۔ ادا، ادا سے علم چھلکتا ہے۔ اِتباعِ سنّت، اِنکساری وعاجزی اور اَخلاق واوصاف نہایت اعلیٰ اور آپ کی شخصیت اسلاف کی یادگار ہے۔ بہرحال بندۂ ناچیز کے دو مضامین جو ''حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمہ اللہ کے خلفاء'' میں بندہ نے شامل کیے ہیں ان کی فوٹو کاپی حاضرِ خدمت ہے اگر مناسب سمجھیں تو بندۂ ناچیز کی ان تحریروں میں سے کچھ تحریر سوانح حیات میں شامل فرمالیں تو بندہ کے لیے بڑی سعادت ہوگی اور آپ کے عقیدت مندوں میں میرا نام بھی شمار ہوجائے گا۔

نوٹ:

کاروانِ تھانوی رحمہ اللہ کتاب، مؤلّفہ احقر ناچیز، میں بھی حضرت کا مختصر تذکرہ بندہ نے تحریر کیا ہے۔ سلسلہ اشرفیہ کے سو بڑے علماء میں بھی ذکر فرمایا ہے۔ بندۂ ناچیز نے حضرت کے بارہ میں مزید اور چند کتابوں میں بھی ذکر فرمایا ہے۔

1 ...... کاروانِ تھانوی رحمہ اللہ۔

۲ ...... سلسلۂ اشرفیہ کے سو بڑے علماء۔
۳ ...... اکابرین مجلس صیانۃ المسلمین۔
۴ ...... حضرت مفتی محمد حسن امرتسری رحمہ اللہ اور ان کے مشاہیر تلامذہ و خلفاء۔

پہلا واقعہ:

تقریباً 4 سال پہلے کی بات ہے کہ حضرت والا دامت برکاتہم مسجد سے گھر پیدل تشریف لے جارہے تھے۔ ہم مریدین بھی حضرت والا دامت برکاتہم کے ہمراہ پیچھے پیچھے آرہے تھے۔ راستہ میں مولنا عبید اللہ صاحب دامت برکاتہم راستہ کے بائیں طرف منتظر کھڑے تھے۔ ان کے پاس سے گزرتے ہوئے سلام دعا ہوئی۔ مولنا صاحب نے عرض کیا کہ حضرت رات کو خواب دیکھا کہ آپ مسجد میں اِدھر اُدھر ٹہل رہے ہیں۔ حضرت والا دامت برکاتہم نے فوراً تعبیر ارشاد فرمائی کہ جنّت (میں جانے) کی اُمید ہے۔ پھر مولنا صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میں نے سوچا تھا کہ یہ خواب سُنا کر آپ کی دعالوں گا حضرت والا نے بھی فوراً فرمایا ''خادم'' خادم کی ''میم'' کو لمبا کر کے فرمایا۔ جس میں تواضع باعتدال، اپنائیت، اسیر رضاء کی حالت اور خوش طبعی بھی چھلکتی تھی۔ جو کہ نائب رسول کے شایانِ شان ہے جو کہ ہر چیز کو اپنے مقام پر رکھتے ہیں۔

دوسرا واقعہ:

کئی سال پہلے احقر نے حضرت والا دامت برکاتہم کو کچھ ہدیہ بھیجا۔ حاملِ ہدیہ کو خط بھی ہمراہ برائے اجازت ہدیہ دیا۔ حضرت والا نے خط اور ہدیہ دونوں لے لیے بعد میں حضرت والا نے جو خط پڑھا تو اس میں یہ بھی لکھا تھا کہ اگر اپنی جائیداد احقر کو تقسیم میں مل گئی تو کچھ جائیداد بیچ کر مدرسہ جامعہ عبداللہ بن عمر کی مدد کرنے کا خیال ہے۔ تو اس کی وجہ سے وہ ہدیہ بھی مشکوک ہوگیا۔

حضرت والا نے فوراً خط میں وضاحت چاہی کہ وہ رقم پڑی ہے، یہ بتاؤ! کہ وہ مدرسہ کے لیے عطیہ ہے یا احقر کے لیے ہدیہ ہے؟ تو احقر نے فون کے ذریعہ حضرت والا کو اطلاع پہنچادی کہ وہ ہدیہ ہے۔ تب حضرت والا کو اطمینان ہوا۔ اس سے حضرت والا دامت برکاتہم کا معاملات میں احتیاط کرنا ظاہر ہوتا ہے۔

حضرت نے (اپنے) تمام بچوں، بچیوں کو اسکول نہیں دکھایا، دینی تعلیم سے آراستہ کیا ہے۔ جیسا

کہ آپ فرماتے ہیں کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ دنیاوی تعلیم بچوں کو پڑھا کر بچوں سے پیار کرتے ہیں لیکن حقیقت میں بچوں سے دُشمنی کرتے ہیں اور دوزخ کا ایندھن بناتے ہیں۔(اللہ حفاظت فرمائے۔آمین)

بات بڑی توجّہ سے سن کر سوچ سمجھ کر جواب دیتے ہیں۔حضرت کی زندگی کا ایک ایک سانس ایک ایک لمحہ دنیا و مافیہا سے اربوں گنا زیادہ قیمتی ہے۔لٰہذا مریدین، متعلقین اور شاگرد حضرات کو غنیمت سمجھ کر محفوظ کر لینا چاہیے۔شاید پھر یہ موقع ہاتھ سے نکل جائے اور پھر خالی بھری آہوں اور نگاہوں سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولنا شفیق الرحمٰن صاحب، مولنا محمد عتیق الرحمٰن صاحب، مولنا عبدالرحمٰن صاحب کو اور آگے ان کے پوتوں کو حتیٰ کہ قیامت کی صبح تک یہ سلسلہ اور فیض دن بدن ترقی کرتا ہوا جاری و ساری فرمائے اور عبدالرحمٰن صاحب کو نیک اولاد سے مالا مال فرمائے۔آمین

اُستاذ صاحب کی باتیں جو اکثر بیان فرمایا کرتے تھے کہ حرام کھانے سے، گوشت کی بجائے سبزی اگر اس کی توفیق نہ ہو تو دال وہ بھی اگر برائے نام پتلی پانی کی طرح روٹی ایک کی بجائے نصف کبھی فاقہ، کپڑا بھی سادہ اور کم قیمت والا پہنو انتہائی کفایت شعاری کریں۔

اگر ہوا میں کوئی اُڑا آرہا ہو تو تب بھی اس کو ولی نہ مانیں اگر ایک سنّت کا تارک ہو، اگر ایک کرامت بھی ظاہر نہ ہو تو تب بھی وہ ولی ہے جو سنّت کا پورا پورا پابند ہے۔ڈاکٹر ہو یا وکیل یا وزیر یا کوئی دنیا کے بڑے عہدے پر فائز ہو یا فٹ پاتھ پر بیٹھ کر حجامت کرنے والا یا سڑک کے کنارہ بیٹھ کر جوتا پیوند لگانے والا یہ سب برابر ہیں، سب کا مقصد دنیا کمانا ہے۔کسی کے پاس خنجر ہے یا تلوار ہے یا چھرا ہے یا چھوٹا چاقو ہے سب دنیا کے شکاری ہیں۔کسی نے قتل کیا یا بازو یا پاؤں کاٹ کھایا، کسی نے جسم سے تھوڑا گوشت کاٹ کر کھایا سب کی کوشش، نیّت، مقصد ایک تھا کامیابی الگ الگ ہے کسی نے اپنی اولاد کو دین دار بنا کر عالم، فاضل باعمل بنا کر اپنی اور اولاد کی جنّت بنا ڈالی، کسی نے دنیا کے علم وفنون سکھا کر فتنوں کے سمندر میں دھکیل دیا اور ان کی اور اپنی جہنم بنا ڈالی جو خسارہ ہے دُنیا و آخرت میں۔

وہ علاقہ لازم پکڑو جہاں پانچ وقت صحیح مسلک والا متقی امام ہو، تمام نمازیں جماعت کے ساتھ ادا ہوں ورنہ وہ علاقہ چھوڑ کر دوسری جگہ جہاں نمازیں محفوظ ہوں چلے جائیں۔بچوں کی دینی تعلیم وتربیت کا خاص خیال رکھیں۔گندے رسالے، ناول، قصّے کہانیوں پر بالکل نہ

جائیں، مغربی لوگ اور سائنس زدہ لوگ قیمتی زندگی ضائع کر کے تجربوں، مشاہدوں کے بعد بڑے بڑے منصوبوں اور خرچ کے بعد ان سہولتوں سے فائدہ منداور بہرہ وَر اور لطف اندوز ہوتے ہیں اور ہم دین کے کاموں میں لگے رہتے ہیں آخرت پر نظر رکھ کر وہاں کے لیے کچھ جمع کرتے ہیں، آخر میں چند ٹکے خرچ کر کے ہم بھی انہی کی محنت سے بنی ہوئی چیزوں سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ روزانہ کے معمولات اور وقت کو تقسیم کرلیں۔ تب تمام کام وقت پر ادا ہو سکتے ہیں تاوقتیکہ کاہلی اور سستی سے کام نہ لیا جائے۔ جیسا کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی زندگی ہمارے لیے زندہ نمونہ ہے۔ جتنا کام ہمارے تمام بزرگ مثلاً مولنا شاہ ولی اللہ اور آپ کے چاروں بیٹے، شاہ اسمٰعیل، حضرت تھانوی، حضرت مدنی، مولنا الیاس، شیخ الہند، علامہ انور شاہ کشمیری صاحب، سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری، قاری محمد طیب، قریب دور کے مفتی محمود الحسن، مولنا عبدالحق اکوڑہ خٹک والے، مفتی محمد شفیع صاحب، مفتی کفایت اللہ صاحب، مولنا حق نواز جھنگوی صاحب، مولنا ضیاء الرحمٰن صاحب، فاروقی صاحب، مولنا اعظم طارق صاحب، شیخ القراء مولنا غلام اللہ، مولنا حسین علی صاحب اور مولنا سرفراز خان صفدر صاحب، مفتی محمد حسن امرتسری رحمہ اللہ، زندوں میں صوفی محمد سرور صاحب مدظلہ ہمارے روشن ستارے ہیں اور روشن مینار ہیں۔ حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب، حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب ان بزرگوں کی تقلید راہ نمائی مشکلات، امتحانات میں ہمارے لیے روشن چراغ ہیں۔ اگر دیکھ دیکھ کر ان کی راہ نمائی میں چلیں گے تو ان شاء اللہ ہر کام وقت پر احسن طریق سے سرانجام ہوگا۔

اُستاذ صاحب فرماتے ہیں اگر آپ یہ کہیں کہ بلا معاوضہ امامت جمعہ کروں گا تنخواہ نہیں لوں گا یہ بالکل قلیل عرصہ چلے گا۔ لالچ بڑھے گی اور دین کے کام میں سستی ہوتی ہوتی ختم ہو جائیں گے۔ اس سے بہتر ہے کہ گزراوقات کے مطابق تنخواہ لے لیں اور دین کا کام دل لگا کر دین کے جذبہ سے کریں جائز ہے۔

فرماتے ہیں ہم پر حق اور جہاں علماء حق موجود ہیں ان سے رابطہ رکھیں اور راہ نمائی حاصل کرتے رہیں اپنے اساتذہ اور بزرگوں سے رابطہ قائم رکھیں۔ فتنوں کا دور ہے وقت کا کوئی لمحہ ضائع نہ کریں۔

تحریر از: مولانا مشتاق احمد حمادی صاحب

مسندِ حدیث پر اندازِ تدریس:

پہلی مرتبہ، پہلے دن جب میری پہلی نگاہ اُٹھی تو اسلافِ دیو بند کے متعلق پڑھی ہوئی تمام تحاریر کی عملی تصویر نظر آنے لگی، لباس کمال درجہ سادہ، نظیف، خوش بودار، کشادہ اور دل کش، رفتار گویا سورۂ لقمان ہاتھ پکڑ کر راہ نمائی کر رہی ہے، قدم اُٹھتا ہے تو ذکر اللہ کے ساتھ زمین پر پڑتا ہے تو ذکر اللہ کے ساتھ، سانس گویا ذکر اللہ کی پابند ہیں، اپنی قید سے آزاد بھی ہو جائیں تو یہ نغمۂ اصل گلِ لالہ کا نہیں پابند، اس تسلسل کا راستہ موت بھی نہیں روک سکتی، بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ. آنکھیں ہیں کہ حیاءِ عثمان کے جذبات کو اُبھار دینے والی، کوئی بوجھ ہے، جو پلکیں اُٹھنے نہیں دیتا۔ شرما ہیں کہ پُرسکوت گویا نیند کی سی حالت ہے مگر کمال بے داری ہے۔

اپنی ہی چال چلتے ہیں دیوانِ گانِ عشق بند کرتے ہیں آنکھوں کو دیدار کے لیے

نظر کی نشست وجودِ گلِ لالہ ہے مگر نظر کا مقام محمد مصطفیٰ کے قدموں سے لپٹا ہوا، گویا حدیث مبارک کے الفاظ راستہ ہیں، عبارت پڑھی جا رہی ہے علمی عُقدے کشا ہو رہے ہیں، ساتھ ہی ساتھ فیضانِ نظر کی سخا جاری ہے۔

مجلسِ ذکر:

میں بمشکل مختصر اور صبر آزما انتظار کے بعد ایک روز بعد نمازِ عصر بروزِ جمعۃ المبارک حضرت کی نشست گاہ جا پہنچا، شاید مجھے کچھ تاخیر ہوئی، دروازہ کھولنا چاہا تو ایسا لگا کہ کواڑ مزید میری توجہ چاہتا ہے۔ میں نے زور لگایا آواز پیدا ہوئی، اندر سے ایک باریش بزرگ نے خود کو ایک طرف سرکاتے ہوئے مجھے دیکھا اور دروازہ کھولا، میں جب اندر داخل ہوا تو کمرہ کی وسعت، تنگی کی شکایت کر رہی تھی۔ اور جناب شیخ اپنی آنکھیں بند کیے ملفوظات کی سوغات تقسیم کرنے میں مشغول تھے، میں نے عمر بھر کے لیے چہرہ مبارک کو دیکھا، آنکھیں قطرہ قطرہ برس رہی تھیں۔ میری حالت بدل گئی، جہاں سے بے نیاز دم بخود ساکت ہو گیا، میں نے دیکھا یا مجھے کیا نظر آیا یا واقعی ماحول اس قدر معطّر تھا میں نہ بیان کر سکتا ہوں نہ ایسا چاہتا ہوں اتنا ضرور ہے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں عبداللہ بن ابی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اکٹھے تھے، لیکن کیفیات اپنے اپنے زاویہ نظر کے مطابق تھیں، نو مسلم اصحابِ مہاجرین ایک ہی نشست میں ہوتے تھے، مگر حالت یکساں نہ ہوتی تھی۔

تحریر از: مولانا کاشف بلال صاحب

حضرت صوفی صاحب کے ملفوظات اور مزے دار لطیفے:

1 ...... ایک آدمی شہر میں مہمان آیا، میزبان نے کہا کہ یہاں لوگ بہت تیز ہیں کسی سے لین دین نہ کرنا، مہمان نے موچی سے جوتی گنڈوائی اور کہا کہ "میں تمہیں کچھ دوں گا" دو روپے دیے، موچی نے کہا کہ مجھے کچھ دو۔ میں دو روپے نہیں لوں گا دونوں میں لڑائی ہوئی۔ اتفاق سے میزبان بھی وہاں پہنچ گیا، جب اس نے سارا معاملہ سُنا تو وہ گھر گیا شیشے کی بوتل توڑ کر ایک دہی کی پیالی میں ڈالی اور ڈبودی۔ موچی کے پاس لایا اور کہا کہ اس کو ہلاؤ، موچی نے اُنگلی ڈالی، ہلایا اور کہنے لگا اس میں کچھ ہے، میزبان نے کہا اس میں سے کچھ نکال لو باقی مجھے دے دو۔

2 ...... ایک مولوی صاحب نے کہا کہ "جو چالیس دن مسلسل نماز پڑھے گا میں اس کو بھینس دوں گا"۔ ایک آدمی نے چالیس دن نماز پڑھی اور امام صاحب سے کہنے لگا کہ بھینس دیں۔ امام صاحب کہنے لگے میں تو خود غریب ہوں میں کہاں سے بھینس دوں۔ اس نے کہا کہ آپ نے خود ہی تو کہا امام صاحب نے کہا کہ میں نے تو نمازی بنانے کے لیے کہا تھا اس شخص نے کہا کہ میں نے بھی کون سا وضو کر کے نمازیں پڑھی ہیں بغیر وضو کے پڑھتا رہا۔

3 ...... ایک بزرگ تھے ان کی بیوی معتقد نہ تھی، انہیں بزرگ نہ سمجھتی تھی۔ ایک دن ان کی بیوی نے گھر میں بیٹھے دیکھا کہ ایک بزرگ ہوا میں اُڑے جا رہے ہیں، شام کو جب (ان کے شوہر) گھر آئے تو بیوی نے کہا کہ آج میں نے ایک بزرگ کو ہوا میں اُڑتے دیکھا ہے ایسے بزرگ ہوتے ہیں آپ کی طرح نہیں ہوتے۔ وہ بزرگ کہنے لگے کہ وہ ناکارہ میں ہی تو تھا، عورت نے کہا اچھا! میں بھی کہوں کہ ٹیڑھا ٹیڑھا کیوں اُڑ رہا ہے تم ہی ہو گے۔

4 ...... حضرت صوفی صاحب مدظلہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت نے مجھے براہِ راست بتایا کہ میں گھر میں بیٹھی تھی، آواز آئی کہ اُڑو میں نے کہا کہ میں اُڑ نہیں سکتی، پھر دوبارہ آواز آئی کہ اُڑو میں نے ہاتھ ہلائے تو میں اُڑنے لگی، مدینہ منوّرہ پہنچ گئی، روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، پھر آواز آئی کہ اُڑو میں نے ہاتھ ہلائے پھر اُڑنے لگی اور واپس سارے راستہ سے اُڑتی ہوئی سمندر، عمارتوں، علاقوں کے اُوپر سے ہوتی ہوئی اپنے گھر پہنچی۔

5 ...... ایک آدمی نے بادشاہ کی بہت تعریف کی اور ایسی ایسی باتیں بادشاہ کی تعریف میں

کہیں کہ جن کا بادشاہ اہل نہ تھا، بادشاہ نے کہا کل میں تمہیں ایک ہزار دینار دوں گا، اس آدمی نے اُدھار لے کر اپنے دوستوں کو دعوتیں کھلائیں کہ کل بادشاہ سے ایک ہزار دینار ملے گا۔ اگلے دن بادشاہ کے پاس گیا ایک ہزار دینار مانگے، بادشاہ نے کہا کہ کون سے دینار؟ اس نے کہا کہ آپ نے خود ہی تو وعدہ کیا تھا۔ بادشاہ کہنے لگا تم نے میری تعریف میں سو جھوٹ بولے، اگر میں نے ایک جھوٹ بول دیا تو کیا ہوا۔

۶ ...... ایک دیہاتی نے پہلی بار برف دیکھی، شدید گرمی کا موسم تھا اس نے تھوڑی سی برف خرید لی اور کپڑے میں باندھ لی۔ جب شام کو گھر گیا تو برف پگھل چکی تھی کپڑا گیلا تھا، دیہاتی کہنے لگا کہ جن تھا جاتے ہوئے پیشاب بھی کر گیا۔

۷ ...... ایک دیوار پر لکھا تھا "یہاں پیشاب کرنا منع ہے"۔ ایک آدمی پیشاب کر رہا تھا پولیس والے نے دیکھ لیا، اس آدمی نے پولیس والے کو اپنی طرف آتے دیکھا تو ذرا ہٹ کر دوسری جگہ بھی پیشاب کر دیا اور کہنے لگا آپ نے وہاں کیا میں نے یہاں کیا حساب برابر ہوا۔

۸ ...... ایک آدمی اپنی جیب میں تین عینکیں رکھا کرتا تھا، کسی نے پوچھا کہ آپ تین عینکیں کیوں رکھتے ہیں؟ اس نے کہا ایک عینک دُور کی ہے، ایک نزدیک کی اور ایک یہ دیکھنے کے لیے یہ عینک دُور کی ہے یا نزدیک کی۔

۹ ...... ایک آدمی سے کسی نے کہا "میرا خط لکھ دو مجھے لکھنا نہیں آتا"۔ اس آدمی نے کہا "میری ٹانگ میں درد ہے، اس لیے خط نہیں لکھ سکتا"۔ اس نے کہا تم پاؤں سے لکھتے ہو؟ اس آدمی نے کہا کہ نہیں لکھتا تو ہاتھ سے ہوں لیکن مسئلہ یہ ہے کہ میرا خط کوئی دوسرا نہیں پڑھ سکتا مجھے خود جا کر پڑھنا پڑتا ہے اس لیے میں خط نہیں لکھ سکتا۔

۱۰ ...... ایک بادشاہ بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا ایک دفعہ بزرگ کے پاس کچھ گولیاں پڑی تھیں، بادشاہ نے ایک گولی اُٹھا کر کھالی، گولی کھانے سے بادشاہ کو بہت زیادہ شہوت ہوئی، بادشاہ نے بیوی کے پاس جا کر شہوت پوری کی لیکن شہوت ختم نہ ہوئی، بادشاہ کے ذہن میں خیال آیا کہ میں نے تو ایک گولی کھائی، میری یہ حالت ہوگئی ہے، بزرگ جو گولیاں کھاتے ہیں وہ کیا کرتے ہوں گے، وہ بزرگ صاحبِ حال تھے، انہیں بادشاہ کے خیال کا کشف ہوگیا۔ بادشاہ جب دوبارہ ملنے آیا تو بادشاہ سے کہا کہ تم چالیس دن زندہ رہوگے۔ چالیس دن کے بعد مر جاؤ گے اور ساتھ ہی بادشاہ کو کچھ گولیاں بھی دے دیں کہ ایک گولی روز کھاتے رہنا طاقت رہے گی

تا کہ اچھی طرح عبادت کرسکو۔ وہ بادشاہ چلا گیا اللہ کی عبادت کرنے لگا، ہر وقت تسبیح وتحمید میں مصروف رہتا۔ چالیس دن گذر گئے لیکن موت نہ آئی۔ چالیس دن کے بعد بزرگ کے پاس خوشی خوشی آیا اور کہنے لگا کہ حضرت چالیس دن گذر گئے موت نہیں آئی۔ بزرگ نے پوچھا ''گولیاں کھاتے رہے'' اس نے کہا جی ہاں کھاتا رہا، بزرگ نے پوچھا گولی سے کوئی اثر ہوا، کوئی شہوت وغیرہ ہوئی؟ بادشاہ نے کہا کہ حضرت مجھے تو گولیوں کا کچھ پتہ نہ چلا، میں تو عبادات میں اور موت کے انتظار میں تھا، گولی کا پتہ ہی نہ چلا۔ اس وقت بزرگ نے فرمایا ''تمہیں تو پھر چالیس دن زندہ رہنے کی اُمید تھی تم پر گولیوں نے کوئی اثر نہ کیا مجھے تو ایک لمحہ کا علم نہیں کہ زندہ رہوں گا یا مرجاؤں گا، مجھ پر گولی کیا اثر کرے گی''؟

11 ...... حضرت مولنا شریف صاحب نے سنایا کہ ایک آدمی ایک پیر صاحب کے پاس دعا کرانے گیا۔ پیر صاحب **12** سال بعد بات کرتے تھے اس آدمی نے بارہ سال انتظار کیا، بارہ سال بعد پیر صاحب نے پوچھا کیا بات ہے؟ وہ شخص غصّے میں تھا، غصّہ کی وجہ سے اس کے منہ سے شرم گاہ کا نام نکل گیا۔ بزرگ نے کہا ایسا ہی ہوجائے۔ چناں چہ اس کے سارے جسم پر شرمگاہیں بن گئیں۔ پھر بارہ سال انتظار کیا اور کہا کہ یہ چلی جائیں چناں چہ ساری شرم گاہیں چلی گئیں۔ اس (آدمی) کی اپنی بھی چلی گئی، پھر بارہ سال انتظار کیا اور کہا کہ اپنی تو آجائے تو اپنی آگئی۔ **36** سال بعد وہ اپنا آپ لے کر واپس ہوا۔

12 ...... ایک آدمی ایک بزرگ کے پاس بچہ لے کر آیا وہ گڑ بہت کھاتا تھا۔ بزرگ نے کہا کل آنا، اگلے دن بزرگ نے کہا بیٹا گُڑ نہ کھا، اس آدمی نے کہا کہ کل ہی آپ یہ بات کہہ دیتے آج بلوانے کی کیا ضرورت تھی؟ بزرگ نے کہا کل میں نے گڑ کھایا تھا میں اس بچہ کو کیسے منع کرتا جو کام میں خود کروں دوسروں کو کیسے منع کرسکتا تھا، اس لیے میں نے کل نہ کہا آج بلوایا۔

13 ...... محاورہ ہے ''دودھ کا دودھ پانی کا پانی''۔ اس محاورہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ایک دودھ فروش دودھ بیچ کر جارہا تھا جیب میں پیسوں کی پوٹلی تھی، راستہ میں نہر آئی، نہر کے کنارہ ایک درخت کے نیچے سوگیا اور پیسوں کی پوٹلی قریب رکھ دی۔ ایک بندر وہ تھیلی لے کر درخت پر چڑھ گیا، جب یہ اُٹھا تو بڑا پریشان ہوا دیکھا کہ بندر تھیلی لے کر درخت پر بیٹھا ہے۔ اس نے ایک پتھر بندر کو مارا بندر نے تھیلی سے ایک درہم نکال کر اس کی طرف پھینکا اور ایک درہم نہر میں پھینکا۔ اسی طرح پھینکتا رہا آخرکار تھیلی خالی ہوگئی وہاں سے یہ محاورہ چلا ''دودھ کا دودھ پانی کا پانی''۔

پانی کے پیسے پانی کو مل گئے اور دودھ کے پیسے مالک کو مل گئے۔

۱۴ ...... ایک گھر میں تین افراد رہتے تھے۔ بیٹا، بیٹی اور ماں، بیٹے نے ماں سے کہا کہ ہم صرف تین ہی افراد ہیں۔ ماں نے کہا کہ بیٹا تمہاری شادی کریں گے تو چار ہو جائیں گے، بیٹے نے کہا پھر بہن کی شادی ہو جائے گی پھر ہم تین رہ جائیں گے۔ ماں نے کہا پھر تمہاری اولاد ہو گی ہم پھر چار ہو جائیں گے۔ بیٹے نے کہا امّاں پھر آپ چلی جائیں گی ہم پھر تین رہ جائیں گے۔

۱۵ ...... ایک طالب علم منطق پڑھ کر گھر گیا، والد سے کہنے لگا یہ دو انڈے ہیں میں انہیں تین بنادوں گا، والد حیران ہوا۔ لڑکے نے کہا کہ دو انڈے اور تیسرا ان کا مجموعہ۔ باپ بھی بڑا منطقی تھا، کہنے لگا "یہ دو میں کھا لیتا ہوں مجموعہ تم کھا لو"۔

۱۶ ...... شیخ سعدی رحمہ اللہ نے ایک عورت کی جگہ دوسری عورت سے لڑائی کی، اس نے بہت گالیاں دیں، شیخ سعدی رحمہ اللہ نے فرمایا یہ جتنی گالیاں تم نے دی ہیں ان کا مجموعہ میں تمہیں دیتا ہوں۔

۱۷ ...... باپ نے بیٹے سے پوچھا کہ تیری شادی کرنی ہے کہاں کریں؟ بیٹے نے کہا میں دادی امّاں سے شادی کروں گا۔ باپ نے کہا کہ دادی امّاں سے کیوں شادی کرو گے؟ بیٹے نے کہا کہ آپ نے میری امّی سے شادی کی میں آپ کی امّی سے شادی کروں گا۔

۱۸ ...... خواب میں حضرت رابعہ بصریہ رحمہا اللہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی کہنے لگیں "میرے دل میں اللہ کی محبت ہے کہ آپ علیہ السلام کی محبت کے لیے جگہ نہیں"۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ "اللہ کی محبت ہماری ہی محبت ہے"۔

۱۹ ...... حضرت صوفی صاحب فرماتے ہیں کہ میں بارہ سال کا تھا مسجد میں تالاب پر وضو کر رہا تھا، ایک آدمی قریب ہی وضو کر رہا تھا میں نے اس سے پوچھا وہابی کیا ہوتا ہے؟ کہنے لگا کہ جس کا چھوٹے پیشاب کے ساتھ بڑا پیشاب خطا ہو جائے۔

اصلاحی و علمی نکات:

۱ ...... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سفر میں جا رہے تھے، راستہ میں ایک جگہ اونٹنی بٹھائی، قریب ہی ایک درخت کے نیچے کچھ دیر چادر اوڑھ کر بیٹھے، پھر واپس آکر اونٹنی پر سوار ہو گئے،

غلام نے پوچھا تو فرمایا کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہاں سے گزرتے ہوئے اس درخت کے نیچے بیٹھے تھے اور چادر اوڑھی میں نے نبی کی سنّت کو زندہ کرتے ہوئے ایسا کیا اور کچھ دیر یہاں بیٹھا حالاں کہ لمبے سفر کی تھکاوٹ وغیرہ نہیں ہے۔

(۲)...... حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اپنے استاذ مولنا یعقوب رحمہ اللہ سے کہا کہ مجھے بڑا خوف لگا رہتا ہے دعا فرمائیں کہ خوف ختم ہو جائے، مولنا یعقوب صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا ''تم کافر ہونا چاہتے ہو، کافر خوف سے آزاد ہوتا ہے مسلمان خوف اور اُمید کے درمیان رہتا ہے''۔

(۳)...... حدیث شریف میں آتا ہے کہ

اِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ عَلٰى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَّنْ يُّجَدِّدُ لَهَا دِيْنَهَا. (ابوداؤد)

''اس اُمّت میں دین کی حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ ہر صدی کے شروع میں
ایک دین کا بڑا عالم پیدا کریں گے جو دین کی تجدید کرے گا''۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور امام نووی رحمہ اللہ نے تصریح فرمائی ہے کہ سب سے پہلے مجدّد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی مجدّد کے درجہ میں دین کی خدمت کریں گے۔ نبی ہونے کی حیثیت سے نہیں بلکہ عالم اور مجدّد ہونے کی حیثیت سے۔ گیارھویں صدی کے مجدّد الفِ ثانی شیخ احمد سرہندی ہیں، بارھویں صدی کے مجدّد حضرت مولنا شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمہ اللہ ہیں اور تیرھویں صدی کے مجدّد حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ ہیں، چودھویں صدی کے مجدّد حکیم الاُمّت حضرت مولنا محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ ہیں۔ یہ علماء نے شمار کیا ہے۔

(۴)...... اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ. (الحجر:۹)

بابِ تفعیل تدریج کے لیے آتا ہے، تورات، زبور اور انجیل یک بار اتری ہیں جب کہ قرآن مجید تدریجاً تدریجاً اُترا۔

(۵)...... ابنِ فارس رحمہ اللہ کی وفات کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنّت کے آٹھوں دروازے دکھائے گئے جس سے چاہو داخل ہو جاؤ۔ ابنِ فارس رحمہ اللہ فرمانے لگے یا اللہ! میں ساری زندگی موت کا انتظار کرتا رہا کہ آپ کا دیدار ہو اب موت کا وقت آیا ہے تو آپ جنّت دکھا رہے ہیں، دیدار کیوں نہیں کراتے؟ روح نکل رہی تھی اور دیدار ہو رہا تھا۔

(۶)...... ایک بزرگ کے پاس تین آدمی مرید ہونے کے لیے آئے، کافی عرصہ رہے لیکن

بزرگ نے مرید نہ کیا.....(مرید نے) تینوں کو کبوتر دے دیئے اور کہا کہ ان کو ایسی جگہ ذبح کرنا جہاں کوئی بھی نہ دیکھ رہا ہو۔ دو نے ذبح کر لیا ایک ویسے ہی لے آیا۔ بزرگ نے پوچھا کہ کیوں نہ ذبح کیا؟ ایک چھوٹا سا کام کہا تھا وہ بھی نہ کیا؟ اس آدمی نے کہا کہ میں جہاں جاتا ہوں وہاں اللہ دیکھ رہا ہے اس لیے میں نے ذبح نہ کیا۔ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ یَرَاکَ. (بخاری) اس بزرگ نے اس کو مرید کر لیا۔

(۷)...... ایاز، محمود غزنوی رحمہ اللہ کا مقرب غلام تھا۔ سومنات کے مندر کے بُت توڑے ایک بُت کو توڑنے لگے تو ہندوؤں نے کہا کہ اس بت کو تول کر اس کے وزن کے برابر ہم سے سونا لے لیں، اس کو نہ توڑیں محمود غزنوی رحمہ اللہ کا دل چاہا کہ بت کو توڑ کر کیا ہوا۔ چلو سونا لے لیتے ہیں مسلمانوں کے کام آئے گا۔ محمود غزنوی رحمہ اللہ نے ایاز سے مشورہ کیا، ایاز نے کہا کہ اب تک آپ بت شکن تھے اب آپ بت فروش بن جائیں گے محمود غزنوی رحمہ اللہ نے اُس بت کو توڑ دیا۔ اس سے ہیرے، جواہرات نکلے جو سونے سے کہیں زیادہ بڑھ کر قیمتی تھے۔

محمود غزنوی رحمہ اللہ نے وزراء کو باری باری ہیرا دیا کہ اس کو توڑو، انہوں نے قیمتی سمجھ کر نہ توڑا۔ ایاز کو ہیرا دیا تو اس نے توڑ دیا لوگوں نے پوچھا تو ایاز نے کہا کہ تم نے بادشاہ کا حکم توڑ دیا، میں نے ہیرا توڑا تو کیا ہوا؟ بادشاہ کے حکم کے مقابلہ میں ہیرے کی کیا حیثیت ہے۔

(۸)...... **حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اعتراض اور امام غزالی رحمہ اللہ کا جواب:**

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا "آپ نے جو فرمایا ہے کہ میری اُمت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں جیسے ہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے"؟ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امام غزالی رحمہ اللہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ میری اُمت کا عالم "غزالی" ہے یہ جواب دے گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے امام غزالی رحمہ اللہ کی طرف متوجہ ہوئے اور السلام علیکم کہا، امام غزالی رحمہ اللہ نے جواب دیا وعلیکم السّلام ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ ومَغْفِرَتُهٗ وَطَيِّبَةُ سَرَاهُ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا آپ نے اتنا لمبا جواب کیوں دیا؟ امام غزالی رحمہ اللہ نے فرمایا اے موسیٰ! جب اللہ نے آپ سے پوچھا تھا ﴿وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى﴾ "اے موسیٰ تیرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے"؟ تو آپ فرما دیتے ﴿هِيَ

عَصَایَ ﴾ ''یہ میری لاٹھی ہے''۔آپ نے جواب کو لمبا کیوں کیا؟ کہ یہ میری لاٹھی ہے میں اس سے تکیہ لگاتا ہوں اور بکریوں کے لیے پتے جھاڑتا ہوں اور دوسرے فائدے بھی حاصل کرتا ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ میری صفت کلیم اللہ ہے، میں نے اللہ سے کلام کرتے ہوئے اپنی صفت کی وجہ سے کلام طویل کیا۔

امام غزالی رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ آپ نے اللہ سے کلام کرتے ہوئے کلام کو طویل کیا، میں نے اللہ کے کلیم سے سلام کرتے ہوئے کلام کو طویل کیا۔حساب برابر ہے۔تب موسیٰ علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اے اللہ کے نبی! آپ نے درست فرمایا ہے کہ آپ کی اُمت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں جیسے ہیں''۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ

اَللّٰہ اَکْبَر

اَسْتَغْفِرُاللّٰہَ

لَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ

لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّابِاللّٰہِ

یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْم

تحریر از: حضرت مولانا محمد حسن صاحب
(خلیفہ حضرت صوفی صاحب مدظلہ)
(جامعہ محمدیہ والے کی طرف سے خط وکتابت کے چیدہ چیدہ احوال)

حال: تلاوت میں اگر نفسِ تلاوت پر نظر ہو تو زیادہ پڑھا جاتا ہے اور اگر معانی پر غور کر کے پڑھا جائے تو کم پڑھا جاتا ہے تو کون سا انداز اختیار کرنا چاہیے؟

ارشاد: نفسِ تلاوت پر نظر کر کے پڑھا جائے۔

حال: غیر موذی جان دار جیسے چیونٹی ہے یہ بعض مرتبہ وضوء خانہ میں اور غسل خانہ میں بہت زیادہ رہتے ہیں احتیاط تو بہت کرتا ہوں ان کے بچانے کی لیکن غیر اختیاری طور پر پانی کے ساتھ بہہ جاتی ہیں آیا اس صورت میں مجھے گناہ ہوگا یا نہیں؟

ارشاد: چوں کہ غیر اختیاری ہے اس لیے معاف ہے۔

حال: کبھی کبھی طبیعت میں بہت سستی سی پیدا ہو جاتی ہے یہ سستی بیماری یا تھکاوٹ کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ ویسے ہی طبیعت سست ہو جاتی ہے جیسے کہ چھٹیوں میں گھر جاتا ہوں، الحمدللہ فرائض وواجبات ادا کرتا ہوں لیکن کتاب کا مطالعہ شوق وذوق سے نہیں ہوتا یہ حالت کیسی ہے؟

ارشاد: کوئی بات نہیں جتنا آسانی سے مطالعہ ہو جائے ٹھیک ہے۔

حال: نماز کی نیّت کے لیے محض نفسِ نماز کی نیّت کافی ہے یا تعین کرنا ضروری ہے؟ بعض مرتبہ ذہن میں ہجوم ہوتا ہے اس ہجوم کی وجہ سے نیّت کرنا بھول جاتا ہوں، دل میں ہوتا ہے کہ میں ظہر کی یا عصر کی نماز پڑھ رہا ہوں۔

ارشاد: دل میں نیّت کافی ہے زبان سے کہنا ضروری نہیں ہے۔ یعنی دل ہی دِل میں یہ تعین کر لے کہ میں فلاں نماز یعنی ظہر یا عصر یا مغرب کی نماز پڑھ رہا ہوں یہ کافی ہے۔

حال: جہیز دینا کیسا ہے؟

ارشاد: جہیز (ضرورت کی چیزیں) دینا سنّت ہے (آج کل کا فرمائشی مروجہ جہیز مراد نہیں)، البتہ دکھلاوا گناہ ہے۔ دکھلاوا کی وجہ سے جہیز کی سنّیت ختم نہیں ہوسکتی، سنّت ہر حال میں سنّت رہتی ہے۔

حال: اشراق کی نفل دو رکعت پڑھنا چاہیے یا چار رکعت؟

ارشاد: چار رکعت پڑھیں۔

حال: بعض جائے نمازوں پر خانہ کعبہ شریف یا گنبدِ خضراء کی تصویر بنی ہوئی ہے اس کے اوپر بیٹھنا یا پاؤں رکھنا کیسا ہے؟

ارشاد: خانہ کعبہ شریف و گنبدِ خضراء پر پاؤں بھی نہ رکھے اور بیٹھے بھی نہیں۔ سر رکھ کر لیٹ سکتا ہے، نماز پڑھنا اس پر درست ہے۔

حال: غیر اختیاری نظر پر غیر اختیاری طور پر لذّت محسوس ہوتی ہے اس کو دور کرنے کے لیے کیا کرنا چاہیے اور کیا پڑھنا چاہیے؟

ارشاد: غیر اختیاری ہے معاف ہے نہ کچھ کرنا ہے نہ کچھ پڑھنا ہے۔

حال: بعض لوگ کہتے ہیں کہ کیلے کو توڑ کر کھانا چاہیے؟

ارشاد: کوئی ضروری نہیں۔

حال: راستوں میں اخبارات گرے ہوئے ہوتے ہیں غالب گمان یہی ہوتا ہے کہ اللہ پاک کا نام لکھا ہوتا ہے۔ بعض مرتبہ اتنے زیادہ ہوتے ہیں کہ اس کا اُٹھانا مشکل ہو جاتا ہے۔ ان کو دیکھ کر دل بہت غمگین ہو جاتا ہے۔ یہاں کیسے کریں؟

ارشاد: جتنا اُٹھا سکیں اُٹھالیں باقی چھوڑ دیں کیوں کہ وہ ہمارے اختیار میں نہیں ہے، جس نے پھینکے ہیں اس کو گناہ ہوگا۔

حال: ڈاڑھی کے بال گر جاتے ہیں اور ناخن کاٹتے ہیں ان کا کیا کرنا چاہیے؟

ارشاد: جتنا آسانی سے اُٹھا سکیں اُٹھا کر دفن کر دیں یعنی کہیں دبا دیں، باقی چھوڑ دیں۔

حال: بعض مرتبہ ایک نماز کے لیے پیشاب کی تکلیف کی وجہ سے کئی کئی دفعہ وضو کرنا پڑتا ہے کیا ہر بار مسواک کریں یا ایک دفعہ کافی ہے؟

ارشاد: ہر دفعہ مسواک کریں۔

حال: صرف دائیں ہاتھ کی انگلیوں پر تسبیح کریں یا بائیں ہاتھ کی انگلیوں پر بھی کر سکتے ہیں، نیز انگوٹھے کے پوروں کو تین شمار کریں یا دو؟

ارشاد: ایک پر بھی کر سکتے ہیں اور دونوں پر بھی، تین شمار کریں گے۔

حال: چیونٹیاں پانی میں بہتی ہوئیں نظر آجائیں تو ان کو پانی سے نکال دیں یا چھوڑ دیں؟

ارشاد: نکال دیں۔

حال: بعض لوگ جو فاسق، فاجر قسم کے ہوتے ہیں ان کو فوراً ترغیب دینا چاہیے یا مانوس کر کے؟

ارشاد: مانوس کر کے۔

حال: کون سی چیز کھڑے ہو کر کھانا درست ہے؟

ارشاد: کوئی نہیں۔

حال: عذر کی وجہ سے بندہ کی نماز جماعت سے رہ جائے اور اتفاق سے کسی طالب علم (وغیرہ) کی نماز بھی رہ جائے ان کے ساتھ جماعت کرنا کیسا ہے؟

ارشاد: مسجد سے باہر کروالیں۔

حال: سبق پڑھانا افضل ہے یا جنازہ میں شریک ہونا؟

ارشاد: جنازہ میں شریک ہونا افضل ہے۔

حال: جان دار کی تصویر دیکھنا کیسا ہے؟

ارشاد: جائز نہیں۔

حال: استنجا خانہ میں استنجاء کرتے وقت تھوکنا اور ناک سرکنا کیسا ہے؟

ارشاد: کوئی نہیں، ٹھیک ہے۔

حال: حبِّ جاہ کی کیا نشانی ہے؟

ارشاد: دُنیا کی وجہ سے گناہ کرنا۔

حال: کسی کو ''اُو'' کہہ کر پُکارنا کیسا ہے؟

ارشاد: اچھا نہیں۔

حال: لطیفے کا سننا اور پڑھنا کیسا ہے؟ حالاں کہ ان میں اکثر ظنی باتیں ہوتی ہیں، اور گلستانِ سعدی میں لطیفے آتے ہیں اور بچوں کے اخبار میں چھپتے ہیں۔

ارشاد: گنجائش ہے۔

حال: مسواک کرنے کی کیا حدّ ہے جس سے سنّت ادا ہو جائے؟

ارشاد: پہلے دائیں طرف اوپر پھر بائیں طرف اوپر۔ پھر دائیں طرف نیچے پھر بائیں طرف نیچے تین تین دفعہ۔ (پھر سامنے اوپر پھر نیچے تین دفعہ)

حال: سرکاری پارک سے پھول توڑنا کیسا ہے؟

ارشاد: ٹھیک نہیں ہے پہلے اجازت لینی پڑے گی، اس علاقہ کا جو سرکاری افسر ہے اس سے۔

حال: ایک صاحب نے پوچھا ہے کہ ذکر میں اکثر دھیان دوسری چیزوں کی طرف جاتا ہے۔

خالص اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان پیدا کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

ارشاد: کوشش کریں، آہستہ آہستہ ترقی ہو جاتی ہے۔

حال: ابو حنیفہ کا یہ معنیٰ ٹھیک ہے "ملّتِ حنفیہ کا باپ" یا یہ معنیٰ ٹھیک ہیں "ملّتِ حنفیہ والا"؟

ارشاد: پہلے والا ٹھیک ہے یعنی ملّتِ حنفیہ کا باپ۔

حال: اگر باپ معنیٰ کریں تو پھر کیا مطلب ہوگا؟

ارشاد: بڑے۔

حال: نماز کے اندر دھیان پیدا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی کون سی صفات کو سوچا جائے؟

ارشاد: رحیم، کریم، جبّار، قہّار۔

حال: ایک ساتھی نے پوچھا ہے کہ میرے ساتھی کا تعلق کسی بدعتی پیر کے ساتھ ہے، اب آیا اس سے قطع تعلق کرنا کیسا ہے؟

ارشاد: ضروری ہے۔

حال: نیک کام شروع کرتے وقت نیّت نیک ہوتی ہے بعد میں ریا (دِکھلاوا) کا خیال آجاتا ہے، اس کا علاج بتادیں؟

ارشاد: توجّہ نہ کریں، خیال آنے سے کچھ نہیں ہوتا جب تک خود ریا کا ارادہ نہ کریں۔

حال: مدرسہ کے چمن سے پھول توڑنا کیسا ہے، اگر توڑنا ہو تو کس کی اجازت سے توڑیں؟

ارشاد: مدرسہ کے دفتر سے اجازت لے لیں۔

حال: درود شریف پڑھنا آیا ذکر اللہ میں داخل ہے یا نہیں؟

ارشاد: ذکر اللہ میں داخل ہے۔

حال: غسل بیٹھ کر کرنا اَولیٰ ہے یا کھڑے ہو کر بھی کر سکتے ہیں؟

ارشاد: دونوں طرح سے۔

حال: دو ابروں کے درمیان بال اُگے ہوں۔ مرد و عورت دونوں کے لیے ان کا صاف کرنا کیسا ہے؟

ارشاد: نہیں کاٹ سکتے۔

حال: کان کے اُوپر قلم اور پنسل لگانا کیسا ہے؟

ارشاد: لگالے کوئی حرج نہیں ہے۔

حال: ایک صاحب نے پوچھا ہے کہ میاں بیوی اکٹھے غسل کر سکتے ہیں یا نہیں؟

ارشاد: ہاں! کر سکتے ہیں۔

حال: تلاوتِ قرآن پر عمل کرنے کے لیے کتنی مقدار ضروری ہے؟

ارشاد: اگر حافظ ہے تو تین پارے ورنہ جتنا ہو سکے۔

حال: سفر میں جماعت کراتے وقت اقامت کہنا ضروری ہے یا نہیں؟

ارشاد: ضروری نہیں ہے، بہتر ہے۔

حال: موبائل فون کی سکرین پر اللہ لکھا ہوا آتا ہے تو اس کو لیٹرین میں لے جانا کیسا ہے؟

ارشاد: اگر نظر آتا ہے تو جائز نہیں ہے۔

حال: گھریلو مسائل میں بعض رشتہ داروں کے بارے میں کہہ دیتے ہیں کہ فلاں نے ایسا ایسا ظلم کیا ہے، تو کیا ایسی باتیں کرنا غیبت میں سے تو نہیں ہیں؟

ارشاد: غیبت ہیں، ہاں البتہ بتادے جو اصلاح کر سکتا ہے پھر غیبت نہیں ہوگی۔

حال: اذان کے کلمات میں سے بھول کر کوئی کلمہ رہ جائے مثلاً اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ. اب آیا اذان ہوگئی یا کہ نہیں؟

ارشاد: دوبارہ دینی چاہیے۔

حال: اخباروں کی جو رڈّی ہوتی ہے اس کا بیچنا کیسا ہے حالاں کہ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیثِ مبارکہ لکھی ہوتی ہیں؟

ارشاد: (۱) بیچنا جائز ہے۔ (۲) آگے ان کا کام ہے، احترام کریں یا نہ کریں۔ بہر حال بیچنا جائز ہے۔

حال: اگر کوئی سال گرہ کی مبارک دے تو اس کا جواب دینا اور تحفہ لینا چاہیے یا کہ نہیں؟

ارشاد: ٹھیک نہیں ہے۔

حال: تہجّد کی اذان جیسے حرمین شریفین میں دی جاتی ہے یہاں بھی دی جا سکتی ہے یا کہ نہیں؟

ارشاد: نہیں۔

حال: مسلمان ہونے کے لیے کلمۂ شہادت پڑھنا ضروری ہے یا صرف تصدیقِ قلبی کافی ہے؟

ارشاد: کلمۂ شہادت پڑھنا ضروری ہے۔

تحریر از: جناب قاضی اسکندر صاحب، لاہور

حال: حضرت صاحب! اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور آپ کی دعاؤں سے مال کی محبت میں، مَیں نے کبھی گناہ نہیں کیا، مال کی وجہ سے غریب لوگوں کی خدمت وقرضِ حسنہ دیتا رہتا ہوں۔ مال ہوتا ہی اتنا ہے کہ گھر کا خرچ بفضلِ خدا اچھا ہو رہا ہے۔ حضرت صاحب! حرام کی کمائی کبھی نہیں کی حالاں کہ کرسکتا ہوں۔ دعا کی التجاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے مجھے استقامت عطا فرمائے۔ آمین

حضرت صاحب! جب صبح اُٹھتا ہوں آدھ گھنٹہ یا گھنٹہ باتھ روم میں لگ جاتا ہے۔ حاجت سے جلدی فارغ نہیں ہوتا، چھوٹا پیشاب بار بار آتا ہے۔ ایک دفعہ کرتا ہوں پھر اُٹھ کر جاتا ہوں پھر چند قدم چلتا ہوں پھر کرتا ہوں چند قطرے آجاتے ہیں مکمل طور پر فارغ نہیں ہوتا۔ پیشاب کی وجہ سے عذابِ قبر کا بھی بڑا ڈر لگا رہتا ہے۔ بہت علاج کروایا فائدہ نہیں ہوتا کیا کروں؟ کوئی سمجھ میں نہیں آتا۔ خصوصی دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ مکمل صحت عطا فرمائے۔ آمین

ارشاد: آپ کو اس میں آسانی ہوگی کہ ایک ناپاک انڈرویر، یا ناپاک تہہ بند رکھیں صبح اُٹھ کر پیشاب کر کے وہ پہن لیا اور مطالعہ یا ذکر کرتے رہے پھر دس، پندرہ منٹ کے بعد پیشاب کر کے وہ پہن لیا اور رضائی وغیرہ میں بیٹھ کر مطالعہ یا ذکر کرتے رہیں۔ اس طرح دو تین دفعہ کر لیا جب یقین ہو گیا کہ اب پیشاب نہ آئے گا اُس وقت استنجا کر کے وضوء کر لیا۔ ہر بار پانی سے استنجا کر لیا پھر اخیر میں وہ ناپاک انڈرویر یا تہہ بند یا پاجامہ نہ پہنیں بلکہ پاک پاجامہ پہن کر نماز پڑھیں۔ غم نہ کریں اگر مشقت زیادہ ہے تو ثواب بھی کروڑ گنا ہو کر ملنے والا ہے۔ ایک تہجّد کی جگہ کروڑ تہجّد کا ثواب ملے گا۔ ان شاء اللہ

اگر کروڑ سے کچھ کم ملا تو عرض کرنا پیارے آقا ہمارے پیر صاحب نے تو کروڑ کا وعدہ کیا تھا اُتنا ہی دیجئے۔ اِن شاء اللہ کروڑ ہی ملے گا۔ اِن شاء اللہ تعالیٰ، اِن شاء اللہ تعالیٰ

سُبْحَانَ اللهِ   اَلْحَمْدُلِلّٰهِ   اَللّٰهُ اَكْبَر

تحریر از: مولنا محمد نوید خان صاحب، پشاور
(خلیفہ حضرت صوفی صاحب مدظلہ ومدرس جامعہ عبداللہ بن عمر لاہور)

مخدوم الملت حضرت مفتی محمد حسن صاحب امرتسری رحمہ اللہ کے کچھ حالات

حضرت مولنا صوفی محمد سرور صاحب دامت برکاتہم کے شیخِ اوّل ہیں، جن سے حضرت والا کا اصلاحی تعلق بارہ سال رہا اور خلافت سے سرفراز ہوئے۔

پیدائش:

حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمہ اللہ ایک اندازہ کے مطابق **1878ء** کے لگ بھگ، ضلع اٹک کے تاریخی مقام "حسن ابدال" سے سات میل دور گاؤں مل پور میں پیدا ہوئے۔ آپ جس گھر میں پیدا ہوئے ماشاء اللہ وہ علم وادب کا ایک گہوارہ تھا۔ آپ کے والد حضرت مولنا اللہ داد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے وقت کے ایک مشہور محدّث، خادمِ دین اور اپنے گردونواح میں ایک معزز ہستی اور جانی پہچانی شخصیت تھے۔

ابتدائی تعلیم:

ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں ہی پائی، ابتدائی فارسی اور قرآن کریم سنگ جانی ضلع راولپنڈی کے مشہور عالم دین قاضی محمد نور صاحب سے پڑھا۔ عربی صرف ونحو...... قاضی گوہر دین صاحب سے ضلع اٹک میں اور علوم عقلیہ منطق وفلسفہ...... مولنا محمد معصوم صاحب سے ضلع ہزارہ میں پڑھی۔ مولنا محمد معصوم صاحب جب مدرّس ہوکر "مدرسہ غزنویہ، امرتسر" تشریف لے گئے تو اپنے ساتھ اپنے اس ہونہار طالب علم کو بھی لے آئے اور یہاں پھر حضرت مفتی صاحب نے دینی تعلیم کی بقیہ کُتب کی تکمیل فرمائی اور دورۂ حدیث کیا۔

اصلاحِ باطن:

امرتسر کو وطنِ ثانی بنانے کے بعد آپ کو محسوس ہوا کہ کسی اللہ والے سے اصلاحِ باطن کے لیے کوئی خصوصی تعلق اور قلبی رابطہ بھی قائم کرنا ضروری ہے۔ آپ کے قلب (دل) مبارک میں داعیہ پیدا ہوا کہ حکیم الأمّت حضرت مولنا محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے نسبت پیدا کی جائے، اس وقت آپ "مدرسہ نعمانیہ امرتسر" میں مدرس تھے۔ اس مقصد کے لیے

حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جاتے ہی بے تکلّف اپنا مقصد ظاہر کر دیا۔

حضرت حکیم الاُمّت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ بیعت ہونے کے لیے ہر شخص کے حسبِ منشاء شرائط تجویز فرماتے ، مگر ایسا ہر شخص کے لیے نہیں تھا ، بعضوں کو تو بغیر کسی شرط کے بھی بیعت کیا ہے۔ حضرت مفتی صاحب کے لیے حضرت حکیم الاُمّت نے تین شرطیں عائد کیں:

1 ...... کسی قاری صاحب سے فنِ تجوید کی مشق کریں۔

2 ...... کسی حنفی مسلک کے عالم سے دوبارہ حدیث پڑھیں (اس سے قبل غیر مقلدین کے پاس پڑھی تھی)۔

3 ...... حضرت مولنا حکیم محمد مصطفیٰ صاحب بجنوری (خلیفۂ حضرت تھانوی رحمہ اللہ) سے مکاتبت کریں ، جب کم از کم ۲۴ رمرتبہ خط وکتابت ہو چکے تو سارے خطوط مجھے دکھائیں تاکہ صلاحیت اور مناسبت کا اندازہ کیا جا سکے۔

حضرت مفتی صاحب نے حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی تینوں شرائط کو بحسن وخوبی انجام تک پہنچایا۔ تجوید کی مشق استاذ القراء قاری کریم بخش صاحب سے کی۔ دوبارہ دورۂ حدیث کے لیے محدّثِ اعظم حضرت مولنا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے متبحر حنفی المسلک محدّث کی خدمت میں تشریف لے گئے۔ تیسری شرط پوری کرنے کے لیے حضرت مولنا حکیم محمد مصطفیٰ صاحب بجنوری رحمہ اللہ کی خدمت میں ۲۵ خطوط پیش کیے اور ایک بار پھر اصلاح کی درخواست کی تو حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے کسی مزید پس وپیش کے بغیر قبول فرمالی۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے ۱۱ر ذی الحجہ ۱۳۴۳ھ کو طریقت کے چاروں سلسلوں میں آپ کو بیعت فرمایا۔ آپ نے اس تیزی اور سرعت سے اپنے آپ کو فنافی الشیخ کے مقام تک پہنچا دیا کہ کل تین سال کی محنت ، ریاضت وتزکیۂ نفس پر آپ کو خلعتِ خلافت عطا فرما دی گئی۔

درس وتدریس:

تعلیم سے فراغت کے بعد آپ امرتسر ہی میں درس وتدریس میں مشغول ہوگئے۔ آپ کو قابلیت کی بناء پر تھوڑے ہی عرصہ بعد مدرسہ نعمانیہ کا صدر مدرّس بنا دیا گیا۔ کم وبیش چالیس سال آپ نے تدریس کی خدمت انجام دی۔ جب تک آپ کا قیام امرتسر میں رہا آپ روزانہ مسجد نور میں بعد نمازِ فجر درس قرآن دیا کرتے تھے۔ آپ نے تقریباً چالیس سال تک

امرتسر اور پھر لاہور آنے کے بعد یہاں دس سال تک درسِ قرآن دیتے رہے۔آپ کے درس میں بے حد تاثیر تھی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کے ساتھ آپ کے شیخ کی توجّہات شاملِ حال تھیں۔

فتویٰ نویسی:

درس وتدریس کے علاوہ فتویٰ نویسی بھی آپ کا ایک مستقل شغل تھا۔اس سلسلہ میں ملک کے ہر حصّہ سے آپ کی خدمت میں استفتاء آتے ،جن کے محققانہ جوابات تحریر فرماتے۔ جب تک آپ کی صحت نے اجازت دی،اس وقت تک آپ یہ خدمت انجام دیتے رہے۔

جامعہ اشرفیہ کا قیام:

امرتسر میں آپ نے ایک مدرسہ قائم کیا جو تعلیم قرآن کے ساتھ ساتھ علوم دینیہ واسلامیہ کی تعلیمی خدمت بھی سرانجام دے رہا تھا۔اس مدرسہ نے تقریباً 40 سال یہ خدمت سرانجام دی۔قیامِ پاکستان کے بعد اس مدرسہ کے خدّام اور اساتذہ کو بھی لاہور آنا پڑا۔لاہور میں نیلا گنبد کے علاقہ میں مول چند بلڈنگ کا ایک حصّہ مدرسہ کے لیے الاٹ ہوگیا۔چناں چہ توکلاً علی اللہ اس مدرسہ کی نشاۃِ ثانیہ جامعہ اشرفیہ کے نام سے ۸/ذی قعدہ بمطابق 24 ستمبر 1947ء کو ہوئی۔

جب جامعہ کی عمارت طلبہ واساتذہ کے لیے ناکافی ہوئی تو فیروز پور روڈ لاہور پر مدرسہ کی جدید عمارت کے لیے ایک سو کنال اراضی خریدی گئی۔جس طرح حق تعالیٰ نے دارالعلوم دیوبند کو یہ شرف عطا فرمایا تھا کہ اس کا سنگِ بنیاد اولیاء اللہ نے مل کر رکھا تھا اسی طرح حق تعالیٰ نے حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے نام اور حضرت مفتی صاحب کے خلوص کی برکت سے اس جامعہ کے سنگِ بنیاد رکھتے وقت اہل اللہ کو جمع فرمادیا۔اس وقت جو حضرات موجود تھے،ان میں حضرت قاری محمد طیّب صاحب،حضرت مولنا جلیل احمد صاحب شیروانی، حضرت مولنا مسیح اللہ خان صاحب،حضرت مولنا خیر محمد صاحب،حضرت مولنا رسول خان صاحب، حضرت مولنا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی اور حضرت مولنا داؤد غزنوی رحمہم اللہ تعالیٰ شامل تھے۔

صبر وشکر:

حضرت مفتی صاحب کو زندگی میں کئی آلام اور مصائب پیش آئے لیکن بفضل اللہ تعالیٰ آپ نے ہر مصیبت اور پریشانی کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا بلکہ آپ اس حالت میں بھی حق

تعالیٰ شانہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے رہتے تھے۔حضرت رحمہ اللہ کے پاؤں پر ایک زہریلا قسم کا پھوڑا ہو گیا تھا جس نے رفتہ رفتہ ساری پنڈلی کو اپنی لپیٹ میں لیا تھا۔ٹانگ میں تکلیف اس قدر تھی کہ بیان نہیں کی جا سکتی لیکن اس کے باوجود تکلیف کی شدّت ظاہر نہ ہونے دی۔معالجین نے یہی مشورہ دیا کہ یہ ٹانگ کاٹنی ہی پڑے گی۔ڈاکٹروں نے ایسی دوا دینی چاہی جس سے شدّت تکلیف کا احساس نہ ہو یا ہو تو کم ہو مگر آپ نے فرمایا کہ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ ڈاکٹر پریشان تھے لیکن آپ کے سامنے بات کرنے کی مجال کس کو تھی؟ بالآخر آپریشن شروع ہو گیا، آپ خود ذکر میں مشغول ہو گئے اور ڈاکٹروں نے ٹانگ کاٹ دی۔ایک ڈاکٹر کا بیان ہے کہ حیرت ہے کہ آپریشن کے شروع سے اختتام تک نبض کی رفتار میں ذرا فرق نہیں ہوا۔

پیر و مرید کا باہمی تعلق:

حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت مفتی صاحب کا آپس میں گہرا تعلق تھا۔ایک دفعہ خانقاہ تھانہ بھون میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس ایک ہفتہ قیام کرنے کے بعد جب واپس تشریف لے گئے تو حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ایک مرید سائیں طور شاہ نے حضرت سے عرض کیا ''حضرت! خلیفہ جی (حضرت مفتی صاحب) چلے گئے، خانقاہ کی رونق کم ہو گئی ہے''۔ اس پر حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''ہاں سائیں جی! میں بھی یہی محسوس کرتا ہوں''۔

جب کبھی حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی مجلس میں علماء کی موجودگی میں کوئی علمی مضمون بیان کرتے اور حضرت مفتی صاحب وہاں موجود نہ ہوتے تو فرمایا کرتے کہ ''مولوی محمد حسن اگر یہ سنتے تو بہت خوش ہوتے''۔

حضرت مفتی صاحب اپنے شیخ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارہ میں فرماتے تھے ''حضرت کیسے تھے؟ حضرت جو اصل تھے وہ کتابوں سے سمجھ نہیں آ سکتے، کتابیں دیکھ کر انہیں کوئی نہیں سمجھ سکتا کہ کیسے تھے؟ اگر کوئی تجوید کی کتاب دیکھے تو یوں سمجھے گا کہ حضرت بہت بڑے قاری تھے، اگر ان کے فقہی اور اجتہادی کارنامے دیکھے گا تو سمجھے گا کہ بہت بڑے فقیہ تھے، اگر احادیث کے شغف کو دیکھے تو محدّث سمجھے گا، ان کے مناظرانہ ارشادات کو دیکھ کو فلسفی سمجھے گا لیکن حضرت ان سب چیزوں سے بلند تھے اور جنہوں نے حضرت کو نہیں دیکھا، وہ حضرت کی حقیقت نہیں سمجھ سکتے''۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے آپ کو بے حد عقیدت تھی۔آپ فرمایا

کرتے تھے کہ "حضرت کی کتابوں کے سوا کسی اور کتاب کو دیکھنے کی جرأت بھی نہیں رکھتا"۔

حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ مجھے دنیا سے جانے کا کوئی فکر وخیال نہیں جب کہ میرے بعد یہ دو موجود ہیں۔ حضرت خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ یہ دو کون ہیں؟ فرمایا "ایک تو مفتی محمد حسن ہیں"۔

آپ کو خاتمہ بالخیر کی اس قدر فکر تھی کہ تقریباً ہر مجلس میں اس کی اہمیّت اور فکر کو ضرور ظاہر کرتے تھے۔

ایک دفعہ قاری خدا بخش صاحب عیادت کے لیے آئے، آپ کی طبیعت کافی روز سے ناساز تھی، ابتدائی گفتگو کے بعد ہی ذکر ہوا کہ بس سب سے بڑی نعمت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خاتمہ ایمان پر فرمائیں، پھر بڑے زور دے کر فرمایا کہ "حافظ جی! اگر خدانخواستہ ایمان نہ ملا تو؟" اور ساتھ ہی آواز متغیر ہوگئی اور آنکھوں میں آنسو چھلک گئے، قاری صاحب نے عرض کیا "حضرت خدا کا شکر ہے ایمان حاصل ہے اور ان شاء اللہ، اللہ اپنے فضل سے مرتے وقت بھی اس نعمت سے محروم نہیں فرمائیں گے"، فرمایا کہ "بے شک! اس وقت تو یہ دولت حاصل ہے مگر کیا ذمّہ داری ہے کہ مرتے وقت بھی ایمان ملے گا اگر نہ ملا تو؟" یہ فرما کر مزید رِقّت اور گریہ طاری ہوگیا اور اپنے آپ کو سنبھال کر بآوازِ بلند کئی مرتبہ فرمایا کہ "یا اللہ! ایمان، یا اللہ! ایمان، یا اللہ! ایمان"۔

کراچی کے آخری سفر کے لیے جہاز پر سوار ہونے تشریف لے چلے اور صاحبزادہ حضرت مولنا عبدالرحمٰن صاحب اشرفی مدظلہم پیچھے پیچھے چلنے لگے تو حضرت مفتی صاحب نے بیٹے کو قریب بلا کر چار پانچ مرتبہ تکرار کے ساتھ فرمایا "اچھا عبدالرحمٰن! سب کچھ اللہ کے حوالے، مدرسہ بھی اللہ کے حوالے اور تم بھی اللہ کے حوالے"۔

کراچی میں اچانک آپ کی قلب (دِل) کی حالت دگرگوں ہونے لگی اور بالآخر ۱۶ر ذی الحجہ ۱۳۸۰ھ بمطابق یکم جون **1961**ء بروز جمعرات اس عالمِ فانی سے کوچ فرمایا اور کراچی ہی میں مدفون ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

تحریر از: مولانا محمد نوید خان صاحب، پشاور

حضرت حاجی محمد شریف صاحب رحمہ اللہ

حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب دامت برکاتہم کے شیخِ ثانی، جن کی طرف آپ نے حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات کے بعد اصلاح کے لیے رجوع فرمایا اور 24 سال تعلق رہا۔

حضرت حاجی صاحب کی ولادت اور خاندانی حالات:

آپ کے والد صاحب کا نام منشی نظام الدین تھا، پٹواری تھے اور سارے علاقہ میں شریف پٹواری مشہور تھے۔ آپ کی پیدائش گاؤں ''مہندی پور'' ضلع ہوشیار پور میں 10 دسمبر 1904ء کو ہوئی۔ اس گاؤں سے چار میل دور قصبہ ''میکریاں'' میں اینگلو سنسکرت ہائی اسکول سے آٹھویں جماعت پاس کی۔ یہ اسکول آریہ جماعت کا تھا اور ان آریہ لوگوں نے بہت کوشش کی کہ آپ کو اپنا ہم مذہب بنالیں، اس وقت آپ کی شکل وصورت، کھانا، لباس، پگڑی کی بندش، سب ہندوانہ بن چکی تھی لیکن دل اور اس کے اندر ایمان کو اللہ تعالیٰ نے بچالیا، جس کی علامت یہ تھی کہ اسلام پر آریوں کے اعتراضات پر غصہ آتا تھا۔ دسویں جماعت پاس کرتے وقت والد صاحب مرحوم ملازمت سے ریٹائرڈ ہوچکے تھے۔ بھائیوں نے تنگ دستی کی بنا پر آگے تعلیم جاری رکھنے سے عذر فرمادیا، چناں چہ آپ اینگلو سنسکرت ہائی اسکول میں ملازم ہوگئے۔ یہاں پھر اللہ تعالیٰ نے ایمان بچالیا، دوتین سال بعد جے۔ اے۔ وی کلاس میں داخلہ لے لیا اور ضلع ہوشیار پور کے ڈسٹرکٹ بورڈ مڈل اسکول میں انگریزی ٹیچر تعینات ہوگئے۔ پھر سوا دو سال بعد آپ کا تبادلہ ڈسٹرکٹ بورڈ مڈل اسکول میانی افغاناں ضلع ہوشیار پور میں ہوگیا۔ یہاں حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہونے والے خلیفہ شیر محمد صاحب پہلے سے موجود تھے۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں ان کا ابھی آنا جانا تو نہیں تھا لیکن خط وکتابت جاری تھی۔ مولوی شیر محمد صاحب کی قابلِ رشک زندگی سے آپ متاثر ہوئے۔ ایک سال بعد آپ کی اہلیہ محترمہ کا فروری 1929ء میں انتقال ہوگیا۔ اب مولوی شیر محمد صاحب آپ کو اپنے ہی مکان میں لے آئے۔ یہاں پر آپ نے مولوی شیر محمد صاحب کی چوبیس گھنٹے کی زندگی دیکھی، جس سے آپ بھی خود بخود کھنچتے چلے گئے۔ بغیر اجازت حضرت تھانوی رحمہ اللہ

تعالیٰ کو خط بھیجنے شروع کیے۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے جوابات دل کو لگنے لگے۔

حکیم الاُمّت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضری:

اپریل 1929ء میں اسکول میں چھٹیاں ہوئیں، تو دل میں خیال آیا ''کہاں اکیلے بیٹھے رہوگے، مولوی صاحب شیر محمد حضرت کی زیارت کے لیے تھانہ بھون جا رہے ہیں، تم بھی تھانہ بھون دیکھ آؤ''۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ سے بذریعہ خط اجازت لی۔ حضرت حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ ''اہلیہ کی موت حضرت کی خدمت میں پہنچنے کا ذریعہ بن گئی، ورنہ چھٹیوں میں اہلیہ کے ساتھ کئی جگہوں کی سیریں ہوتیں''۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اہلیہ کی خدمت کا ظاہری رنج کیا دولت لے کر آیا۔

تھانہ بھون کی خانقاہ میں قدم رکھنا تھا اور وہاں کے ماحول کو دیکھنا تھا کہ دل کی دنیا بدل گئی۔ خانقاہ کی تہذیب ہی اب تہذیب آنے لگی، سابقہ تہذیب بدتہذیبی نظر آنے لگی۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی باتیں سنیں، دل کو لگیں۔ آپ دونوں کے جانے کے بعد حضرت حکیم الاُمّت نے مجلس میں فرمایا کہ ''یہ دو صاحب پنجاب سے آئے تھے، ان کو نفع ہوا ہے''۔

دوسرا نکاح:

دوسری اہلیہ محترمہ سے نکاح جون 1929ء میں ہوا۔ اہلیہ محترمہ کی عمر اس وقت پندرہ سولہ برس تھی اور آپ کی تقریباً اٹھائیس سال تھی۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ سے اصلاحی تعلق قائم کرنے کی ہمّت نہیں ہو رہی تھی، کیوں کہ اس وقت چہرہ پر ڈاڑھی نہ تھی اور دوسری اہلیہ کی وجہ سے ڈاڑھی نہ رکھتے تھے کہ وہ خیال کرے گی کہ کس بوڑھے سے پالا پڑ گیا۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا وعظ، رسالہ ''المبلغ'' میں پڑھا، سارا مضمون حسبِ حال تھا، دل پر اثر ہوا۔ اہلیہ کو اپنا حال بتایا، پوچھا کہ اگر ڈاڑھی رکھ لوں تو تمہیں تو کوئی اعتراض نہ ہوگا؟ اہلیہ محترمہ کہنے لگیں ''آپ یہ بتائیں کہ ڈاڑھی منڈوانا گناہ ہے یا ثواب''؟ آپ نے کہا ''منڈوانا گناہ ہے اور رکھنا ثواب ہے''۔ اہلیہ نے جواب دیا کہ ''کیا آپ کا یہ خیال ہے کہ میں آپ کو یہ کہوں گی کہ آپ گناہ کا کام کیا کریں''؟ رکاوٹ اب ختم ہو چکی تھی۔

اس کے بعد حضرت تھانوی رحمہ اللہ کو خط لکھ کر اپنے حالات سے آگاہ فرمایا اور اِصلاح کی درخواست کی جسے حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا۔ اس کے بعد حضرت

تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات تک مکاتبت اور حضرت کی خدمت میں حاضری جاری رہی۔

فکرِ آخرت:

حضرت حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے ''مولائے کریم تو بہت رحیم و کریم ہے، ان سے رحمت کی بہت اُمیدیں ہیں اگر حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے مجھ سے قیامت میں یوں پوچھ لیا کہ میرے طریقہ پر کیوں عمل نہ کیا تو میرا کوئی ٹھکانہ نہیں''۔

فرمایا کہ ''میں تو یوں دعا مانگتا ہوں کہ یا اللہ! مجھ سے اگر آخرت میں سوال کرنا ہے تو میں ابھی جواب پیش کرتا ہوں کہ میرے پاس کوئی جواب نہیں، مجھے تو بلا حساب ہی بخش دیجیے''۔

شانِ عبدیت:

حکیم الأمّت حضرت مولنا محمد اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ سے خصوصی تعلق رکھنے والے حضرات خصوصاً مجازین حضرات میں عبدیت وتواضع کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ چناں چہ حضرت حاجی محمد شریف صاحب رحمہ اللہ میں بھی بہت اونچے درجہ کی تواضع اور فنا کی شان تھی۔اس تواضع اور عبدیت کی ایک مثال یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ حضرت حاجی صاحب، حضرت تھانوی صاحب رحمہ اللہ کے مجازِ بیعت تھے، حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے وصال کے فوراً بعد حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب رحمہ اللہ سے ان الفاظ میں اپنی تعلیم کی درخواست فرمائی۔ ''حضرت خواجہ صاحب! یہ ناکارہ آئندہ اپنے آپ کو تعلیم کے لیے آپ کے سپرد کرتا ہے اللہ کے لیے منظور فرمالیں''۔

اور پھر حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ کے وصال کے بعد ان الفاظ کے ساتھ آپ نے اپنے آپ کو حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں مزید ترقی کے لیے پیش فرمایا۔ ''حضرت! تعلیم اور اصلاح کے سلسلہ میں مجھے مکاتیب کی اجازت فرمادیں، میرا مقصود اس تعلیم سے محض رضائے مولیٰ ہے''۔ پھر حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمہ اللہ کے وصال کے بعد حضرت مولنا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ سے اور حضرت مولنا رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمہ اللہ سے تعلیم کا تعلق قائم فرمایا، ان دونوں کا ذکر آپ کے اس مکتوب میں ہے جو آپ نے حضرت ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں تحریر فرمایا۔

''حضرت مرشد تھانوی کے بعد میں نے تجدیدِ بیعت کسی سے نہیں کی البتہ تعلیم واصلاح کے لیے اپنے آپ کو اوّل حضرت خواجہ صاحب، ان کے بعد حضرت مفتی محمد حسن صاحب اور ان کے

بعد حضرت مولٰنا خیر محمد صاحب کے سپرد کر دیا''۔(کچھ الفاظ کے بعد) اب مولٰنا خیر محمد صاحب کے بعد میں تعلیم اور مشورہ آپ سے لینا چاہتا ہوں آپ کی محبت سے میرا دل لب ریز ہے۔اللہ کے واسطے میری درخواست قبول فرماویں''۔

اور حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف رحمہ اللہ کی حیاتِ طیّبہ ہی میں آپ اپنے خالق حقیقی سے واصل ہوئے۔گویا آخری سانس تک باوجود کامل و مکمل ہونے کے، باوجود کثیر مریدین کے، باوجود متعدّد خلفاء کے، اپنے آپ کو مرید ہی بنائے رکھا۔یہ فنا کا بہت اُونچا مقام ہے۔

اللہ تعالیٰ کے راستہ میں پہلا قدم بھی ''تواضع'' ہے اور آخری مقام بھی ''تواضع'' ہے۔تکبر نے ابلیس کو ملعون بنایا۔اکثر کفار کے لیے ایمان سے مانع ''تکبّر'' ہے اور اکثر اہلِ ایمان کو اصلاحِ باطن اور دینی ترقی سے مانع اور اپنے زمانہ کے مشائخ کی طرف رجوع کرنے سے مانع یہی ''تکبّر'' ہے۔اِس تکبر کو آپ نے اپنے قول اور عمل سے پاش پاش کر کے رکھ دیا۔

جب تک ڈاکٹروں نے منع نہیں کیا حضرت والا ملتان شہر میں ہمیشہ سائیکل پر آتے جاتے تھے اور کمالِ تواضع کی وجہ سے سائیکل سے اتر کر اپنا سائیکل خود پکڑ کر جہاں کھڑا کرنا ہوتا تھا کھڑا کرتے تھے، کسی دوسرے کی مدد لینا پسند نہ کرتے تھے۔

جامعہ خیر المدارس کے جلسوں میں اور فجر کے بعد درسوں میں بہت کثرت سے شرکت فرماتے تھے لیکن ہمیشہ عام آدمیوں کے ساتھ مل جل کر جلسہ سنتے تھے۔علماء کے پاس اسٹیج پر نہیں بیٹھتے تھے۔

حبِّ شیخ:

آپ میں حُبّ شیخ کی شان بہت نمایاں تھی۔سالک کی ترقی کے لیے حُبِّ شیخ بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔بعض زاہدانِ خشک یہ وہم کر لیتے ہیں کہ یہ توحید اور تعلق مع اللہ کے خلاف ہے۔حقیقت یہ ہے کہ جو محبت اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا ذریعہ ہے وہ حبِّ شیخ ہی کا شعبہ ہے اور حبِّ شیخ کا زینہ ہے، حتیٰ کہ حدود کے اندر بیوی کی محبت کو بھی تقویٰ کی علامت قرار دیا گیا ہے۔

حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ ایک دفعہ ایک خط کے جواب میں خطرہ تھا کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ ناراض ہو جائیں گے تو اسکول میں پڑھانے کے لیے کھڑا ہوتا، غم سے گرنے لگتا تو تھوڑی دیر دوسرے کمرہ میں جا کر آرام کرتا، پھر آتا پھر گرنے لگتا پھر چلا جاتا، کچھ

آرام کر کے آتا۔ یہ عشق کے آثار میں سے ہے کہ محبوب کی ناراضگی کی احتمال بھی ناقابلِ برداشت ہوتا ہے۔ تو جس کو اللہ تعالیٰ سے سچی محبت ہو وہ گناہ کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

دوسروں کی راحت کا اہتمام:

آپ کے سب سے چھوٹے صاحبزادہ ظریف صاحب جن کو آخری ڈیڑھ دو سال حضرت حاجی صاحب کی خدمت کرنے کا بہت موقع ملا، وہ فرماتے تھے کہ بیماری اور کمزوری کی وجہ سے میں ابّا جی کی چارپائی کے ساتھ اپنی چارپائی بچھا کر سوتا رہا ہوں کہ زیادہ کمزوری کی وجہ سے کوئی ضرورت ہو تو خدمت کر سکوں لیکن ایک دفعہ کے سوا کبھی بھی مجھے سوتے ہوئے کو نہیں جگایا۔ اتفاقاً مجھے خود یاد آجائے تو بول و براز کے لیے سہارا وغیرہ دیتا رہا ہوں ورنہ کافی مشقت کے باوجود اپنے کام ابّا جی خود ہی مشقت سے انجام دے لیتے تھے، میری نیند خراب کرنا پسند نہ فرماتے تھے۔ البتہ صرف ایک دفعہ جب دل کا شدید دورہ پڑا تو مجھے آواز دی اور میں نے اُٹھ کر ضروری انتظامات کئے۔ اس سے زیادہ دوسروں کی راحت کی اہتمام کون کر سکتا ہے؟

اتباعِ سنّت:

صاحبزادہ ظریف صاحب نے ذکر فرمایا کہ وفات سے چند گھنٹے پہلے جب ایکسرے کرانے کے لیے میں ابّا جی کو لے جانے لگا تو کرتہ بدلنے کی ضرورت تھی کمزوری اور غنودگی کی وجہ سے ابّا جی اکیلے کرتہ تبدیل نہ کر سکتے تھے، پہلا کرتہ اتار کر جب دوسرا کرتہ مَیں پہنانے لگا تو غلطی سے میں نے پہلے بائیں بازو میں آستین ڈالنے لگا، ابّا جی کو بولنے میں تو کافی مشقت تھی دائیاں بازو کھڑا کر دیا یعنی یہ اشارہ فرمایا کہ پہلے دائیں آستین پہناؤ۔ سبحان اللہ!..... انتہائی کمزوری اور غنودگی میں بھی سنّتِ غیر مؤکدہ چھوڑنا بھی گوارہ نہ فرمایا، سبحان اللہ!..... جس قدر اتباعِ سنّت زیادہ ہوتا ہے قربِ حق تعالیٰ زیادہ ہوتا ہے۔

وفاتِ حسرت آیات کا ذکر:

حضرت حاجی صاحب کی حیاتِ طیبہ کا آخری پندرہ سال کا عرصہ ایک اندازہ میں زیادہ تر بیماری اور کمزوری ہی میں گزرا۔ معدہ کا دو دفعہ آپریشن ہوا، ایک گھٹنہ میں بہت درد رہا، دل کے دورے بھی پڑتے رہے، اسہال کی تکلیف بھی متعدّد بار رہی۔ حضرت حاجی صاحب نے نہایت صبر و استقلال سے بلکہ خندہ پیشانی سے ان منازل کو طے فرمایا اور باوجود نہایت کمزوری

وبیماری کے احباب سے ہشاش بشاش ہی ملتے رہے۔

ایک دفعہ فرمایا کہ میں اپنے آپ کو موت کے لیے بالکل تیار پاتا ہوں۔ آخری تین ماہ کے قریب حضرت حاجی صاحب کو معدہ کی بہت تکلیف رہی حتیٰ کہ وفات سے تقریباً اڑھائی ماہ پہلے حالت انتہائی نازک درجہ تک پہنچ گئی لیکن حق تعالیٰ کا خصوصی فضل ہوا کہ طبیعت سنبھلنی شروع ہوگئی۔ اس سے پہلے بھی کم از کم دو دفعہ ایسی حالت ہوئی کہ اُمید بہت کم رہ گئی لیکن حق تعالیٰ فضل فرماتے رہے اور طبیعت سنبھل جاتی رہی۔ بالآخر جمعرات، 11 اپریل 1985ء تقریباً پونے چار بجے شام انتقال فرمایا۔ چوں کہ آپ کی وصیّت تھی کہ وفات کے بعد تجہیز و تکفین میں بہت جلدی کی جائے، اس لیے ملتان سے باہر سے بہت کم حضرات جنازہ میں شریک ہوسکے۔ گیارہ بجے کے قریب جنازہ کی نماز حضرت والا کے مجازِ صحبت قاری محمد اسحٰق صاحب نے پڑھائی اور رات پونے بارہ کے قریب دفن سے فراغت ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

تحریر از: مولانا محمد نوید خان صاحب، پشاور
(خلیفہ حضرت صوفی صاحب مدظلہ)

مسیح الاُمّت حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب دامت برکاتہم کے شیخِ ثالث، جن کی طرف آپ نے حضرت حاجی محمد شریف صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی رحلت کے بعد اصلاح کے لیے رجوع فرمایا اور 6 سال تعلق رہا۔

آپ ۱۳۲۹ھ بمطابق 1911ء یا 1912ء میں علی گڑھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم درجہ ششم تک سرکاری اسکول میں حاصل کی، ساتھ ہی حضرت نے حضرت حکیم الاُمّت قدس سرہ کی کتابوں کا مطالعہ شروع کر دیا۔ چوں کہ دینی تعلیم سے کوئی مناسبت نہ تھی، اس لیے دینی تعلیم کے حصول کی طرف متوجہ ہوئے اور دارالعلوم دیوبند سے جملہ علومِ دینیہ میں سندِ فراغ حاصل کی۔

حضرت حکیم الاُمّت قدس سرہ سے تعلق:

حضرت حکیم الاُمّت قدّس سرہ سے غائبانہ عقیدت تو بہشتی زیور اور دیگر کتب کے دیکھنے سے بچپن ہی میں پیدا ہوگئی تھی، جس کے متعلق آپ نے فرمایا ''حضرت رحمہ اللہ سے غائبانہ عقیدت ایسی تھی کہ باوجود یہ کہ بہت سے مشائخ کو دیکھا اور ان کے حلقہ میں بسا اوقات بیٹھنے کا اتفاق ہوا، مگر حضرت کے علاوہ کبھی کسی دوسرے کی طرف خیال بھی نہیں ہوا''۔ آپ نے پہلی مرتبہ علی گڑھ میں حضرت قدس سرہ سے اصلاحی تعلق قائم فرمادیا اور باقاعدہ خط وکتابت شروع کردی۔ پھر غالباً اسی سال حضرت سے بیعت کی درخواست کی جس کو آپ نے منظور کرلیا۔ اِصلاحی تعلق قائم ہونے کے بعد آپ برابر پابندی کے ساتھ اپنے باطنی حالات کی حضرت حکیم الاُمّت رحمہ اللہ کو اطلاع فرماتے رہے۔ رمضان المبارک کا زمانہ، تھانہ بھون میں گزارتے۔

خلافت:

۱۳۵۱ء میں آپ حسبِ معمول رمضان المبارک گزارنے تھانہ بھون تشریف لے

گئے، وہاں سے واپسی پر حضرت حکیم الاُمّت کو خط لکھا، جس کے جواب میں ۲۵ رشوّال ۱۳۵۱ھ کو حضرت قدس سرہ نے آپ کو خلافت سے نوازا۔

آپ کا شمار حضرت قدس سرہ کے مخصوص خلفاء میں ہوتا ہے۔ حضرت حکیم الاُمّت نے اپنی علالت (بیماری) کے زمانہ میں گیارہ مخصوص خلفاء کے نام ایک اعلان کے ذریعہ شائع فرمائے، جس میں تحریر فرمایا کہ ''اپنے چند مجازین کے نام لکھتا ہوں، جن کی طرزِ تعلیم پر مجھے اعتماد ہے''۔ ان گیارہ مخصوصین میں آپ کا نام بھی شامل تھا۔

حضرت حکیم الاُمّت سے خصوصی تعلق:

حضرت حکیم الاُمّت کو آپ پر جو خصوصی اعتماد تھا، اس کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ایک مرتبہ کسی کے دریافت کرنے پر حضرت قدس سرہ نے فرمایا کہ ''عیسیٰ (یعنی حضرت مولنا محمد عیسیٰ صاحب) اور مسیح (مولنا مسیح اللہ صاحب) دونوں بڑھ گئے ہیں''۔

ایک مرتبہ حضرت حکیم الاُمّت نے جلال آباد ایک جلسہ میں سب لوگوں کے سامنے آپ سے فرمایا کہ ''میرے جی میں ایک بات ہے، اسے میں کیوں نہ کہہ دوں اور میں سب کے سامنے صاف صاف کہتا ہوں کہ مولوی مسیح اللہ صاحب سے مجھے محبت ہے''۔

حضرت حکیم الاُمّت قدس سرہ سے آپ کو خصوصی محبت تھی، یہی سبب ہے کہ شاید ہی آپ کی کوئی ایسی مجلس ہوتی، جو حضرت حکیم الاُمّت کے ملفوظات وارشادات عالیہ کے بیان سے خالی ہو۔ جب بھی اپنے شیخ کا تذکرہ فرماتے تو ایک عجیب سوزِ عشق کی کیفیت آپ پر طاری ہوجاتی تھی۔ جب بھی کوئی مسئلہ بیان فرماتے تو بار بار فرماتے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اپنے شیخ کی برکت سے عرض کررہا ہوں۔

جلال آباد کے زمانۂ قیام میں آپ ہمیشہ تھانہ بھون بالالتزام حاضر ہوتے رہے۔ خانقاہ میں مجلسِ عام وخاص ہر ایک میں ایک کو حاضری کا شرف حاصل تھا۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوا کہ خاص مجلس میں آپ صرف اکیلے ہی ہوتے تھے۔ غایتِ احترام کی وجہ سے آپ حضرت قدس سرہ کے سامنے بہت کم بقدرِ ضرورت کلام فرماتے تھے۔ اس پر حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ''آپ بولا کریں اور فرمایا کہ یہ میں نہیں کہہ رہا، حضرت نے فرمایا کہ ان سے کہہ دو کہ مجھ سے بے تکلف ہوں، ذرا بولا کریں''۔ اس سے حضرت قدس سرہ کا آپ سے خصوصی تعلق ظاہر ہے۔

جامعہ مفتاح العلوم، جلال آباد:

جلال آباد جو یوپی کا ایک بڑا قصبہ ہے، یہاں پر دینی تعلیم کے لیے ایک اُستاذ کی ضرورت پڑی، آپ اس وقت حکیم الاُمّت کے پاس خانقاہ حاضرِ خدمت تھے، حضرت حکیم الاُمّت نے آپ سے فرمایا کہ آپ وہاں چلے جائیں اور تعلیم دیں۔ ۱۳۵۷ھ میں جب آپ جلال آباد تشریف لائے تو یہاں پر صرف دو کمرے کا مدرسہ تھا اور ایک حافظ صاحب تھے۔

چناں چہ ایک کمرہ میں حافظ صاحب پڑھاتے اور دوسرے کمرہ میں آپ۔ آپ یہاں تا وفات رہے اور وہ دو کمروں کا مدرسہ حضرت کی زندگی ہی میں ایک بڑے ''جامعہ مفتاح العلوم'' کی صورت اختیار کر گیا اور ہندوستان کے طول وعرض کے علاوہ بیرون ملک سے بھی طلبہ دینی تعلیم حاصل کرنے یہاں آتے ہیں۔

وفات:

آپ کی وفات 12 نومبر 1992ء کو ہوئی اور تدفین جلال آباد میں ہوئی۔

تحریر از: جناب ڈاکٹر نعیم اللہ صاحب مدظلہ

اوّلاً ’’خلیفہ ہیں عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفی صاحب رحمہ اللہ کے بعدہ خلیفہ ہیں حضرت صوفی صاحب کے اور صاحبزادہ ہیں عارف باللہ حضرت الحاج ڈاکٹر محمد حفیظ اللہ صاحب رحمہ اللہ کے‘‘۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمo

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اندازِ تعلیم و تربیت

ع ان کا سا کچھ ہوئے بغیر ان کا ہو ہم نشیں کیوں

کہاں شیخ الحدیث حضرت صوفی محمد سرور صاحب مدظلہ العالی کا مقام علم اور مقامِ قرب ورضا اور کہاں یہ بے گانہ، علم وعمل

؎ میرا مقام نازِ محبت نہ پا سکے
ہر چند جستجو میں میرے راز داں رہے

یہ موضوع بہت عالی ہے جس پر کسی اہل دل اہلِ نظر کو قلم اُٹھانا چاہئے تھا۔ وہ جو حضرت کی ذاتِ گرامی سے پوری طرح واقف ہو۔ دین اور سلوک کا صحیح ذوق اور فہم رکھتا ہو۔ تعلیم و تربیت کے اصولوں کو جانتا ہو، وہ اصول وفہم وفراست جس سے یہ مقدس ہستیاں ایک حیوان ناطق کو انسان بناتی ہیں۔ جس سے انسان اشرف المخلوقات کے عظیم مرتبہ پر فائز ہوتا ہے۔ جس سے حق تعالیٰ جل شانہ کا قرب نصیب ہوتا ہے۔ جس سے صفاتِ مِلکوتی حاصل ہوتے ہیں۔ جن سے حق تعالیٰ کی محبت کی چاشنی ملتی ہے۔ یہ محبتِ حق ایک ایسا جام ہے جس کے ایک گھونٹ سے بھی انسان کو ایسا نورِ فہم عطا ہوتا ہے جس سے اس کی اصل آنکھیں باطن کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ اس کو حق وباطل میں تمیز پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ دن کو دن اور رات کو رات دیکھتا ہے۔ سچ کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ سمجھتا ہے۔ یہ ایک ایسا نور ہے جس سے اتباعِ شریعت، اِتباعِ سنت کی راہیں کھلتی چلی جاتی ہیں۔ اور اس پر چلنا نہایت سہل ہو جاتا ہے اور ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ اُمورِ شریعہ اس کیلئے امورِ طبعیہ بن جاتے ہیں۔ اور وہ حق تعالیٰ کی معرفت ومحبت میں بڑھتا

چلا جاتا ہے۔ ایسا شوق ایسی قوّت عطا ہوتی ہے۔ کہ اس راہ میں چلتے ہوئے تھکتا نہیں بلکہ رکنا یا سست روی اس کے لیے وبالِ جان بن جاتی ہے۔ بقول شاعر

؎ بردلِ سالک ہزاراں غم بود

گر زباغِ دل خلالے کم بود

ایک ذرا سا عمل کم ہونے سے اس کے دل پر غموں کے پہاڑ ٹوٹ پڑتے ہیں وہ اس غم میں رونا پیٹنا شروع کر دیتا ہے۔ بے چین ہو جاتا ہے جب تک استغفار اور توبہ نہیں کر لیتا جب تک اس عمل کی تلافی نہیں کر لیتا جب تک حق تعالیٰ سے وہی پرانا تعلق استوار (قائم) نہیں کر لیتا۔ اسے چین ہی نہیں آتا۔ کسی صاحبِ دل پر کوئی ایسی ہی کیفیت طاری ہوئی۔ پریشان اور مضطر ہو گئے۔ فراقِ یار میں بے حال ہو گئے۔ اور جنگلوں بیابانوں میں یہ پوٹھوہاری دوہہ پڑھتے پھرا کرتے۔

ع بتی دیوے وچ لائی چھوڑو

پرانے قصور معاف کرو یاری نویں سرے لائی چھوڑو

یعنی میرے دل کا چراغ گُل ہو گیا ہے۔ یاالٰہی! میری غلطیاں معاف فرما دیں اور وہی پرانا تعلقِ محبّت عطا فرما دیں معافی تلافی کے بعد اس کو سکون ہو جاتا ہے اور وہ حسبِ سابق راہِ حق میں نہایت مستعدی اور انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ چلتا چلا جاتا ہے۔ وہ اللہ کی محبت میں ڈوبا ہوتا ہے۔ لوگ اسے دُنیاوی فوائد حاصل نہ کرنے کی وجہ سے مجنون اور کم عقل سمجھتے ہیں۔ مگر وہ عام لوگوں سے زیادہ ہوشیار اور فہیم ہوتا ہے۔

ع اوست دیوانہ کہ دیوانہ نہ شد

دیوانہ اور مجنون تو وہ ہے جس نے دین اختیار نہیں کیا۔ جس نے اللہ کی محبت کی چاشنی نہیں چکھی۔ اور یہ محبتِ حق کا دیوانہ ہے اس لئے معاملات اور معاشرت کو نہیں بھولتا بلکہ زیادہ بہتر انداز میں محض رضائے حق کی نیت سے سب حقوق بجا لاتا ہے۔ وہ ایک بار سمجھ چکا ہے۔ کہ حقوق کی ادائیگی کریم خالق اور محبوب مالک کا حکم ہے اسے بس حکم ماننے سے سروکار رہتا ہے۔

ع "وہ ایک بار سمجھ چکا ہے کہ آستانِ یار یہی ہے"۔ (حضرت عارفی رحمہ اللہ)

وہ حقوق اللہ ہوں یا حقوق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ یا حقوق العباد ہوں اور خواہ

اپنے حقوق النفس ہی ہوں۔ ان کو حکمِ الٰہی جان کر پورا پورا ادا کرتا ہے۔ اسی راہ پر گامزن رہتا ہے۔ تاوقتیکہ پیغامِ اجل آپہنچتا ہے اور اس حیاتِ ناسوتی سے حیاتِ برزخی میں منتقل ہوجاتا ہے۔
(بہ زبان حضرت تھانوی رحمہ اللہ) حیات بعد الممات یعنی موت کے بعد کی زندگی اس حیات ناسوتی سے بدر جہا افضل، اکمل، اقویٰ وادوم ہے اور جس کو تم موت کہتے ہو۔ حقیقت میں وہ بھی ایک قسم کی ولادت ہے جو اس حیات ناسوتیہ سے بہتر ہے۔ (المورد الفرخی فی المولد البرزخی)

حکیم الامّت مجدّد الملّت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اس وعظ میں صاف طور پر فرمایا ہے کہ موت کے بعد کی زندگی اس دنیا کی زندگی سے بہت بہتر ہے۔ بشرطیکہ اعمال اچھے کئے ہوں۔ آگے مزید وضاحت فرماتے ہیں ''لوگ سمجھتے ہیں آدمی جب مر جاتا ہے تو بس ایک گڑھے میں اس کو دفن کر دیتے ہیں اور وہ وہیں پڑا رہتا ہے۔ اور چند روز میں گل سڑ کر خاک ہو جاتا ہے۔ اسی خیال نے لوگوں کو موت سے متوحش کر رکھا ہے۔

صاحبو! انسان جسم کا نام نہیں، یہ حال جو تم بیان کرتے ہو جسم کا ہوتا ہے۔ روح کا یہ حال نہیں ہوتا۔ وہ تو عالم ارواح دارالنعیم میں جا پہنچتی ہے۔ اور انسان اسی روح سے انسان ہے۔ وہی اصل چیز ہے۔ اسی سے انسان اشرف المخلوقات ہے۔ پس اصل چیز انسان میں یہی روح ہے۔ ہم کو اس کی درستگی کی کوشش کرنا چاہئے۔ جس کا طریقہ ہے۔ اعمال صالحہ، عقائد صحیحہ اور استحضار منافع موت۔ اگر یہ درستی ہم نے کر لی تو یہ قوّت ہمارے لئے حیاتِ طیبہ کا مقدمہ ہے اور اگر یہ درستی نہ کی تو پھر یہاں کی حیات بھی ہمارے لئے موت ہے۔ حدیث شریف میں غافل عن الذکر کو میت سے تشبیہ دی ہے۔ (ذکر کا مطلب صرف ذکر لسانی ہی نہیں بلکہ زندگی کے ہر شعبہ میں ہر لمحہ میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت اس سے مراد ہے)۔

اِن تمہیدی سطور کے بعد حضرت صوفی صاحب مدظلہ العالی ودامت برکاتہم کے مربی اور شیخ حضرت مفتی محمد حسن صاحب نوراللہ مرقدہ کے ایک وعظ ''اشرف المقال'' سے چند اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں تاکہ مقصود واضح ہوجائے۔ خطبہ کے بعد حضرت رحمہ اللہ یوں گویا ہوئے ''اصل مقصود بنی آدم کا دُنیا کے اندر آنے کا آدمی دل سے سمجھ جائے اللہ تعالیٰ اس کے دل کے درمیان ڈال دے۔ مقصد اس عالم کے اندر آنے کا صرف ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کو کسی طرح راضی کر لے۔ اس دولت کے حاصل کرنے کے لیے جان جائے تو پرواہ نہ کرے، مال جائے تو پرواہ نہ کرے۔ وطن دیس جائے تو پرواہ نہ کرے۔ کسی چیز کو خرچ کرنے کا موقع ہو تو

دریغ نہ کرے اس دولت کو حاصل کرنے کے لیے۔ یہ بڑی دولت ہے لفظوں میں یہ نہیں آسکتی۔اس کی عظمت اس کی شان الفاظ میں بیان نہیں ہوسکتی''۔

اِسی وعظ میں کچھ آگے چل کر حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ ''ہر نقل و حرکت سے مقصود یہ ہونا چاہئے۔کوئی سودا خریدے تو یہ مقصود ہو۔نکاح پڑھے تو یہ مقصود ہو تجارت کرے تو یہ مقصود ہو اسی کو مقصد بنالے کہ یہ تجارت ذریعہ بنے اللہ کی رضا کا۔ یہ نکاح ذریعہ بنے اللہ کی رضا کا۔ یہ نقل وحرکت ذریعہ بنے اللہ کی رضا کا۔اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی کام ایسا نہیں چھوڑا جو عبادت نہ بنے''۔

تو اس راہ میں قدم رکھنے سے پہلے انسان کو اپنا مقصد یعنی اپنی منزل مقصود کا تعین کر لینا انتہائی ضروری ہے۔حضرت صوفی صاحب کا اُسلوب یہی ہے۔

حضرت صوفی صاحب کا طرزِ اصلاح:

جو شخص حضرت سے اصلاحی تعلق قائم کرنا چاہتا ہے۔اس کو پہلے پانچ شرائط پوری کرنا ہوتی ہیں۔
(۱)......ڈاڑھی ہو۔ (۲)......انگریزی لباس نہ پہنتا ہو۔ (۳)......ٹی وی نہ دیکھتا ہو۔
(۴)...... پاجامہ ٹخنوں سے اُوپر رکھتا ہو۔ (۵)......نماز باجماعت صحیح العقیدہ امام کے اقتدا میں مسجد میں پڑھتا ہو۔اس کے بعد حضرت اس کو رسالہ ''قصد السبیل'' پڑھنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں اس کو پڑھ کر مجھ کو بتاؤ کہ اس راستہ میں چلنے کا یعنی اِصلاح کا مقصد کیا ہے؟ اور لوگوں نے غلط مقاصد کیا سمجھ رکھے ہیں یعنی حضرت پہلے ہی دن طالب کو صحیح سمت پر ڈال دیتے ہیں۔تا کہ قبلہ درست ہو جائے۔اصل مقصد واضح ہو جائے۔ کیفیات کشف و کرامات پر سے نظر ہٹ جائے یہ طالب کو اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ مقصودِ حیات صرف وصرف اللہ کی رضا ہے۔نہ بزرگی مقصود ہے نہ قطبیت نہ غوثیت نہ کشف وکرامات اور نہ کیفیات، یہ سب حجاباتِ نورانی ہیں۔سیّد الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ حجابات نورانی اشد ہیں حجاباتِ ظلمانی سے۔ظلمانی حجابات یعنی گناہوں کی وجہ سے طالب خود کو مجرم سمجھتا ہے۔کسی وقت اس کو توبہ کی توفیق ہوسکتی ہے مگر حجاباتِ نورانی کو وہ مطلوب سمجھتا ہے اور اصل مقصد سے کہ وصول الی اللہ ہے، نظر ہٹ جاتی ہے۔ کیفیات ومکاشفات میں گھر کر رہ جاتا ہے ان کیفیات کی وجہ سے عجب خود بینی اور پندار بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے بجائے قرب

کے بُعد پیدا ہوتا ہے۔اس لئے روزِ اوّل سے ہی مقصد کا تعین کر لینا ضروری ہے۔

اب جب کہ یہ فیصلہ کر لیا اور تہیہ کر لیا اپنے ربّ کو راضی کرنا ہے تو جس ذات عالی کے دربار میں پہنچنے کا اور اس کے قرب حاصل کرنے کا ارادہ کیا ہے۔تو یہ سوچنا چاہئے کہ ہم اس دربار کے لائق ہیں؟ کسی نے کہا ہے۔

یہ جبیں اور شوق اس کے آستاں کا
ارادہ اور ارادہ بھی کہاں کا

حق تعالیٰ کا قرب اور ان کی رضا کا مقام تو بہت بلند ہے وہ وراء الوراثم وراء الوراہیں ان کے قرب اور رضا کی کوئی انتہا نہیں۔ہم جب دنیا کے کسی اعلیٰ حاکم تک رسائی کی کوشش کر تے ہیں تو اپنی ہیئت بھی اس کے مطابق بناتے ہیں اپنی عادات واخلاق بھی ایسے بناتے ہیں کہ جب شرف باریابی ہو تو وہاں ہماری کوئی بات کوئی حرکت اس کے ادب اور شان کے خلاف نہ ہو، لباس بھی اس کے مطابق پہنتے ہیں، اپنی سوچ اور فکر کا بھی خیال کرتے ہیں کہ دربارِ شاہی سے مزاحم نہ ہو۔غرضیکہ ہر ہر چیز کا خیال رکھا جاتا ہے تاکہ حاکم ناراض نہ ہو جائے یہ صرف سمجھنے کے لیے ایک مثال ہے ورنہ ان حاکموں کو احکم الحاکمین سے کیا نسبت۔

اِس راہِ سلوک میں اسی طرح اور اس سے بہت اعلیٰ معیار پر ہمیں یہ کوشش کرنا ازحد ضروری ہے اسی لئے اخلاق کی درستی کی جاتی ہے۔اپنے رہن سہن کو اللہ کی مرضی کے مطابق بنایا جاتا ہے۔اس کی مخلوق سے تعلقات کیسے رکھیں؟ کس سے رکھیں کس سے نہ رکھیں یہ سیکھا جاتا ہے اپنی سب عبادات کو بہتر سے بہتر طریقے پر پوری توجّہ کے ساتھ ادا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ اپنی بساط کے مطابق درجہ احسان حاصل ہو جائے۔اور ایمان کی تو بنیاد ہی عقائد پر ہے۔ یعنی عقائد کا درست ہونا پہلی شرط ہے۔

ہمیں اس عالمِ دُنیا میں جب اللہ تعالیٰ نے بھیجا تو یہاں زندگی گزارنے کے طریقے بتلا کر بھیجا اس کے لئے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام مبعوث فرمائے۔انہوں نے سب بتلا دیا کہ اس خطۂ ارض پر انسان کو زندگی یوں گزارنی چاہئے اسی کا نام ''دین'' ہے، اگر ان کے بتائے ہوئے طریقوں سے مطابق زندگی گزاریں گے تو اللہ پاک بھی راضی ہوں گے اور ہماری زندگی پُر لطف، پُرسکون اور صاف ستھری ہوگی۔(حیاتِ طیّبہ اسی کا نام ہے)۔

دین کے پانچ شعبے ہیں:

❶ عقائد ❷ عبادات ❸ معاملات ❹ معاشرت ❺ اَخلاق۔

اِن پانچوں شعبوں کے مطابق چلنا ضروری ہے۔ جتنا جتنا ان پر عمل ہوگا اتنا ہی ایمان کامل ہوگا اتنی ہی رضا حاصل ہوگی جتنی کمی ہوگی۔ اتنا ہی ایمان میں اور طلب رضائے حق میں نقص رہے گا۔ ان میں عقائد تو بالکل بنیادی چیز ہیں۔ یہ صحیح ہوں گے۔ تب اسلام کے دائرہ میں ہم ہوں گے۔

اس کے بعد اپنی درستگی کے لیے اور ان کی رضا حاصل کرنے کا اہل بننے کے لیے باقی چار شعبے بہت ضروری ہیں اور ان سب میں جس شعبہ کی اہمیت بنیادی ہے وہ اخلاق ہیں۔ اَخلاق کا اثر عبادات پر بھی پڑتا ہے اور معاملات و معاشرت پر بھی اس لئے اپنے راہبر اپنے شیخ سے اَخلاق درست کروائے جاتے ہیں۔ اور ان کی باقاعدہ مشق کی جاتی ہے۔ اسی لئے حضرت صوفی صاحب مدظلہ العالیٰ مقصد کے تعین ہو جانے کے بعد حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''تبلیغِ دین'' میں اَخلاق کی اصلاح کے بارے میں پڑھنے کو فرماتے ہیں۔ اس کتاب کے دوسرے حصہ میں طہارتِ قلب کا بیان ہے جس میں بُرے اَخلاق (اَخلاق رذیلہ) کی تفصیل اور ان کا علاج بتایا گیا ہے اس حصّہ کو دس میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اور ہر ایک کو ''اصل'' کا نام دیا گیا ہے۔ وہ ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

❶ ...... حرص طعام اور کثرت اکل۔ ❷ ...... کثرت کلام کی ہوس اور فضول گوئی۔

❸ ...... غصّہ۔ ❹ ...... حسد۔ ❺ ...... بخل اور مال کی محبت۔ ❻ ...... رعونت اور حُبِّ جاہ ❼ ...... حبِّ دُنیا۔ ❽ ...... نخوت و تکبر۔ ❾ ...... خود پسندی۔ ❿ ...... ریا کاری۔

حضرت ان کو ترتیب وار پڑھنے کو فرماتے ہیں اور اس بارے میں اپنا حال حضرت کو بتانا ہوتا ہے یعنی اس متعلقہ اصل کو پڑھ کر دیکھا جائے کہ اس کے مطابق عمل ہے یا نہیں اور ہے تو کس درجہ کا یعنی شریعتِ مطہرہ میں جو درجہ مطلوب ہے وہ حاصل ہے یا نہیں؟ خامیاں ہیں تو کیا کیا ہیں؟ یہ سب حضرت کو دیانت داری سے بتانا چاہئے اگر غلط بات کی جائے گی تو فراستِ ایمانی سے ان کو جھوٹ کا ادراک تو ہو جاتا ہے۔ مگر اظہار نہیں فرماتے اور غلط حالات بتانے سے نقصان تو سالک کا ہوتا ہے اس طرح سالک خود کو دھوکہ دیتا ہے اور اصلاح کا مقصد پورا نہیں ہوتا اور اپنے شیخ و مربی سے دروغ گوئی کا وبال بھی پڑتا ہے۔ حالت بتانے پر اگر حضرت

کی تسلی ہوتو اگلی اصل پڑھنے کے لیے فرماتے ہیں اور اگر طالب میں نقص ہوتو ایک ہفتہ مزید مشق کرنے کو فرماتے ہیں۔ ایک ہفتہ کے بعد اپنی حالت اسی رذیلہ کے بارے میں دوبارہ بتائی جاتی ہے اور توثیق ہو جانے کے بعد اگلی اصل کے دیکھنے کو فرما دیتے ہیں۔ یہاں یہ چیز ذہن نشین رہے کہ حضرت کبھی کبھی حالت کا امتحان بھی کر لیتے ہیں اس لئے غلط بیانی ہرگز نہ کرنی چاہیے۔ ویسے بھی غلط بیانی طریق کے ادب کے خلاف ہے اور شیخ و مربی کے ادب کے بھی خلاف ہے۔ ایک ایک کر کے اسی طرز پر سارے رذائل نکالے جاتے ہیں دل کو اور روح کو آلائشوں سے پاک کیا جاتا ہے اس کے بعد اچھے اخلاق (اَخلاق حمیدہ) سے دل کو آراستہ اور مزیّن کیا جاتا ہے۔ کس کے لیے؟ اللہ ربّ العزّت کے لئے۔ کیا خوب ہے۔

دور باش افکارِ باطل دور باش اغیار دل
سج رہا ہے شاہِ خوبان کے لئے دربار دل

یعنی سب رذائل، سب غیر اللہ دل سے نکل جائیں ہم اللہ کے لئے اپنے دل کو سجا رہے ہیں تاکہ وہ اللہ اس دل میں آجائیں آخر کسی معزز مہمان کے لئے گھر کو اس کے اطراف کو صاف کیا جاتا ہے۔ گندگیاں ہٹائی جاتی ہیں گھر کو اور خاص اس کمرہ کو جس میں معزّز مہمان کو رہائش پذیر ہونا ہے، کس قدر مزیّن اور آراستہ کیا جاتا ہے کہ ہمارا مہمان ہم سے خوش رہے۔ اسی طرح جس دل میں اللہ کو لانا چاہتے ہیں اس دل سے گندگیاں نکالنا ہوں گی اس دل کو اَخلاق حمیدہ سے مزیّن اور منوّر کرنا ہوگا تب وہ اس دل میں رونق افروز ہوں گے۔ ناپاکیوں کے ساتھ ان سے صحیح تعلق پیدا نہیں ہوسکتا ان کی رضا کے مطابق دل ہوگا تو وہ آئیں گے ان جیسا مکرّم و معزّز کوئی مہمان نہیں، اس عزم کے ساتھ یہ کام کرنا چاہیے۔

آرزوئیں خون ہوں یا حسرتیں پامال ہوں
اس دل کو بنانا ہے اب تیرے قابل مجھے

اَخلاق حمیدہ کی فہرست درج ذیل ہیں:

1...... توبہ 2...... خوف 3...... زہد 4...... صبر 5...... شکر 6...... اِخلاص اور صِدق 7...... توکل 8...... اللہ تعالیٰ سے محبت 9...... رضا بر قضا 10...... فکرِ موت۔

نہایت اہتمام اور فکر کے ساتھ یہ سب اخلاق حضرت صوفی صاحب مدظلہ العالی کے طرز اصلاح کے مطابق پیدا کرنے چاہئیں جس کا طریق پہلے عرض کیا گیا ہے۔

(یہ طرز ان کے لیے ہے جن کا حضرت سے تعلق ہے ورنہ ہر شیخ کا طرز اپنا ہے ہر طالب کو اپنے مربی کے طرز پر کام کرنا چاہئے مقصود سب کا ایک ہی ہے صرف طریقے مختلف ہوتے ہیں۔

اس راستے کی بنیادی تعلیم ہے تتبع، استحضار اور اتباع یعنی اپنے شیخ کا طرز معلوم کرے اور اس کے مطابق کام کرے اور جو شیخ بتائے من وعن بلا چون و چرا اس پر عمل کرے۔ شیخ اپنی اِتباع نہیں کراتا شریعت کے احکامات اور اصولوں کا اتباع کرواتا ہے طالب کا کام اِطلاع و اِتباع ہے اگر اسی طرح چلتا رہے اور شریعت اور سنت کی پیروی کرتا رہے تو ایک دن ایسا آتا ہے کہ مقصود حاصل ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ دل میں آجاتے ہیں حیوٰۃِ طیّبہ حاصل ہو جاتی ہے۔

یہ سب کام تو دل کے مطابق تھے یعنی باطن سے ان کا تعلق تھا اس کے بعد حضرت اسی کتاب ''تبلیغِ دین'' کے پہلے حصّہ پر لے آتے ہیں جن میں ظاہری اعمال کا ذکر ہے یعنی عبادات جن کا تعلق اعضاء و جوارح سے ہے وہ یہ ہیں:

[۱]...... نماز [۲]...... زکوٰۃ، صدقہ و خیرات [۳]...... روزہ [۴]...... حج [۵]...... تلاوت قرآن [۶]...... ذکرِ الٰہی پر مداومت [۷]...... طلبِ حلال [۸]...... مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت اور ان کے ساتھ نیک برتاؤ [۹]...... امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یعنی وعظ و نصیحت [۱۰]...... اتباع سنّت۔

اِن اعمالِ ظاہرہ میں بھی اعلیٰ درجہ حاصل کرنا چاہئے۔ جس طرح دنیاوی امور میں ہمیں ہر وقت ترقی کا لالچ ہوتا ہے اسی طرح دینی اُمور میں بھی ہر لمحہ ترقی کی حرص ہونا چاہئے۔ حضرت کے یہاں سلوک کا ایک نصاب ہے ہر سالک طریق کو اس نصاب سے گزرنا ہوتا ہے۔ تبلیغ دین کو ایک مرتبہ پھر اسی ترتیب سے پڑھنا ہوتا ہے اور حالت سے مطلع کرنا ہوتا ہے۔

اس کے بعد حکیم الأمّت مجدّد الملّت حضرت مولنا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب حیوٰۃ المسلمین پڑھوائی جاتی ہے اس کے 25 ابواب ہیں ہر باب کو ''روح'' کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے اس میں ہر روح کو پڑھ کر اپنا حال بتایا جاتا ہے یہ کتاب عجیب ہے اس کتاب کے پڑھنے سے دین کی سب ضروری باتوں کا علم ہو جاتا ہے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

نے فرمایا ہے کہ ''مجھے اپنی کسی تصنیف کے بارے میں یہ گمان نہیں ہے حیوٰۃ المسلین کے بارے میں فرمایا کہ مجھے حق تعالیٰ سے امید ہے کہ اس کتاب کی وجہ سے میری بخشش ہو جائے گی اس میں کوئی چیز رہی نہیں اور سب ارواح کی تائید قرآن شریف کی آیات اور احادیث سے ہو گئی ہے اس لئے مستند بھی ہے''۔ حیوٰۃ المسلمین بھی دو مرتبہ پڑھوائی جاتی ہے۔

اس کے ختم کرنے کے بعد فروع الایمان شروع کی جاتی ہے اس کتاب میں بتایا گیا ہے کہ ایمان کے کچھ اصول ہیں اور کچھ فروع ہیں یعنی شاخیں ہیں اور یہ قران کریم سے ثابت ہیں احادیث مبارکہ میں تتبع کے بعد محققین نے شمار کیا اور فرمایا کہ ایمان کی 77 شاخیں ہیں جن میں تیس تو قلب کے متعلق ہیں سات زبان کے ساتھ ہیں اور باقی اعضاء اور جوارح کے متعلق ہیں۔ اس بارے میں حضرت مولٰنا اشرف صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر نقل کی جاتی ہے کہ برکت بھی ہو اور اس کتاب ''فروع الایمان'' کی ضرورت اور اِفادیت بھی معلوم ہو جائے۔

حضرت فرماتے ہیں مدّت سے میرے خیال میں تھا کہ ان سب شعبوں کو اپنے ہم وطن اسلامی بھائیوں کی آگاہی کے واسطے عام فہم اردو میں لکھوں تا کہ ان کو یہ تو معلوم ہو کہ جس ایمان کا ہم دعویٰ کرتے ہیں اس کے اس قدر شعبے ہیں اور غور کریں کہ ہم میں کتنی باتیں ہیں اور کتنی نہیں ہیں تا کہ اس سے اپنے ایمان کے نقصان و کمال کا اندازہ کرسکیں اور جن اوصاف کی کمی اپنے اندر پائیں ان کی تحصیل اور تکمیل کی کوشش کریں اور بدون تکمیل اس دعوۓ سے شرمائیں گو اصولِ دِین کے مان لینے سے ادنیٰ درجہ کا ایمان میسر ہو جاتا ہے مگر وہ ایمان ایسا ہے جیسے اندھا، لنگڑا، کانا، اپاہج آدمی، آدمی کہلاتا ہے سب جانتے ہیں کہ ایسا آدمی کس درجہ کا آدمی ہے۔

حضرت کی اس تحریر سے صاف معلوم ہو گیا ہے کہ ہمیں اپنے ایمان کی تکمیل کے لیے کتنی زیادہ اور کس درجہ کی ضرورت ہے اگر ہم اس سے آنکھیں بند کرلیں تو ہمارا ایمان لنگڑے لنجے اور اندھے آدمی کی طرح ہوگا کیا ہم ایسا ایمان اور ایسے اعمال لے کر اپنے اللہ کے سامنے پیش ہونے کی جسارت کر سکتے ہیں؟ یقیناً نہیں تو پھر ہمیں اپنے ایمان کی خبر لینی چاہئے اور اس کی تکمیل کی از حد کوشش کرنی چاہئے۔ حضرت صوفی مدظلہ العالی پہلی کتابوں کی طرح ''فروع الایمان'' کو بھی دو مرتبہ پڑھواتے ہیں اور ہر ہر شعبہ کی اطلاع دینا ہوتی ہے۔ اب اس کتاب کے بعد حکیم الاُمّت مجدّد الملّت مولانا اشرف تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ پڑھوائے جاتے ہیں

حضرت کے مواعظ تو بحمدہ تعالی 300 سے زائد ہیں مگر حضرت صوفی مدظلہ العالی کی کتاب ''خلاصۃ المواعظ'' میں ہر وعظ کا ایک صفحہ پڑھ کر اپنی حالت کی اطلاع دینے کو فرماتے ہیں یہ 63 مواعظ کا خلاصہ صوفی صاحب مدظلہ نے خود تحریر کیا ہے جو پہلے رسالہ الحسن میں چھپتے رہے ہیں۔

حضرت مولنا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ عجیب ہیں اور عجب تاثیر رکھتے ہیں ان سے علم میں اضافہ ہوتا ہے انسان کو اپنے حدود و قیود معلوم ہوتے ہیں ،شریعت میں جو تعلیم اعتدال کی ہے اس کی بہترین صورت ہر معاملہ میں ہمیں صاف نظر آتی ہے ان کو پڑھ کر احساس ہوتا ہے کہ حقیقت کیا ہے اور ہم کہاں سرگرداں پھر رہے ہیں حق باطل کا صحیح معیار واضح ہو جاتا ہے۔ حضرت تمام گمراہیوں سے نکال کر صراط مستقیم پر لے آتے ہیں۔ آخرت کی طرف میلان بڑھ جاتا ہے فکرِ معاد پیدا ہو جاتی ہے اور جنت جو ہمارا اصل گھر ہے اس کے لیے تیاری کی توفیق ملتی ہے محبت حق کے طریقے اور گر بتائے جاتے ہیں مشکلوں کو آسان بنایا جاتا ہے تعلق مع اللہ پیدا کیا جاتا ہے عبدیت سکھائی جاتی ہے۔ عظمتِ باری تعالیٰ و ہیبتِ حق کو مستحضر کیا جاتا ہے تاکہ محبت اور عظمت کے استحضار کی وجہ سے اعتدال رہے اور تاکہ ادب اور شوق کے ساتھ اطاعتِ خداوندی جاری رہے۔

ایک عجیب اثر مواعظ کے مطالعہ میں یہ ہے کہ جب تک مواعظ روزانہ پڑھے جاتے رہے ہیں گناہوں اور بے اعتدالیوں سے بچے رہنے کی توفیق ملتی رہتی ہے یہ حضرت کی کرامت ہے۔ حضرت کے مواعظ کے موضوع خاص طور پر عقائد کی اصلاح اعمال کی درستی، معاملات کی اہمیت اور اَخلاق کی پاکیزگی کے لیے ہوا کرتی ہے۔ اس کے علاوہ حضرت کے مواعظ میں جہاں تفسیر اور احادیث کی شرح ہوتی ہے وہاں سلوک اور تزکیۂ باطن پر بھی سیر حاصل گفتگو فرماتے اور ہر چیز دلائل کے ساتھ سمجھاتے ہیں۔ حضرت کے مواعظ میں بعض جگہ اقلیدس (جیومیٹری) اور فلکیات پر بحث بھی ملتی ہے۔ اور وہ ارشادات ایسے ملہمانہ ہیں کہ جو مضامین حضرت نے اسّی، نوے سال قبل فرمائے وہ سائنس دانوں نے اب ثابت کئے ہیں ان امور پر بحث بھی حق تعالیٰ کی قدرت اور عظمت کو ثابت کرنے کے لیے کی گئی ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ سب سائنسی امور انسان کے فائدے اور مفاد کے لئے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے ہیں اور ان کو استعمال کر کے ان پر شکر ادا کیا جائے۔

قربِ حق حاصل کیا جائے اور معرفت اور قدرتِ عظیمہ کا مشاہدہ ہو:

حضرت کے بعض مواعظ بہت مشکل اور ادق ہیں اور عام لوگوں کی فہم سے بہت بالا ہیں مگر عجیب بات یہ ہے کہ ایسے مواعظ پڑھنے کے بعد خواہ ان میں سے کچھ بھی سمجھ میں نہ آئے پھر بھی فائدہ ضرور ہوتا ہے (یعنی روحانی فائدہ) غرض ان مواعظ میں نہایت درجہ کی جاذبیت، جامعیت اور نافعیت ہے اور اس کی مثال دور دراز زمانے تک نہیں ملتی۔ یہی حضرت کے مجدّد ہونے کی ایک واضح دلیل ہے، حضرت کے اوصاف وکمالات ظاہری وباطنی کے فیوض وبرکات سے ہر شعبہ دین میں ان شاء اللہ ہم فیض یاب اور سیراب ہوتے رہیں گے اور یہی ہمارے لیے حجت وسند ہوگی۔ اب حضرت کے دو ملفوظ نقل کیے جاتے ہیں جو حضرت کی عمر بھر کی تعلیم وتربیت کا عطر ونچوڑ ہیں۔ حضرت فرماتے تھے۔

"ہم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے تعلق اور بندگی کا یہ راز بتایا ہے کہ دیکھو! اپنی زندگی میں یہ کرنا اور یہ نہ کرنا۔ یہ بات ہم کو پسند ہے اور یہ ناپسند۔ یہ چیز حلال ہے اور یہ حرام۔ یہ چیز پاک ہے اور یہ ناپاک۔ دیکھو! اگر تم چاہتے ہو کہ ہم سے حقیقی تعلق پیدا کرو ہماری معرفت حاصل کرو اور ہماری محبت سے سرشار رہو تو پھر ہمارے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کامل کرو پھر تو ہم خود ہی تم سے محبت کرنے لگیں گے۔ بتاؤ! اس سے زیادہ بڑی نعمت اور دولت تم کیا چاہتے ہو"۔

ایک مرتبہ حضرت نے طریقِ باطن کے تمام مقامات کا تذکرہ فرمایا۔ تعلق مع اللہ اور درویشی کی راہ میں چلنے والوں کے حالات کا تذکرہ فرمایا اور پھر فرمایا۔ سب کا خلاصہ یہ ہے کہ فرائض و واجبات ادا ہو جائیں، احکاماتِ الٰہیہ کی تعمیل ہو جائے حقوق العباد کی اہمیت واضح ہو جائے بس اگر درویشی کا حاصل یہ ہے تو سب کچھ ہے ورنہ کچھ بھی نہیں۔

حضرت صوفی صاحب مدظلہ العالی کے متعلقین و منتسبین بہت خوش قسمت ہیں کہ ان کا تعلق ایک ایسی ہستی سے ہے جو بالکل حضرت تھانوی کے ذوق پر قائم ہیں اور اسی طرز پر اصلاح فرماتے ہیں۔

حضرت تھانوی کا ذوق اور مسلک بالکل سنّت کے عین مطابق ہے اسی لیے راہِ سلوک کے سب قصوں سے پاک ہے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح حضرت صوفی صاحب کی تربیت گاہ باطن میں نہ کیفیات و ذوقیات ہیں نہ وجد وحال اور نہ رسمی مراقبے ہیں نہ مجاہدے ہیں بس اہتمام ہے تو

شریعت کے احکامات کی بجا آوری کا ہے، دُھن ہے تو اپنے ہر اندازِ زندگی میں اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت کی اتباع کی۔فکر ہے تو نفس وشیطان کے مکائد سے بچنے کی اور تاکید ہے تو یہ کہ اپنے ظاہر کو بھی پاک صاف رکھو اور اپنے باطن کو بھی طاہر وطیّب اگر ہمیں ان باتوں کی توفیق نصیب ہو جائے تو سمجھ لیجئے دونوں جہاں کی دولت ہاتھ آ گئی۔اب لاکھ کوئی کہے کہ شریعت کے فضائل اور ہیں اور طریقت کے لذائذ اور، ہمیں دھوکہ میں نہیں آنا چاہیئے۔

؎ درراہِ عشق وسوسہ اہرمن بسے است
ہش دار گوش راپیام سروش دار

اس راستہ میں بہت سے وساوس اور خطرات ہیں اور نفس وشیطان کے مکائد بھی ہیں کسی پر توجہ نہ کرو بس یہ دیکھو کہ اللہ کا حکم کیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کیا ہے۔

حضرت صوفی مدظلہ العالی اپنی مجالس میں یہ تاکید فرماتے رہتے ہیں کہ بہشتی زیور اور حضرت تھانوی کے مواعظ مستقلاً مطالعہ میں رکھے جائیں اور روزانہ بالالتزام آدھا گھنٹہ مواعظ پڑھے جائیں تاکہ علم اور عمل میں ترقی ہوتی رہے اور یہ بھی اکثر فرماتے رہتے ہیں کہ روزانہ تین گھنٹے نماز اور دینی کتب کے مطالعے کے لیے رکھیں ان میں تقریباً اڑھائی گھنٹے تو فرض نمازوں کے ادا کرنے میں اور ان کی تیاری میں صرف ہوتے ہیں باقی وقت میں بہشتی زیور اور مواعظ پڑھیں ان سے جو علم حاصل ہوا ہے اب 24 میں سے 21 گھنٹے دنیاوی کام کرتے رہیں مگر ان اصولوں کے مطابق جو اس علم سے حاصل ہوئے۔یعنی جائز اور ناجائز کا خیال رکھا جائے اگر یہ کام کرتے رہیں گے تو آنکھ بند ہوتے ہی ان شاء اللہ سیدھے جنت میں جائیں گے حضرت کے یہاں معاصی (گناہوں) سے بالکلیہ اِجتناب (بچنا) اور زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرنے پر بہت زور دیا جاتا ہے۔

وقت بہت گراں قدر (قیمتی) اور مغتنم (غنیمت) سرمایۂ زندگی ہے۔عمر ہر لحظہ گھٹ رہی ہے اس لئے حضرت وقت کی قدر کرنے کی بہت تاکید کرتے ہیں وقت کے اس قیمتی سرمایہ کا ایک ایک لمحہ کسی نہ کسی نیک کام میں صرف ہونا چاہیئے کوئی لحظہ خالی نہ رہے۔(آمین)

فارغ اوقات میں زبان سے ذکر جاری رکھیں:

احقر اپنی کم مائیگی علم اور کورفہمی کی وجہ سے اس مضمون کو صحیح معنوں میں تحریر نہ کر سکا اور

نہ ہی حضرت کی مجدّدانہ ذوقِ تربیت کا حق ادا ہو سکا۔ مجھ جیسے علم و عمل سے کورے کو کیا معلوم کہ اندازِ تعلیم و تربیت کیا ہوتا ہے اور وہ بھی حضرت صوفی کا طرز۔ جو کچھ بھی عرض کیا گیا ہے یہ صرف ظاہر ہے۔ اس میں حتی الوسع کوشش کی گئی ہے کہ حضرت صوفی مدظلہ العالی کا طرز بھی پیش کیا جائے اور حضرت کے نصابِ سلوک میں جو کتب پڑھوائی جاتی ہیں ان کے بارے میں کچھ تشریح بھی ہو جائے تا کہ نفسِ مضمون کی اہمیت واضح ہو جائے ان مضامین کے باہم ارتباط کے لئے کچھ سطور لکھ دی گئی ہیں تا کہ تسلسل رہے۔ مگر اصلاحِ باطن میں بہت چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو نظر نہیں آتیں نادیدنی (نظر نہ آنے والی) ہوتی ہیں، حضرت کے طرزِ تعلیم میں مجھ بے بصر کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ اس مرقوم ظاہری نصاب کے علاوہ بہت سے اور باطنی عوامل بھی ہوں جہاں تک ہماری رسائی نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ حضرت اپنے منتسبین کے حالات دیکھ کر اس کے مطابق بیان میں اپنے ارشادات سے اصلاح فرماتے ہوں روزانہ اور بعد عصر حضرت کا جو ملفوظات تھانوی پڑھ کر تشریح فرمانے کا جو معمول ہے اس میں بعض مرتبہ ملفوظ سے ہٹ کر کچھ فرماتے ہیں اور حاضرینِ مجلس میں بعض لوگوں کی طرف اشارہ بھی کرتے ہیں۔ شاید یہ بھی ایک طرزِ اصلاح کا ہو۔ واللہ اعلم

جو طرزِ تعلیم حضرت کا ہے اب تک ایسا طرز نصاب کہیں نہیں دیکھا اس کور بصیرت کو یہ خیال ہوتا ہے کہ حضرت نے راہِ سلوک کی تجدید فرمائی ہے خدا کرے یہ خیال درست ہو۔ اگر یہ درست ہے تو ہم بہت خوش قسمت ہیں کہ ہمارا تعلق ایک مجدّدِ وقت سے ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی قدر کو پہچاننے کی اور اس کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم راہِ سلوک کے وقار کو ملحوظ رکھتے ہوئے دینی، دنیاوی اور اخروی کامیابیاں حاصل کر سکیں اور حضرت کے ساتھ جنت بھی نصیب ہو جائے۔

آمِین ثُمَّ آمِین بِحَقِّ سَیِّدِالْمُرْسَلِیْنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اس ناکارہ کو اس بات کا احساس ہے کہ حضرت کے سب ضابطوں کو تحریر میں نہ لایا جا سکا اور بہت سے عنوانات یقیناً ایسے ہوں گے جن کا ادراک احقر کو نہ ہو سکا اس کم فہمی کا قلق بھی ہے۔ جو کچھ عرض کیا گیا یہ صرف اصول ہیں۔ فروعات کے بارے میں حضرت سے براہ راست استفادہ اور مجلس میں شرکت بہت ضروری ہے۔

حق تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ دین کا صحیح فہم اِخلاصِ نیت اور حسن عمل عطا فرمائے۔ (آمین)

اب آخر میں حضرت کے چند ملفوظات نقل کئے جاتے ہیں تا کہ بلا واسطہ استفادہ ہو اور حضرت کا ذوق معلوم ہو سکے۔ اصل چیز شیخ سے حاصل کرنے کی یہی ذوق ہے اور یہ صحبت شیخ ہی سے حاصل ہوتا ہے۔

ملفوظات حضرت صوفی صاحب دامت برکاتہم

(از جناب ڈاکٹر نعیم اللہ صاحب آئی اسپیشلسٹ لاہور)

① ادائے شکر کی حقیقت:

حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''کہ اے انسانو! تم پر نعمتیں کامل درجہ کی پہنچائیں، ظاہری نعمتیں بھی اور باطنی نعمتیں بھی'' جیسا کہ آج کل کے انسانوں کی تحقیق ہے کہ انسان کے بدن میں تیس کروڑ پرزے ہیں اور ایسے پرزے کہ انسان ان میں سے ایک بھی نہیں بنا سکتا راقم الحروف احقر محمد سرور عفی عنہ عرض کرتا ہے کہ احقر کے گھٹنوں میں تقریباً پانچ سالوں سے تکلیف ہے ایلو پیتھک کے ڈاکٹروں کی تحقیق یہ ہے کہ اس درد کی وجہ یہ ہے کہ تم طویل عرصہ سے نیچے بیٹھے مطالعہ کرتے رہے ہو اس لیے گھٹنوں کے اندر جو ایک مغز ہوتا ہے وہ خشک ہو چکا ہے اور دُنیا کے کسی حصہ سے بھی وہ مغز نہیں مل سکتا اس لئے تمہاری یہ درد ختم نہیں ہو گی۔

اب عقل کا تقاضا یہ ہے کہ جس ذات نے ہم پر اتنے احسانات کئے ہیں ہم اس پاک ذات کا شکر ادا کریں۔ اب شکر کیسے ادا کریں؟ کیا عقیدے رکھیں جس سے وہ ذات راضی ہو جائے۔ کیا اَخلاق دل میں پیدا کریں؟ کیا الفاظ زبان سے ادا کریں؟ کیا اعمال ہاتھوں اور پاؤں سے ادا کریں جن سے وہ ذات خوش ہو جائے؟ یہ چیزیں ہم خود نہیں کر سکتے اس پاک ذات نے اپنے پیارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے ذریعے سے ہمیں شکر ادا کرنے کا طریقہ سمجھایا ہے یہ عقیدے، یہ اخلاق اور یہ اعمال اختیار کرو تو ہم راضی ہو جائیں گے اس لئے ہمیں اس پر پورا عمل کرنا چاہئے تا کہ اس پاک ذات کا شکر ادا ہو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کرنے کی توفیق دیں۔ (آمین)

② نیت کا جامع ترین نسخہ: حدیث میں ہے کہ تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ (بخاری مسلم)

ایک اہم اصول: اس حدیث پاک میں دین کا ایک بڑا اُصول بیان کیا گیا ہے کہ عمل کی قبولیت نیّت اور اِخلاص سے ہوتی ہے۔

درستگی نیت: ابن مہدی رحمہ اللہ وغیرہ بزرگوں کا ارشاد ہے جو مصنف رسالہ یا کتاب لکھے اسے چاہئے کہ پہلے یہ حدیث لکھے تا کہ نیت ٹھیک کرنا (سب کو) یاد رہے اس لئے ہمیں نیچے لکھی ہوئی یہ دس نیتیں روزانہ ادا کرنی چاہئیں۔

نیت کرنے کا آسان طریقہ:

اگر یہ نیتیں مشکل معلوم ہوں تو آسانی کے لئے یہ طریقہ ہے کہ ہاتھوں کی ایک انگلی مقرر کرلیں جب میں یہ انگلی دباؤں تو میری دس کی دس نیتیں مراد ہوں گی پھر روزانہ ایک بار وہ انگلی دبالیا کریں بس دس نیتیں ہوجایا کریں گی، عمر میں کم ازکم ایک بار تو ضرور دبالیں۔

زندگی کو جامع بنانے کے لیے 10 جامع نیتیں:

① اللہ تعالی کو راضی اور خوش کرنے کی نیت کرتا ہوں۔

② محبت میں ترقی کی نیت کرتا ہوں یہ دونیتیں حال اور آئندہ (مستقبل) کی تمام عبادتوں میں کرتا ہوں۔

③ عبادت کی تیاری کی نیت کرتا ہوں۔

④ اللہ تعالی کی خوشنودی کی نیت کرتا ہوں۔

⑤ محبت میں ترقی کی نیت کرتا ہوں۔

یہ نیتیں ماضی، حال اور مستقبل کے تمام جائز کاموں (کھانا، پینا، سونا اور جائز کاروبار وغیرہ) میں کرتا ہوں۔

⑥ گزرے ہوئے زمانے میں نیت نہ کر سکنے یا دیر سے کرنے پر توبہ کرتا ہوں یعنی جائز کاموں کی نیتوں کے ساتھ یہ توبہ کرتا ہوں۔

⑦ سب گناہوں سے توبہ کرتا ہوں عبادات اور جائز کاموں کی نیتوں میں سے ہر ایک کے ساتھ توبہ کرتا ہوں۔

⑧ یا اللہ! ہر عبادت اور ہر جائز کام میں اخلاص کا سب سے اونچا درجہ نصیب فرمائیے۔

⑨ یا اللہ! ماضی حال اور مستقبل کے ہر نیک کام میں اور ہر جائز کام میں جتنی زیادہ نیتیں ہو

سکتی ہیں وہ سب میری طرف سے قبول فرمالیں۔

(۱۰) یا اللہ! جب بھی مسجد یا مصلے پر پہلا قدم رکھوں تو سب قبول فرمالیں۔

یہ دھیان رکھیں! کہ جب نیک کام کریں تو ۱، ۲، ۶، ۷ نمبر والی نیتیں ہیں یا نہیں؟ اور جب کوئی بھی جائز کام کریں تو ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، نمبر والی نیتیں یاد رکھیں اگر دوران مصروفیت شروع یا اخیر میں یاد آجائے کہ نیتیں نہیں کیں تو فوراً مقررہ انگلی دبالیں تاکہ کام بھی چلتا رہے اور اچھی نیتوں سے بھی محروم نہ ہوں اگر سامنے ٹیبل وغیرہ (جہاں زیادہ نظر پڑتی ہے) پر تمام نیتیں لکھ کر لگادیں تو یاد رکھنا آسان ہوگا۔

بہر حال یہ مشق اس لئے مناسب اور بہتر ہے کہ اعمال نامہ میں نیکیاں گناہوں سے بڑھ جائیں اور بلا عذاب و بلا مؤاخذہ جنت مل جائے جو انسان کی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

اللہ تعالیٰ جلّ شانہ ہمیں ہر کام اِخلاص سے سنت کے مطابق کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

(۳) حسن خاتمہ کی تدبیریں:

کون نہیں چاہتا کہ میرا خاتمہ ایمان پر ہو اس لئے ہمیں وہ تدبیریں اختیار کرنی چاہئیں جو اچھے خاتمہ کا ذریعہ شمار کی گئی ہوں۔

(۱) اعمالِ صالحہ:

سب سے بڑی تدبیر حسن خاتمہ کی اعمال صالحہ ہے کیوں کہ عقیدہ اگرچہ ٹھیک ہو لیکن اعمال صالحہ کا بالکل فکر نہ ہو دن رات گناہ پر گناہ کرتا چلا جائے اور توبہ کی بھی فکر نہ ہو تو پھر ایمان ایک مٹی کے چراغ کی طرح ہوتا ہے جس کو کھلے میدان میں رکھ دیا جائے نہ چمنی ہے نہ دیواریں اور نہ چھت ہے ذراسی تیز ہوا چلے گی تو یہ چراغ بجھ جائے گا اسی طرح دن رات گناہ کرنے والے کا ایمان اتنا کمزور ہوتا ہے کہ ذراسی کسی غلط عقیدہ رکھنے والے نے گمراہ کرنے والی کوئی ذراسی بات کردی تو ایمان ختم ہوجائے گا اور اگر اسی حالت میں موت آگئی تو سوچئے! کتنا بڑا نقصان ہے۔ مرتے ہی ہمیشہ ہمیشہ کے عذاب میں چلا جائے گا نہ کوئی سفارش کام آسکتی ہے نہ کوئی فدیہ عذاب سے نکال سکتا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں بچائیں۔ (آمین)

اور اگر ایمان کے ساتھ نماز روزے کی پابندی کرتا ہے، غیبت، جھوٹ اور بدنظری سے بچتا ہے حسد، بغض دکھاوے اور تکبر سے بچتا ہے، نعمت ملنے پر شکر اور مصیبت میں صبر کرتا

ہے۔ والدین کی خدمت کرتا ہے، بیوی بچوں رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے حقوق ادا کرتا ہے۔ جہاد کے موقعہ میں جان ومال کی قربانی دیتا ہے جائز کاموں میں حکومت اور افسروں کی بات مانتا ہے۔ غرض دین کی پوری پابندی کرتا ہے تو اس کے ایمان کے چراغ کے گرد دیواریں اور چھت بن جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے وہ ایمان کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے۔

۲ ایمان پر شکر: دوسری تدبیر موجودہ ایمان پر کثرت سے شکر کرنا ہے اس کا ایک آسان طریقہ ہر کھانے پینے کے بعد یہ دعا ہے۔

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَاوَسَقَانَاوَجَعَلَنَامُسْلِمِیْنَ. (ابوداؤد)

"کہ شکر ہے اللہ پاک کا جنہوں نے ہمیں کھانے پینے کو دیا اور ایمان کی دولت سے مالا مال کیا"۔

شکر کرنے پر آقا کا سچا وعدہ ہے۔ کہ شکر کرو گے تو ہم نعمت بڑھا دیں گے جب ایمان کی نعمت بڑھے گی تو خاتمہ ایمان پر ہوگا۔ (ان شاءاللہ)

۳ کلمہ شریف کثرت سے پڑھنا:

چلتے پھرتے فضول تصوّرات کی بجائے لآ الٰہ الا اللّٰہ بار بار پڑھے اور آٹھ دس دفعہ کے بعد محمدٌ رّسول اللّٰہ پڑھے اور یاد رکھنے کے لیے تسبیح رکھے اُمید ہے کہ اس حدیث پاک میں داخل ہو جائے گا۔ کہ جس کا آخری کلام لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہوگا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

٤ عصر کی سنتیں: عصر کے فرضوں سے پہلے چار رکعت سنت کا بہت زیادہ خیال رکھے کیوں کہ حدیث شریف میں ہے کہ رَحِمَ اللّٰہُ امْرَأً صَلّٰی قَبْلَ الْعَصْرِ اَرْبَعًا

"کہ جو عصر سے پہلے چار رکعت پڑھے اللہ تعالیٰ اس پر رحمت نازل فرما دیں"۔

جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کی دعا مل جائے گی تو خاتمہ ایمان پر ہوگا ان شاءاللہ تعالیٰ۔

۵ اتباعِ سنّت اور درود شریف:

درود شریف کثرت سے پڑھنا اور سنت کا اتباع کرنا کہ اس سے عموماً خواب میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو جاتی ہے جو اچھے خاتمہ کی علامت ہے۔

٦ اچھے خاتمے کی دعا: ایک بہت بڑی تدبیر ہے رو رو کر اچھے خاتمہ کی دُعا کریں۔

④ شیخ بنانے کے درست مقاصد:

پیر (شیخ) دین پر عمل کرنے کا راستہ بتلاتا ہے اور مرید اس پر عمل کر کے اللہ تعالیٰ کی ولایت حاصل کرتا ہے اس سے ہمارے اکابر کی یہ تحقیق ثابت ہوگئی کہ پیر (شیخ) پکڑنے سے مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا و قربت ہے اس کا طریقہ دوام اطاعت اور کثرتِ ذکر ہے۔ دوام اطاعت میں اعمال ظاہرہ نماز روزہ وغیرہ بھی آ گئے اور اعمالِ باطنہ محبت، توکل رضا بالقضا وغیرہ بھی آ گئے۔ بعض لوگوں کا مقصد غلط ہوتا ہے مثلاً کشف و کرامت پیر بخشش کا ذمہ دار ہے خواہ کتنے ہی گناہ کریں، پیر ایک نظر سے کامل کر دے گا جوش و خروش مستی، نعرے اور بغیر ارادے کے گناہ چھوٹ جائیں گے وساوس ختم ہو جائیں گے محو و مست رہنا، تعویذ لینا، دعا سے سب کام ضرور ہو جائیں گے، انوار نظر آنا، غیبی آوازیں سننا یہ سب غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح سمجھ نصیب فرمائے۔ آمین

⑤ اللہ تعالیٰ کی محبت میں ترقی کی کوئی حد نہیں:

حق تعالیٰ کے قرب اور محبت کے درجے غیر متناہی ہیں کیوں کہ ان کے کمالات غیر متناہی ہیں اور ہر کمال کا تقاضا یہ ہے کہ اس کمال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے محبت ہو اور کمالات کہیں ختم نہیں ہوتے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ سے محبت بھی کبھی ختم نہیں ہوتی۔ جس درجہ پر پہنچتا ہے اور پیاس لگتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت رکھنے والا ایسا ہی ہوتا ہے جیسا استسقاء کی بیماری والا دریا کے کنارے پر بھی ہو تو پانی مانگتا ہی چلا جاتا ہے (لیکن پیاس نہیں بجھتی) ایسے ہی اللہ تعالیٰ کی محبت میں ترقی کرنے والا کبھی سیراب نہیں ہوتا۔ اس کی بڑی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہ آپ سے تو کسی کی اونچی شان نہیں اخیر دم تک آپ نیکی میں لگے رہے کوئی نماز نہیں چھوڑی۔

⑥ شیخ کی ضرورت:

شیخ غلطیاں نکالتا ہے، اصلاح کرتا ہے۔ اَخلاق ٹھیک کرتا ہے، حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمہ اللہ پورے عالم نہیں تھے مشکوٰۃ تک کچھ کتابیں پڑھیں تھیں آگے پوری تکمیل نہیں فرمائی تھی۔

حضرت مولنا قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ یا حضرت گنگوہی رحمہ اللہ جیسی ہستیاں حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں پہنچیں۔ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ میں حاجی

امداداللہ کے پاس کیوں جاتا ہوں؟ فرمایا کہ دیکھو! ہم نے کتابیں جو پڑھیں تھیں وہ تو ایسا تھا جیسے خوان نعمت پڑھ لیں (یعنی کھانے پکانے کی ترکیبیں جس کتاب میں لکھیں ہوں) ہم نے خوانِ نعمت تو پڑھ لیا لیکن ہمیں کھانا پکانا نہیں آیا تھا، ہمیں ایک باورچی مل گئے انہوں نے کھانا پکایا اور ہمیں کھلایا بھی اس لیے ہم ان کے پاس جاتے ہیں کھانا پکانے کا طریقہ ہمیں وہاں سمجھ میں آیا پہلے تو ہم نے الفاظ پڑھ لیے تھے ایسے ہی پہلے کتابیں پڑھ لیں تھیں لیکن عمل نہیں تھا انہوں نے ہمیں عمل کی راہ پر لگایا اس لیے شیخ سے اصلاح کی ضرورت ہوتی ہے، وہ غلطیاں نکالتا ہے اور علم جو پڑھا ہے اس پر عمل کراتا ہے۔

دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح سمجھ عطا فرمائے، (آمین)

۷ اخلاص کے چھ درجے:

۱ اگر جنت حاصل کرنے کی نیت سے نیکی کرے۔

۲ یا دوزخ سے بچنے کی نیت کرے تو یہ دونوں نیتیں ٹھیک ہیں۔

۳ اور ان سے اونچی نیت اللہ تعالیٰ کی رضا کی ہے۔

۴ اور اس سے اونچی نیت جو چوتھا درجہ ہے کہ مانگتا تو جنت ہوں لیکن جنت خود مقصود نہیں بلکہ اس لئے مانگتا ہوں کہ وہ آپ کی رضا کی جگہ ہے۔

۵ پانچواں درجہ نیت کا جو پہلے والے سے اونچا ہے یہ ہے کہ اصل مقصد تو اللہ تعالیٰ کی رضا ہو لیکن یہ کہے کہ میں اس قابل نہیں ہوں کہ رضا مانگوں اس لیے جنت مانگ لیتا ہوں۔

۶ چھٹا درجہ جو کہ سب سے اونچا ہے وہ یہ ہے کہ مقصد کو دل میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہو لیکن یہ کبھی زبان پر نہیں لاتا کہ میرا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا ہے بلکہ جنت حاصل کرنے کی نیت کرتا ہے کہ وہ آپ کی رضا کی جگہ ہے اس درجہ کو ''فناء الفنا'' کہتے ہیں اور اس کو سب اونچا درجہ شمار کیا گیا ہے۔

۸ اعتدال کا طریقہ:

دِین کی باتیں تو اصل بولنے ہی سے آگے پہنچتی ہیں لیکن ان میں حدود کا خیال رکھنا چاہئے کہ ضرورت کی باتیں تو پوچھے، غیر ضروری باتیں نہ پوچھے، ضرورت کی بات بھی نہ پوچھے تو یہ بھی غلط بات ہے اور غیر ضروری باتیں کرتا ہی چلا جائے یہ بھی غلط ہے ہر چیز میں میانہ روی

اوراعتدال ہونا چاہئے دین تو نام ہی اعتدال کا ہے۔

ہمیں دین نے ہر ہر کام میں اعتدال سکھایا ہے اسی اعتدال کی شکل قیامت کے دن پل صراط کی شکل میں ظاہر ہوگی۔ پل صراط قیامت والے دن شریعت کے اعتدال پسندوں کو ظاہر کرے گی جو آدمی شریعت پر چلتا رہا اس کو پل صراط پر چلنا کوئی مشکل نہ ہوگا اور وہ آرام سے گزر جائے گا اور کہے گا کہ یہ وہی چیز ہے جس پر ہم ساری عمر چلتے رہے ہیں اور دنیا میں جو شریعت پر نہیں چلا اس کے لیے قیامت کے دن مشکل اور مشقت ہوگی۔ پل صراط پر گزرنا مشکل ہوگا اس لیے سمجھ دار وہی ہے جو دنیا میں ایک ایک قدم شریعت کے مطابق اٹھائے سب گناہوں سے بچے دن رات نیکیاں کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دیں۔ (آمین)

⑨ دنیا بھی دین سے بنتی ہے:

دنیا بھی دین سے بنتی ہے دنیا آخرت کے پرندے کا سایہ ہے اگر کوئی سائے کو پکڑنا چاہے تو یہ طریقہ نہیں ہے کہ سایہ کے پیچھے بھاگے بلکہ پرندے کو پکڑ لے سایہ خود ہی پاؤں میں آ جائے گا۔ اصل آخرت ہے اور دنیا آخرت کا سایہ ہے۔ آخرت کو پکڑنے سے دنیا خود ہی خوشگوار ہو جائے گی۔

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ. (الرعد:28)

"یعنی اللہ تعالیٰ کی یاد (جس میں پورا دین آ جاتا ہے) سے دلوں کو سکون اور اطمینان ملتا ہے"۔

⑩ ذکر کرنے کو اپنا اصل کام سمجھیے:

حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بہت سے گناہوں سے بچنے کی یہ تدبیر بیان فرمائی ہے کہ انسان اپنا اصل کام ذکر کو سمجھے کہ میں نے بہت ذکر کرنا ہے اور بہت کثرت سے کرنا ہے اور اس مقصد کے لیے ہاتھ میں تسبیح رکھیں چھوٹی ہو یا بڑی تسبیح ہاتھ میں ہوگی تو انسان کوئی نہ کوئی ذکر کرتا ہی رہے گا غافل نہیں ہوگا باقی رہی یہ بات کہ لوگ ہنسیں گے تو لوگوں کے ہنسنے سے کیا ہوتا ہے سو دفعہ ہنسیں ہم نے تو اپنا کام کرنا ہے ہم نے نیکی کمانی ہے ہم نے ذکر کرنا ہے ہم نے گناہوں سے بچنا ہے کسی کے ہنسنے کی پرواہ نہ ہونی چاہئے جب انسان اپنا اصلی کام ذکر کو سمجھ لیتا ہے اور پھر زیادہ سے زیادہ ذکر کرنے کی کوشش کرتا ہے پھر جو چیزیں اس ذکر میں رکاوٹ ڈالیں اس سے دور رہتا ہے زبان کے سارے گناہ جیسے غیبت، چغلی وغیرہ اور فضول باتیں ختم ہو جائیں

گی۔ضروری بات کر لی پھر ذکر شروع کر دیا اس طرح زبان کے بہت سے گناہ چھوٹ جائیں گے اور نیکیوں کے ڈھیر کے ڈھیر جمع ہو جائیں گے۔ایک دفعہ سبحان اللہ کہنے سے اتنی نیکیاں ملتی ہیں کہ پوری دنیا کی دولتوں سے زیادہ تو آپ جب بار بار سبحان اللہ کہیں گے ایک منٹ میں سو بار سبحان اللہ کہہ لیں گے تو ظاہر ہے کہ نیکیوں کے ڈھیروں کے ڈھیر جمع ہو جائیں گے۔

⑪ منکر نکیر کے سوالوں کا جواب نظم میں:

امام نجم الدین عمر نسفی کے بارے میں منقول ہے کہ وفات کے بعد ان کو خواب میں دیکھا گیا کہ آپ نے منکر نکیر کا کیسے جواب دیا؟ تو فرمایا انہوں نے مجھے نثر کے ساتھ خطاب کیا تو میں نے انہیں نظم میں جواب دیا پس اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ واپس چلے گئے۔عمر نسفی رحمہ اللہ نے اپنے جواب والے اشعار بھی خواب میں سنائے جو ''بحرِ خفیف'' ہیں۔

رَبِّیَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ سِوَاهُ   وَ رَسُوْلِیْ مُحَمَّدٌ مُّصْطَفَاهُ
وَ وَلِیّ کِتَابُ رَبِّیْ وَ دِیْنِیْ   هُوَ مَا اخْتَارَهُ لَنَا وَ ارْتَضَاهُ
مَذْهَبِیْ مُرْتَضٰی وَّفِعْلِی ذَمِیْمٌ   اَسْئَلُ اللّٰهَ عَفْوَهُ وَ رَضَاهُ

اِن اشعار کا خلاصہ حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب دامت برکاتہم نے یوں بیان فرمایا ہے۔

مرے پرودگار اللہ میاں ہیں   میرے آقا رسولِ کل جہاں ہیں
کتاب و دین میرے سب پر عیاں ہیں   معافی چاہتے ہیں ہم ہرزماں ہیں

⑫ حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنتِ ذی شان سے اعلیٰ کام:

ایک واقعہ تفسیر روح المعانی میں (سورۂ نمل کے تحت) آتا ہے کہ اس شان کو دیکھ کر ایک دیہاتی آدمی نے کہا:

سُبْحَانَ اللّٰهِ مَا ذَا اُوْتِیَ اٰلُ دَاوٗدَ

سبحان اللہ! حضرت سلیمان کو کیسی سلطنت عطا کی گئی ہے۔

ہوا کو آپ نے حکم دے رکھا تھا کہ جو میرا نام لے مجھے پہنچاؤ چناں چہ آپ کو علم ہوا تو آپ نے اس کو بلایا اور فرمایا کہ ایک دفعہ سبحان اللہ کہنا میرے پوری سلطنت سے بہتر ہے۔آپ کی سلطنت پوری دنیا تھی تو ثابت ہوا کہ ایک بار سبحان اللہ کہنا پوری دنیا کی دولت سے بڑھ

کر ہے سبحان اللہ چھوٹی سی نیکی ہے ایک منٹ میں انسان سو بار سبحان اللہ کہہ لیتا ہے ایک سیکنڈ میں بھی دو بار کہہ لیتا ہے اس لیے وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے سبحان اللہ پڑھنا کیا مشکل ہے؟ جب اس سے زبان تھک گئی تو اَلْحَمْدُلِلّٰہِ، اَللّٰہُ اَکْبَر، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ، استغفار اور درود شریف پڑھنا شروع کر دے یہ کیا مشکل ہے۔

۱۳ سنت سے بڑھ کر کوئی تقویٰ نہیں:

ہمارے اکابر متبع سنت تھے سنت سے باہر کوئی کام نہ کیا۔ حضرت گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت تقویٰ پر عمل کرنا اولیٰ ہے یا سنت پر عمل کرنا؟ فرمایا کہ سنت سے بڑھ کر کوئی تقویٰ نہیں۔ جو سنت ہے وہ اعلیٰ درجہ کا تقویٰ ہے حدیث شریف میں آتا ہے کہ:

اِنِّیْ لَاَ خْشَا کُمْ لِلّٰہِ وَ اَتْقَا کُمْ لَہٗ

سب سے زیادہ تقویٰ اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا ہے۔ تو سنت سے بڑھ کوئی تقویٰ نہیں، کوئی ولایت نہیں۔

۱۴ اللہ تعالیٰ کی محبت کیسے حاصل ہوتی ہے:

اس کا مختصر طریقہ یہ ہے:

(۱) کچھ وقت ذکر کرے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ میں سوچے کہ غیر اللہ میرے دل میں سے نکل رہے ہیں الّا اللہ میں سوچے کہ اللہ کی محبت میرے دل میں آ رہی ہے۔

(۲) اہل محبت کے پاس بیٹھے، شیخ کے پاس بیٹھے خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔

(۳) جب بھی کوئی نیک عمل کرے اس میں یہ نیت کرے کہ یا اللہ! اس عمل سے محبت میں ترقی ہو۔ اس نیت سے بھی محبت میں ترقی ہوتی ہے۔

(۴) کچھ وقت نکال کر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں سوچے، جب ان کی نعمتیں سوچے گا تو ان کی محبت دل میں پیدا ہوگی۔

(۵) دعا مانگے کہ یا اللہ! اپنی محبت عطا فرمایئے۔

اِن پانچ چیزوں سے اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوگی باقی اخلاق کی ترقی کے لیے شیخ سے رابطہ کرے اپنے علاقے میں جو بزرگ اخلاق کی اصلاح کرتا ہو اس سے تعلق قائم کرے اور اس کے ذریعے اچھے اخلاق پیدا کرے مثلاً تواضع ہے، صبر ہے، شکر ہے، خوف ہے، اُمید ہے، توکل

ہے، رضا برقضا ہے اور برے اَخلاق کی اصلاح کروائے اس طریقے سے قلب میں بھی اور اعمال باطنہ میں بھی ترقی ہوگی اعمال ظاہرہ میں ترقی کا طریقہ میں نے بتادیا دونوں قسم کے اعمال میں ترقی کرے تاکہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو۔

دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا قرب عطا فرمائیں
اور ظاہر و باطن کی ترقی نصیب ہو (آمین)

۱۵ دنیا کی زندگی کی قدر کیجیے:

آخرت میں چوں کہ ہمیشہ رہنا ہے اس لیے ہمیں بہت زیادہ نیکیاں کمانے کی ضرورت ہے۔آخرت ختم ہونے والی نہیں اس لیے دن رات ہمیں نیکی کرنی چاہیۓ عبادات میں ہم اللہ تعالیٰ کی رضا کی نیّت کریں، جائز کاموں میں بھی اچھی نیت کریں گناہ بالکل چھوڑ دیں تو اس طرح کرنے سے ہمارے 24 گھنٹے نیکی میں گزریں گے۔ایک ایک لمحہ جب نیکی میں گزرے گا تو گویا ہم نے دن بھر میں بہت سارے درجات حاصل کر لیے اس لیے ہمیں اس دنیا کی زندگی کی قدر کرنی چاہیۓ وہ قدر یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ عبادتیں کریں زیادہ سے زیادہ گناہوں سے بچیں تاکہ زندگی کامیاب ہو۔

۱۶ اللہ تعالیٰ کی رحمت حاصل کرنے کا طریقہ:

اِنَّ رَحۡمَتَ اللّٰهِ قَرِيۡبٌ مِّنَ الۡمُحۡسِنِيۡنَ. الاعراف:56

''کہ اللہ کی رحمت احسان کرنے والوں کے قریب ہے''۔

احسان کا کیا مطلب ہے؟ حدیث شریف میں ہے کہ ایسے طریقے سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں کہ ہم ان کو دیکھ رہے ہیں اور اگر ہم ان کو نہیں بھی دیکھ رہے تو وہ ہمیں دیکھ ہی رہے ہیں۔یہی تصوّر کہ وہ دیکھ رہے ہیں اس تصوّر سے ہم گناہوں سے بچ سکتے ہیں اور پھر اسی تصوّر سے نیکی بھی ہم عمدہ طریقہ سے، بنا سنوار کر کریں گے اس عمدہ طریقے سے نیکی کرنے کو ''احسان'' کہتے ہیں۔تو گویا فرمایا کہ احسان پیدا کرلو ہماری رحمت قریب ہوجائے گی، رحمت قریب ہونے سے نجات ہوگی کیوں کہ نجات رحمت سے ہوگی اور رحمت قریب کرنے کا طریقہ احسان ہے۔ احسان تم کرلو رحمت ہم تم کو دے دیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی رحمت خاصہ عطا فرمائیں۔(آمین)

۱۷ اللہ والے بن جائیے:

نیکیاں کرنا دل کے سکون کا ذریعہ ہے، اللہ والوں کے پاس رہ کر دیکھ لیں ان کو سکون ہی سکون ہوتا ہے اور دنیادار کو پریشانیاں ہی پریشانیاں ہوتی ہیں کسی نے سکون حاصل کرنا ہو تو وہ اللہ والا بن جائے یعنی نیکیاں کرے اور گناہوں سے بچے اس آیت میں بھی اس مضمون کا وعدہ ہے کہ دین دار بننے سے سکون نصیب ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں پورا پورا دین کا پابند بننے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ دنیا میں بھی راحت ہو اور آخرت میں بھی راحت ہو۔ (آمین)

۱۸ دین میں مقصود کیا ہے:

اسی لئے (جو اصلاح کا تعلق قائم کرتے ہیں) ان کو سب سے پہلے میں کتاب ''قصد السبیل'' پڑھنے کے لیے دیتا ہوں تاکہ اجمالی طور پر اصلاحِ باطن کا نقشہ ذہن میں آجائے کہ مقصود کیا ہے؟ اور غیر مقصود کیا ہے؟ تاکہ غیر مقصود میں نہ پڑا رہے جب مقصود معلوم ہو جائے پھر آگے جتنا چلے کوئی تھوڑا چلتا ہے کوئی زیادہ کوئی آہستہ چلتا ہے کوئی تیز چلتا ہے ہر قسم کے حضرات ہوتے ہیں جتنی توفیق ہو جائے اللہ تعالیٰ کا انعام سمجھیں بس ہمیشہ یاد رکھیں کہ اپنا کمال کبھی نہ سمجھیں۔

۱۹ چوبیس گھنٹے عبادت میں گزارنے کا گر:

اچھے کاموں میں نیت بھی اچھی کرلیں تو پھر 24 گھنٹے آپ کے عبادت میں گزریں گے۔ ہر جائز کام میں عبادت کی تیاری کی نیت ہو سکتی ہے گناہ کے کام میں تو اچھی نیت نہیں ہو سکتی مثلاً کھانے میں یہ نیت کریں کہ ذرا بھوک کی تکلیف دور ہو جائے اس کے بعد کوئی عبادت کروں گا، سوتے وقت یہ نیت کریں کہ تھکاوٹ دور ہو جائے تو پھر اُٹھ کر کوئی عبادت کروں گا تو جو وقت آپ کھانے اور سونے میں لگائیں گے وہ سارا وقت آپ کا نیکی میں لکھا جائے گا۔ اچھی نیت کرنا کیا مشکل ہے؟ اس لئے میں اپنے احباب کو اچھی نیت کرنے پر بہت زور دیتا ہوں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سونے کے متعلق فرمایا کہ:

تَنَامُ عَيْنَایَ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي. (ابوداؤد)

’’میری آنکھیں سوتی ہیں میرا دل نہیں سوتا‘‘۔

یعنی دل اللہ کی یاد میں مشغول رہتا ہے۔ہم بھی اس پر عمل کر سکتے ہیں اگر اچھی نیت کے ساتھ سوئیں گے تو سونے کا سارا وقت عبادت میں لکھا جائے گا، جائز کاموں میں اچھی نیت نیکیاں بڑھانے کا گُر ہیں اس کو استعمال کرنے سے 24 گھنٹے نیکی میں گزریں گے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اونچے درجے مل جائیں گے جو یہ نیت نہیں کرتا اس سے آپ بہت آگے نکل جائیں گے اس میں کوئی شبہ نہیں کیوں کہ حدیث شریف میں آتا ہے:

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ. بخاری

’’اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے‘‘۔

۲۰ گناہ لکھنے والے فرشتے کو فارغ رکھیے:

کوئی ایک گناہ بھی نامہ اعمال میں لکھنے کا موقع ہی نہ آئے، بائیں طرف والا فرشتہ جو گناہ لکھتا ہے وہ فارغ رہے وہ دعائیں دے گا کہ اچھا ہے مجھے آرام دے رہا ہے، دائیں طرف والا فرشتہ بھی خوش ہوگا کہ بہت اچھا بندہ ہے نیکیاں کرتا ہے چناں چہ دونوں فرشتے خوش ہوں گے اور ہماری گواہی دیں گے اس لیے ہمیں اس دنیا سے اس حالت میں جانا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہوں یہی کامیاب زندگی ہے جب ہم اپنی زندگی کو کامیاب بنا سکتے ہیں تو کیوں نہ بنائیں؟ کیا رکاوٹ ہے؟ علم اور عمل یعنی مسائل اور احکام معلوم کرتے جائیں اور ان پر عمل کرتے جائیں اور سیدھے جنت میں چلے جائیں۔

۲۱ مہلت سے فائدہ اٹھائیں اور فوراً توبہ کیجیے:

ابھی موقع ہے موت کے بعد یہ موقع ختم ہو جائے گا۔ابھی ہم چاہیں تو پچھلے سب گناہوں سے معافی مانگ سکتے ہیں، اللہ ہمیں معافی دے کر خوش ہوتے ہیں۔ایک حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ توبہ ایسی پسند ہے کہ اگر دنیا میں کوئی بھی گناہ کرنے والا نہ ہو تو اللہ تعالیٰ ایسے بندے پیدا کریں گے جو گناہ کریں پھر توبہ کریں گے۔

ایک آیت میں ارشاد ہے۔

اِلَّا مَنْ تَابَ وَ عَمِلَ عَمَلاً صَالِحًا فَاُولٰئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِھِمْ حَسَنٰت . (مریم: 60)

''کہ جوتوبہ کرے ایمان لائے اور عمل صالح کرے اللہ بدل دیتا ہے ان کی برائیوں کو نیکیوں سے''۔

(۱) ایک تفسیر کے مطابق اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دیں گے۔

(۲) دوسری تفسیر کے مطابق کہ شوق کو نیک شوق میں بدل دیں گے۔

(۳) تیسری تفسیر یہ ہے کہ ہماری عبادتیں دراصل اللہ تعالیٰ کی عظمت کو دیکھتے ہوئے گناہ کہلانے کے قابل ہیں جب انسان عبادت کے ساتھ توبہ بھی کر لیتا ہے تو ان عبادتوں کو نیکیوں میں شمار فرما لیتے ہیں۔

۲۲ گناہ کیسے چھوڑے جائیں؟

اکابرین نے اس شخص کے لیے جس سے گناہ نہ چھوٹتے ہوں یہ علاج تجویز فرمایا ہے کہ ایک وقت مقرر کر کے دو رکعت عاجزی سے پڑھ کر توبہ کرلے اور توفیق مانگے کہ یا اللہ! میں بڑے گناہ کر رہا ہوں، فلاں گناہ کر رہا ہوں وہ نہیں چھوٹتا اس سے میں توبہ کرتا ہوں اور مجھے یہ توفیق دیجئے کہ میں آئندہ یہ گناہ نہ کروں روزانہ ایسا کرے گا تو چند دنوں کے بعد گناہ چھوڑنا بالکل آسان ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توبہ کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

۲۳ ایک ماں کا اپنے بچے کو توکل کی تعلیم دینا:

ایک ماں نے بچپن ہی سے اپنے بچے کی اللہ تعالیٰ پر بھروسے اور توکل کی تربیت کی۔ اس کو کہا کہ جب تمہیں بھوک لگے تو قبلے کی طرف منہ کر کے دعا مانگنا، کہ یا اللہ! مجھے بھوک لگی ہے کھانا دیں۔ اس کے بعد فلاں الماری میں پردے کے پیچھے کھانا پڑا ہوگا۔ اللہ میاں بھیج دیں گے تم کھالینا۔ چناں چہ وہ ایسا ہی کرتا رہا ماں کھانا تیار کر کے وقت سے پہلے ہی جب اندازہ ہوتا کہ بچے کو بھوک لگے گی کھانا رکھ دیتی۔ بچہ دعا مانگ کر جب پردہ ہٹاتا تو کھانا موجود ہوتا ایک دن ماں کھانا رکھنا بھول گئی۔ بچے کو بھوک لگی دعا مانگی اور پردہ جو ہٹایا تو کھانا موجود تھا ماں کو جب پتہ چلا تو کہا کہ میرا مقصد حاصل ہو گیا کہ بچے کو اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور بھروسہ ہو جائے اور وہ ہو گیا تو دینے والے تو اللہ ہیں۔ جب وہ دینے والے ہیں تو ہم ناجائز طریقے کیوں استعمال کریں۔

رزق تو بہر صورت حق تعالیٰ نے دینا ہے اگر ہم صحیح طریقہ استعمال کریں تو جائز طریقے سے ملے گا اگر غلط طریقہ اختیار کریں تو کھانا پھر بھی ملے گا یہ ایسے ہی ہے کہ برتن صاف ستھرا پیش کریں گے تو کھانا دینے والا اس صاف برتن میں ڈال دے گا تو اگر گندہ پیش کریں گے تو کھانا اس میں بھی ڈال دے گا تو جتنا رزق لکھا ہوا ہے وہ ضرور ملے گا حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا۔(ھود:6)

"ہر جان دار کا رزق میرے ذمہ ہے"۔

اللہ تعالیٰ شرف قبولیت عطا فرمائیں۔ آمین

یہ سب نقالی ہے کیا عرض کیا جائے۔

ایک بھی تو نہ ہوا حقِ محبت پورا
ہم سمجھتے تھے ہم بھی ہیں وفاداروں میں

تتمہ کے طور پر احقر ایک عرض کرنے کی جسارت کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہمارے ذمہ تین حقوق ہیں ایک عظمت، دوسرے محبت تیسرے اطاعت۔ یہی تین حقوق ہم پر سید الکونین فخر موجودات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں اور چوں کہ شیخ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ہوتے ہیں انہیں کی باتیں بتاتے ہیں۔ اس لئے ان کے بھی یہی تین حقوق ہیں ہمیں پوری دیانت داری اور اِخلاص نیت کے ساتھ سوچنا چاہئے کہ ہم سب یہ حقوق ادا کر رہے ہیں اگر کر رہے ہیں تو کس درجہ کے ہیں۔ کیا درجہ مطلوبہ ہمیں حاصل ہے اگر ہے تو شکر کریں ورنہ اس کا فکر کریں۔

اللہ تعالیٰ اِخلاص واحسان کے ساتھ ہمیں یہ سب حقوق پہچاننے
اور ان پر پورا پورا عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔
آمِین بِحَقِّ سَیِّدِا لْمُرْسَلِیْنَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّابِاللّٰهِ

تحریر از: حضرت مولنا مفتی عبدالجبار صاحب
(خلیفہ حضرت صوفی صاحب مدظلہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمo

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

برادرِمکرّم مولنا محمد عتیق الرحمٰن صاحب (مہتمم جامعہ عبداللہ بن عمر) نے کئی مرتبہ فرمایا کہ میں والدصاحب (شیخی، مرشدی، محبوبی، مشفقی شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ، لاہور حضرت مولنا صوفی محمد سرور صاحب زیدت عنایتہم) کی سوانح لکھ رہا ہوں آپ بھی کچھ لکھ دیں احقر نے دبے الفاظ میں معذرت کی لیکن شنوائی نہ ہوئی اس مرتبہ تشریف لائے تو فرمایا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ والدصاحب کی سوانح میں آپ کی تحریر نہ ہو۔ بہرحال اب معذرت کی کوئی گنجائش نہیں رہی۔ اَلْاَمْرُ فَوْقَ الْاَدَبِ کے تحت تو کلاعلی اللہ قلم اُٹھانے کی جسارت کرنا پڑی ورنہ حقیقت یہ ہے کہ احقر اس قابل نہیں کہ حضرت صوفی صاحب کی سوانح میں احقر کی تحریر آئے اور قلم اُٹھائے اور چلائے یہ شعر بار بار یاد آرہا ہے۔

؎ ہزار بار بشویم دہن بہ مشک گلاب ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی ست

اس کو بدل کر ایسے پڑھ رہا ہوں....

؎ ہزار بار بشویم قلم بہ مشک گلاب ہنوز حال تو نوشتن کمال بے ادبی ست

مجھ جیسا نقائص کا مجموعہ ایک ایسی ہستی جو کہ کمالات کا مجموعہ ہو جس کے علم وعمل، ورع، تقویٰ کے عوام نہیں خواص بھی اپنے نہیں پرائے بھی قائل ہوں، کیا لکھ سکتا ہے

ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک

حضرت مولنا منظور احمد چنیوٹی صاحب مرحوم نے فرمایا آپ کے شیخ ابھی سے ولی اللہ نہیں بنے یہ طالب علمی میں بھی ولی اللہ تھے۔ حضرت صوفی صاحب کے عجیب وغریب حالات سنائے استاذ محترم حضرت مولنا عبدالرحمن اشرفی صاحب نے بھی ایک مرتبہ بعینہ یہی الفاظ فرمائے کہ آپ کے شیخ ابھی ولی اللہ نہیں بنے بلکہ طالب علمی سے ہی ولی اللہ ہیں اور فرمایا کہ مجھے طالب علمی کے زمانہ میں والدصاحب (حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمہ اللہ) نے آواز دے کر بلایا اور صوفی صاحب کا خط دکھایا کہ جس میں لکھا ہوا تھا کہ حالت ایسی ہوگئی ہے

آگ میں چھلانگ لگانا آسان معلوم ہوتا ہے، گناہ کرنا مشکل بلکہ گناہ کے تصوّر سے بھی تکلیف ہوتی ہے۔

برادر مکرّم حاجی محمد یوسف صاحب نے احقر کو اپنا خواب سنایا کہ مجھے خواب میں حضرت مولنا عبدالرحمٰن اشرفی صاحب فرماتے ہیں کہ صوفی صاحب ان بزرگوں میں سے ہیں جنہیں لیلۃ القدر پہلے سے ہی بتلا دی جاتی ہے۔ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَهُ اللّٰہُ (الحدیث)
حضرت صوفی صاحب میں تواضع کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ ہر نقل و حرکت، قول و فعل سے تواضع ٹپکتی ہے۔ مولائے کریم! اِس ناکارہ کو بھی اس تواضع سے حصّہ عطا فرمائیں۔ آمین

حضرت والا اپنا جوتا کسی کو نہیں اُٹھانے دیتے احقر کو شروع میں معلوم نہیں تھا حضرت والا مسجد کے برآمدہ میں داخل ہوئے تو احقر نے جلدی سے جوتا اُٹھا لیا حضرت والا تلاوت فرما رہے تھے اشارہ سے فرمایا کہ نیچے رکھو اور احقر نے رکھ دیا بعد میں احقر کے اصلاحی خط کے جواب میں تحریر فرمایا آپ کے جوتا اُٹھانے سے تکلیف ہوئی دوبارہ کبھی میرا جوتا نہ اُٹھائیں۔

بیماری سے قبل درس گاہ میں تشریف لاتے ہوئے کتب خود اُٹھا کر لاتے۔ اصلاحی ڈاک لیٹر بکس میں خود ڈالتے کوئی دوسرا کُتب لینے کی کوشش کرتا یا اصلاحی ڈاک لے کر لیٹر بکس میں ڈالنے کی کوشش کرتا تو مسکراتے ہوئے فرماتے کہ اتنا کمزور نہیں ہوں کہ کُتب خود نہ اُٹھا سکوں، ڈاک خود لیٹر بکس میں نہ ڈال سکوں۔ حضرت والا کی درس گاہ میں چند سال قبل تک عام قسم کی چٹائیاں بچھی ہوئی تھیں، حضرت والا بھی چٹائی پر تشریف رکھتے دورانِ درس اور وعظ کے وقت بھی۔ اور تکیہ بھی نہیں رکھتے تھے۔ اب ہجوم کی وجہ سے مجلسِ وعظ دارالحدیث میں آگئی اور بیماری کی وجہ سے کرسی استعمال کرنا پڑی۔

احقر نے تقریباً 15 سال مسلسل رمضان المبارک حضرت والا کی خدمت میں گزارا، ارادہ تو پوری زندگی کے رمضان کا تھا لیکن پھر کچھ مصروفیات کی وجہ سے رمضان المبارک کا معمول بدل گیا۔

حضرت والا تراویح میں قرآن کریم دارالحدیث میں سناتے تھے۔ دارالحدیث میں عام چٹائیاں بچھی ہوئی تھیں۔ شعبان، رمضان میں دارالحدیث بند رہتا تھا چٹائیاں بکھری رہتیں اور خوب مٹی وغیرہ پڑی ہوتی، حضرت والا رمضان المبارک کی پہلی رات بعد مغرب دارالحدیث کی صفائی خود فرماتے۔ احقر کا ایک مرتبہ اتفاقاً دارالحدیث کی طرف چکر لگا تو دیکھا کہ حضرت والا

گھر سے جھاڑو لاکر صفائی کر رہے ہیں۔احقر نے حضرت والا سے جھاڑو لیا اور پھر صفائی کی۔ معلوم ہوا کہ کئی سال تک تراویح پڑھنے والوں کے لیے صفائی حضرت والا خود کرتے رہے۔

حضرت صوفی صاحب کا تقویٰ:

حضرت والا کے تقویٰ اور احتیاط کا یہ عالم کہ جو اپنے مرید اور طلبہ بھی پیچھے تراویح پڑھتے ان سے رمضان المبارک میں ہدیہ قبول نہ فرماتے۔ایک رمضان المبارک میں جو احقر نے سو روپیہ پیش کیا قبول فرمالیا۔ چند دن بعد احقر کے کچھ ساتھی بات کرنے لگے کہ حضرت اتنی احتیاط فرماتے ہیں کہ اپنے پیچھے تراویح پڑھنے والوں سے ہدیہ رمضان المبارک میں نہیں لیتے۔ احقر نے عرض کیا کہ بعض سے لے بھی لیتے ہیں۔وہ بضد تھے کہ نہیں لیتے احقر یہ بھی نہیں بتانا چاہتا تھا کہ احقر سے ہدیہ لے لیا ہے یہ بات ہماری غالباً ظہر کے بعد ہوئی کچھ تکرار بھی ہو گیا۔ عصر کے بعد حضرت والا نے دس منٹ والے وعظ میں فرمایا کہ احقر کا معمول یہی ہے پیچھے تراویح پڑھنے والوں سے ہدیہ نہیں لیتا بس تھوڑی احتیاط کرتا ہوں اور فرمایا کہ ایک صاحب سے لیتے وقت خیال نہیں رہا بعد میں پھر واپس نہیں کیا کہ ان پر یقین تھا کہ انہوں نے تراویح کے سننے کی وجہ سے نہیں دیا۔

حضرت والا کی شفقت رہی، حقیقت یہ ہے کہ اگر حضرت والا سے تعلق نہ ہوتا تو پتہ نہیں گم راہی کے کس گڑھے میں گرا ہوتا۔طریق سے ناواقفیت کی وجہ سے کئی غلطیاں، گستاخیاں، بے ادبیاں ہوئیں۔تنبیہ فرمانے پر جب احقر نے معذرت چاہی فوراً معاف فرما دیا اور شفقت پہلے سے بھی زیادہ ہوگئی۔

ایک مرتبہ احقر نے اصلاحی خط میں لکھا کہ حضرت والا کی متعلقین پر بہت شفقت ہے فرمایا جس میں شفقت نہیں وہ شیخ بننے کے قابل ہی نہیں۔ جب بھی کوئی پریشانی، مایوسی کی حالت آئی حضرت کو لکھا حضرت والا نے جواب میں ایسے کلمات تحریر فرمائے کہ پریشانی، مایوسی ختم۔ اس شفقت کی وجہ سے ہی متعلقین میں سے ہر ایک یہ سمجھتا ہے کہ حضرت کا تعلق میرے ساتھ سب سے زیادہ ہے۔

احقر ۱۴۰۱ھ میں کراچی میں تخصص کر رہا تھا، ہمارے گاؤں (چک نمبر 40 ڈی۔ بی قائد آباد خوشاب) کی مسجد کے قاری صاحب چلے گئے جو امامت بھی کرتے اور بچوں کو قرآن کریم بھی پڑھاتے۔احقر نے حضرت والا کو اپنی پریشانی لکھی کہ میں کراچی میں ہوں اور گاؤں میں

قاری صاحب کی ایسے ایسے ضرورت ہے حضرت والا نے جواب میں تحریر فرمایا کہ میں نے ایک قاری صاحب سے بات کرلی ہے چند دن تک آپ کے گاؤں بھیج دوں گا، حالاں کہ احقر نے حضرت والا کو صرف دعا کی درخواست کی تھی نہ کہ قاری صاحب بھیجنے کی۔ چند دن کے بعد ایک اور والا نامہ موصول ہوا جن قاری صاحب سے بات کی تھی انہوں نے جواب دے دیا ہے اب میں فلاں دن اپنے بڑے بیٹے شفیق کو آپ کے گاؤں جا کر چھوڑ آؤں گا وہ امامت بھی کرے گا اور بچوں کو بھی پڑھائے گا۔ ان دنوں گاؤں جانے والی سڑک نہیں بنی تھی کچا راستہ تھا اور بڑا دشوار گزار سفر تھا بہر حال حضرت والا نے لمبا چوڑا، دشوار سفر کیا اور گاؤں پہنچ گئے رات قیام بھی فرمایا مسجد میں درس بھی دیا ان دنوں گاؤں میں بجلی نہیں ہوتی تھی شدید گرمی کا موسم تھا، گاؤں کی گرمی بھی برداشت کی، لاہور پہنچ کر والا نامہ پھر بھیج دیا کہ میں شفیق کو آپ کے گاؤں پہنچا آیا ہوں فلاں دن اس کو ملنے کے لیے بھی جاؤں گا، پہلی مرتبہ باہر گیا ہے اداس نہ ہو جائے۔ لہٰذا پھر تشریف لے گئے احقر نے کراچی سے خط میں اجازت چاہی کہ اتنے دن خدمت میں رہنا چاہتا ہوں اجازت مرحمت فرمادی۔ غالباً دو تین دن بعد والا نامہ پہنچ گیا احقر چند دن فیصل آباد جا کر رہے گا آپ کو خط لکھ رہا ہوں کہ آپ نے آنا ہو تو بعد میں آجائیں پہلے آنے سے آپ کو تکلیف نہ ہو۔

ایک خط کے جواب میں فرمایا کہ آپ میرے بیٹے ہیں خط کے شروع میں محترمی ابا جان اور آخر میں آپ کا بیٹا عبدالجبار لکھا کریں۔ احقر پر کراچی میں ایک مرتبہ کچھ پریشانی کے حالات آئے بائی ائیر مشورہ کے لیے لاہور گیا اسی وقت فوراً وقت عنایت فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ آئندہ بجائے اتنا سفر کرنے کے آپ اور مفتی عبدالرحیم صاحب مشورہ کرلیا کریں جو رائے آپ دونوں کی ہو جائے احقر کی بھی وہی رائے سمجھیں۔

ایک مرتبہ کچھ مہربانوں کی طرف سے احقر کو کافی تکلیفیں پہنچیں احقر حضرت والا کو رات کو خواب میں بتا رہا ہے کہ مجھے فلاں فلاں سے بہت تکلیف پہنچی۔ حضرت نے جواب میں فرمایا کہ جس نے آپ کو تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی۔ احقر نے بعینہٖ خواب خط میں لکھا تو لکیر کھینچ کر تحریر فرمایا واقعۃً جس نے آپ کو تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی۔

برادرِ محترم مولنا محمد عتیق الرحمٰن صاحب کی والدہ مرحومہ کا انتقال ہوا احقر کو کراچی اطلاع پہنچی بہت صدمہ ہوا احقر راتوں رات بائی ائیر جنازہ میں شرکت کے لیے لاہور پہنچا اور چند دن خدمت میں ٹھہر گیا خط میں حضرت والا کو نکاح کا مشورہ دیا کہ بڑھاپے میں نکاح کی زیادہ

ضرورت ہے، جوخدمت بیوی کرسکتی ہے بیٹے، بیٹیاں نہیں کر سکتے۔ خط تو دے دیا بعد میں بہت ڈرا کہ پتہ نہیں حضرت والا کیا فرمائیں گے کہ تو ٹانگ اُڑانے والا خواہ مخواہ کون مجھے اپنی ضرورت زیادہ معلوم کہ مجھے طرح طرح کے خیالات آتے رہے۔ خدا خدا کر کے انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں، جواب ملا کہ آپ کے مشورہ دینے سے نکاح کا ارادہ کرلیا ہے یہ رقم (کچھ رقم لفافہ میں تھی) مہر کے لیے رکھ رہا ہوں احقر کا نکاح کرادیں۔ رقم اور ضرورت ہو اور لے لیں۔ احقر جواب پڑھ کر حیران رہ گیا کہ اتنا اعتماد اور احقر پھر ایسی شفقت حضرت والا کے احقر پر شفقتوں کے انبار ہیں۔

حضرت والا کی اپنی اولاد پر شفقت اور انداز تربیت بھی عجیب وغریب ہے۔ احقر نے ۱۴۰۰ھ میں دورۂ حدیث جامعہ اشرفیہ میں کیا، اس سال حضرت والا سے اصلاحی تعلق قائم کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ حضرت کو دیکھا کہ کبھی بچوں کے ساتھ عصر کے بعد گیند کے ساتھ کھیل رہے کبھی ان کو قلفیاں کھلانے اور چیز دلانے دکان پر تشریف لے جا رہے اور کبھی ان کی ناز برداریاں شوخیاں برداشت کر رہے ہیں بعض دوسرے بزرگوں کو دیکھا کہ اولاد کی کڑی نگرانی، بات بات پر روک ٹوک، ڈانٹ ڈپٹ اور رُعب رکھ رہے ہیں۔ احقر اور میرے بعض ساتھی ہم آپس میں کبھی کبھار باتیں کرتے کہ حضرت ہیں تو بہت بزرگ لیکن اولاد کے بارہ میں بہت ہی نرم ہیں۔ ہمارا ذہن تھا کہ اولاد ایسی نرمی سے بگڑ جائے گی لیکن وقت گزرنے پر نتیجہ برعکس سامنے آیا۔ جو حضرات کڑی نگرانی، بات بات پر روک ٹوک، ڈانٹ ڈپٹ اور مرعوب رکھنے والے تھے ان کی اولاد ان کے ہاتھوں سے نکل گئی اپنی مَن مانیوں پر آ گئی اور حضرت والا کی اولاد مطیع، فرماں بردار بنی۔ بڑے بیٹے مولنا محمد شفیق الرحمٰن صاحب قاری اور عالم ہیں دین کی خدمت میں مصروف ہیں، منجھلے بیٹے مولنا محمد عتیق الرحمٰن صاحب قاری اور عالم جامعہ عبداللہ بن عمر کے مدیر، قابل مدرّس اچھے مقرر خوش نویس کئی کتب کے مصنف اور حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب سکھروی رحمہ اللہ کے خلیفہ ہیں۔ یہ موصوف بچپن میں مزاج کے کچھ تیز تھے، تیز مزاجی کے قصّے بہت ہیں صرف ایک لکھتا ہوں موصوف نے سوزوکی گاڑی خریدی، نئی نئی چلانا سیکھی مزاج کی تیزی گاڑی کو بھی تیز ہی رکھتی، احقر پر ان کی بچپن سے ہی بہت شفقت رہی، احقر کو کبھی اسٹیشن اور کبھی اور جہاں جانا ہوتا چھوڑ آتے۔ گاڑی ہوا سے باتیں کرتی، چلانے کا انداز عجیب تھا، احقر تو اکثر کلمہ وغیرہ پڑھ کر ہی بیٹھتا تھا۔ القصّہ یہ کہ موصوف نے کشمیر کی سیر کے لیے گاڑی پر جانے کا پروگرام بنایا اور احقر سے بھی تذکرہ فرمایا احقر بہت ڈرا کہ کشمیر کی پہاڑیاں، لمبا سفر،

گاڑی چھوٹی، ڈرائیور نوعمر، مزاج تیز، رفتار تیز کہیں نقصان نہ ہو جائے خانقاہ کے ساتھیوں سے مشورہ کر کے حضرت والا کو پرچہ لکھا کہ عزیزم محمد عتیق الرحمن صاحب کو گاڑی پر جانے سے منع کر دیا جائے تو بہتر ہوگا کچھ وجوہ بھی لکھیں، کچھ وقت گزرا تو موصوف کا ایک پرچہ خانقاہ میں پہنچا کہ بڑی تیزی کے ساتھ چلے گئے ہم نے پرچہ پڑھا تو لکھا تھا کہ آپ نے والد صاحب کو گاڑی نہ لے جانے کا مشورہ دے کر بہت زیادتی کی میرے بچپن کا خیال نہیں کیا آپ نہ میرے شیخ نہ میرے استاذ آپ کو ایسا کہنے کا کیا حق؟ لہٰذا میں سخت ناراض ہوں وغیرہ وغیرہ اور دوسرے دن کہیں سیر کے لیے والد صاحب سے اجازت حاصل کر کے چلے گئے۔ احقر نے کچھ دن کے بعد جب دیکھا کہ غصّہ ٹھنڈا لگتا ہے یہ کہہ کر معذرت چاہی کہ توبہ کا دروازہ کھلا ہے یا بند؟ یہ سن کر مسکرا گئے اور راضی ہو گئے۔ آج موصوف کو دیکھا جائے تو وہ محمد عتیق الرحمن نہیں لگتا کچھ اور ہی رنگ چڑھا ہوا ہے رات دن دین کی خدمت میں ماشاء اللہ مصروف ہیں۔ جامعہ کا نظم ونسق مثالی، طلبہ کی تعلیم وتربیت معیاری، چند سال میں جامعہ کی اچھی شہرت یہ کانٹا کیسے بدلا، کایا کیسے پلٹی یہ حضرت والا کی تربیت کا اثر ہے۔

ع آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند

حقیقت یہ ہے کہ اب تو یہ قابلِ رشک ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس موصوف کو اور ترقی عطا فرمائے۔ آمین

حضرت والا کے چھوٹے بیٹے مولنا عبدالرحمن صاحب ہیں، قاری اور عالم ہیں جامعہ اشرفیہ میں مدرّس ہیں اچھے اساتذہ میں ان کا شمار ہے۔ خطیب بھی ہیں رات دن دین اور والدین کی خدمت میں مصروف ہو کر نیکیوں کے انبار جمع کر رہے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے بھی زیادہ سے زیادہ دین کی خدمت لیں اور والدین کے لیے صدقہ جاریہ بنائیں۔ آمین

احقر کا ایک بیٹا ایک مرتبہ پڑھائی چھوڑ کر بہاولپور چلا گیا کئی دن گھوم پھر کر واپس آیا، احقر نے حضرت والا کو لکھا جواب میں فرمایا کہ سختی نہ کریں بلکہ نرمی سے کام لیں اور فرمایا کہ اولاد کے ساتھ باپ بن کر نہ رہیں بلکہ دوست بن کر رہیں باپ بن کر رہنے اور سختی سے اولاد ہاتھ سے نکل جائے گی۔ آج کل ضد کا دور بہت زیادہ ہے دوست بن کر رہنے سے اولاد قابو میں رہے گی۔ تجربہ سے حضرت والا کا طرزِ تربیت کامیاب معلوم ہوا۔ روحانی اولاد (یعنی طلبہ) کے ساتھ بھی حضرت والا کی شفقت عجیب وغریب ہے اس کا اندازہ جن حضرات نے حضرت والا سے

پڑھا ہے ان کو بخوبی ہے۔ حضرت والا کے درس میں جتنی حاضری طلبہ کی ہوتی ہے دوسرے درس میں نہیں ہوتی بغیر سختی کے طلبہ ذوق وشوق سے حضرت والا کا سبق پڑھتے ہیں، ایسی بے داری اور ذوق وشوق دوسروں کے اسباق میں نظر نہیں آتا۔ حضرت والا کی شفقت محبت اور برکت کا اثر ہے کہ طلبہ کو سبق پڑھتے ہی یاد ہو جاتا ہے بہت سے طلبہ امتحان میں کامیاب بخاری شریف اور ابوداؤد شریف (بخاری شریف اور ابوداؤد شریف حضرت والا کے پاس ہیں) کی وجہ سے ہی ہوتے ہیں۔

ہمارے سال حضرت والا کے پاس صرف ابوداؤد شریف تھی، ہمارا ایک ساتھی صرف ابوداؤد شریف کے درس میں شریک ہوتا تھا اور اس کو یاد کرتا تھا اور اسباق پڑھتا ہی نہیں تھا، امتحان میں کامیاب ہوا۔ درس کے دوران ہنس مکھ چہرہ کے ساتھ مسکراہٹ کچھ دل لگی اور کبھی کبھی محبت بھری ڈانٹ عجیب وغریب لُطف دیتی ہے۔ جو حضرات کبھی درس میں شریک نہیں ہوئے، شریک ہو کر دیکھیں کیسا لُطف اور کیسا مزا اور راحت، سکون اور سکینہ بار بار کیسے نازل ہوتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ انسان کسی اور ہی جہاں میں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ منتظمین نے حضرت والا کو آخری گھنٹہ دن کے بارہ بجے جب کہ سب کے بارہ بجے ہوتے ہیں دیا ہے جب طلبہ پڑھ پڑھ کر چور نیند اور بھوک سے نڈھال ہر کوئی بھاگنے اور جان چھڑانے کے چکر میں ہوتا ہے اس کے باوجود اس سبق میں حاضری سب سے زیادہ ہونا کوئی وجہ تو ہے؟

گلستان میں جا کر ہر اِک گل کو دیکھا نہ تیری سی رنگت نہ تیری سی بو ہے
ہمیشہ شہر پرز خوباں منم وخیال ماہے چہ کنم کہ چشم بدخو نکند بکس نگاہ ہے

احقر چند سطور لکھنا چاہتا تھا حضرت والا کی توجّہ، برکت سے کچھ لکھا گیا ہے۔ آخر میں اپنے آپ کو حضرت والا کے متعلقین شاگردوں اور دوسرے احباب کو وصیّت کرتا ہوں کہ ہم اس نعمت کی قدر کرلیں احقر کو نہایت افسوس ہے کہ ہمیں جیسی قدر کرنا چاہیے تھی نہیں کی ایسی ہستیاں صدیوں میں پیدا ہوتی ہیں۔ میں کہا کرتا ہوں کہ ہم قبر پرست ہیں اس معنیٰ میں کہ جب تک بزرگ برگزیدہ لوگ دُنیا میں ہوتے ہیں ہم ان کی قدر نہیں کرتے ان سے مستفیض نہیں ہوتے، جب دنیا سے چلے جاتے ہیں آنسو بہاتے ہیں، تعزیتی پروگرام، تعریفوں کے بل اور مخصوص نمبر نکالتے ہیں لیکن پھر اب کیا پچھتائے ہوت جب چڑیا چگ گئیں کھیت والا معاملہ ہے۔

دعا ہے کہ مولائے کریم حضرت والا کے سایہ کو دیر تک سلامت رکھیں اور ہمیں حضرت والا سے زیادہ سے زیادہ مستفیض ہونے کی توفیق دیں اور حضرت والا کے نقشِ قدم پر چلنے والا بنا دیں۔ آمین

تحریر از: حضرت مولٰنا ارشاد احمد صاحب مدظلہ

(شیخ الحدیث و مہتمم دار العلوم کبیر والا)

احقر کے شیخ حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب رحمہ اللہ کی وفات کے بعد حضرت مفتی عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف اصلاحی تعلق قائم کرنے میں زیادہ میلان ہوا مگر ایک ہی ادارہ میں رہنے اور استاذی، شاگردی کے تعلق وغیرہ کی وجہ سے حجاب سا معلوم ہوتا تھا کہ شاید حقوقِ شیخ ادا کرنے میں کوتاہی نہ ہو، ویسے تو حضرت کو شیخ کا درجہ دیتا تھا کیوں کہ اس راستہ پر ڈالنے والے وہی تھے۔

بالآخر حضرت مولٰنا صوفی محمد سرور صاحب دامت برکاتہم العالیہ سے متعلق ہونے کا فیصلہ کرلیا۔ حضرت والا سے محبت، عقیدت تو طالب علمی کے زمانہ سے ہی تھی ان کے اوصاف و کمالات کا تذکرہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ سے بھی سنتے تھے، دوسرے اساتذہ کرام حضرت مولٰنا غلام یاسین صاحب تونسوی و دیگر اہلیان کبیر والا سے سنتے رہتے تھے۔ گناہوں سے بچنے کا اہتمام ان کے سامنے غیبت کرنے کی کسی طالب علم کو بھی جرأت نہ تھی، اگر کوئی کسی کا تذکرہ حضرت کے سامنے کرنا چاہتا خاموش کرادیتے۔ نظروں کی حفاظت کے اہتمام میں اپنی مثال آپ ہی ہیں، دائیں، بائیں سے نظریں بچا بچا کر صرف اور صرف ضرورت کے مطابق سامنے راستہ کو دیکھ کر نظریں جھکا کر چلنے کا زندگی بھر کا معمول رہا، آقا کے چلنے کی صورت حال جو احادیث مبارکہ میں ہے اس کو عملی شکل میں حضرت میں دیکھا جا سکتا ہے۔

ایک بار حضرت الحاج ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب مہاجر مدنی رحمہ اللہ نے حضرت الاستاذ حضرت مفتی عبدالقادر صاحب سے فرمایا میں آپ کے شیخ کو اس وقت سے پہچانتا ہوں جب ان کے رخساروں پر معمولی ڈاڑھی تھی۔ ایک بار اپنے شیخ حضرت مولٰنا مفتی محمد حسن صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں ملفوظ کی کتاب پڑھ کر چل دیئے تو شیخ نے فرمایا اس بچے کا بھی عجیب حال ہے، یہ کہتا ہے مجھے گناہ کرنے سے ایسی ہی نفرت ہے جیسے آگ میں جلنے سے نفرت ہوتی ہے۔

حضرت مفتی عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ فرماتے تھے حضرت کی عجیب شان ہے دل تو محبت حق سے جلا ہوا ہے مگر ظاہراً قہقہے لگاتے ہیں، باطنی احوال چھپانے کے لیے اپنا ظاہر اس طرح رکھتے ہیں جیسے اولیاء اللہ کا ایک طبقہ اپنے ظاہر کو باطن کے خلاف رکھتا ہے تا کہ لوگوں کی

بھیڑ سے بچ کر خلوت مع اللہ کا خوب موقع ملے۔

ایک اصلاحی خط میں احقر (مولنا ارشاد احمد صاحب) نے عرض کی کہ ذکر اسمِ ذات سے قلبی (دِلی) سکون محسوس ہوتا ہے، طبعی لگاؤ ہے۔ حضرت ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ کے بتلائے ہوئے معمولات میں دوسرے اذکار وتسبیحات کے علاوہ یہ معمول بھی تھا ایک ہزار بار ذکر اسم ذات، تو کیا باقی رکھوں یا موقوف کردوں جو حکم ہو علی الرأس والعین۔

حضرت (صوفی صاحب مدظلہ) نے جواب میں فرمایا یہ ذکر حق تعالیٰ کی محبت بڑھانے کے لیے اور یکسوئی بڑھانے کے لیے ہے۔ ایسے ہی دوازدہ تسبیحات بھی اکابر نے انہیں دو فائدوں کے لیے ایجاد فرمائے تھے۔ لیکن احقر (صوفی محمد سرور صاحب) کے شیخ حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی جگہ کلمہ شریف کا ورد احقر (صوفی محمد سرور صاحب) کو تلقین فرمایا جس سے یہ دو فائدے بھی حاصل ہوجاتے ہیں ثواب بھی مل جاتا ہے۔ اُوپر کے دونوں قسم کے اذکار میں صرف علاج ہے، اس کی تصریح حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمائی، اس لیے احقر (صوفی محمد سرور صاحب) اپنے احباب کو کلمہ شریف کی تلقین کرتا ہے، آپ بھی اسی پر عمل کیجئے۔

اگر آپ وعدہ کریں کسی اور کو نہیں بتائیں گے تو آپ کو اگلے خط میں ایک راز کی بات بھی بتلائی جاسکتی ہے۔ احقر نے اگلے خط میں انتہائی اشتیاق کا اظہار کیا کہ دل چاہتا ہے لاہور حاضر ہوکر شوق کا اظہار کروں راز کی بات معلوم ہوجائے۔ حضرت احقر وعدہ کرتا ہے ان شاء اللہ حضرت کی اجازت کے بغیر حضرت والا کی یہ راز کی بات کسی کو نہ بتلائے گا ان شاء اللہ۔ اگر احقر کے حال کے مناسب ہو تو ارشاد فرمائیں۔ دعا بھی فرمائیں حق ادا ہو سکے۔

اس کا جواب ارشاد فرمایا آپ وعدہ کرتے تو بتلا دیتا اب صبر کریں۔ آپ کے حال کے مناسب نہیں ہے کیوں کہ آپ نے ان شاء اللہ تعالیٰ لکھا ہے، اس سے وعدہ نہیں ہوتا۔

احقر نے عریضہ یہ لکھا کہ احقر اپنی کج فہمی کی وجہ سے قطعی وعدہ ظاہر کرنے سے عاجز رہا۔ عظیم نعمت سے اپنی نااہلی، نالائقی کی وجہ سے محروم ہوگیا، اگرچہ بے حد صدمہ ہے، افسوس مگر حضرت والا کا ارشاد ہے آپ کے حال کے مناسب نہیں اب صبر کریں۔ اس پر حضرت نے کوئی جواب ارشاد نہ فرمایا۔

تحریر از: حضرت حاجی عبدالستار صاحب، مدظلہ العالی

(خلیفہ عارف باللہ حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب رحمہ اللہ)

بعدہ

(خلیفہ حضرت مفتی عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ)

بعدہ

(خلیفہ حضرت صوفی صاحب دامت برکاتہم)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم○

شیخ الحدیث حضرت مولنا صوفی محمد سرورؔ صاحب مدظلہم العالی کی سوانح حیات کی ترتیب کا علم ہوا، الحمدللہ بے حد خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے حضرت شیخ صوفی صاحب مدظلہم العالی کو ماشاء اللہ بہت ہی نوازا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بہت بڑے علوم عطا فرمائے ہیں، بہت بڑے رُتبہ پر فائز فرمایا ہے۔

عارف باللہ حضرت شیخ ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب مدنی رحمہ اللہ بھی حضرت شیخ صوفی محمد سرور صاحب مدظلہم العالی کی کئی مجلسوں میں بہت تعریف فرمایا کرتے تھے۔ احقر ناکارہ کا الحمدللہ تعالیٰ حضرت شیخ ڈاکٹر حفیظ اللہ مدنی رحمہ اللہ سے 1968ء سے پہلے سے اصلاحی تعلق رہا ہے۔ جنوری 1968ء سے باقاعدہ الحمدللہ تعلق خط و کتابت بھی شروع ہوا، الحمدللہ وفات تک رہا۔ اس کے بعد حضرت شیخ الحدیث مفتی عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ کبیر والا سے رہا، اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نور سے بھر دیں آمین۔

ان کی وفات کے بعد الحمدللہ حضرت والا حضرت شیخ الحدیث مولنا صوفی محمد سرور صاحب مدظلہم العالی کی خدمت میں اللہ پاک نے پہنچا کر بڑا ہی احسان فرمایا، الحمدللہ اللہ پاک کا احسان ہے۔ الحمدللہ تعالیٰ حضرت صوفی صاحب مدظلہم العالی کے جہاں اتنے کمالات ہیں وہاں اندازِ تربیت ماشاء اللہ بہت عمدہ اور جامع ہے الحمدللہ تعالیٰ بڑا ہی فائدہ ہو رہا ہے، الحمدللہ۔

حضرت والا مدظلہم العالی کی سوانح ماشاء اللہ بہت مرتبہ نظرِ ثانی کے بعد مصدقہ طور پر الحمدللہ شائع کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت مولنا محمد عتیق الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم کی یہ محنت و سعی قبول

فرمائیں آمین ۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات خوب خوب بلند فرمائیں آمین ۔

اللہ تعالیٰ حضرت والا کی اولاد، احباب کے درجے بلند فرمائیں آمین ۔ ہم نالائقوں کو حضرت والا کے فیوض سے مالا مال فرمائیں ۔ آمین

حضرت صوفی صاحب مدظلہ العالی کی اصول کی پابندی واصول پسندی حضرت شیخ کی خدمت وتعلیمات، اصلاح کا طریقہ، حضرت والا کی باتیں ایسا لگتا ہے جیسے الہامی ہوں ۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے فضل ہے حضرت والا کے کمالات بے شمار ہیں ۔ متبع شریعت، متبع سنت ہیں، الحمدللہ ۔

حضرت والا مدظلہم العالی کا مدرسہ جامعہ عبداللہ بن عمر اور حضرت کا جاری کردہ رسالہ ماہ نامہ ''علم وعمل''، لاہور کے فیض اللہ تعالیٰ تا قیامت جاری رکھیں آمین اور خوب خوب ترقی عطا فرمائیں ۔ آمین

ہم کو بھی حصّہ لینے کی توفیق عطا فرمائیں، اور خاص خیال رکھنے کی توفیق دیں ۔ آمین تاکہ یہ سلسلہ دین کا صحیح طور پر باقی رہے اور ثواب حضرت شیخ صوفی صاحب مدظلہم العالی اور ان کی اولادوں اور تعاون کرنے والوں کو تا قیامت ملتا رہے ۔ آمین

اللہ تعالیٰ ہم سب سے راضی ہوں ۔

آمین ثمّ آمین

سُبْحَانَ اللهِ　لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ　اَللهُ اَكْبَر

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ　اَسْتَغْفِرُ اللّٰه

لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

يَاحَيُّ يَاقَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ

سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيْم

تحریر از: جناب محمد عاکف عرفان صاحب

خواب:

اپنے پیارے محبوب شیخِ طریقت، عارف، ولیٔ کامل، حضرت والا صوفی محمد سرور صاحب دامت برکاتہم کی زیارت ہوئی کہ حضرت نے فرمایا کہ بھائی تم کبھی کچھ پوچھ لیا کرو۔ تو خواب میں ناچیز نے درخواست کی کہ حضرت والا کوئی ایسی تدبیر بتادیں کہ خواب میں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہوجائے۔ آپ مسکرائے پھر ہنسے اور فرمایا کہ یہ بھی بھلا کوئی بات ہے تمہیں بتادیں گے۔

تعبیر از حضرت والا:

اِس خواب کی تعبیر بتلائی پیارے حضرت والا نے کہ ''درود شریف کثرت سے پڑھا کرو''۔

خواب:

ایک مرتبہ پھر حضرت والا کی مبارک زیارت کا شرف عطا ہوا کہ حضرت والا مجھے خواب میں بیعت فرمارہے ہیں اور یہی خواب مسلسل دوروز آتا رہا پھر میں مجلس میں حاضر ہوا۔

تعبیر از حضرت والا:

حضرت والا نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جلدی سے دینی ترقی عطا فرمادیں گے۔

خواب:

اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ حضرت کی کثرت سے زیارت ہوتی رہتی ہے۔ آج جمعرات کو تقریباً صبح صادق کے قریب آپ کی زیارت سے اللہ تعالیٰ نے ناچیز کو نوازا۔ خواب میں دیکھتا ہوں کہ حضرت والا کی گھر میں خدمت کرتا ہوں تو آپ دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ جو میری دائیں ٹانگ دبا رہا ہے وہ میری بہت خدمت کرتا ہے سب لوگ بہت حیران ہوئے اور خواب ختم ہوگیا۔

تعبیر از حضرت والا:

تعلق کی علامت کو حضرت جی نے اس خواب کی تعبیر قرار دیا۔

خواب:

یہ بہت ہی ابتدائی خواب ہے اس خواب میں مجھے مسجدِ حسن میں اذان اور اقامت کہنے کا شرف حاصل ہوا اور یہ بھی دیکھا کہ میں اقامت پڑھ رہا ہوا اور میرے پیارے شیخ امامت کروا رہے ہیں اور ساتھ میں حضرت مولنا عبدالرحمٰن اشرفی صاحب دامت برکاتہم بھی ہیں۔

تعبیر از حضرت والا:

آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ دونوں بزرگوں سے تعلق کی علامت ہے اور کاش! ایسا ہی ہو جائے اور دُعا بھی دی۔

خواب:

یہ خواب رمضان المبارک کے بابرکت ماہ میں آیا کہ خواب میں مدرسہ جامعہ عبداللہ بن عمر کے طالب علموں کے لیے کچھ کتابیں اور ٹوپیاں لے کر آیا ہوں تو حضرت والا بڑی شفقت سے فرماتے ہیں میاں آجاؤ! تو میں گھر میں تشریف لے جاتا ہوں تو حضرت والا کچھ کتابیں دیکھتے ہیں اور اس کے بعد مجھے اپنے سینہ مبارک سے لگاتے ہیں اور ماتھے پر بوسہ بھی عنایت فرماتے ہیں اور پھر فرمایا آؤ! اب چل کر نماز ادا کریں۔

تعبیر از حضرت والا:

فرمایا کہ یہ تعلق کی ہی علامت ہے۔

خواب:

یہ خواب بالکل تازہ ہے اِس خواب میں مجھ نالائق نے دیکھا کہ حضرت والا ایک بہت بڑے مجمع یعنی بہت سے لوگ جمع تھے تو آپ دامت برکاتہم نے فرمایا بھائی آج صرف ایک ہی نصیحت کروں گا ''توجّہ اپنے مالک کی طرف بہت ہونی چاہیے''۔ یہ کہہ کر آپ چل پڑے مسجد کے دروازہ کے قریب تشریف لا رہے ہیں پھر حضرت والا نے مصافحہ فرمایا، اسی دوران ایک پرانے خدمت کرنے والے نے عرض کیا کہ حضرت! مجھے اجازت دے دیں اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ

''تم نے میری قدر نہ جانی''۔ اس کے بعد نالائق کو حکم دیا کہ مجھے کُرسی پر گھر چھوڑ آؤ۔ دروازہ پر پہنچ کر آپ دامت برکاتہم کا جوتا گر گیا تو میں نے پہلے دائیں پاؤں مبارک میں جوتا ڈالا تو آپ

دا مت برکاتہم ہنسے اور خوش ہوئے فرمایا الحمدللہ ، الحمدللہ سُنت کے مطابق کام کر رہے ہو اور خواب ختم ہو گیا۔

تعبیر از حضرت والا:

دو مرتبہ فرمایا کہ تعلق کی علامت ہے۔

خواب:

اس خواب میں حضرت والا کی زیارت کا معاملہ کچھ یوں ہے دیکھتا ہوں کہ حضرت والا امامت کروا رہے ہیں اور بالکل جوان ہیں۔

تعبیر از حضرت والا:

فرمایا کہ جی تو بہت چاہتا ہے کہ امامت کروں لیکن گھٹنوں میں بہت درد رہتا ہے اسی خواب کے کچھ روز بعد اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آپ نے دوبارہ امامت فرمائی تقریباً 82 دِن اور نالائق کو بھی کافی مرتبہ فجر کی نماز مسجدِ حسن میں پڑھنے کا موقع ملا۔

ہر نماز کے بعد اپنے پیارے شیخ کامل کے لیے دُعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ عافیت عطا فرمائیں اور آپ کے فیض کو جاری وساری رکھے۔

آمین یاربّ العالمین

سُبۡحَانَ اللّٰہِ

اَلۡحَمۡدُلِلّٰہِ

اَللّٰہُ اَکۡبَر

اَسۡتَغۡفِرُاللّٰہَ

لَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ

لَاحَوۡلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّابِاللّٰہِ

یَاحَیُّ یَاقَیُّوۡمُ بِرَحۡمَتِکَ اَسۡتَغِیۡثُ

سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمۡدِہٖ سُبۡحَانَ اللّٰہِ الۡعَظِیۡمِ

تحریر از: مولنا عبدالرحمٰن بن حضرت مولنا صوفی محمد سرور صاحب مدظلہ

حضرت صوفی صاحب مدظلہ اور عارف باللہ حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب مہاجر مدنی رحمہ اللہ

کے درمیان تعلق اور ایک دوسرے پر کامل اعتماد

زمانۂ طالب علمی میں حضرت والد صاحب نے ایک دفعہ مجھ سے فرمایا کہ کسی اللہ والے سے اِصلاحی رابطہ بہت ضروری ہے۔جس کی زندگی کے ہر مرحلہ میں علم پر عمل کرنے کے لیے بہت زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔تاکہ ظاہر و باطن کی اِصلاح ہو سکے۔اس لیے میرا مشورہ یہ ہے کہ تم اپنا اصلاحی تعلق حضرت ڈاکٹر صاحب سے قائم کرلو جب کہ تمہارے بڑے بھائی (محمد عتیق الرحمٰن) کا تعلق بھی اُن ہی سے ہے۔کیوں کہ میری نظر میں اِس وقت تمہاری اِصلاح اور تزکیۂ نفس کے لیے وہ بہت موزوں ہیں۔اور ہم دونوں (یعنی حضرت صوفی صاحب مدظلہ اور حضرت ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ) کے شیخ و مُربی (حضرت مولنا مفتی محمد حسن صاحب رحمہ اللہ) حضرت ڈاکٹر صاحب کی بہت تعریف کیا کرتے تھے اور اعتماد فرماتے تھے۔اور اپنے صاحبزادگان اور متعلقین کو بھی حضرت ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ سے اِصلاحی تعلق قائم رکھنے کی تلقین فرماتے تھے۔اسی بات کا ذکر بندہ سے فقیہ العصر حضرت مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی (مرحوم) نے بھی کیا۔

بندہ (عبدالرحمٰن) نے اپنی کم سِنّی اور کم عقلی کی وجہ سے اس سے غفلت و کوتاہی کی، کچھ عرصہ بعد پھر والد صاحب نے کافی زور دے کر سختی سے کہا کہ کیا تم نے حضرت ڈاکٹر صاحب کو خط لکھا؟ (اصلاحی رابطہ کیا؟) تو بندہ نے کہا کہ ''نہیں''۔تو اس پر والد صاحب نے فرمایا کہ ''اُن کو آج ہی خط لکھو اور اپنی اِصلاح کا تعلق اُن سے قائم کرو''۔

اِسی طرح بندہ کے بڑے بھائی جناب مولنا محمد عتیق الرحمٰن صاحب زید مجدہم (مہتمم و مدرّس جامعہ عبداللہ عمر و مدیر ماہ نامہ علم و عمل، لاہور) جن کا سب سے پہلا تعلق مسیح الاُمّت مولنا شاہ مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی سے تھا۔حضرت مسیح الاُمّت کے وصال کے بعد والد صاحب نے بھائی صاحب کو بھی یہی مشورہ دیا تھا۔اس سے حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ

صاحب رحمہ اللہ کے رُتبہ اور مقام کا پتہ چلا۔

نیز حضرت صوفی صاحب مدظلہ کے اعتماد کا واضح طور پر اندازہ کیا جا سکتا ہے اور والد صاحب کے اس حکم کی تعمیل میں احقر نے حضرت ڈاکٹر صاحب سے تعلق کے دوران اور وفات کے بعد بھی تا حال بہت سی ایسی واضح برکات دیکھیں جن کا شمار کرنا بھی میرے جیسے کے لیے صرف مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔

حضرت ڈاکٹر صاحب بھی تاحیات حضرت صوفی صاحب کے متعلق کچھ یوں فرماتے تھے کہ ''ہمارے حضرت مفتی صاحب، لاہور والے حضرت صوفی صاحب کی استقامت کی تعریف کیا کرتے تھے''۔

ایک مرتبہ راقم الحروف (عبدالرحمٰن) گجرات میں حضرت ڈاکٹر صاحب کے صاحبزادہ جناب حبیب اللہ صاحب (مرحوم) کے گھر میں حضرت ڈاکٹر صاحب کی تشریف آوری پر حاضر ہوا۔ وہاں حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب مہاجر مدنی کے قریبی رشتہ دار موجود تھے۔ ان کو مخاطب کر کے فرمایا کیا آپ ان کو جانتے ہیں؟ ان کے والد صاحب (حضرت صوفی صاحب) کے متعلق میرے شیخ (حضرت مولنا مفتی محمد حسن صاحب رحمہ اللہ) یہ فرماتے تھے کہ ''اس نوجوان کا بھی عجیب حال ہے اس کے لیے گناہ کرنا تو بہت ہی دور کی بات ہے گناہ کا تصوّر بھی ایسا ہے جیسا کہ آگ میں قدم رکھنا ہو''۔

اِسی طرح والد صاحب کے ایک اور خلیفہ مجاز مدینہ منوّرہ میں حضرت ڈاکٹر صاحب سے ملے۔ اُن سے تعارف کے بعد حضرت ڈاکٹر صاحب نے یوں فرمایا کہ ''مجھے بہت ہی خوشی ہوئی کے آپ کا اِصلاحی تعلق حضرت صوفی صاحب سے ہے اور اس کے بعد بقول اُن کے میری طرف حضرت ڈاکٹر صاحب کی توجّہ کافی بڑھ گئی''۔ ان کے مدینہ منوّرہ قیام کے دوران۔ اس کے علاوہ حضرت اکثر فرماتے رہے کہ ''وہ تو بہت بڑے بزرگ ہیں''۔

اِن واقعات سے دونوں حضرات کے درمیان عجیب محبت اور اعتماد کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے اور مثل مشہور ہے کہ ''جوہری ہی ہیرے کی قدر و قیمت جانتا ہے''۔

تحریر از: بہو حضرت صوفی صاحب مدظلہ (اہلیہ مدیر ماہنامہ "علم و عمل" لاہور)

حضرت صوفی صاحب اور اُن کا گھرانہ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم○

حضرت صوفی صاحب کی شخصیت ہی ماشاء اللہ ایسی ہے کہ محتاجِ تعارف نہیں۔ مزید یہ کہ آپ نے حضرت کے کچھ کمالات اس کتاب (حیاتِ سرور) کے شروع میں پڑھ لیے ہوں گے۔ مجھ جیسی ناکارہ خاتون حضرت جیسی ہستی کی کیا شان بیان کرسکتی ہے۔ حضرت کا علم حضرت کا تقویٰ اور خصوصاً حضرت کے معاملات اور گھریلو معاشرت دودھ کی طرح صاف اور واضح ہے۔

میری شادی حضرت صوفی صاحب کے بیٹے (محمد عتیق الرحمٰن صاحب) سے 4 نومبر 1992ء کو ہوئی۔ رشتہ لینے بھی حضرت صوفی صاحب ہمارے گھر تشریف لائے تھے۔

میرے والدِ محترم حافظ محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ نے بہت خوشی سے ان کا استقبال کیا اور مہمان نوازی کی اور سادگی سے رشتہ طے کرلیا گیا۔ حضرت صوفی صاحب نے میری منگنی سے اختتام ولیمہ تک الحمدللہ سب کام سادگی، خوش اسلوبی کے ساتھ بڑے اچھے طریقہ سے سرانجام دیئے۔ 17 سال سے الحمدللہ میں حضرت صوفی صاحب کی زندگی دیکھ رہی ہوں۔ کوئی بات یا کوئی کام میں نے اُن میں خلاف شریعت نہیں پایا۔ آئے دن حضرت کے اَخلاق عالیہ اور درجات کی ترقی اور بشارتیں وکرامات دیکھنے میں آتی رہتی ہیں۔ الحمدللہ 7 سال حضرت کی خدمت کرنے کا موقع نصیب ہوا۔ اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ.

حضرت کی خدمت میں کچھ کمی رہ جانے یا کوتاہی ہونے پر حضرت نے کبھی نہیں ڈانٹا بلکہ ہمیشہ شفقت سے سمجھاتے اور ہمیشہ نرمی فرماتے۔ میرا اِصلاحی تعلق الحمدللہ پہلے عارف باللہ حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب رحمہ اللہ سے تھا۔ الحمدللہ کافی خطوط لکھنے کی سعادت ملی۔ پھر حضرت ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ کی وفات کے بعد میں اپنے میاں صاحب کے مشورہ سے حضرت نواب عشرت علی قیصر صاحب مدظلہ سے بیعت ہوئی تھی مگر دور ہونے اور خط وکتابت کا سلسلہ نہ ہونے کی وجہ سے حضرت نواب صاحب سے استفادہ نہ کرسکی پھر میاں صاحب کے مشورہ سے میں نے اصلاحی تعلق حضرت صوفی صاحب مدظلہ سے قائم کیا۔ میرے ساتھ حضرت

کی خصوصی شفقت کا یہ معاملہ ہے کہ باوجودِ خطوں کے جواب نہ دینے کے تاحال الحمدللہ میرے خط کا جواب دے دیتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ.

الحمدللہ تاحال میرے پچاس سے زائد خط کے جوابات ہو چکے ہیں اور اللہ کا شکر ہے کہ یہ سلسلہ الحمدللہ جاری ہے۔

17 سال سے حضرت صوفی صاحب مدظلہ کی برکات دیکھ رہی ہوں جہاں حضرت کے بہت سارے کمالات ہیں وہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت کو مستجاب الدّعوات ہونے کا بھی شرف بخشا ہے۔ کہ حضرت صوفی صاحب مدظلہ کے ہوتے ہوئے بڑی سے بڑی بیماری یا مشکلات الحمدللہ دور ہوتی رہی ہیں۔ حضرت کی دُعائیں بہت جلد قبول ہوتی اپنی آنکھوں سے دیکھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت صوفی صاحب کا سایہ باعافیت تادیر سلامت رکھیں۔ اور ہم سب کو ہر قسم کی مشکلات اور پریشانیوں سے محفوظ رکھیں۔ آمین ثم آمین

حضرت صوفی صاحب جیسی عظیم شخصیت اگرچہ گمنام ہے اور بہت زیادہ مشہور نہیں مگر اُمّتِ مسلمہ کے لیے بہت بڑی قابل قدر رحمت شخصیت ہیں۔

مثالی ساس:

حضرت صوفی صاحب کی اہلیہ میری ساس صاحبہ (محمد عتیق الرحمٰن صاحب کی والدہ) بھی ماشاءاللہ بہت نیک سلجھی ہوئی سلیقہ شعار خاتون تھیں۔ جن کا تذکرہ پہلے باب میں لکھ دیا گیا ہے۔ مجھے میری ساس نے ہمیشہ بیٹی بنا کر رکھا اور الحمدللہ کبھی ان سے مجھے تکلیف نہیں ہوئی۔ پانچ سال ان کی خدمت کا موقع ملا۔ الحمدللہ ساس، بہو کے ناطہ کی وجہ سے جو عموماً گھروں میں گڑبڑ ہو جایا کرتی ہے، وہ میرے ساتھ ایک مرتبہ بھی نہیں ہوئی۔ بلکہ میرے میاں صاحب کہتے تھے کہ جامعہ اشرفیہ میں مشہور ہے کہ یہ ساس، بہو ماشاءاللہ مثالی ہیں۔ اور گھر میں آنے جانے والی بعض خواتین کہا کرتی تھیں کہ یہ ساس بہو نہیں لگتیں بلکہ سہیلیاں لگتی ہیں۔ میری یہ ساس مجھے کسی کمی کا احساس نہیں ہونے دیتی تھیں۔ جب بھی کوئی چیز لاتیں یا منگواتیں ہمیشہ میرا اور میرے بچوں کا خاص خیال رکھتی تھیں۔ میری دو بڑی بچیوں کو ان کی تربیت و شفقت کی بھی سعادت ملی۔ اس وقت میری دو بچیاں ہی تھیں وہ اِن کا بہت خیال رکھا کرتی تھیں۔ ان کے

کھانے، پینے، کھیلنے وغیرہ کا بہت خیال رکھا کرتی تھیں۔نومبر 1997ء میں میری ساس صاحبہ کا انتقال ہوا۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ میری اُن کے ساتھ 5 سالہ رفاقت ماشاءاللہ بہت اچھی اور یادگار رہی ہے۔اور خدمت کا موقع ملا۔الحمدللہ میری ٹوٹی پھوٹی خدمت سے حضرت صوفی صاحب مدظلہ ابھی تک بہت خوشی سے پرانی یاد تازہ فرماتے ہیں۔اس سے حضرت صوفی صاحب مدظلہ کی مجھ پر شفقت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

حضرت صوفی صاحب کے بڑے بیٹے:

میرے ایک جیٹھ ایک دیور اور تین نندیں ہیں۔حضرت صوفی صاحب مدظلہ کی پہلی اہلیہ سے دو بیٹیاں (میری نندیں) ہیں۔جو الحمدللہ تاحال حیات ہیں۔ایک حضرت مولنا محمد قاسم صاحب کی گھر والی ہیں،دوسری معذور ہیں ۔اور حضرت صوفی صاحب مدظلہ کی دوسری اہلیہ یعنی میری ساس صاحبہ (حضرت محمد طفیل صاحب کی صاحبزادی) سے تین بیٹے (ایک میرے جیٹھ اور ایک میرے میاں صاحب اور ایک میرے دیور ہیں) اور ایک بیٹی ہے۔اب ترتیب سے اِن چاروں کے مختصر تذکرے حاضرِ خدمت ہیں۔

میرے جیٹھ محمد شفیق الرحمن صاحب کی ولادت 1962ء کی ہے۔ماشاءاللہ حافظ، عالم ہیں جامعہ اشرفیہ سے فارغ التحصیل ہو کر جامعہ اشرفیہ کے شعبہ حفظ میں تقریباً بیس سال معاونِ اُستاد رہے۔اب تقریباً پانچ سال سے جامعہ عبداللہ بن عمر، لاہور میں شعبہ ناظرہ میں مدرّس اور معاون استاد ہیں۔بہت سادہ طبیعت کے ہیں۔جب ان کی شادی کا موقع آیا تو حضرت صوفی صاحب مدظلہ نے ایک پرچہ میں اُن کی سادگی کے حالات لکھ کر شفیق صاحب کے سسرال میں شادی سے پہلے ہی بھیج دیئے تھے تاکہ ان کو آزادانہ فیصلہ کرنے کا موقع مل سکے۔اب الحمدللہ ان کی اولاد میں تین لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔جو اسکول کی تعلیم حاصل کررہے ہیں۔

حضرت صوفی صاحب کی بیٹی:

حضرت صوفی صاحب مدظلہ کی دوسری اہلیہ یعنی میری ساس صاحبہ کی ایک ہی بیٹی ہیں۔ان کی ولادت 1964ء میں ہوئی۔حضرت صوفی صاحب مدظلہ نے انہیں خود مشکوٰۃ تک کی سب کُتب (عالمہ بنانے کے لیے) پڑھائیں اور ساتھ ساتھ گھر میں انگریزی اور ریاضی کی

عصری تعلیم بھی دی اور مختلف کورسز بھی کروائے۔میری اس نند صاحبہ نے ماشاء اللہ عمدہ تربیت حاصل کی اور مجھے ہمیشہ اپنی بہن سمجھا۔اور ماشاء اللہ ہمیشہ اچھے اَخلاق سے ملتی رہیں۔اور وِلادت جیسے مشکل مرحلوں میں ہمیشہ میرے کام آئیں ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائیں۔آمین

حضرت صوفی صاحب کی بیٹی کے 4 بیٹے اور ایک بیٹی ہیں۔سب ماشاء اللہ پڑھے لکھے ہیں۔ان کے شوہر 2000ء میں موٹر سائیکل پر نمازِ جمعہ پڑھنے کے لیے جاتے ہوئے بڑے حادثہ میں شدید زخمی ہو کر چار دِن بے ہوش رہ کر شہید ہو گئے۔اناللہ و انا الیہ راجعو ن۔

نوٹ: حضرت صوفی صاحب کی شادیوں کا تذکرہ پہلے باب میں لکھا ہے۔حضرت صوفی صاحب نے ایک وقت میں دو شادیاں نہیں رکھیں۔بلکہ ایک کے بعد دوسری ہوئی۔

حضرت صوفی صاحب کے درمیانے بیٹے:

میری ساس صاحبہ سے تیسرے نمبر پر یہ میرے میاں صاحب (محمد عتیق الرحمن صاحب) ہیں۔ان کی ولادت 1970ء کی ہے۔حضرت صوفی صاحب مدظلہ نے انہیں خود محنت کر کے حافظ بنایا پھر عالِم دین بننے کے لیے ابتدائی تین سال کی کتابیں خود گھر میں پڑھائیں پھر انہیں چوتھے درجہ میں جامعہ اشرفیہ کی رابعہ والی کلاس میں داخل کروایا۔

پھر 1990ء اور 1991ء کے درمیان ماشاء اللہ دورۂ حدیث میں پہلی پوزیشن لے کر جامعہ اشرفیہ، لاہور سے فارغ التحصیل ہوئے۔پھر حضرت صوفی صاحب مدظلہ کی برکت سے سات سال جامعہ اشرفیہ میں درجہ خامسہ تک کی کتابیں پڑھاتے رہے۔پھر 1994ء میں جامعہ عبداللہ بن عمر کی زمین خریدی گئی اور 1995ء میں جامعہ عبداللہ بن عمر کا تعلیمی کام شروع ہوا۔اور 1998ء میں ہم (پوری فیملی) جامعہ عبداللہ بن عمر میں منتقل ہوئے۔اس وقت سے تاحال الحمدللہ میاں صاحب انتظامی وتدریسی خدمات تاحال سرانجام دے رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ جل شانہ نے ہمیں چار بیٹیاں دِیں پھر ایک بیٹا دے کر لے لیا پھر ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہیں یعنی پانچ بیٹیاں اور ایک بیٹا اور ایک نواسا الحمدللہ حیات ہیں۔اللہ تعالیٰ جلّ شانہ ہماری زندگیاں قبول فرمائیں اور مدرسہ اور میرے میاں صاحب اور ہم سب کو ترقی سے نوازیں۔آمین

اللہ تعالیٰ جلّ شانہ نے حضرت صوفی صاحب کے بیٹے (میرے میاں صاحب) سے

تالیفی خدمات بھی الحمدللہ لے رہے ہیں۔

حضرت صوفی صاحب مدظلہ نے میاں صاحب کی پہلی تالیف ارشادالطالبین شرح زادالطالبین (اردو) مکمل ہونے کے موقع پر جو تقریظی کلمات لکھے ان میں سے ایک دو جملے یہ ہیں ”احقر (حضرت صوفی صاحب) کا درمیانہ بیٹا عزیزم محمد عتیق الرحمٰن سلمہٗ اس وقت پوری اولاد میں (ماشاءاللہ) ذہانت اور محنت میں سب سے آگے نظر آرہے ہیں“۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ . (آمین)

مدیر ماہنامہ ”علم و عمل“ لاہور کی تالیفات:

① ......ارشادالطالبین شرح اُردو زادالطالبین (یہ پہلی تالیف ہے) ہر بڑے شہر میں ماشاءاللہ دستیاب ہے۔ ② ...... ٹخنے ڈھانپنے کا عذاب۔ یہ اپنے موضوع پر تحقیقی اور باحوالہ رسالہ ہے جو فارسی زبان میں بھی شائع ہوا ③...... جنت کے دلکش نظارے اور جہنم کے دہکتے انگارے۔ عربی وار دو و انگلش میں شائع ہوا۔ ④...... کبیرہ گناہ۔ جو پہلی مرتبہ بڑے گناہوں کا تحقیقی جائزہ کے نام سے چھپی تھی۔(467 کبیرہ گناہ، ہر گناہ دلیل کے ساتھ ہے)

⑤...... دلچسپ اہم دینی معلومات۔ یہ بھی اہم رسالہ ہے۔

⑥...... اسلامی عقائد (اس میں عقائد کی فہرست ہے) یہ چھوٹا رسالہ ہے۔

⑦...... ملفوظات خلفائے اربعہ۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس میں ارشادات ہیں۔

⑧...... اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی حیرت انگیز بارش، یہ بھی ماشاءاللہ بہت زبردست کتاب ہے۔

⑨...... سات سو گناہ (چھوٹے، بڑے گناہوں کی فہرست)۔

⑩...... نصاب الاطفال (بچوں کے لیے عربی، اُردو، اسلامیات، اخلاقیات پر مشتمل ہے)

⑪......علم کی بارش (چار کتابوں کا مجموعہ)۔ ① عمل کرنے کی چند باتیں۔ ② بسنت گستاخِ رسول کا میلہ۔ ③ نماز باجماعت ضروری کیوں؟ ④ خزینۃ العلم اور اس چوتھی کتاب میں گیارہ اہم مضامین ہیں۔ [1] تین کاموں والی حدیثیں [2] بدنظری کی برائی۔ [3] زنا کی وعید۔ [4] حُرمتِ مصاہرت۔ [5] فقہی خصوصی مسائل۔ [6] فقہی عمومی مسائل [7] ایک جیسے دو الفاظ میں فرق۔ [8] ادبی و صرفی چٹکلے۔ [9] نحوی

ادبی چٹکلے۔ ⑩ مشہور ہستیوں کے اصل نام۔ ⑪ ائمہ اربعہ کے ہاں نماز کے فرائض۔

نوٹ: علم کی بارش کتاب چھپنے سے پہلے میاں صاحب کی کل تالیفات 15 بنتی ہیں۔اب چوں کہ علم کی بارش نامی کتاب میں چار مختلف رسائل جمع کر کے ایک کتاب کی شکل میں ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان والوں نے شائع کیا ہے۔اس لیے علم کی بارش گیارویں تالیف بنتی ہے۔

⑫ ...... گلدستۂ علم و عمل (ماہ نامہ "علم و عمل"، لاہور میں چھپنے والے 180 سے زائد مضامین کا مجموعہ) یہ کتاب 2009ء میں ہی مدرسہ سے ہی چھپی ہے۔

⑬ ...... "حیاتِ سرور" جو آپ کے ہاتھوں میں ہے۔اس کتاب میں میاں صاحب نے ماشاء اللہ بہت محنت وشوق ولگن کے ساتھ کام کیا جو اللہ کے فضل و کرم سے شائع ہو کر منظرِ عام پر آ چکی ہے۔

قارئین کرام سے سب کتابوں کی قبولیت کے لیے دُعاؤں کی درخواست ہے۔

⑭ ...... دینی نصاب: جو خواتین کے لیے 18 ضروری اور اہم مضامین پر مشتمل ماشاء اللہ جامع کتاب ہے جو ابھی زیرِ تالیف ہے۔اور میرے میاں صاحب کے بقول ان شاء اللہ تعالیٰ 11-11-11 کو 11 بج کر 11 منٹ اور 11 سیکنڈ تک ان شاء اللہ چھپ کر منظرِ عام پر آجائے گی۔اِس کتاب میں خواتین کو نہ صرف دینی معلومات ملیں گی بلکہ تجوید سے لے کر دین کے تمام شعبوں یعنی عقائد، عبادات، معاملات، معاشرات، اَخلاقیات سمیت بہت سے اہم ضروری مسائل خانہ داری، تربیتِ اولاد، اِصلاحِ باطن اور ضروری علومِ قرآنیہ اور خواتین سے متعلق چالیس احادیث اور بہت کچھ ان شاء اللہ اس کتاب کے لیے ذخیرہ کیا جا رہا ہے۔مگر بہت زیادہ بڑی اور موٹی کتاب نہیں ہوگی، مختصر اور ان شاء اللہ بہت جامع کتاب ہوگی۔مصروف خواتینِ اسلام کو اس کتاب کے پڑھنے کے بعد مزید کتابوں کی زیادہ ضرورت نہ رہے گی۔ اور ان شاء اللہ مرد حضرات کے لیے بھی بے انتہا مفید ثابت ہوگی۔

البتہ حکیم الأمّت حضرت مولنا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی تالیفات بہشتی زیور، مواعظ اور ملفوظات وغیرہ تو ترقی کے لیے ہر گھرانہ کو پڑھنے کی ضرورت رہے گی۔

قارئین کرام سے اس کتاب کی بسہولت تکمیل کے لیے خصوصی دُعاؤں کی درخواست ہے۔

حضرت صوفی صاحب کے چھوٹے اور تیسرے بیٹے:

میرے یہ دیور بھائی عبدالرحمٰن صاحب حضرت صوفی صاحب مدظلہ کے تیسرے بیٹے ہیں۔ان کی ولادت 1979ء میں ہوئی۔حضرت صوفی صاحب نے انہیں حافظِ قرآن بنا کر عالمِ دین بنانے کے لیے درجہ اُولیٰ ہی سے جامعہ اشرفیہ میں داخل کروادیا۔

1998ء کے آخر میں دورۂ حدیث سے فراغت پائی۔ مولنا عبدالرحمن صاحب نے پہلے اِصلاحی تعلق عارف باللہ حضرت ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب رحمہ اللہ سے قائم کیا (جوان کے سسرالی رشتہ میں دادا سسر ہیں)۔پھر حضرت ڈاکٹر صاحب کی وفات کے بعد عارف باللہ حضرت الحاج نواب عشرت علی قیصر صاحب دامت برکاتہم سے اِصلاحی تعلق قائم کیااور حضرت نواب صاحب نے انہیں خلافت سے بھی سرفراز فرمایا۔

حضرت صوفی صاحب نے اپنے چھوٹے بیٹے کی خواہش پر انہیں سبعہ عشرہ (دس قرأتوں) کا قاری بنایا۔عبدالرحمن صاحب نے فارغ التحصیل ہوتے ہی جامعہ اشرفیہ میں تدریسی خدمات شروع کیں۔اور عبدالرحمٰن صاحب نے ماشاءاللہ دو حج بھی کر لیے ہیں۔اور عالم بننے کے بعد عصری تعلیم پرائیوٹ طور پر ایف۔اے تک کر چکے ہیں۔

عبدالرحمن صاحب جامعہ عبداللہ بن عمر کے نائب مہتمم بھی ہیں اور ماشاءاللہ جامعہ اشرفیہ میں اچھے مدرّس ہونے کے ساتھ ساتھ اچھے خطیب بھی ہیں۔(سانده کی ایک مسجد میں جمعہ پڑھاتے ہیں)۔

اللہ تعالیٰ نے اُنہیں بہت سی نعمتوں سے نوازا ہے ایک کمی بہت محسوس ہوتی ہے 1999ء میں ڈاکٹر کلیم اللہ صاحب کی بیٹی کے ساتھ اُن کی شادی ہوئی اور تاحال اولاد نہ ہوئی۔ قارئین کرام سے دُعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ جلّ شانہ انہیں بھی نیک،صالح اولاد سے مالامال فرمادیں۔آمین ثم آمین

نوٹ: حضرت صوفی صاحب مدظلہ نے اپنے تین بیٹوں کو عالم اور ایک بیٹی کو عالمہ بنایا (مشکوٰۃ تک پڑھا یعنی بیٹی نے دورہ نہیں کیا)۔اور اپنی اولاد میں سے کسی کو بھی اسکول بھیج کر اسکول کی تعلیم نہیں دلوائی۔بلکہ دینی تعلیم ہی کو ترجیح دی۔

تحریر از: حضرت مولنا مفتی عبدالرحیم صاحب، کراچی
(مہتمم جامعۃ الرشید کراچی)

حضرت مولنا مفتی عبدالرحیم صاحب مدظلہ (مہتمم جامعۃ الرشید، کراچی) خلیفۂ مجاز حضرت مولنا صوفی محمد سرور صاحب دامت برکاتہم سے مضمون بھیجنے کی فرمائش کی گئی مگر چوں کہ اب وہ کچھ عرصہ سے مختلف عوارض کی بنا پر لکھنے کے معمول سے دور ہیں اس لیے انہوں نے اپنی یادداشتیں مولنا سید عدنان کاکاخیل صاحب کو قلم بند کروائیں۔

حضرت مولنا صوفی محمد سرور صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے متوسلین ومعتقدین کے لیے یہ بات ایک خوش گوار حیرت کا باعث ہے کہ حضرت والا کی مبارک زندگی کے پاکیزہ حالات مرتّب ہوکر چھپنے جا رہے ہیں۔ حضرت والا کے ہاں جس غایت درجہ کا اخفائے حال، عزلت نشینی اور خمولت کا اہتمامِ بلیغ پایا جاتا ہے اس کو دیکھتے ہوئے بظاہر ان مبارک حالات کے ظاہر ہونے کی اُمید نہ تھی مگر قابلِ صد مبارک باد ہیں۔ حضرت والا کے خلف الرشید اور ہمارے مخدوم زادہ حضرت مولنا محمد عتیق الرحمن صاحب زید مجدہم کہ ان کی سعی وکوشش کے نتیجہ میں آج تشنگانِ علم ومعرفت کی تسلی کا ایک بڑا سامان مہیا ہونے جا رہا ہے۔

حضرت والا کے ساتھ اس ناچیز کے خادمانہ تعلق کو تیس برس (سال) سے زائد ہو چلے ہیں۔ اپنی رسمی تعلیم کے آخری تین سالوں میں حضرت سے تلمذ (شاگردی) کی سعادت بھی میسر ہوئی۔ ان تین سالوں میں حضرت سے حدیث شریف، فقہ، اُصولِ فقہ، تفسیر، منطق اور فلسفہ کی کئی کُتب پڑھنے اور تجوید وقرآت کے اسباق میں بیٹھنے کا موقعہ ملا۔ اس میں کوئی مبالغہ نہ ہوگا کہ اگر حضرت کو اپنے وقت کا "امام المدرسین" کہا جائے۔ منطق اور فلسفہ کی مشکل ترین کُتب کا درس حضرت اس سہولت و بشاشت سے دیتے تھے کہ غبی اور کند ذہن طلبہ کے پلے بھی بہت کچھ پڑ جاتا تھا۔ اور ذہین اور ذی استعداد طلبہ تو جھولیاں بھر بھر وصول کرتے تھے۔ پیچیدہ (مشکل) اور ادق (باریک) مسائل کو آسان ترین تعبیر میں سمجھانے والا ایسا مدرّس ان آنکھوں نے پھر نہیں دیکھا۔ حضرت کو درس وتدریس سے جو غیر معمولی تعلق ہے اس کا اظہار اس مقدّس پیشہ کی تمام جزئیات کے ساتھ ان کے غیر معمولی انصاف سے ہوتا ہے۔ اوّل تو زیرِ درس کتاب پر ان کے قابو اور گرفت کا اندازہ ہر ایک کو بخوبی ہو جاتا تھا۔ پھر

پڑھاتے وقت جو دل نشین طرزِ تدریس اور دماغ میں جاگزیں ہو جانے والی تعبیرات استعمال فرماتے تھے وہ سننے سے تعلق رکھتی ہیں۔ پھر درس گاہ میں حاضری کا غیر معمولی اہتمام حیران کن تھا۔

ہم نے دیکھا کہ سالہا سال گزر جاتے اور حضرت کے کسی سبق کا ایک دن کا بھی کوئی ناغہ نہ ہوتا تھا۔اس طرح درس گاہ سے باہر ایک خیر خواہ استاذ اور شفیق مربی میں جتنی شفقت ومحبت اور تعلق واپنائیت ہونی چاہیے حضرت میں اس سے بڑھ کر پائی۔ ہر طالب علم یہ سمجھتا تھا کہ حضرت کو سب سے زیادہ تعلق مجھ سے ہے۔حضرت باوجود اپنے رُعب وجلال کے ایسے ایسے طریقوں سے طلبہ کی دل داریاں فرماتے اور ایسی ایسی نوازشات ہوتیں کہ ساری زندگی بھلائے نہیں بھول سکتیں۔اس لیے دیکھا گیا کہ طلبہ کو اساتذہ سے محبت تو ہوتی ہے مگر حضرت سے عشق کی حد تک تعلق ہوتا تھا۔اور حضرت کے درس میں بیٹھے ہر ہر طالب علم نے اپنے اپنے ظرف کے بقدر خوب خوب استفادہ کیا اور نصیب والے تو جھولیاں بھر بھر کر لے کر گئے۔

حضرت والا کو اس آخری دور کی ان معدودے چند شخصیات میں گنا جائے گا جن کی عالمانہ شان اور عارفانہ شان ایسی باہم بندھ گئی ہیں کہ ایک کو دوسرے سے جدا کرنا ممکن نہیں رہا۔اور کس ایک کو دوسرے پر غالب قرار دیا جائے یہ فیصلہ آسان نہیں۔حضرت کے علم پر معرفت (پہچان) اور معرفت پر علم کا ایسا رنگ ہے جو اس زمانہ میں کم یاب ہی نہیں تقریباً نایاب ہے۔

حضرت کا شمار حضرت مفتی محمد حسن صاحب امرتسری رحمہ اللہ کے بڑے خلفاء میں ہوتا ہے حضرت مفتی صاحب حکیم الأمّت مجدّد الملّت حضرت مولٰنا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے مخصوص خلفاء میں شمار کیے جاتے ہیں۔

حضرت حکیم الأمّت نے اپنے جن خلفاء ومجازین کے طریق تربیت پر کامل اطمینان کا اظہار فرمایا تھا اس مختصر فہرست میں حضرت مفتی صاحب کا اسمِ گرامی بھی تھا۔ہمارے حضرت صوفی صاحب دامت برکاتہم اسی سلسلہ کے جان نشین اور بزم اشرف کے روشن ترین چراغ ہیں۔اگر حضرت حکیم الامّت کے طریق، اصلاح، مسلک ومشرب اور خانقاہ تھانہ بھون کا مزاج مذاق جاننا ہو تو حضرت صوفی صاحب دامت برکاتہم کو دیکھا جا سکتا ہے۔اس ناچیز نے حضرت کا وہ دور بھی دیکھا ہے جب حضرت کے اوقات زیادہ تر علمی مشاغل میں صرف ہوتے تھے اور اِصلاح وارشاد کا حلقہ خاصا محدود تھا۔آج بھی یہ احساس مشام جان کو معطر کر دیتا ہے کہ اس دور میں ہم

حضرت کی انفرادی توجہ اور خاص شفقت و کرم کے مورد رہے ہے۔ اب تو ماشاء اللہ اہل علم کی ایک بہت بڑی تعداد اور اہلِ ایمان کا ایک جم غفیر حضرت کے دامن سے وابستہ ہے۔ ہمارے بیشتر (بہت زیادہ) اکابر کا یہی طریقہ رہا ہے کہ جوانی میں تعلیم و تعلم اور افتاء و تدریس کے مشاغل کو اولیت دی اور پیری (بڑھاپے) میں اصلاح وارشاد اور سلوک و معرفت کے میدان زیادہ توجہ کے مستحق ٹھہرے۔

حضرت والا کو جو حذاقت و مہارت تدریس میں حاصل ہے وہی غیر معمولی مہارت اور مجتہدانہ بصیرت سلوک و معرفت کے میدان میں بھی حاصل ہے۔ حضرت والا سالک کو جس خوبی و سہولت کے ساتھ اس راہ کی مشکل گھاٹیاں عبور (پار) کراتے ہیں وہ اہلِ تعلق ہی جانتے ہیں۔ یہاں فقط ''اراءۃ الطریق'' پر اکتفا نہیں بلکہ ''ایصال الی المطلوب'' کا اہتمام ہے۔

اِسی طرح مرید کی لغزشوں اور کوتاہیوں پر تنبیہ اور باز پرس کا ایسا انداز ہے کہ وہ اس کے لیے دوائے شافی بن جاتی ہے۔ اس ناچیز پر بھی بعض مواقع پر حضرت کی گرفت اور پکڑ آئی مگر آج جب وہ یاد آتی ہے تو ہر بن منہ سے حضرت کے لیے دُعا نکلتی ہے کہ کسی طرح ہم کو ٹھوکریں کھانے سے بچالے گئے۔ اسی طرح حالات کے بھنور میں پھنسے ہوئے متوسلین کو اس انداز میں تسلی دیتے ہیں اور ان کے مسئلہ میں اس دل سوزی اور جگر کاوی سے شریک ہوتے ہیں کہ ان کا آدھا غم وہیں ختم ہو جاتا ہے۔

حضرت والا کو اللہ تعالیٰ نے ماشاء اللہ غیر معمولی مقبولیت اور محبوبیت سے نوازا ہے۔ عقیدت مندوں اور کفش برداروں کا ایک جمِ غفیر حضرت سے وابستہ ہے مگر بایں ہمہ جس تواضع وانکساری اور عزلت و خمولت میں زندگی گزری ہے اس نے اسلاف کی یاد تازہ کر دی ہے۔ یوں لگتا ہے کہ حضرت کو اپنے مرتبہ وجاہ کا کبھی وسوسہ بھی نہیں آیا اور خصوصاً جس ادارہ سے حضرت سب سے زیادہ وابستہ رہے یعنی جامعہ اشرفیہ اس کے اکابر واصاغر اس بات کی گواہی دیں گے کہ حضرت نے اپنی غیر معمولی مرجعیت و مقبولیت کے سہارے کبھی کسی مسئلہ یا انتظامی فیصلہ پر اثر انداز ہونے کی کوشش نہیں کی یہ بات پڑھنے والوں کو شاید بہت غیر معمولی محسوس نہ ہو مگر اہلِ تجربہ گواہی دیں گے کہ یہ اخلاق و کردار کی کتنی اُونچی سطح ہے اور اس زمانہ میں کس طرح کبریت احمر کی طرح نایاب ہے۔

اس ناچیز کو حضرت کی زندگی کے ایک اور گوشہ سے واقفیت کا موقع ملا۔ جامعہ اشرفیہ میں طالب

علمی کے دوران حضرت کے گھریلو خادم کی حیثیت سے گھر کا سودا سلف لانا بندہ سے متعلق رہا۔اس دوران حضرت کی انتظامی شان اور حسن معاملہ کا خوب تجربہ ہوا۔حساب و کتاب کی صفائی اور معاملات کی درستگی اور راستگی کا جو معاملہ دیکھا اس سے پتہ چلا کہ حضرت کو انتظامی اُمور سے بھی غیر معمولی مناسبت ہے مگر علم و عرفان کی مصروفیتوں نے اس انتظامی شان پر پردہ ڈالے رکھا۔اس طرح مختلف مواقع پر اختلافی معاملات کے فیصلہ جس بے دار مغزی اور جرأت سے فرمائے اور بڑے اُلجھے ہوئے معاملات جس خوبی سے سلجھائے وہ اس صلاحیت کے شاہد عدل ہیں۔

اِس ناچیز کے حضرت سے تعلق کو تیس برس سے زائد بیت چکے ہیں۔جس وقت حضرت کا ہاتھ تھاما تو میری عمر بمشکل سولہ سترہ سال ہوگی۔اس طویل مدت میں زندگی میں بہت نشیب و فراز آئے مگر ہر ہر موقع پر حضرت کی رہنمائی اور سرپرستی میسر رہی۔بندہ کے پاس حضرت کے تین سو سے زائد مکتوبات کا ذخیرہ موجود ہے۔آج جب بھی ان مکتوبات پر نظر ڈالتا ہوں تو سوچتا ہوں کہ کیسے کیسے کٹھن مواقع پر حضرت نے کیسی درست اور دور رس رہنمائی فرمائی۔

احباب کا اِصرار ہے کہ یہ ذخیرہ حضرت کی روحانی امانت ہے لہٰذا ان خطوط کی اشاعت کا اہتمام کیا جائے تو یہ حضرت کے متوسلین اور اہلِ تعلق کے لیے ایک بڑی نعمت ہوگی۔

دُعا فرمائیں اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق عنایت فرمائی تو ان خطوط کے ساتھ ساتھ حضرت کے زیرِ سایہ گزری اس طویل مدّت کے تجربات و مشاہدات بھی سپردِ قلم کرنے کو جی چاہتا ہے۔

جیسا کہ شروع میں عرض کیا تھا کہ آج حضرت کے متعلقین شاداں و فرحاں ہیں کہ حضرت کے حالاتِ زندگی اُمت کے سامنے آرہے ہیں۔اور یہ کتنی غیر متوقع اور بظاہر بعید بات ہے اس کا اندازہ اسی کو ہوسکتا ہے جس کو حضرت کے ساتھ کچھ وقت گزارنے کا موقع ملا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے اس سعادت کے علاوہ بھی ہمارے مخدوم زادہ مولنا محمد عتیق الرحمن صاحب زید مجدہم کو بہت نوازا ہے۔ان کا قائم کردہ مدرسہ جامعہ عبداللہ بن عمر ماشاء اللہ تھوڑی مدت میں ملک کے بہترین مدارس کی صف میں کھڑا نظر آتا ہے۔اسی طرح ان کے ہاں سے شائع ہونے والے ماہ نامہ علم و عمل، لاہور نے بھی ماشاء اللہ مختصر وقت میں بڑی مقبولیت حاصل کی ہے۔الحمدللہ ان کی کامیابیوں کو دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کو مزید رفعت و بلندی اور ان کے کام کو قبولیت و مقبولیت سے نوازے۔آمین

تحریر از: جناب محمد عثمان رمضان صاحب، لاہور

فیضانِ سروری کی ایک جھلک:

حیاتِ سرور میں میرے تأثر کا اظہار شاید کہ میری حیات کی سروری بن جائے۔ اِسی اُمید کو لیے قلم کے سہارے، الفاظ کی شکل میں اس مضمون کو اپنے احساسات وخدمات کا ترجمان بنا رہا ہوں۔

گردشِ لیل ونہار (دِن اور رات کی گردش) کو دُھندلا نہ کرسکے گی اُن چہروں میں سے ایک تاب ناک چہرہ حضرت شیخ الحدیث مولنا صوفی محمد سرور صاحب دامت برکاتہم وفیوضھم کا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے جو دِین کا کام لے رہے ہیں۔ وہ روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ یقیناً آپ قطبِ دوراں ، جبالِ علم اور فیضِ مجسّم ہیں۔

ایک طرف آپ کے سلسلۂ علمِ حدیث سے لوگ بھر بھر کے جام نوش فرما رہے ہیں تو دوسری طرف آپ کے سلسلۂ طریقت سے بھی لوگ بھر بھر کے دامن تر کیے جا رہے ہیں۔ اگر عطشانِ علم (علم کے پیاسے) آپ کے درسِ حدیث سے دقیق نکات اور علمی جواہر سمیٹ رہے ہیں تو اصلاح کے متلاشی بھی آپ کی مجالسِ تزکیہ سے فیض یاب ہو رہے ہیں

آپ سے پھوٹنے والے چشموں سے نہ جانے کتنے تشنہ لب سیراب ہو رہے ہیں اور آپ سے پھیلنے والے فیض کی کرنوں سے نہ جانے کتنے قلوب منوّر ہو رہے ہیں۔

آپ کے روحانی سلسلہ کی برکات اور گراں قدر علمی خدمات کو کون فراموش کرسکتا ہے۔؟ آپ کے نخلستانِ علم وعرفان کا ایک ثمر آور درخت اور آپ کے بحرِ فیوض کا ایک شیریں گھاٹ جامعہ عبداللہ بن عمر، لاہور بھی ہے۔ راقم نے اِسی گھاٹ سے اپنی روحانی پیاس بجھائی اور اسی شجرِ طیّبہ کے ثمرات سے اپنی علمی بھوک مٹائی ہے۔

یہ بات آپ کو معلوم ہے کہ بے مے نوش ہی ساقی ، جام اور میخانہ کی قدر اور پھل خور ہی پھل کا ذائقہ بتا سکتا ہے۔

جامعہ عبداللہ بن عمر صرف علوم وفنون کا مرکز ہی نہیں ، جہاں علوم پڑھائے اور فنون سکھائے جاتے ہوں بلکہ عملی زندگی کی آماجگاہ بھی ہے جہاں پر سیرت وکردار کی تعمیر ہوتی ہے۔

یہ وہ درس گاہ جس کی بنیاد حضرت شیخ الحدیث مولنا صوفی محمد سرور صاحب دامت برکاتہم وفیوضہم نے رکھی اوران ہی کی سر پرستی میں آج بھی یہ درس گاہ علمی وعملی خدمات سرانجام دے رہی ہے۔(الحمدللہ)

یہ درس گاہ کئی خصوصیات کی حامل ہے۔جن میں سرِ فہرست اس درس گاہ کا منفرد نظم ہے جس کا سہرا حضرت مولنا صوفی محمد سرور صاحب مدظلہ کے فرزندِ ارجمند حضرت مولنا محمد عتیق الرحمن صاحب کے سر پر ہے۔

اِس درس گاہ کے قوانین وضوابط ماشاءاللہ مضبوط اور پختہ ہوتے ہیں۔جو بلا عذر شرعی کے درس گاہ کا قانون نہیں ٹوٹتا بلکہ اس میں لچک بھی نہیں آتی،اور کوئی خاص وعام اس قانون اور ضابطہ کے دائرہ سے باہر نہیں نکل سکتا،ہر ایک پر بلا امتیاز اس قانون کی پابندی لازم ہے۔اوراسی قانون کی پاس داری میں جامعہ کے نظم کا راز مضمر ہے،جو اس درس گاہ کا طرّۂ امتیاز ہے۔

اس درس گاہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہاں صرف نقوش ہی نہیں پڑھائے جاتے بلکہ ان نقوش کے وجود کا اہتمام بھی کیا جاتا ہے۔

میرا مطلب یہ ہے کہ یہاں علمی تعلیم کے ساتھ ساتھ عملی تربیت بھی دی جاتی ہے بلکہ عملی تربیت کو علمی تعلیم پر ترجیح حاصل ہے۔(الحمدللہ)اوراس کے لیے ہفت روزہ اس جامعہ کے ناظم صاحب کا درسِ حدیث اور مجلسِ تصفیہ ہوتی ہے اور ماہانہ کسی محترم بزرگ اور جامعہ کے اساتذہ کے بیانات ہوتے ہیں۔طلباء میں اکابرین کے علمی ذوق اور عملی شوق پیدا کرنے میں نتیجہ خیز ثابت ہوتے ہیں۔

میری خواہش ہے کہ ہر دینی ادارہ (مدرسہ) میں یوں ہی اِصلاحی بیانات کا سلسلہ جاری ہونا چاہیئے۔اللہ تعالیٰ میری اور طالبین کی دُعا قبول ومنظور فرمائیں۔آمین

اوراس درس گاہ کی ایک خصوصیت اس درس گاہ کے ہونہار اساتذہ ہیں جو اپنی مثال آپ ہیں۔اور فارسی کے اس مقولہ

ع ہر گلِ رارنگ بوئے دیگراست

کا مصداق ہیں۔

وہ بے ربط اساتذہ نہیں ہیں جن کا تعلق طلباء سے صرف اسباق پڑھانے کی حد تک محدود ہو بلکہ طلباء سے اس درس گاہ کے اساتذہ کے تعلق کی مثال باپ اور بیٹے کی ہے۔

ہر استاذ صاحب بیک وقت ہر طالب علم کا معلّم بھی ہے اور مشفق بھی، محسن بھی ہے، اور ان کی خداداد صلاحیتوں کا اندازہ دورانِ اسباق لگایا جا سکتا ہے۔ جب مغلق مقام حل اور عُقدے واہ ہوتے جاتے ہیں اور علمی جواہرات بٹورنے کو ملتے ہیں، اور اسباق دورانِ اسباق ہی میں یاد ہو جاتے ہیں۔

اِس درس گاہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس درس گاہ کو امام الصّرف والنحو استاذِ محترم حضرت مولنا محمد حسن صاحب مدظلہ جیسی نابغۂ رزوگار ہستی کی خدمات حاصل ہیں۔ جو ابتدائی درجات کے طلباء کو صرف ونحو کا اجراء وغیرہ کرواتے ہیں اور طلباء اُن سے علمی پیاس کے ساتھ ساتھ روحانی پیاس بھی بجھاتے ہیں۔

اور اب میں اس درس گاہ کا تعلیمی منظر پیش کرنا چاہتا ہوں جو صرف خیالاتی نہیں بلکہ حقیقت پر مبنی ہے۔ اس درس گاہ کے طلباء کے مطالعہ کا منظر شہرِ خموشاں کی تصویر کشی کرتا ہے۔ جیسے کسی فرسودہ کوہستان میں خموشی چھائی ہو اور سناٹے کا راج ہو۔

مطالعہ کے دھنی طلباء کی گردنیں کتاب پر جھکی اور نظریں عبارات پر ٹکی اور سوچ دُنیا و مافیھا سے کٹی ہوتی ہے۔ اور وہ مطالعہ کی خوب گہرائیوں میں غوطہ زن ہو کر زمرد و یاقوت اور لعل و پکھراج تلاش کر رہے ہوتے ہیں۔

اور تکرار میں بھی عجیب سماں ہوتا ہے کہیں قال اللہ کی صدائیں گونج رہی ہیں تو کہیں قال الرّسول ﷺ کی حسین نوائیں بازگشت کر رہی ہیں۔ کہیں فقہ کے پیچیدہ مسائل حل ہو رہے ہیں تو کہیں فقہ کے اصولوں پر غور و خوض ہو رہی ہے، کہیں نحو کی پہیلیاں بوجھی جا رہی ہیں تو کہیں صرف کے صیغے نکالے جا رہے ہیں، کہیں منطق کے قواعد کا انطباق ہو رہا ہے تو کہیں فلسفہ کی اُلجھی ہوئی گتھیاں سلجھائی جا رہی ہیں۔

فیضانِ سرور عنوان میں تو اب ماشاء اللہ حضرت کا جاری کردہ رسالہ ماہ نامہ ''علم وعمل'' لاہور، نمایاں تبلیغی و دینی خدمات الحمدللہ سرانجام دے رہا ہے۔ جس سے الحمدللہ دور بیٹھے حضرات بھی حضرت کے فیضان سے جھولیاں بھر رہے ہیں۔ یہ رسالہ ماشاء اللہ اپنی مثال آپ

ہے کہ اس کے شمارہ سے ہی نہیں بلکہ اس کے ہر شمارہ کے ہر صفحہ کی ہر سطر سے قارئین کرام ماشاء اللہ فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔

اور آخر میں دُعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولنا صوفی محمد سرور صاحب مدظلہ کے لگائے ہو اس پودے کو تا قیامت سر سبز و شاداب رکھے اور اس کے فیضان کو عام رکھے، اور اللہ تعالیٰ حضرت کی اس تبلیغی خدمات کو جاری و ساری رکھیں اور اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرمائیں اور اللہ تعالیٰ حضرت اور حضرت کی اولاد اور حضرت کے شاگرد و متعلقین کی تمام لغزشات کو ختم فرما کر سب کو اپنی رحمتِ خاصہ عنایت فرما دیں۔

آمِیْنَ ثُمَّ آمِیْنَ یَارَبَّ الْعَالَمِیْن

علامہ عمر نسفی رحمہ اللہ کے اشعار

رَبِّیَ اللّٰہُ لَا اِلٰہَ سِوَاہُ   وَ رَسُوْلِیْ مُحَمَّدٌ مُّصْطَفَاہُ
وَ وَلِیِّ کِتَابُ رَبِّیْ وَ دِیْنِیْ   ھُوَ مَا اخْتَارَہُ لَنَا وَ ارْتَضَاہُ
مَذْھَبِیْ مُرْتَضٰی وَّفِعْلِی ذَمِیْمٌ   اَسْئَلُ اللّٰہَ عَفْوَہُ وَ رَضَاہُ

اِن اشعار کا خلاصہ حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب دامت برکاتہم نے یوں بیان فرمایا ہے۔

مرے پرودگار اللہ میاں ہیں   میرے آقا رسول کل جہاں ہیں
کتاب و دین میرے سب پر عیاں ہیں   معافی چاہتے ہیں ہم ہر زماں ہیں

الله   الله   الله

تحریر از: مولنا سیف اللہ لودھی صاحب، لاہور (خلیفہ مجاز حضرت صوفی صاحب مدظلہ)

میں دِین کی طرف کیسے آیا؟

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَتْبَاعِہٖ اَجْمَعِیْنَ. اَمَّا بَعْدُ

﴿سیّدی ومولائی مصلح الاُمّت شیخ الحدیث حضرت مولنا صوفی محمد سرور صاحب دامت برکاتہم﴾

میرے ابتدائی حالات:

حضرت والا کے بڑے بھائی صاحب حضرت مولنا محمد انور صاحب رحمہ اللہ بڑے صاحبِ کشف وکرامت بزرگ تھے۔ ان کے ذریعہ حق تعالیٰ نے میرے والد صاحب رحمہ اللہ کو ہدایت اور دِینی ترقی نصیب فرمائی۔

والد صاحب رحمہ اللہ کی وفات کے بعد ہم نے دُنیاوی ترقی تو بہت کی لیکن دِینی ترقی میں اپنی رفتار برقرار نہ رکھ سکے۔ اسی دوران میں نے بینک کی نوکری اختیار کرلی، غلطی کا احساس ہوا تو دِل ودماغ دین کی طرف مائل ہوگئے اور شیخِ کامل کی ضرورت محسوس ہوئی۔

حضرت والا سے اصلاحی تعلق کی ابتداء کیسے ہوئی؟

ایک دوست سے معلوم ہوا کہ جامعہ اشرفیہ میں حضرت والا کا بیان جمعہ کو ہوتا ہے۔ میں بیان سننے کے لیے حاضر ہوا چہرہ مبارک پر نگاہ پڑتے ہی محسوس ہوا کہ مقصود یہی ہیں۔ حضرت والا فرمارہے تھے ''انسان کو دُنیا میں دو حالتیں پیش آتی ہیں کہ کام مرضی کے مطابق ہوگا تو شکر کرے۔ شکر عبادت ہے اور اُس سے ثواب ملے گا۔ یا کام مرضی کے خلاف ہوگا تو صبر کرے، صبر بھی عبادت ہے اس سے بھی ثواب ملے گا''۔

غرض حضرت والا کے بیان سے زندگی کے مقصد کے بارے میں معلوم ہوا کہ ہمارا دُنیا میں آنے کا مقصد کیا ہے؟

دِین اِسلام کے بارے میں اتنی آسان اور حقیقی تشریح فرمائی کہ پہلے کبھی نہ سنی تھی۔

بیان بڑا علمی اور بڑا مدلّل تھا اور نہایت عام فہم تھا۔ ارادہ کیا کہ حضرت والا سے اِصلاحی تعلق قائم کرلوں۔ اسی مقصد کے لیے مولنا محمد انور صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دِل میں ایک بات تھی کہ حضرت والا صاحبِ کشف وکرامت بزرگ ہیں نوکری کے بارے میں کہیں سوال نہ کرلیں۔

بس حضرت والا نے مجھ سے بات شروع کرتے ہی میرے کام کے بارے میں ہی سوال کیا مجھے یقین ہوگیا کہ حضرت والا کا مقام علوم ظاہر وباطن میں بڑا اُونچا ہے اور بڑے عہدہ پر فائز ہیں۔ حضرت والا نے میری اصلاحِ باطن قبول فرمالی۔

حضرت والا کی صحبت میں گزرا ہوا وقت تقریباً 20 سال:

دورانِ اِصلاح حضرت والا کی شخصیت کے مختلف پہلو اُجاگر ہوتے رہے۔ جن میں ایک ان کی شفقت واِخلاص اور انسانی ہمدردی ہے۔ حضرت سے زیادہ شفیق وہمدرد میں نے کوئی اور نہیں دیکھا۔ علومِ دین سے حضرت والا کی محبت انتہاء درجہ کی ہے۔ اور یہی حضرت والا کا فیضِ خاص ہے۔ حضرت والا نے بے شمار لوگوں کو دینی علوم سیکھنے کا مشورہ دیا اور آپ کی دُعاؤں سے اللہ تعالیٰ نے اُن کو عالم، مفتی بننے کی توفیق عطا فرمائی۔ مجھے بھی مشورہ دیا کہ نوکری چھوڑ کر پڑھنا شروع کرو۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کی دُعائیں قبول فرمائیں اور مجھے نوکری چھوڑنے کی توفیق عطا فرمادی اور درسِ نظامی میں داخلہ مل گیا۔

حضرت والا کا ایک خصوصی فیض یہ بھی ہے کہ متعلقین کو فوت شُدہ حقوق اللہ اور حقوق العباد پورے کرنے کی توفیق ہوجاتی ہے۔ جیسا کہ مجھے کئی سالوں کے حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے کی توفیق ہوئی۔

حضرت والا کے حُسنِ خُلق میں سے ایک مہمان نوازی ہے:

حضرت والا کے ساتھ ایک مرتبہ شاہ کوٹ کا سفر کیا اور دوسری مرتبہ فیصل آباد کا۔ شاہ کوٹ میں حضرت والا کے بڑے بھائی کا گھر تھا جہاں حضرت والا ٹھہرے، حضرت والا نے پہلے مجھے بٹھایا پھر خود تشریف فرما ہوئے، پہلے مجھے کھانا کھانے کا حکم دیا پھر خود تناول فرمایا۔ یہاں تک کہ آرام کے موقع پر بھی پہلے مجھے آرام کرنے کا حکم دیا اور پھر خود آرام فرمایا۔ میری

ایسی مہمان نوازی فرمائی جیسے والد اپنے بیٹے کا خیال رکھتا ہے۔

حسنِ خُلق میں حضرت والا کی تواضع اور بیمار پُرسی:

میں ایک مرتبہ بیمار ہوا دورانِ بیماری ایک خواب دیکھا، حضرت کو تعبیر کے لیے خواب تحریر کیا۔ کیوں کہ حضرت والا خواب کی تعبیر کے ماہر بھی ہیں۔ دورانِ بیماری ایک دِن دروازہ پر دستک ہوئی، گھر سے کسی نے پوچھا کون ہیں؟ حضرت والا کی آواز سنائی دی فرمایا ''محمد سرور'' یعنی حضرت والا اکیلے میری عیادت کے لیے تشریف لائے۔ عیادت بھی سُنّت کے مطابق فرمائی۔ ایک لفظ بھی ضرورت سے زائد نہ فرمایا۔

حسنِ خُلق میں حضرت والا کا صبر فرمانا:

مولٰنا محمد عتیق الرحمٰن صاحب مدّ ظلہ العالی کی والدہ ماجدہ (پیرانی صاحبہ) رحمہا اللہ کی اچانک وفات پر اور مولٰنا محمد انور صاحب رحمہ اللہ کی وفات پر اور حضرت والا کے داماد لائق صاحب رحمہ اللہ کی اچانک عین جوانی میں حادثاتی موت پر حضرت والا نے جس طرح صبر فرمایا وہ حضرت والا کے بڑے صاحبِ حال ہونے کی علامت ہے۔

حضرت والا کے کمالات:

سیّدی ومولائی مصلح الاُمّت شیخ الحدیث حضرت مولٰنا صوفی محمد سرور صاحب بلاشبہ مجدّدِ وقت، مصلح الاُمّت، غزالی وقت ہیں۔ آپ کی شانِ تربیت وارشاد علماءِ متقدّمین جیسی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو منصب آپ کو دیا ہے اس کے لیے جو دو چیزیں بہت ضروری ہیں وہ بھی عطا کیں:

اوّل حضرت والا طالبین کی استعداد اور خصوصیاتِ مزاج کو پہچاننے میں مہارت، تامّہ رکھتے ہیں۔ **دوم** حضرت والا میں شانِ ارشاد وتربیت علی وجہ الکمال موجود ہے۔ آپ عبادات کے علل وامراض اور ان کے طرقِ معالجات سے بخوبی ماہر وواقف ہیں۔ اور مریدوں کو ان اُمور کی تعلیم پر کاربند کرتے ہیں۔ اور بوقتِ ضرورت تدبیر سے بھی کام لیتے ہیں کیوں کہ شیخ ومرید میں طبیب ومریض کا سا تعلق ہوتا ہے۔ آپ کی عظمتِ شان آپ کی شانِ ارشاد وتربیت ہی سے معلوم ہوتی ہے۔

حضرت والا کو علومِ نقلیہ وعقلیہ پر بھی نہایت عبور حاصل ہے۔ جن میں علم الحدیث،

علم التفسیر، علم الفقہ ،علمِ اُصول حدیث ،علمِ اصول فقہ،علم العقائد،علم المنطق،علم الفلسفہ،علم المعانی ،علم البیان،علم البدیع،علم التجوید للقرآن،علمِ ترتیل القرآن،علم القرآت خاص ہیں۔

درسِ بخاری شریف وابوداؤد شریف سننے والوں پر ایسی کیفیت طاری ہوجاتی ہے کہ گویا وہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دور میں موجود ہیں۔ دورانِ درس حضرت والا مشکل سے مشکل مسائل کو نہایت آسان اور عام فہم طریقہ سے طلباء کے ذہن میں اتار دیتے ہیں۔

الغرض حضرت کی شفقت ومحبت، ہمدردی، رہنمائی اور دُعاؤں سے میری مذہبی، معاشی، معاشرتی زندگی میں ایسا انقلاب آیا کہ جاہلیّت سے نکال کر اللہ تعالیٰ نے درسِ نظامی پڑھنے کی توفیق عطا فرمادی۔

حضرت والا کا وجودِ مسعود نہ صرف اہلِ پاکستان کے لیے بلکہ پوری دُنیا کے لئے باعثِ برکت ورحمت ہے۔ عام آدمی کے لیے جہاں حضرت کی مجالس نفع مند ہیں وہاں اہلِ علم (علماء) کے لیے بھی خصوصی نفع کی حامل ہے۔

دُعا ہے کہ حق تعالیٰ حضرت والا کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر قائم ودائم رکھے تاکہ ایک جہاں حضرت والا رُوحانی وعلمی فیوض سے مستفید ہوتا رہے۔ آمین وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ.

تحریر از: جناب حماد یوسف صاحب، (ایم۔بی۔اے لاہور یونیورسٹی)

آہ.....میری زندگی کس کی نظر اور صحبت سے بدلی؟

حضرت والا کا احقر کی زندگی میں آنا ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ احقر جن لوگوں میں پہلے رہتا تھا، وہاں تو لوگ ایک بندہ کو خدا کہتے تھے۔ مگر جب پہلی مرتبہ اعتکاف کی نیّت سے جامعہ اشرفیہ آیا تو حضرت والا کی دس دن کی بابرکت صحبت اور مجالس سے اتنا دل پر اثر ہوا کہ میری زندگی کا رُخ ہی بدل گیا اور دل کے عزائم مکمل تبدیل ہوچکے تھے پہلے ہر وقت دل میں اکثر گناہ کا خیال اور بری صحبت کے اثرات دل میں گردش کرتے رہتے تھے۔

اب حضرت والا کی صحبت اور اعتکاف کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے دل کی دُنیا ہی بدل دی اور دل منوّر ہونے لگا۔ نیکی کی طرف طبیعت کا میلان اور گناہ سے طبیعت کی ہچکچاہٹ اور

لغزش پر شرمندگی کا ہونا شروع ہوا۔ بندہ اعتکاف میں بے ریش آیا تھا اور اعتکاف سے واپسی پر حضرت والا کی صحبت کی برکت سے مسنون ڈاڑھی رکھنے کی اللہ تعالیٰ نے توفیق دی۔ اور پہلے نماز ہی کا خاص خیال نہ تھا جب کہ حضرت کی صحبت کے بعد تمام نمازیں باجماعت ادا ہونے لگیں اور نظر کی حفاظت کا اہتمام اور ذکر کی توفیق ہونے لگی۔ درحقیقت حضرت والا کی صحبت کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے بندہ کو ایسی پرسکون اور چین والی زندگی سلسلہ سے منسلک ہونے کے بعد نصیب فرمائی جو یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی حیاتِ طیّبہ محسوس کرتا ہوں جس کا پہلی زندگی میں تصوّر بھی نہ تھا۔

بندہ کا حضرت والا سے تعلق کے بعد اللہ تعالیٰ نے عزیز واقارب میں ظاہری عزّت ومحبت میں بھی اضافہ فرمایا اور بندہ نے کھلی آنکھوں یہ محسوس کیا کہ دین میں آنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ظاہری طور پر بھی بڑی بڑی مشکلات حل کر دیں۔ اور دُنیا میں بڑی عزّت دی۔

حضرت کی خاص کرامت:

احقر اور بعض ساتھیوں نے حضرت والا کی کرامات میں سے ایک کرامت یہ محسوس کی کہ جب بھی ہمیں کسی معاملہ میں کوئی مسئلہ یا اشکال درپیش ہوتا تو اس کا حل حضرت ہی کے وعظ (بیان) اور مجلس سے مل جاتا، خود سے سوال نہ کرنا پڑتا۔ نیز بندہ نے حضرت والا کی خاص کرامت یہ بھی دیکھی کہ حضرت کی زندگی میں ہر ہر چیز شریعت وسنّت کے عین مطابق ہے کوئی کام بھی خلافِ شریعت نہیں ہے۔

واقعی بندہ نے واضح طور پر زندگی کا حقیقی لُطف حکیم الاُمّت مجدّد الملّت حضرت مولٰنا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے سلسلہ سے منسلک عظیم بزرگ حضرت صوفی صاحب دامت برکاتہم سے اِصلاح کا رابطہ قائم کرنے کے بعد ہی پایا۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ

اور یہ وہ بابرکت سکون ہے جس کو الفاظ میں بیان کرنا میرے لیے بہت دشوار ہے۔

واقعۃً زندگی کا اصل لُطف اور سکون اللہ والوں سے صحیح رابطہ قائم کرنے کے بعد ہی حاصل ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے محبوب مرشد ومحسن شیخ کو طویل عمر صحت وعافیت اور سلامتی ایمان کے ساتھ نصیب فرمائے اور حضرت کی اولاد مع تمام متعلقین کو حضرت صوفی صاحب اور حکیم الاُمّت کے صحیح نقشِ قدم پر چلائے جو کہ سنت کے عین مطابق ہے۔ آمین ثم آمین

تحریر: از حضرت مولنا محمد یوسف خان صاحب، اُستاذ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

بہترین مدرّس بننے کے لیے مشعلِ راہ ایک عظیم اُستاذ صاحب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ

ایک طالب علم اور ایک ابتدائی مدرّس کی حیثیت سے یہ بات ذہن میں آتی ہے کہ ایک بہترین استاذ کی کیا خصوصیات ہونی چاہییں۔ اور ایک بہترین مدرّس کیسے بنا جاسکتا ہے؟ اس کے لیے انسان مختلف کتابوں کا مطالعہ کرتا ہے۔ کسی کتاب میں اساتذہ کے لیے ہدایات ملتی ہیں۔ کسی کتاب میں کسی بہترین استاذ کی خصوصیات سوانح کی صورت میں ملتی ہیں۔ لیکن ان تمام خصوصیات کا مطالعہ کرنے کے بعد انسان اپنے اردگرد ایسے استاذ کو تلاش کرتا ہے جس میں وہ خصوصیات پائی جاتی ہوں اور ایک مدرّس اس استاذ کو مشعل راہ بنا کر خود بھی ایک بہترین مدرّس بننے کی کوشش کرے، دورِ حاضر میں ایک مشعلِ راہ کی صورت میں شیخ الحدیث، استاذ العلماء حضرت مولنا صوفی محمد سرور صاحب دامت برکاتہم کی شخصیت نمایاں نظر آتی ہے، کہ اللہ ربّ العزّت نے جہاں ان کی بابرکت زندگی میں زندگی کے ہر لمحہ کے لیے رہنمائی عطا کرنے کا وصف رکھا ہے وہاں حضرت کی تدریسی زندگی میں ایک مدرّس کو بہترین رہنما اُصول ملتے ہیں۔ خصوصاً وہ اُصول جو حکیم الاُمت حضرت مولنا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے مواعظ اور ملفوظات میں ملتے ہیں۔ اللہ ربّ العزّت نے حضرت کو ان تمام محاسن کا مجموعہ بنایا ہے۔

1 ایک بہترین مدرّس کے لیے بنیادی شرط یہی ہے کہ وہ متقی ہو اور اس کی زندگی میں گناہ صغیرہ بھی موجود نہ ہوں۔ حضرت موصوف کی طویل تدریسی زندگی میں یہ بات ہمیشہ نمایاں رہی جس کی وجہ سے ایک مدرّس کی زبان میں تاثیر پیدا ہوتی ہے اور اس کے طلبہ بھی متقی بن کر نکلتے ہیں۔ **2** عمدہ مدرّس وہ ہوتا ہے جو کسی شیخ کامل سے اپنی اصلاح کراچکا ہو جس کے نتیجہ میں ہر روز کا ہر سبق اِصلاح پر مبنی ہوتا ہے اور وہ استاذ طلبہ کے اَخلاق کی اور ظاہری اور باطنی عیوب کی اِصلاح کر پاتا ہے۔ حضرت موصوف کی تدریسی زندگی میں ہمیشہ یہ وصف نمایاں رہا۔ **3** کئی بزرگوں کی نصیحتوں میں یہ پڑھنے کو ملا کہ استاذ کو مطالعہ کر کے سبق پڑھانا چاہیے بغیر مطالعہ کے درس گاہ میں نہیں جانا چاہیے۔ حضرت موصوف نے ساری تدریسی زندگی میں اس سے بڑھ کر ایک معیار رکھا کہ محض رسمی مطالعہ کرنے کی بجائے باقاعدہ سبق یاد کر کے درس گاہ میں تشریف فرما ہوتے ہیں۔ حضرت کے جوانی کے دور میں آج سے 35 سال پہلے کی بات ہے کہ حضرت نے کسی ایک مسئلہ کی ایک دلیل لکھوانے کے بعد دوسری دلیل لکھوانی چاہی تو ایک طالب علم بول اُٹھا کہ حضرت آپ یہ دلیل پہلے لکھوا چکے ہیں۔ تو حضرت نے تین مرتبہ فرمایا اچھا جناب! میں یہ سبق تین مرتبہ یاد کر کے آیا ہوں اس پہلی دلیل میں اور دوسری دلیل میں ایک لفظ کا فرق ہے۔ ہاں غور کیجیے! اسی وجہ سے یہ دلیل نمبر دو ہے، آج بھی وقت کی ایک اہم ضرورت ہے کہ کم از کم ایک ابتدائی مدرّس محض سرسری مطالعہ کرنے کی بجائے سبق کو خوب یاد کر کے درس گاہ میں جائے۔

4 ایک اُستاذ صاحب فرمایا کرتے تھے طالب علم کو بے وقوف نہ سمجھنا، سامنے بیٹھنے والا طالب علم بڑا ظالم ہوتا ہے اسے کچھ سمجھ آئے یا نہ آئے وہ اُستاذ کو تقریر کرتے ہوئے یہ ضرور بھانپ لیتا ہے کہ اس استاذ کو خود سبق آتا ہے یا نہیں۔ حضرت موصوف کی ساری زندگی میں یہ وصف بڑا نمایاں ہے کہ کسی بھی مشکل سے مشکل یا دقیق ترین مسئلہ کو بھی بیان کرتے ہوئے ایک ذہین طالب علم بھی محسوس کر لیتا ہے کہ حضرت کا ذہن اس بارے میں بالکل واضح ہے۔ **5** ایک

بہترین مدرّس کی یہ خصوصیت بھی ہے کہ وہ مطالعہ کے وقت مختلف کتابوں کا مطالعہ کرتا ہے لیکن شاگردوں کے سامنے بیان کرنے کے لیے وہ ایک خلاصہ تیار کر لیتا ہے کہ میں نے اس سارے مطالعہ کا حاصل طلبہ کے سامنے کن الفاظ میں بیان کرنا ہے۔ حضرت موصوف کے طریقہ تدریس میں یہ خوبی کمال درجہ کی پائی جاتی ہے۔ 6 ایک کامل مدرّس کی یہ بھی خصوصیت ہوتی ہے کہ وہ نصاب میں موجود تمام فنون پر مہارت رکھتا ہو اس کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ دورانِ تعلیم انسان ہر فن کی کتاب کو محنت کے ساتھ پڑھے لیکن حضرت شیخ کو اس خوبی میں بھی اللہ تعالیٰ نے کمال درجہ کو پہنچایا حضرت نے صرف دورانِ تعلیم ہی میں تمام فنون کی طرف توجہ پر اکتفاء نہیں فرمایا کہ بلکہ اپنی تدریسی زندگی میں ہر فن کی ہر کتاب کو پڑھایا۔ ظاہر ہے کسی مدرسہ یا جامعہ میں رہ کر شاید ہی کوئی مدرّس یہ خوبی پیدا کر سکے کیوں کہ کسی بھی ادارہ میں نقشہ میں اسباق کی تقسیم اور مہتمم صاحب اور ناظم صاحب کے رُجحانات کسی بڑے سے بڑے مدرّس کو بھی یہ شرف حاصل کرنے کے لیے راہ ہموار نہیں ہونے دیتے۔ حضرت نے اس کٹھن منزل کو اس طرح طے کیا کہ اپنی اولاد کو خارجی وقت میں ہر فن کی ہر کتاب پڑھائی حتیٰ کہ حضرت نے اپنی اولاد کو سبعہ عشرہ کی قراءت بھی پڑھا ڈالیں۔ اسی طرح صرف ونحو، منطق وفلسفہ کی وہ کُتب جو نصاب میں موجود نہ تھیں وہ بھی حضرت نے اسی اہتمام کے ساتھ اپنے صاحبزادگان کو پڑھائیں۔ جس سے حضرت کے اسباق میں یہ بات بخوبی جھلکتی ہے کہ حضرت کی نظر تمام فنون اور تمام کُتب پر موجود ہے۔ 7 قدیم اساتذہ کی سوانح میں خصوصاً شیخ الادب مولنا اعزاز علی رحمہ اللہ کے حالات میں وقت کی پابندی کا وصف پڑھا تھا لیکن آج بھی ایک مدرّس بسا اوقات سوچتا ہے کیا دورِ حاضر میں بھی اس خوبی کو اپنانا ممکن ہے تو حضرت شیخ کی تدریسی زندگی آج ہمارے لیے ایک بہترین مثال ہے سخت گرمی ہو یا سخت سردی ہو، سخت بارش ہو آپ حضرت کو تدریسی زندگی میں وقت کا پابند پائیں گے۔ 8 دورِ حاضر میں ایک عام مدرّس کا مزاج بن چکا ہے کہ جونہی وہ ذرا کہنہ مشق مدرّس بنتا ہے یا اللہ تعالیٰ اس کو کچھ تدریس کی خوبیاں عطا فرما دیتا ہے تو وہ مدرّس اپنے آپ کو اس مدرسہ کے اُصول وضوابط سے مستثنیٰ سمجھتا ہے یا اُن کو خاطر ہی میں نہیں لاتا۔ حالاں کہ کامیاب مدرّس کی یہ پہچان ہے کہ وہ ہر حال میں مدرسہ کے اُصول وضوابط کی پابندی کرتا ہے حضرت شیخ نے ہمیشہ اپنے آپ کو جامعہ کے اُصول وضوابط کا پابند بنا کر دکھایا۔ 9 عموماً اساتذہ کا یہ رُجحان ہوتا ہے کہ وہ درس گاہ میں سال کا کچھ حصہ گزرنے کے بعد مخصوص طلبہ کو اہمیت دیتے ہیں انہی کو مخاطب کر کے سبق پڑھاتے ہیں جس سے باقی طلبہ میں بے توجہی پیدا ہوتی ہے حضرت نے اپنی تدریسی زندگی میں کبھی ایسا نہیں ہونے دیا بلکہ ہر سطح کے طالب علم کو سبق میں ساتھ رکھ کر چلانے کی کوشش فرمائی۔ 10 حضرت کی تدریسی زندگی ایک بہترین مدرّس بننے کے لیے یقیناً مشعلِ راہ ہے ایک ایسا مدرّس جس میں کمال کا تقویٰ ہو ایمانی قوّت کمال کی ہو۔ مطالعہ کمال کا ہو عجب اور تکبر سے پاک ہو محض علمی رُعب اور دبدبہ رکھنے کی بجائے دین کی تعلیم مقصود ہو۔ ہر سبق ایک خشک سبق کے بجائے مزاح کی چاشنی لیے موجود ہو۔ ہر طالب علم پر نظر ہو، اُونگھتے ہوئے طالب علم کو بھی وہ استاذ اس طرح جگا دے کہ غفلت بھی دور ہو جائے اور علم بھی نصیب ہو جائے اور ایک عالم باعمل مدرّس بن کر مسندِ تدریس پر جلوہ افروز ہو یہ حضرت شیخ ہی کی خوبیاں ہیں۔

اللہ ربّ العزّت ہر مدرّس کو یہ خوبیاں اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

نوٹ: یہ تحریر دورانِ طباعت پریس میں کتاب کے آخری آٹھ صفحات چھپنے کے دوران موصول ہوئی۔ اس لیے فہرست میں بھی اس کا تذکرہ نہ ہو سکا اور باریک پوائنٹ پر کمپوز کر کے شائع کی جا رہی ہے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

مناجات

از حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب دامت برکاتہم

مری انتہائی تمنا یہی ہے
بلا کچھ پٹائی ہی مل جائے جنت
نہیں اس کے لائق یہ میں جانتا ہوں
مگر آگ سہنے کی ہمت نہ طاقت
دعا خود یہ میں نے بنائی نہیں ہے
مرے تھانوی شیخ کی ہے ہدایت
الٰہی دکھاوے سے مجھ کو بچالے
تباہ ہو رہی ہے اسی میں یہ امت (آمین)

ارشادِ گرامی

عارف باللہ
حضرت نواب عشرت علی قیصر صاحب
دامت برکاتہم

علم دین کی صورت تو کتابوں سے آتی ہے اور **علم دین کی حقیقت** عمل سے ملتی ہے اور **علم دین کی لذّت** اللہ والوں کی صحبت سے حاصل ہوتی ہے۔

بحوالہ
حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفی رحمۃ اللہ

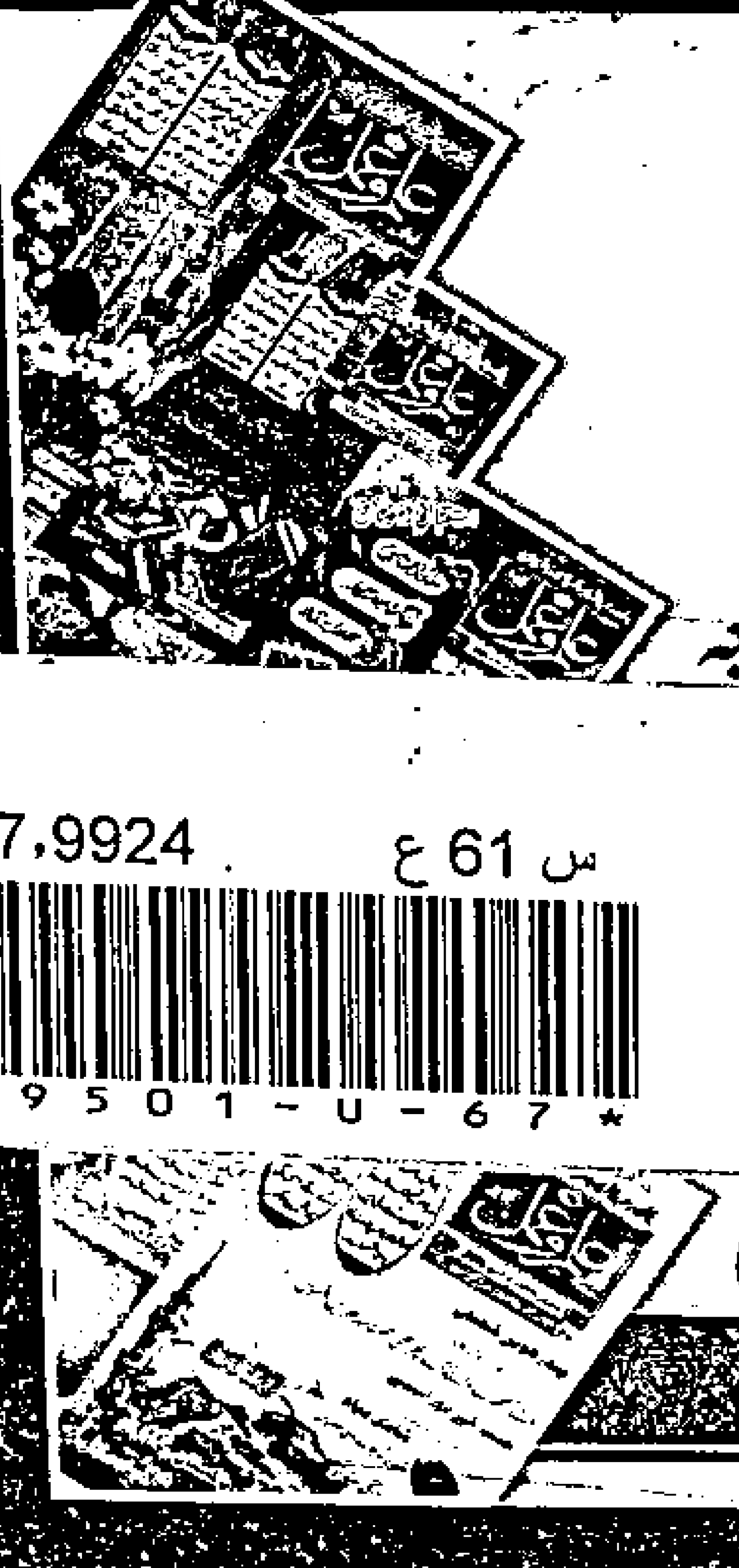

حضرت صوفی صاحب مدظلہ کی تبلیغی خدمات میں مَاشاءَ اللّٰہ

ماہ نامہ علم و عمل، لاہور

سب سے بڑھ کر حضرت کا جاری کردہ رسالہ ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اس رسالہ کے ذریعہ حضرت کی دینی، تبلیغی و اصلاحی خدمات، حضرت کا ذوق و تعلیمات اللہ تعالیٰ جل شانہٗ دور دراز تک پھیلا رہے ہیں۔ حضرت صوفی صاحب مدظلہ اپنے احباب و متعلقین کو اس رسالہ کے پڑھنے کی تاکید فرماتے رہتے ہیں۔ ماہ نامہ "علم و عمل" لاہور میں حضرت صوفی صاحب کے تازہ مضامین و بیانات کے خلاصے بھی اَلْحَمْدُ لِلّٰہ شائع ہوتے ہیں۔

www.ibin-e-umar.edu.pk
E-mail: aibneumar@yahoo.com

297.9924 س 61 ع
89501-U-67

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس شخص کا راستہ اپناؤ جس نے مجھ سے لو لگا رکھی ہو ۔ لقمٰن

حیاتِ سرور

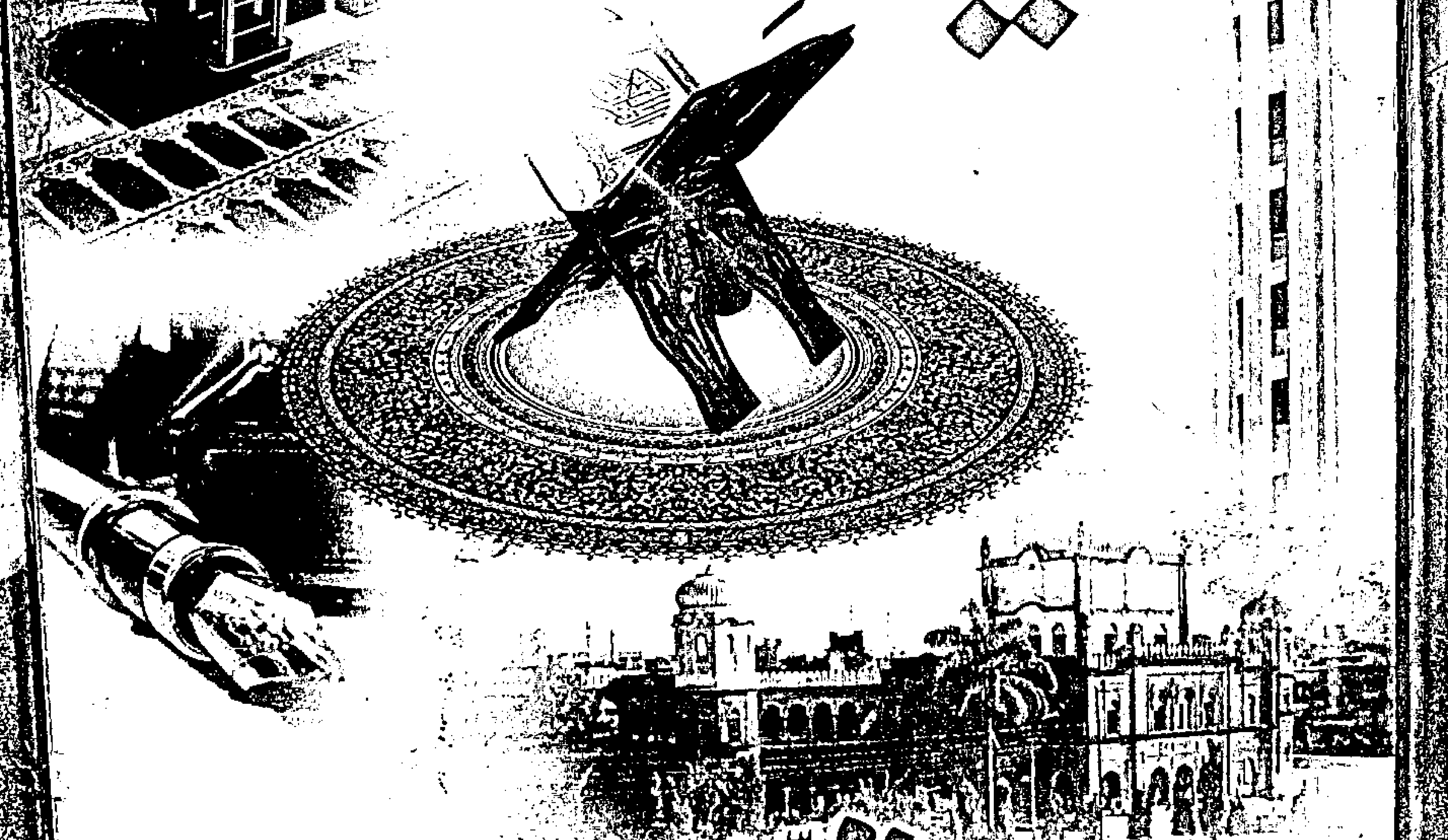

مصلح الامت

حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب دامت برکاتہم

کی زندگی کے حالات

تالیف

محمد عتیق الرحمٰن

مدرس، جامعہ عبداللہ بن عمر مدیر ماہنامہ علم و عمل لاہور

ادارۂ علم و عمل

جامعہ عبداللہ بن عمر ۲۳ کلومیٹر فیروزپور روڈ سوا گوہتہ کاہنہ نو لاہور

042-35272270